جناح پیپرز

جلد پنجم

پاکستان۔ کربِ تخلیق



مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچرڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

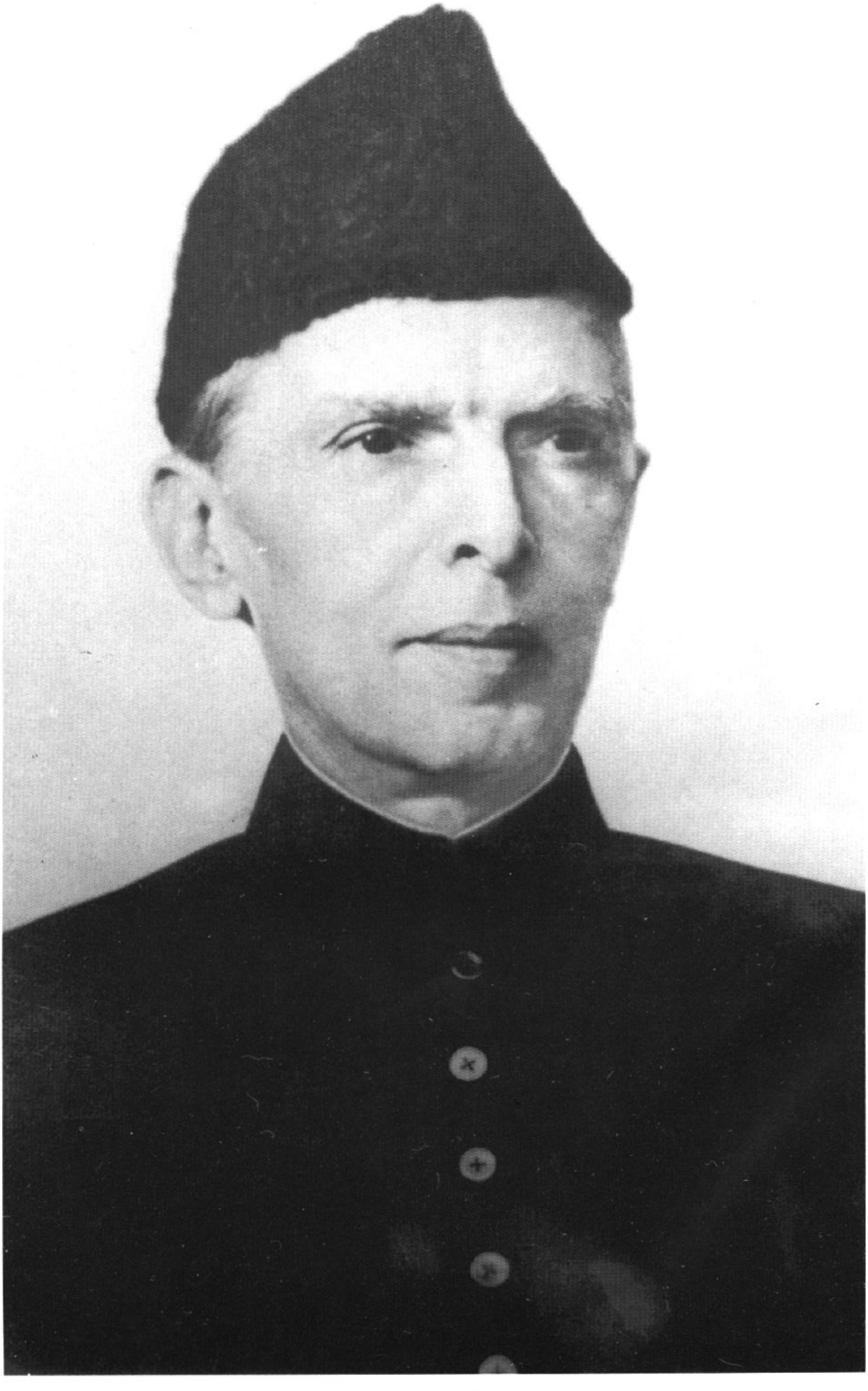

قائداعظم محمد علی جناح

قائداعظم

محمد علی جناح پیپرز

جلد پنجم

پاکستان۔ کربِ تخلیق

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

فہرست

	پیش لفظ	۱۳
	تعارف	۱۶
	آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء	۳۵
	اہم اداروں کے عہدیدار	۳۶
	جوائنٹ ڈیفنس کونسل	۳۷
۱	تہنیت نامے بنام محمد علی جناح	۳۸
	منجانب:-	
۱.۱	ہیرلڈ میکملن (Harold Macmillan)	۳۸
۱.۲	حبیب بورقیبہ	۳۹
۱.۳	شاہ عبداللہ	۳۹
۱.۴	شاہ فاروق	۴۰
۱.۵	محمد علی جناح بنام ایویلین رینچ (Evelyn Wrench) بمع ضمیمہ	۴۰
	منجانب:-	
۱.۶	لنڈن بی جانسن (Lyndon B. Johnson)	۴۱
۱.۷	مئیر کولمبو	۴۲
۱.۸	پیتھک لارنس (Pethick-Lawrence)	۴۳
۱.۹	جان مسارِک (Jan Massaryk)	۴۳
۱.۱۰	محمد امین الحسینی	۴۴

۱.۱۱	شہزادہ فیصل	۴۵
۱.۱۲	اسمٰعیل صدقی اوغلی	۴۶
۲	**فرقہ وارانہ فسادات**	۴۷
۲.۱	**پنجاب میں فسادات**	۵۳
۲.۱.۱	لیاقت علی خاں بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ جات	۵۳
۲.۱.۲	لیاقت علی خاں بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع منسلکہ	۵۹
۲.۱.۳	مشترکہ دفاعی کونسل کا اعلامیہ	۶۱
۲.۱.۴	قائداعظم کا نشریہ	۶۴
۲.۱.۵	زاہد حسین بنام ولبھ بھائی پٹیل بمع ملفوفہ	۶۷
۲.۱.۶	حسن البنّا بنام محمد علی جناح	۶۹
۲.۱.۷	سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ	۷۰
۲.۱.۸	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ	۷۱
۲.۱.۹	زاہد حسین بنام جواہر لال نہرو	۷۴
۲.۱.۱۰	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ بمع ضمیمہ	۷۵
۲.۱.۱۱	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو	۸۰
۲.۱.۱۲	سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ	۸۱
۲.۱۱۳	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ	۸۲
۲.۱.۱۴	سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ	۸۴
۲.۱.۱۵	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح	۸۵
۲.۱.۱۶	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ ومنسلکہ	۸۶
۲.۱.۱۷	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح	۹۹
۲.۱.۱۸	ماسٹر تارا سنگھ اور اُدھم سنگھ نگو کے (Udham Singh Nagoke) کا بیان	۹۹

۲.۱.۱۹	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۱۰۱
۲.۱.۲۰	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو بمع ضمیمہ جات	۱۰۵
۲.۲	**بلوچستان میں فسادات**	۱۰۹
۲.۲.۱	جیوفری پرائر (Geoffrey Prior) بنام ایم اکرام اللہ	۱۰۹
۲.۲.۲	جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح	۱۱۰
۲.۲.۳	" " ایضاً " "	۱۱۱
۲.۲.۴	" " ایضاً " "	۱۱۲
۲.۲.۵	" " ایضاً " "	۱۱۴
۲.۲.۶	" " ایضاً " "	۱۱۵
۲.۲.۷	" " ایضاً " "	۱۱۶
۲.۲.۸	" " ایضاً " "	۱۱۶
۲.۲.۹	" " ایضاً " "	۱۱۷
۲.۲.۱۰	" " ایضاً " "	۱۱۸
۲.۲.۱۱	" " ایضاً " "	۱۱۸
۲.۲.۱۲	" " ایضاً " "	۱۱۹
۲.۲.۱۳	" " ایضاً " "	۱۲۰
۲.۲.۱۴	" " ایضاً " "	۱۲۰
۲.۲.۱۵	" " ایضاً " "	۱۲۱
۲.۲.۱۶	" " ایضاً " "	۱۲۱
۲.۲.۱۷	" " ایضاً " "	۱۲۲
۲.۲.۱۸	" " ایضاً " "	۱۲۲
۳	**باؤنڈری کمیشن**	۱۲۴
۳.۱	**تعارفی تبصرہ**	۱۲۴
۳.۱.۱	جارج ایبل بنام ایس ای ایبٹ (S. E. Abbott)	۱۳۰

۳.۱.۲	ایون جنکنز کی یادداشت	۱۳۱
۳.۱.۳	مہاراجہ بیکانیر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۳۲
۳.۱.۴	ایچ ایل ازمے بنام لیاقت علی خاں	۱۳۳
۳.۱.۵	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ایون جنکنز	۱۳۵
۳.۱.۶	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام فریڈرک بروز وایون جنکنز	۱۳۵
۳.۱.۷	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح	۱۳۶
۳.۱.۸	لوئی ماؤنٹ بیٹن اور پاکستان و ہندوستان کے نمائندوں کا اجلاس	۱۳۸
۳.۲	**باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز کا متن بمع ضمیمہ جات**	۱۴۳
۳.۳	**باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز پر اخباروں اور سیاسی رہنماؤں کے تبصرے**	۱۶۰
۳.۳.۱	پاکستان ٹائمز کا اداریہ	۱۶۰
۳.۳.۲	سیاسی رہنماؤں کے تبصرے	۱۶۳
۳.۴	**ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف کا کردار**	۱۶۴
۳.۴.۱	نوئل بیکر بنام دفتر خارجہ لندن	۱۶۴
۳.۴.۲	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام کلیمنٹ ایٹلی بمع ملفوفہ	۱۶۵
۳.۴.۳	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر	۱۷۰
۳.۴.۴	ایچ ایل ازمے بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۷۱
۴	**صوبۂ سرحد کے معاملات**	۱۷۳
۴.۱	جارج کنگھم بنام محمد علی جناح	۱۷۳
۴.۲	" " ایضاً " "	۱۷۵
۴.۳	" " ایضاً " "	۱۷۵
۴.۴	" " ایضاً " " بمع ضمیمہ جات	۱۷۶
۴.۵	" " ایضاً " " بمع ضمیمہ	۱۷۸
۴.۶	محمد علی جناح بنام جارج کنگھم	۱۸۰

۴.۷	" " ایضاً " "	۱۸۱
۴.۸	محمد علی بنام ایف امین بمع ملفوفہ جات ومنسلکہ	۱۸۲
۵	**قائداعظم کے پیغامات وبیانات**	۲۱۱
۵.۱	عیدالفطر کے موقع پر قائد کا پیغام	۲۱۱
۵.۲	فسادات کے بارے میں قائداعظم کا بیان	۲۱۲
۵.۳	ریلیف فنڈ کے لئے قائداعظم کی اپیل	۲۱۴
۵.۴	دہلی کے حالات کے بارے میں قائداعظم کا بیان	۲۱۷
۵.۵	ولیکا ٹیکسٹائل ملز میں قائداعظم کی ایک تقریر کی رپورٹ	۲۱۸
۶	**ریاستوں کا الحاق**	۲۲۰
۶.۱	**کشمیر**	۲۲۶
۶.۱.۱	جنک سنگھ، وزیراعظم، ریاست جموں وکشمیر بنام عبدالرّب نشتر	۲۲۶
۶.۱.۲	ایم اکرام اللہ، سیکرٹری خارجہ، حکومتِ پاکستان بنام جنک سنگھ	۲۲۶
۶.۱.۳	حسن علی خان بنام عبدالرّب نشتر	۲۲۷
۶.۱.۴	غلام محمد، پبلسٹی سیکرٹری، مسلم کانفرنس، کشمیر بنام لیاقت علی خاں	۲۲۷
۶.۱.۵	غلام محمد بنام لیاقت علی خاں بمع ملفوفہ	۲۲۸
۶.۱.۶	کشمیر مسلم ایسوسی ایشن بنام لیاقت علی خاں	۲۳۶
۶.۲	**جوناگڑھ**	۲۳۷
۶.۲.۱	نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح	۲۳۷
۶.۲.۲	نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح	۲۳۷
۶.۲.۳	شاہنواز بھٹو بنام محمد علی جناح	۲۳۸
۶.۲.۴	محمد علی جناح بنام شاہنواز بھٹو	۲۳۹
۶.۲.۵	جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں	۲۴۰
۶.۲.۶	شاہنواز بھٹو بنام ایم ڈبلیو عباسی بمع ملفوفہ	۲۴۲

۶.۲.۷	محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۲۴۴
۶.۲.۸	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح	۲۴۵
۶.۲.۹	محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ضمیمہ	۲۴۶
۶.۲.۱۰	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو	۲۵۱
۶.۲.۱۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ	۲۵۲
۶.۳	**دیگر ریاستیں**	۲۵۵
۶.۳.۱	ایف امین کا نوٹ	۲۵۵
۶.۳.۲	نواب ماناودر بنام محمد علی جناح	۲۵۶
۶.۳.۳	محمد علی جناح بنام نواب ماناودر	۲۵۷
۶.۳.۴	میر خاران بنام محمد علی جناح	۲۵۷
۶.۳.۵	آر ای بی باور (R. E. B. Bower) بنام جارج مارشل	۲۵۸
۶.۳.۶	منسٹر آف اسٹیٹ برائے تعلقات دولتِ مشترکہ کی رپورٹ	۲۶۱
۷	**قائداعظم ریلیف فنڈ اور دیگر فنڈز بمع ضمیمہ**	۲۶۶
۷.۱	قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کی رپورٹ بمع منسلکہ جات	۲۷۵
۷.۲	قائداعظم ریلیف فنڈ کے نائب صدر کی امریکہ سے اپیل	۲۷۷
۷.۳	مسلم ممالک سے محمد علی جناح کی اپیل	۲۷۸
۷.۴	قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کا پریس نوٹ	۲۷۹
۷.۵	قائداعظم کا پیغامِ تشکر	۲۸۰
۷.۶	قائداعظم ریلیف فنڈ کے اعزازی سیکرٹری کا پریس نوٹ	۲۸۱
۷.۷	قائداعظم ریلیف فنڈ میں عطیہ دینے والوں کی فہرست	۲۸۳
۸	**متفرقات**	۲۸۷
۸.۱	**وائسرائے کی نجی رپورٹ**	۲۸۷
۸.۱.۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۲۸۷

۸.۲	فلسطین پر ہندوستانی نمائندے کی رپورٹ	۲۹۸
۸.۲.۱	عبدالرحمٰن بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۲۹۸
۸.۳	نمائندہ کو لیئرز ویکلی سے محمد علی جناح کا انٹرویو	۳۱۵
۸.۳.۱	ایف امین کا نوٹ	۳۱۵
۸.۴	سائنسی تحقیق کے ادارّوں کیلئے آغا خان کی تجویز	۳۲۰
۸.۴.۱	غلام حسین ہدایت اللہ بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۳۲۰
۸.۴.۲	محمد علی جناح بنام غلام حسین ہدایت اللہ	۳۲۲
۸.۵	پاکستان وافغانستان تعلقات	۳۲۳
۸.۵.۱	سعید اللہ خان کا نوٹ بمع ضمیمہ جات وملفوفہ جات	۳۲۳
۹	اضافی دستاویزات	
۹.۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۳۳۴
۹.۲	ڈینس شا بنام محمد علی جناح	۳۳۶
۹.۳	ٹی ڈبلیو ریز بنام کلاڈ آ کنلِک	۳۳۷
۹.۴	سلمٰی تصدّق حسین بنام محمد علی جناح	۳۳۸
۹.۵	بلدیہ کراچی کے سپاسنامے پر محمد علی جناح کا جواب	۳۳۹
۹.۶	پنجاب کی عصمت دری	۳۴۲
۹.۷	پونچھ کے مسلمان بنام محمد علی جناح	۳۴۵
۹.۸	شاہ پسند خان اور دیگر بنام محمد علی جناح	۳۴۶
۹.۹	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ	۳۴۷
۹.۱۰	محمد علی جناح بنام کلیمنٹ ایٹلی	۳۴۸
۹.۱۱	یو پی، بہار، سی پی وغیرہ کے سرکاری ملازمین بنام محمد علی جناح	۳۴۹
۹.۱۲	کلیمنٹ ایٹلی بنام محمد علی جناح	۳۵۱
۹.۱۳	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر	۳۵۲

پیش لفظ

زیرِ نظر مجموعہ جس کا عنوان ''پاکستان۔ کربِ تخلیق'' ہے دراصل جناح پیپرز کے سلسلۂ اوّل کی پانچویں جلد ہے۔ اس سلسلے کی پہلی چار جلدیں، ''تمہیدِ پاکستان''، ''پاکستان تشکیل کے مراحل میں''، ''پاکستان تخلیق کی دہلیز پر'' اور ''بالآخر تخلیقِ پاکستان'' مجموعی طور پر ۲۰ فروری سے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے عرصے پر محیط ہیں جب قائداعظم تحریکِ آزادی کے فیصلہ کن مرحلے میں اپنا کلیدی کردار ادا کر رہے تھے۔ یہ جلد ۱۵ اگست سے ۳۰ ستمبر کے تاریخ ساز دور پر مشتمل ہے۔ یہ پاکستان کے اس اوّلین عہد سے متعلق ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح بحیثیت گورنر جنرل ملک کی سربراہی کر رہے تھے اور یہ عظیم سیاسی رہنما ایک مدبّر اور ملک کے بانی کے طور پر ابھرے۔ یہ جلد پاکستانی قوم کی امنگوں اور درپیش مشکلات اور آزمائشوں سے اس کی نبردآزمائی کی عکاسی کرتی ہے۔ اس دور میں قائداعظم بیرونی خطرات اور اندرونی افراتفری سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنی قوم کو عزت اور وقار سے جینے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کتاب میں منتخب دستاویزات شامل ہیں جن میں سے بیشتر پچھلی کتابوں میں شامل اہم موضوعات کا تسلسل ہیں جبکہ باقی ماندہ کچھ نئے موضوعات مثلاً باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ اور فلسطین سے متعلق ہیں۔ موضوعاتی تناظر کے لئے دیسی ریاستوں سے متعلق تمام بنیادی اور اضافی دستاویزات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ پارٹیشن کونسل اور مشترکہ دفاعی کونسل کی کارگزاری اور شمال مغربی صوبۂ سرحد و پٹھانستان کے مسائل کا ذکر جو پچھلی جلدوں میں آیا ہے اس جلد میں بھی جاری رہا ہے۔

اس جلد میں شامل بنیادی دستاویزات قائداعظم پیپرز اور گورنر جنرل پیپرز سے لی گئی

ہیں جو نیشنل آرکائیوز آف پاکستان اور فارن آفس آرکائیوز میں دستیاب ہیں۔ انہیں تاریخ وار تسلسل سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اضافی مواد زیادہ تر برٹش لائبریری کی اورینٹل اینڈ انڈیا آفس کلیکشن، برٹش پبلک ریکارڈ آفس، امریکی نیشنل آرکائیوز، نیشنل ڈاکیومینٹیشن سنٹر، اسلام آباد اور اس عہد کے جرائد اور مطبوعات سے لیا گیا ہے۔ جو دستاویزات ''جناح پیپرز'' کے انگریزی ایڈیشن میں شامل ہیں ان کا حوالہ ترجمے میں درجِ ذیل طریقے سے دیا گیا ہے:

جناح پیپرز جلد نمبر، دستاویز نمبر اور جناح پیپرز جلد نمبر، اپنڈکس نمبر اور دستاویز نمبر۔ زیرِ نظر کتاب کے حوالہ جات اسی کتاب کے دستاویزات نمبر سے دیے گئے ہیں۔ ایک ہی نوعیت کی متعدد دستاویزات، اکثر تہنیت نامے اور انٹرویوز کی درخواستیں وغیرہ اس جلد سے خارج کر دی گئی ہیں۔ شامل شدہ دستاویزات کے علاوہ کچھ ایسے مراسلات بھی ہیں جو قائداعظم نے بحیثیت گورنر جنرل بھیجے یا جن میں انہیں مخاطب کیا گیا تھا جو اگرچہ سرکاری ریکارڈ میں موجود ہیں لیکن صیغۂ راز میں ہونے کے سبب فی الحال ان تک رسائی ممکن نہیں۔

وہ علم جو دائمی افادیت کا حامل ہو صبر آزما تحقیق کا متقاضی ہوتا ہے۔ ٹھوس تحقیق کے بغیر علم مضبوط اور پائیدار عمارت کے بجائے ایک کمزور ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ ایک مدیر کا کام انتھک محنت اور مستقل مزاجی سے دستاویزات کی تلاش اور ان کا کھوج لگانا ہے جو بعض اوقات سعیِ رائیگاں ثابت ہوتا ہے۔ قائداعظم پیپرز پروجیکٹ جیسے ادارے کا طریقۂ کار وسیع النظری، غیر جانبداری، منصفانہ غور و خوض اور آزادانہ تبادلۂ خیال پر مبنی ہے۔

ادارتی اور تحقیقی کام کے لئے عملے کی تربیت پر کافی وقت لگتا ہے۔ پروجیکٹ کی عارضی نوعیت کے باعث بڑی تعداد میں ریسرچ آفیسرز مستقل ملازمت کی تلاش میں اس ادارے کو چھوڑنے پر مجبور ہوتے رہے ہیں۔ چونکہ خالی اسامیوں کو پُر کرنا ایک دشوار مرحلہ ہے لہٰذا یہاں عملے کی صورتِ حال کبھی تسلّی بخش نہیں رہی ہے۔ بعض اسامیاں کالعدم ہو گئیں اور انہیں بحال

کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ کام کی رفتار بار بار سست روی کا شکار ہوتی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میرے رفقائے کار کرنل (ریٹائرڈ) مسعود ضیغم، پروفیسر حبیب فخری اور مسٹر عبدالحامد کی انتھک اور مسلسل محنت کی مرہونِ منت ہے جنہوں نے منتخب دستاویزات کے اُردو ترجمے کی ترتیب وتدوین کی اور اس کی نوک پلک سنوار کر اسے زیرِ نظر کتاب کے قالب میں ڈھالا — اس کے لئے میں انکا ممنون ہوں۔

زوّار حسین زیدی

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچرڈویژن، اسلام آباد

۲۸ مئی ۲۰۰۰ء

تعارف

حکومتِ برطانیہ کی طرف سے تقسیمِ ہند کے منصوبے کا اعلان ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ہوا جبکہ برطانوی پارلیمان نے ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو قانونِ آزادیٔ ہند منظور کیا۔ اس کے تحت یہ طے ہوا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد مملکتوں کا قیام عمل میں آئے گا۔ نتیجتاً پاکستان دنیا کے نقشے پر عالمِ اسلام کی سب سے بڑی اور دنیا کی پانچویں بڑی سلطنت کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ اسی دن بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے ملک کے پہلے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا اور لیاقت علی خاں کی سربراہی میں پاکستان کی سات رکنی کابینہ کی تشکیل اور صوبائی گورنروں اور وزرائے اعلیٰ کی حلف برداری عمل میں آئی۔

برصغیر کے مسلمانوں کیلئے خصوصاً اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے عموماً پاکستان کا ظہور ایک عہد آفریں واقعہ تھا جس کیلئے سب نے یک زبان ہو کر قائداعظم کو شاندار خراجِ تحسین پیش کیا اور تہنیت ناموں کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ جن اہم ہمعصر سیاست دانوں نے قائداعظم اور پاکستانی قوم کو ہدیۂ تبریک پیش کیا ان میں فرانس کے صدر ونسنٹ آرویول (Vincent Auriol)، چین کے صدر چیانگ کائی شیک (Chiang Kai-Shek)، امریکی پارلیمان کے رکن لِنڈن بی جانسن (Lyndon B. Johnson)، برطانوی پارلیمان کے رکن ہیرلڈ میکملن (Harold Macmillan)، سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے ہندوستان و برما پیتھک لارنس (Pethic-Lawrence)، تیونس کی دستور تیونیشیا پارٹی کے صدر حبیب بورقیبہ، مفتی اعظم فلسطین محمد امین الحسینی، سعودی عرب کے شہزادہ فیصل، اخوان المسلمین کے شیخ حسن البنا وغیرہ شامل تھے۔ ایک ماہر تعلیم نے قائد کی تعریف میں لکھا کہ وہ ''بونوں میں دیوقامت''[۱] تھے اور یقین ظاہر کیا کہ ''ان کا نام گیری بالڈی (Garibaldi)[۲] اور بولیوار (Bolivar)[۳] کے ساتھ لیا جائے گا۔'' ایران نے پاکستان کے وجود کو آسمانِ سیاست میں ایک

''درخشندہ ستارہ'' سے تعبیر کیا۔ مختصر یہ کہ دنیا نے پاکستان کی تشکیل کو جدید عہد کا ایک معجزہ گردانا جو یکّہ وتنہا محمد علی جناح نے برپا کیا۔ ممتاز امریکی مورّخ اسٹینلی والپرٹ (Stanley Wolpert) نے لکھا:

''بہت کم افراد تاریخ کا رخ موڑ سکے ہیں۔ ان سے بھی کم لوگوں کو دنیا کے نقشے کو بدلنا نصیب ہوا اور پھر ایسے لوگ تو شاید انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جنہیں ایک قومی ریاست کی تشکیل کا شرف حاصل ہوا ہو۔ محمد علی جناح نے یہ تینوں معرکے اکیلے سرانجام دیئے۔''

یومِ آزادی پر قوم کو مبارکباد دیتے ہوئے قائد نے کہا'' ۱۵ اگست ہماری آزاد اور خودمختار مملکت، پاکستان، کے وجود میں آنے کا دن ہے۔ یہ مسلم قوم کی تقدیر کی برآوری کی صبح ہے جس نے اپنا آزاد وطن حاصل کرنے کیلئے گذشتہ کئی برسوں میں عظیم قربانیاں دی ہیں۔'' انہوں نے مزید فرمایا: ''اس نئی مملکت کے قیام سے پاکستان کے شہریوں پر زبردست ذمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہیں اب یہ موقع حاصل ہوا ہے کہ دنیا کو ثابت کر دکھائیں کہ کس طرح ایک قوم، جو مختلف عناصر پر مشتمل ہے، آپس میں مل جل کر صلح و آشتی کے ساتھ، مذہب اور ذات پات کا امتیاز کئے بغیر اپنے تمام شہریوں کی یکساں فلاح و بہبود کے لئے کام کرسکتی ہے۔''

ایک نئی قوم کو درپیش کٹھن آزمائشوں کا احساس کرتے ہوئے قائد نے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ یہ کہہ کر بڑھایا'' پاکستان کی سرزمین عظیم وسائل سے مالا مال ہے لیکن اسے ایک ایسا ملک بنانے کے لئے جو ہر طرح سے مسلم قوم کے شایانِ شان ہو ہمیں اپنی تمام تر توانائی بروئے کار لانی ہوگی۔''

نئی مملکت کی پالیسی کے خدّ وخال واضح کرتے ہوئے قائد نے اعلان کیا'' پاکستان اپنے پڑوسیوں کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتا ہے اور کسی کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتا۔'' انہوں نے فرمایا'' ہم اقوامِ متحدہ کے منشور کے پابند ہیں اور عالمی امن اور خوشحالی کے فروغ کے لئے ہمہ تن کوشاں رہیں گے۔''

ہفتہ وار کولیئر (Collier's Weekly) کے نمائندے ویلڈن جیمز (Weldon James) کو انٹرویو دیتے ہوئے قائد نے پاکستان کے مستقبل کے بارے میں اپنے تصوّر کی وضاحت ان الفاظ میں کی:

''ہم ایک ایسی ترقی پسند اور جمہوری حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جو انسانی مساوات کے اسلامی عقیدے کے عین مطابق ہو۔''

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پاکستان کے قیام پر قوم نے پورے جوش و خروش سے اظہارِ مسرّت کیا لیکن مشرقی پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کے خلاف وحشیانہ جارحیت نے ان کی خوشیوں میں مہیب اندیشوں اور رنج و ملال کی کڑواہٹ شامل کر دی۔ بلاشبہ ماؤنٹ بیٹن سکھوں کے اُن ناپاک منصوبوں سے بے خبر نہیں تھا جن میں مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو ختم کرنا اور اُن اسپیشل ٹرینوں کو بم سے اڑانا شامل تھا جن میں حکومتِ پاکستان کے اہلکار اور مہاجرین پاکستان جا رہے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن کے چیف آف اسٹاف ایچ ایل ازمے (H. L. Ismay) نے گورنر پنجاب کی ایک رپورٹ کا حوالہ دیا ہے جس میں پاکستان جانے والی ٹرینوں پر حملے کرنے کے سکھ منصوبے کی تفصیل دی گئی تھی۔[۵] چنانچہ تمام جماعتوں کی رضامندی سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ انتقالِ اقتدار سے پہلے ماسٹر تارا سنگھ سمیت تمام گروہی سرغنوں کو نظر بند کر دیا جائے لیکن ماؤنٹ بیٹن ٹال مٹول کرتا رہا اور بالآخر پٹیل کے ایماء پر اس نے یہ فیصلہ منسوخ کر دیا۔ قائد کا یہ خیال تھا کہ اگر وائسرائے حوصلے سے کام لیتا اور متفقہ فیصلے پر عمل کراتا تو فساد کی شروع میں ہی روک تھام ہو جاتی....[۶]

برج لال نہرو نے بھی گاندھی کو اطلاع دی کہ پاکستان جانے والے مہاجرین کی ٹرینوں پر مسلّح گروہ منظّم طریقے سے حملے کر کے جان و مال کا بھاری نقصان کر رہے ہیں۔[۷] ان مہاجرین نے غول در غول مسلّح سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں قتل، زنا بالجبر، اغوا، آتش زنی اور لوٹ مار کی دردناک داستانیں سنائیں جن کو مشرقی پنجاب کی ریاستوں کی افواج کی حمایت حاصل تھی۔ درحقیقت مشرقی پنجاب اور دوسرے علاقوں میں نہتے اور بے کس مسلمانوں کے تحفّظ

میں مشرقی پنجاب اور ہندوستان کی حکومتوں کی بے حسی اور نا اہلی ثابت ہوگئی تھی۔[۸] اس قتل و غارت اور لوٹ مار میں ہندوستانی فوج اور پولیس بھی برابر کی شریک تھی۔

دہلی میں بھی فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے اور شہر کے مضافات میں بھی حالات تیزی سے بگڑنے لگے۔ پاکستانی ہائی کمشنر زاہد حسین بگڑتی ہوئی صورتِ حال کی رپورٹیں متواتر کراچی بھیجتے رہے۔ دہلی کے قتلِ عام کا ذکر کرتے ہوئے زاہد حسین نے لکھا ''یہ تباہی اس سے کہیں زیادہ ہے جو مسلم دنیا پر منگولوں کے حملے سے آئی تھی۔''[۹] انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ ''آج ہم انسانی تاریخ میں اولادِ آدم پر کئے جانے والے بدترین جرائم کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔''[۱۰] ۸ ستمبر تک فسادیوں نے شہر کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ گھرے ہوئے مسلمان شہری اور وہ سرکاری عہدیدار جنہوں نے پاکستان کا انتخاب کیا تھا مگر جو ابھی تک دہلی میں ہی مقیم تھے اپنی جان بچانے کے لئے جوق در جوق ہائی کمیشن کی حدود میں پناہ لینے لگے جس میں بہت جلد مزید پناہ گزینوں کی گنجائش باقی نہ رہی۔[۱۱] آنے والے مہاجرین کیلئے خوراک تقریباً ناپید تھی اور ہائی کمیشن کے اہلکاروں میں موت کے خوف سے باہر نکلنے کی ہمّت نہیں تھی۔ ''یہ جگہ ایک ایسا مہاجر کیمپ بن گئی تھی جہاں خوراک اور صحت و صفائی کی سہولتیں موجود نہیں تھیں۔''[۱۲] پورے کا پورا ہائی کمیشن ''ایک قید خانہ بن گیا تھا جس میں عام قید خانوں کی طرح سلامتی اور خوراک کی ضمانت بھی میسر نہیں تھی۔''[۱۳] مسلم علاقوں میں کوئی گلی کوچہ ایسا نہ تھا جس میں لاشوں کے انبار نہ لگے ہوں ''جنہیں اٹھانے اور ٹھکانے لگانے والا کوئی نہ تھا اور جو کوّوں اور گِدھوں کی خوراک بن رہے تھے۔''[۱۴] بقول زاہد حسین دہلی میں جو کچھ ہو رہا تھا مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے المیے کی مثال نہیں ملتی۔[۱۵] جو لوگ قاتل کے چھرے یا گولی سے بچ نکلے تھے بھوک اور بیماریوں کا لقمہ بن گئے۔[۱۶] دہلی میں واقع پرانے قلعے میں پچاس ہزار مہاجرین ایسے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے کہ وہاں سے کسی کا باہر نکلنا یا اندر آنا تقریباً ناممکن ہوگیا تھا۔[۱۷] غلاظت اور عُسرت میں گھری ہوئی یہ فاقہ کش اور نیم برہنہ مخلوق بیچارگی کی منہ بولتی تصویر تھی۔

مایوسی کے عالم میں لیاقت علی خاں نے ۱۲ ستمبر کو ایک تار کے ذریعے برطانوی وزیرِ اعظم

ایٹلی (Attlee) اور کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے وزرائے اعظم کو لکھا کہ مشرقی پنجاب کے شدید فسادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی سازباز سے سکھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قلع قمع کر دینا چاہتے ہیں تا کہ ان کی جگہ مغربی پنجاب سے آنے والے سکھوں اور ہندوؤں کو بسایا جا سکے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مشرقی پنجاب کی حکومت نے تشدّد کو روکنے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ پٹیالہ اور فرید کوٹ کی سکھ افواج نے تشدّد کی آگ کو مزید بھڑکایا۔ اس خطرناک صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے، جو بے پناہ تباہی کا پیش خیمہ بن سکتی تھی، انہوں نے دولتِ مشترکہ کے ممالک سے اپیل کی کہ وہ اس کے تدارک کے لئے کوشش کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس کا امکان ہے کہ پاکستان اپنے محصور ہائی کمشنر کو دہلی سے واپس بلانے پر مجبور ہو جائے۔[۱۸]

دور اندیش قائد کو نظر آ رہا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر تشدّد دراصل مسلم اقلیت کی تعداد کم کرنے کی ایک سازش ہے۔ انہیں یہ بھی احساس تھا کہ سرحد پار سے طاقتور عناصر ہندوستان اور پاکستان کو دوبارہ یکجا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ گاندھی نے یہ دھمکی دی کہ ''اگر پاکستان (کشمیر کے بارے میں) اپنی واضح غلطی ماننے سے انکار کرتا رہا تو حکومتِ ہندوستان کو اس کے خلاف جنگ کرنی پڑے گی''[۱۹] حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ دھمکی اس بین المملکتی معاہدے کے فوراً بعد دی گئی تھی جس میں جنگ کی مذمت ''نہ صرف اخلاقی بنیاد پر'' کی گئی تھی بلکہ یہ اعتراف بھی کیا گیا تھا کہ جنگ دونوں ممالک کیلئے تباہ کن ثابت ہوگی۔[۲۰] اس بیان پر لیاقت علی خاں نے جواہر لال نہرو سے شدید احتجاج کیا۔ نہرو نے دبے لہجے میں اس خبر کو ''گمراہ کن'' قرار دیا اور جنگ نہ کرنے کے اعلان سے ہندوستان کی وابستگی کی یقین دہانی کرائی۔ بعدازاں پاکستان نے ہندوستان کو یہ تجویز پیش کی کہ دونوں ممالک اقوامِ متحدہ سے اپنے یہاں غیر جانبدار مبصّرین تعینات کرنے کی درخواست کریں جو فرقہ وارانہ صورتِ حال کا جائزہ لے کر اس کی رپورٹ بھیج سکیں۔ ہندوستان نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔[۲۱]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جیسا کہ جلد دوم کے تعارف میں ذکر کیا گیا ہے قائد کی توقع کے خلاف ریڈکلف (Radcliffe) دیانتدار اور غیر جانبدار ثابت نہیں ہوئے۔ ہندوستان کے لئے کابینہ مشن کے رکن اسٹیفورڈ کرپس (Stafford Cripps) کے ذاتی معاون میجر جے ایم شارٹ (J. M. Short) نے انہیں ۳ اگست کو لکھا ''میں اس قوی اور عام خدشے کو درست سمجھتا ہوں کہ ہز ایکسیلنسی (وائسرائے) جو حکم دیں گے ریڈکلف اس کے مطابق ایوارڈ دے دینگے''۔[۲۲]

فرقہ وارانہ فسادات کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر ہونے والی تباہی کے بعد باؤنڈری کمیشن کا صریحاً غیر منصفانہ ایوارڈ اس نوخیز مملکت پر بجلی کے کوندے کی طرح گرا اور لوگوں نے اس پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا۔ باؤنڈری کمیشن کی شرائطِ کار میں ''دیگر عوامل'' کی شق کا بدنیتی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور حق و انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ریڈکلف نے کئی مسلم اکثریتی علاقے مثلاً گورداسپور، فیروز پور، زیرا وغیرہ ہندوستان کو عنایت کر دیے۔[۲۳]

بنگال کے باؤنڈری ایوارڈ میں مرشد آباد کا پورا مسلم اکثریتی ضلع، ضلع ندیا کا دو تہائی مسلم اکثریتی علاقہ، پورا مالدہ اور جیسور کے دو تھانے ہندوستان کو دے دیے گئے حالانکہ ابتدائی منصوبے کے مطابق ان کو پاکستان میں شامل ہونا تھا۔ ایوارڈ میں آسام کے لئے مغربی بنگال (دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی) سے دیناج پور (مشرقی بنگال) کے راستے ہندوستان کو ایک راہداری فراہم کر دی گئی۔ مزید ناانصافی یہ ہوئی کہ پاکستان کو کلکتے سے محروم کر دیا گیا اس کے باوجود کہ یہ مشرقی بنگال کی معیشت کیلئے انتہائی اہم تھا جہاں کلکتے کی ملوں کے لئے ساری خام پٹ سن پیدا ہوتی تھی۔ ''دیگر عوامل'' کی بنیاد پر کلکتے کو پاکستان میں شامل کرنا زیادہ حق بجانب تھا۔ دوسری جانب اسی بنیاد پر اور بہت کم جواز کے ساتھ امرتسر، گورداسپور، فیروز پور اور زیرا ہندوستان کے حوالے کر دیے گئے تھے۔

جہاں تک سلہٹ کا سوال ہے، تین تھانوں کے علاوہ اس سے متصل مسلم اکثریتی علاقوں، گوال پاڑہ، کچھار اور نوگاؤں سے مشرقی بنگال کو محروم کر دیا گیا۔ تاہم چٹاگانگ کے پہاڑی قطعے مشرقی بنگال میں شامل کئے گئے کیونکہ ان علاقوں کو بہرحال اسی مملکت کا حصہ بننا تھا جس میں

چٹاگانگ کا ضلع شامل تھا۔[۲۴] ڈان اخبار نے اپنے ۱۲ اگست کے اداریے میں لکھا:

''پاکستان کو دھوکے سے پنجاب، بنگال اور سلہٹ کے وسیع حصوں سے محروم کر دیا گیا جن پر اس کا حق بنتا تھا۔''

شارٹ کو جس بات کا خوف تھا اسے بعد میں ملنے والی شہادتوں نے ثابت کر دیا۔ اس سلسلے میں سب سے معتبر اور مستند بیان کرسٹوفر بومانٹ (Christopher Beaumont)، ریڈکلف کے سیکرٹری کا ہے۔ برطانوی مورخ انڈریو رابرٹس (Andrew Roberts) نے ۱۹۹۴ء میں اپنی کتاب ''چرچل کے ممتاز رفقا'' (*Eminent Churchillians*) کے ایک باب ''لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ان کے جذباتی ہیجان کے خطرات'' (*Lord Mountbatten and the Perils of Adrenalin*) میں ماؤنٹ بیٹن کے سرکاری سوانح نگار فلپ زیگلر (Philip Ziegler) کا حوالہ دیا ہے کہ ''ماؤنٹ بیٹن کی غیر جانبداری پر رائی برابر شبہ، مسٹر بومانٹ کا بیان پڑھنے کے بعد اب پہاڑ بن گیا ہے۔''[۲۵] ریڈکلف نے اس ڈر سے کہ کہیں اس کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے اپنے کاغذات تلف کر دینے ہی میں عافیت سمجھی تا کہ اصلی حقیقت ظاہر نہ ہونے پائے۔[۲۶] برطانوی مصنفہ وکٹوریہ شوفیلڈ (Victoria Schofield) اپنی کتاب ''ہندوستان، پاکستان اور نا تمام جنگ'' (*India, Pakistan and Unfinished War*) میں بیان کرتی ہیں کہ جب زیڈ ایچ زیدی نے ۱۹۶۷ء میں اس مسئلے پر ریڈکلف سے گفتگو کی تو ان کا جواب تھا کہ انہوں نے اپنے کاغذات اس لئے تلف کئے ہیں تا کہ ''ایوارڈز کا قانونی جواز برقرار رہے۔'' قائد نے معقول وجوہات کی بناء پر ہی کہا تھا کہ ریڈکلف ایوارڈ ''غیر منصفانہ، نا قابلِ فہم بلکہ بد نیتی پر مبنی ہے'' اور یہ ''ایک قانونی نہیں بلکہ سیاسی ایوارڈ ہے۔''[۲۷]

اس بات کے ٹھوس شواہد ملتے ہیں کہ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف دونوں کا کانگریس کی قیادت سے گٹھ جوڑ تھا جس کی پوری کوشش یہی تھی کہ پاکستان کو جتنا ممکن ہو سکے ''مختصر اور نا قابلِ قبول''[۲۸] بنا دیا جائے۔ یہ ''عام نظریہ'' کہ ریڈکلف کے فیصلے ''ہز ایکسیلنسی کے حکم'' کے مطابق ہوا کرتے تھے بعد میں صحیح ثابت ہوا۔[۲۹] پنجاب کی تقسیم سے متعلق باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ تقسیم ہند

سے ایک ہفتہ پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا۔ بعدازاں اس میں ایسا من مانا ردوبدل کیا گیا جس سے ہندوستان کو فائدہ اور پاکستان کو نقصان پہنچا۔[۳۰]

قائد ایک شریف آدمی کی طرح اپنی زبان دے چکے تھے کہ مسلم لیگ ان ایوارڈز کی تعمیل کرے گی۔ گو کہ یہ ایوارڈز غیر منصفانہ، ناقابلِ فہم اور انصاف کے تقاضوں کے بجائے سیاسی مصلحت پر مبنی تھے پھر بھی انہوں نے اپنی زبان کا پاس رکھتے ہوئے ان کی منظوری کا مشورہ دیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تقسیم سے پیدا ہونے والے مسائل ہی کچھ کم حوصلہ شکن نہ تھے کہ اس پر مستزاد یہ کہ قائد کو سرحد کے سرخپوشوں جیسے پاکستان مخالف عناصر کی پیدا کردہ مشکلات سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا۔ ان لوگوں نے پہلے تو کانگریس سے مل کر تقسیمِ ہند کی مخالفت کی اور پھر پٹھانستان کے قیام پر زور دینا شروع کر دیا۔ جب جولائی کے استصوابِ رائے میں بھاری اکثریت نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دے دیا تو ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کو چاہئے تھا کہ رضا کارانہ طور پر اسی وقت یا پاکستان کے قیام کے فوراً بعد مستعفی ہو جاتی کیونکہ تب اس کے پاس حکومت کرتے رہنے کا کوئی اخلاقی جواز باقی نہیں رہا تھا۔ ان کا ۱۵ اگست کو پرچم کشائی کی تقریب کا بائیکاٹ دراصل نئے سیاسی نظام کی مزاحمت تھی۔ سرخپوشوں نے اکثر مقامات پر انتقاماً پٹھانستان کے جھنڈے لہرائے۔ کراچی میں امریکی قونصل خانے نے اس فعل کو ''حکومتِ پاکستان سے نمایاں سرکشی کا مظاہرہ'' قرار دیا۔[۳۱] ایسے حالات میں گورنر کننگھم (Cunningham) کیلئے وزارت کو برطرف کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا انہوں نے قائد کے مشورے سے ۲۲ اگست کو یہ قدم اُٹھایا[۳۲] اور حزبِ مخالف کے رہنما خان عبدالقیوم خان کو طلب کر کے انہیں نئی وزارت بنانے کی دعوت دی۔

افغانستان واحد ملک تھا جس نے اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی شمولیت کے خلاف ووٹ دیا۔ اس ملک سے، جس نے چنداں دوستی کا اظہار نہیں کیا تھا، تعلقات کی بہتری کی خاطر قائد نے سعید اللہ خان کو بطور اپنے ذاتی نمائندے کے کابل روانہ کیا۔ ان کے ساتھ پہلی ہی ملاقات میں

افغان وزیراعظم نے کہا:

''اگر برا نہ مانیں تو درخواست ہے کہ اپنی فراخدلی کے ثبوت کے طور پر آپ پورا صوبۂ سرحد اور قبائلی علاقہ ہمارے حوالے کر دیں کیونکہ اس سے افغانستان کی موجودہ طاقت بہت بڑھ جائیگی۔''[۳۳]

سعید اللہ خان نے جواباً کہا:

''پاکستان کے مقابلے میں افغانستان ایک چھوٹا ملک ہے لہٰذا اسے چاہئے کہ پاکستان سے الحاق کر کے اسے مضبوط تر کر دے۔''

افغان وزیراعظم کے جارحانہ اور نامناسب خیالات سے پریشان ہوئے بغیر سعید اللہ خان نے افغان حکومت سے اپنے حساس اور پیچیدہ مذاکرات جاری رکھے اور بالآخر انہیں دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرنے پر آمادہ کر لیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ہندوستان میں مسلمانوں پر دل ہلا دینے والے مظالم کے باوجود قائد کو کبھی انتقام کا خیال نہیں آیا بلکہ انہوں نے ہمیشہ پاکستان میں رہنے والے ہندوؤں اور دوسری اقلیتوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت پر زور دیا۔ مسلمانوں کی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ روایتی شفقت اور رواداری کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے رسول ﷺ کی مثال دی جنہوں نے ''صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عملی طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے مذاہب اور عقائد کا بہت احترام کیا تھا۔''[۳۴]

قائد نے پُر جوش الفاظ میں مسلمانوں سے اپیل کی:

''ہمیں چاہئے کہ اپنے قول و فعل اور رویّوں سے اقلیتوں کو یہ یقین دلائیں کہ وہ جب تک پاکستان کے وفادار شہری کی حیثیت سے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں پوری کرتی رہیں گی تب تک انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔''[۳۵]

اقلیتوں نے بھی نئی مملکت کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ انڈین کرسچین ایسوسی ایشن کے سیکرٹری آئی پی مل (I. P. Mall) نے قائد کو سندھ کے عیسائیوں کی پاکستان سے مکمل وفاداری

کی یقین دہانی کرائی۔ پاکستان کے بہت سے غیر مسلموں نے بھی ہندوستانی مسلمانوں پر ظلم کے خلاف رنج وغم کا اظہار کیا۔ایک پنشن یافتہ ہندو سرکاری ملازم ڈی ناتھ (D. Nath) نے اعتراف کیا کہ حالیہ فسادات میں متصلہ قصبوں کے با اثر مسلمانوں کے تعاون سے راولپنڈی ڈویژن میں ہندوؤں کا گاؤں لوٹ مار سے بچا رہا۔[۳۶] ۱۴ اگست کو اپنے عید کے پیغام میں قائد نے برصغیر کی مسلم اقلیت کو فراموش نہیں کیا جس نے پاکستان کے حصول میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ''وہ ہماری تاریخی اور دلیرانہ جدوجہد کا ہراول دستہ تھے''۔[۳۷] قائد مُصر تھے کہ تشدّد اور لوٹ مار کرنے والوں سے پوری سختی سے نمٹا جائے۔اس کی مثال بلوچستان کی حکومت کو ان کی سخت ہدایات تھیں جن کے نتیجے میں وہاں بہت جلد حالات پُرامن ہو گئے۔[۳۸]

ایک ممتاز عیسائی رہنما سی ای گبن (C. E. Gibbon) نے قائد کو یقین دلایا:

> ''جو رنج اور اندیشہ آپ کے دل میں ہے اس میں میرے ہم مذہب برابر کے شریک ہیں۔ہم اس مصیبت کے ازالے کیلئے حتی الامکان کوشش کر رہے ہیں اور امن وامان برقرار رکھنے کے لئے انتظامیہ کی مدد کر رہے ہیں۔''[۳۹]

قائد نے پاکستان کے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ انتقامی کارروائیوں سے باز رہیں کیونکہ ''یہ عمل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔''[۴۰] نہوں نے مزید کہا:

> ''یہ بات ہمارے مفاد میں بھی نہیں ہے اور ایسے عمل سے ہندوستان یا برِصغیر کے دوسرے علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کی تکالیف دور نہیں ہو سکتیں۔''[۴۱]

انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو پُرزور الفاظ میں سمجھایا کہ:

> ''اپنے جذبات کو دانائی سے قابو میں رکھیں۔اگر آپ کے طرزِ عمل پر موجودہ جذبات غالب آ گئے تو ان خطرات سے خبردار رہیں جو اس نوخیز مملکت کو گھیر لیں گے۔''[۴۲]

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتلِ عام پر مغربی پنجاب اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں غیر مسلموں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔قبائلی پٹھانوں نے درخواست کی

کہ قائد انہیں بدلہ لینے کی اجازت دیں لیکن[۴۳] قائد نے انہیں صبر کی تلقین کی۔ پنجاب اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں غیر مسلموں کے قتل اور انہیں اعضا سے محروم کرنے کی وارداتوں نے قائد کو بہت آزردہ کیا۔ انہوں نے شروع ہی میں ماؤنٹ بیٹن پر زور دیا تھا کہ وہ لاہور اور امرتسر کے فسادات کا سختی سے انسداد کریں اور یہ بھی کہا ''مجھے پرواہ نہیں خواہ آپ کو مسلمانوں پر بھی گولی چلانی پڑے۔ مگر یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے''۔[۴۴] مغربی پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں المناک واقعات رونما ہوئے۔ غیر مسلم تارکینِ وطن کی ٹرینوں پر شدید حملے ہوئے اور قتل، لوٹ مار اور آتش زنی کی وارداتیں ہوئیں۔[۴۵] آگے چل کر سندھ کے گورنر اور صوبائی مسلم لیگ نے غیر مسلموں سے اپیل کی کہ وہ نقل مکانی نہ کریں۔

تارکینِ وطن کی کثیر تعداد پر دلخراش اور ناگفتہ بہ مظالم کے واقعات نے قائد کی حسّاس طبیعت میں اضطراب پیدا کر دیا۔ جب وہ لاہور میں بے گھر اور نادار مہاجرین کے مسائل سے نمٹ رہے تھے اور ان کی بحالی کے انتظامات کی نگرانی میں مصروف تھے انہیں یکم ستمبر کو اپنے بھائی احمد علی کی وفات کی خبر ملی۔ انہوں نے یہ خبر بہت ضبط و تحمل سے سنی کیونکہ ان کے پاس نجی صدمے پر سوگ منانے کا وقت نہیں تھا۔ انہوں نے مہاجرین کے دکھ درد کو اس طرح اپنا لیا تھا کہ ان کا دکھ انہیں ذاتی غم سے زیادہ محسوس ہونے لگا تھا۔

لاکھوں مفلوک الحال مسلمان مہاجرین کو خوراک کی فراہمی اور ان کی دیکھ بھال کا بوجھ اس نوخیز مملکت کیلئے بڑا صبر آزما کام تھا۔ موجودہ وسائل میں اضافے کیلئے قائداعظم ریلیف فنڈ قائم کیا اور بے مایہ اور ضرورت مند مہاجرین کی مدد اور بحالی کے لئے کشادہ دلی سے چندہ دینے کی اپیل کی۔[۴۶] انہوں نے تلقین کی:

> ''آج کے دن ہر فرد یہ تہیّہ کر لے کہ وہ غذا، اور زندگی کی دوسری ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لے گا اور بچا ہوا کھانا، کپڑا اور روپیہ مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری کے لئے اس مشترک فنڈ میں جمع کرائے گا۔''[۴۷]

اس اپیل پر قوم نے لبیک کہا اور فنڈ میں جمع شدہ رقم تین لاکھ پچاس ہزار کے ابتدائی

عطیات سے شروع ہوکر تین کروڑ تک پہنچ گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائد کو ہمیشہ سے مسلم ہندوستان کی معاشی اور صنعتی ترقی میں دلچسپی تھی۔ بہت عرصہ قبل انہوں نے جولائی ۱۹۴۴ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی تھی تا کہ مجوزہ مملکت کی معاشی اور سماجی ترقی کا ایک جامع پنج سالہ منصوبہ بنایا جاسکے۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان سے ناخواندگی کی لعنت جلد از جلد ختم ہو جائے۔ انہوں نے فنی ماہروں، سائنس دانوں، تاجروں، ڈاکٹروں اور سرکاری عہدیداروں کو بہترین تربیت دینے کی سہولتیں مہیا کرنے پر زور دیا تا کہ انسانی وسائل کی نشوونما معاشی ترقی کا ذریعہ بن سکے۔[۴۸]

وہ جانتے تھے کہ پاکستان میں کوئی خاص صنعتی بنیاد نہیں ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ صنعتوں کو ترقی دی جائے اور اس مقصد کیلئے انہوں نے تربیت یافتہ افراد کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے زیورخ کے مشہور پولی ٹیکنیک کے نمونے پر اعلیٰ سائنسی اور تکنیکی تعلیم کے لئے دو ادارے قائم کرنے کے سلسلے میں آغا خان کی چالیس لاکھ روپے کی پیش کش کا خیر مقدم کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ وہ اس مقصد کے لئے اندرونِ ملک بھی دو کروڑ روپے کی رقم جمع کرلیں گے۔[۴۹]

آرچیبالڈ رولینڈز (Archibald Rowlands) کو، جو ۱۹۴۶ء تک وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر رہ چکے تھے اور ملکی قتصادیات اور معاشی انتظام کا وسیع تجربہ رکھتے تھے، قائد نے اگست کے آخر میں اپنا مالی مشیر مقرر کیا تا کہ وہ نوخیز مملکت کی معیشت کا جائزہ لے کر اسے مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے اقدامات تجویز کریں۔ حصولِ آزادی سے بہت پہلے قائد نے کئی منصوبوں کا آغاز کروادیا تھا مثلاً محمدی اسٹیم شپ کمپنی، اورینٹ ایئرویز، مسلم چیمبر آف کامرس اور کچھ بینک۔ آزادی کے فوراً بعد کراچی میں ولیکا ٹیکسٹائل ملز کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے انہوں نے کہا:

''اگر پاکستان دنیا میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہتا ہے، جس کیلئے اس کے پاس کافی

ومسائل ہیں، تو اسے چاہئے کہ زراعت کے ساتھ ساتھ صنعتی استعداد میں بھی اضافہ کرے اور اپنی معیشت میں صنعتی رجحان پیدا کرے۔ اپنے ملک میں صنعتیں قائم کرنے سے بیرونی دنیا پر ہمارا انحصار کم ہو جائے گا۔"[۵۰]

پاکستان میں اقتصادی اور صنعتی ترقی کی ضرورت کے پیشِ نظر قائد نے حیدرآباد (دکن) کے ایک نامور صنعت کار میر لائق علی کے بارے میں جو امریکہ جاتے ہوئے لندن میں کچھ دن قیام کا ارادہ رکھتے تھے ایٹلی،[۵۱] چرچل (Churchill)[۵۲] اور میکملن (Macmillan)[۵۳] کو تعارفی خطوط لکھے۔ قائد کا خیال تھا کہ پاکستان کی صنعتی ترقی میں لائق علی بہت مددگار ثابت ہو سکتے ہیں لہٰذا ان کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ اس مقصد کیلئے لندن میں امکانات کا جائزہ لیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

غیر منصفانہ باؤنڈری ایوارڈز کے ساتھ ہی ساتھ پاکستان کو ریاستوں کے الحاق کا پیچیدہ مسئلہ درپیش تھا۔ آزادی کی جدوجہد کے دوران مسلم لیگ ریاستوں کے بارے میں باقاعدہ غور وخوض کی بنیاد پر کوئی واضح اور مربوط پالیسی وضع نہ کر سکی۔ اس دور میں قائد اور ان کے نائبین پاکستان کے مطالبے سے متعلق معاملات میں بری طرح الجھے ہوئے تھے۔ ریاستوں کے بارے میں برطانوی پالیسی بھی مبہم اور تذبذب کا شکار تھی اور وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد آیا یہ ریاستیں آزاد ہو جائیں گی یا ان کو کسی ایک مملکت سے الحاق کرنا ہوگا۔ یہ پالیسی عملی سیاست سے میل نہیں کھاتی تھی۔ دوسری جانب کانگریس کا رویّہ حقیقت حال کے مطابق تھا۔ وہ ریاستوں کی آزادی کی سخت مخالف تھی اور اس کا اصرار تھا کہ ہر ریاست کو لازماً ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ ملحق ہونا ہوگا۔

حیدرآباد، کشمیر، جوناگڑھ اور قلات کے ماسوا بیشتر ریاستوں نے کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق کر لیا۔ نظام حیدرآباد نے کسی بھی مملکت کے ساتھ الحاق نہیں کیا بلکہ اخبارات اور دیگر ذرائع کے مطابق اسے ایک آزاد اور خودمختار ریاست کی حیثیت دے دی تھی۔ بہر حال ہندوستان حیدرآباد کے اپنے ساتھ الحاق پر زور دیتا رہا اور ستمبر ۱۹۴۸ء میں قائد کے انتقال کے

فوراً بعد اُس نے فوج کشی کر کے اس پر قبضہ کرلیا۔

۱۵ ستمبر کو نواب جونا گڑھ نے پاکستان سے الحاق کیا لیکن ہندوستان نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ریاست کے گرد اپنی فوج جمّع کر کے نواب سے دستبرداری کا مطالبہ کیا۔[۵۴]

دوسری طرف مہاراجہ کشمیر کے ہاتھ میں اپنی ۸۵ فیصد مسلم آبادی کی تقدیر کا فیصلہ تھا۔ اس نے پاکستان کے ساتھ ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ کرلیا لیکن سردار پٹیل کشمیر پر مسلسل دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ ہندوستان سے الحاق کر لے۔[۵۵]

کشمیر کے کچھ علاقوں نے اور خاص طور پر پونچھ کے مسلمانوں نے جو انتقالِ اقتدار سے پہلے بھی بہیمانہ ظلم و تشدّد کا شکار تھے، قائد سے اپیل کی کہ وہ ریاستی افواج کے جبر و تشدّد سے انہیں نجات دلوائیں۔[۵۶] اس ظلم کے نتیجے میں یہ لوگ کثیر تعداد میں اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

اسی دوران ہندوستان نے کشمیر سے ٹیلی مواصلات اور زمینی رابطہ قائم کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔ ریاست میں راجپوت اور سکھ مسلّح گروہ چوری چھپے داخل ہونے لگے اور ان پریشان کن حالات میں ریاست کے لوگ انتظار کرتے رہے کہ یہ تعطّل کسی طرح خوش اسلوبی سے ختم ہو جائے۔

پاکستان کے جغرافیائی حلقۂ اثر میں آنے والی ریاستیں اس کے ساتھ الحاق پر مائل تھیں سوائے قلات کے جس کو قائد نے ایک آزاد اور خود مختار ریاست تسلیم کیا تھا اور جس کی حیثیت ہندوستانی ریاستوں سے مختلف تھی۔[۵۷] بلوچستان کی چھوٹی ریاستیں لسبیلا[۵۸] اور خاران[۵۹] پاکستان سے الحاق پر رضامند تھیں لیکن ان کا دعویٰ تھا کہ وہ ریاست قلات کے ماتحت نہیں ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مسلمانوں کے مفاد کی، اور خاص طور پر فلسطینی عربوں کے مفادات کی، آل انڈیا مسلم لیگ اور قائد ہمیشہ سرگرمی سے، حمایت کرتے رہے تھے۔ جب فلسطین پر برطانیہ کی عارضی تولّیت ختم ہونے والی تھی تو اس علاقے پر یہودیوں اور عربوں کے دعووں کا جائزہ لینے کیلئے اقوام متحدہ نے

مئی ۱۹۴۷ء میں ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی جس میں ہندوستان کی نمائندگی لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس عبدالرحمٰن کر رہے تھے۔ تقسیمِ ہند کے پیشِ نظر انہوں نے اپنی انفرادی رپورٹ پہلے بھجوا دی۔ اس[۶۰] میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ تجویز بھی تھی کہ برطانوی تولّیت کو ختم کر کے فلسطین کو آزادی دے دی جائے اور جس کی مقنّنہ میں یہودیوں کو ایک تہائی اور عربوں کو دو تہائی نمائندگی دی جائے۔ انہوں نے فلسطین کی تقسیم کی مخالفت کی۔ اس کے برخلاف مجموعی طور پر کمیٹی نے فلسطین کی تقسیم کی سفارش کی۔

فلسطین کے مفتیٔ اعظم امین الحسینی نے قائداعظم کے نام اپنے ایک تار میں فلسطین کے بارے میں اقوامِ متحدہ کی کمیٹی کی رپورٹ کو جانبدارانہ، ناجائز، اور یکطرفہ قرار دیا اور فلسطینی مسلمانوں کیلئے ان سے پُر جوش حمایت کی استدعا کی۔ قائد نے ۱۱ ستمبر کو اپنے جواب میں انہیں یقین دلایا:

> ''عربوں کے قومی مطالبے کے حصول کیلئے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان دل و جان سے آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے دوش بدوش رہیں گے اور ہر ممکن مدد دیتے رہیں گے۔''[۶۱]

بہر حال اقوامِ متحدہ کی کمیٹی کی سفارشات کے پیشِ نظر فلسطین کو بالآخر تقسیم کر دیا گیا۔ عربوں نے اس تقسیم کو مسترد کر دیا اور پاکستان نے عربوں کے نقطۂ نظر کی پُر زور حمایت کی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائد غیر معمولی بصیرت اور فراست کے مالک تھے۔ وہ کسی بھی صورتحال کو اس کی اصلیت کے مطابق جانچ لینے کی اہلیت رکھتے تھے۔ یہ ان کی دور اندیشی تھی کہ انہوں نے کانگریس کی ۱۹۴۲ء کی تحریکِ نافرمانی کی حمایت نہیں کی جس کا مقصد برطانیہ کی جنگی کوششوں میں رخنہ اندازی کرنا اور انہیں ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کرنا تھا۔ ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کی کامیابی کا یہ نتیجہ ہوتا کہ ملک میں جاپانی فوجیں در آتیں اور ان کے سائے میں سبھاش چندر بوس ایک طبقاتی

ہندو سلطنت کے سربراہ مقرر ہو جاتے جس سے مسلمانوں کے لئے صورتحال مزید خراب ہو جاتی۔[۶۲] جواہر لال نہرو کے بارے میں ان کی رائے تھی کہ وہ ہندوستان کے برائے نام وزیراعظم تھے اور اصل طاقت سردار پٹیل کے پاس تھی جنہیں ''گاندھی کی حمایت اور ترغیب حاصل تھی۔'' قائد نے زیرکی سے جان لیا تھا کہ گاندھی اور ہندوستان کی حکومت ''پاکستان کو تباہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔'' گاندھی کے متعلق انہوں نے کہا:

''برادرانہ محبت اور رواداری کی تلقین کے پردے میں گاندھی دراصل پاکستان کو تباہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ان کی ہر تقریر میں زہر کی ایک بوند شامل ہوتی ہے۔ظاہر ہے کہ آپ اس زہر کو محسوس نہیں کر سکتے لیکن ہندوؤں کو، جن کو سمجھانے کیلئے اسے ٹپکایا جا رہا ہے، اور مجھ کو جو ان کی رگ رگ سے واقف ہے، اس کا مطلب سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔''

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائد ہمیشہ سے مالیاتی معاملات میں نظم وضبط کے قائل تھے۔ان کے نزدیک سرکاری مصارف میں احتیاط، نگہداشت اور کفایت شعاری کے مسلّمہ اصولوں سے کوئی مستثنیٰ نہیں تھا۔ان اصولوں کی انہوں نے خود ہر حال میں پابندی کی۔انہوں نے بروقت حساب نہ دینے پر ڈان اخبار کے محمود حسن کی سرزنش کی اور ہدایت کی کہ مزید تاخیر کے بغیر حساب پیش کیا جائے۔[۶۳] یہاں تک کہ انہوں نے خواجہ ناظم الدّین اور فیروز خان نون جیسے نامور رہنماؤں کے ساتھ بھی رعایت نہیں برتی اور انہیں تاکید کی کہ بہار کے فسادزدگان کی اعانت کیلئے جو پیشگی رقم انہیں دی گئی تھی وہ اس کا مکمل حساب پیش کریں۔[۶۴]

قائد نے خود اپنی محنت سے ترقی کی تھی۔وہ ایک نہایت کامیاب بیرسٹر تھے اور دانش مندانہ سرمایہ کاری کے باعث کافی امیر ہو گئے تھے۔وہ اپنے مالیاتی وسائل کے انتظام میں بہت محتاط اور دوراندیش تھے۔چونکہ انہیں یہ احساس تھا کہ نوخیز مملکت کی ابتداء انتہائی محدود وسائل سے ہو رہی ہے وہ بحیثیت سربراہِ مملکت کفایت شعاری پر خاص نظر رکھتے تھے۔اسی جذبے کے تحت سندھ کے ڈائریکٹر سول سپلائی نے گورنر جنرل کے کمپٹرولر کو لکھا کہ وہ سرکاری دعوتوں میں

چینی کے استعمال میں کمی کرے کیونکہ یہ شے بہت کمیاب ہے۔[۶۵] فلیگ اسٹاف ہاؤس کے عملے کی تعداد کا قائد نے خود جائزہ لیا اور حکم دیا کہ صرف ضروری عملہ برقرار رکھا جائے اور اس طرح ۱۱۰ روپے ماہوار کی بچت ہوئی۔ انہوں نے گورنمنٹ ہاؤس کے عملے کا بھی جائزہ لیا اور خانگی امور، دفتر، موٹر خانوں اور باغات میں کام کرنے والے منظور شدہ ملازمین کی تعداد ۲۳۰ سے گھٹا کر ۱۴۳ کر دی۔

سرکاری دعوتوں میں کھانے کی چیزیں عموماً کم قیمت اشیاء پر مشتمل ہوتی تھیں۔ گورنمنٹ ہاؤس میں چائے کی دعوت پر مہمانوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن (YMCA) سے چھتریاں مستعار لی گئیں۔[۶۶] یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ پہلے سربراہِ مملکت کو کفایت شعاری کی ضرورت کا کس قدر احساس تھا۔ بعد میں آنے والے پاکستانی حکمرانوں کی پُر تکلف اور بیش قیمت دعوتیں ایک تکلیف دہ تقابل پیش کرتی ہیں۔ نام ونمود کی خاطر سرکاری خزانے سے ان کی فضول خرچیوں نے قائد کے اس اصول کو بے اثر کر دیا کہ قومی سرمائے کو دیانت داری اور کفایت شعاری سے استعمال کرنا چاہیے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

شدید مخالفت کے باوجود آزادی اور پاکستان کے لئے ان کی عظیم جدوجہد نے قائد کو جسمانی طور پر تھکا کر چور کر دیا تھا اور انہیں نہ صرف آرام اور سکون کی سخت ضرورت تھی بلکہ بالآخر سرکاری فرائض سے بھی سبکدوش ہو جانا ضروری تھا۔ تاہم جن غیر معمولی مشکلات کے درمیان پاکستان نے جنم لیا اور جن پریشان کن اور کٹھن مسائل کا اس نوخیز مملکت کو سامنا تھا انہوں نے قائد کو سبکدوش ہونا تو کجا آرام تک کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ہفتہ وار کولیئر کے ویلڈن جیمز کو انٹرویو دیتے ہوئے قائد نے اگست میں کہا ''اقوامِ عالم میں پاکستان کی حیثیت ایک بچے کی سی ہے اور اس کو کچھ عرصے کیلئے مشفقانہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ مَیں اب رخصت پر جانا اور سبکدوش بھی ہونا چاہتا ہوں لیکن ابھی کام بہت ہے۔''[۶۷] بہرحال انہیں امید تھی کہ ''جیسے ہی ملک اچھی طرح منظّم ہو کر نئے آئین کے تحت کام کرنے لگے گا وہ اپنے منصب سے دستبردار ہو جائیں گے۔''[۶۸] لیکن ایسا کو سبکدوش ہونا تو کجا آرام تک کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ہفتہ وار کولیئر کے ویلڈن جیمز کو انٹرویو دیتے ہوئے قائد نے اگست میں کہا ''اقوامِ عالم میں پاکستان کی حیثیت ایک بچے کی سی ہے اور اس کو کچھ عرصے کیلئے مشفقانہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ مَیں اب رخصت پر جانا اور سبکدوش بھی ہونا چاہتا ہوں لیکن ابھی کام بہت ہے۔''[۶۷] بہرحال انہیں امید تھی کہ ''جیسے ہی ملک اچھی طرح منظّم ہو کر نئے آئین کے تحت کام کرنے لگے گا وہ اپنے منصب سے دستبردار ہو جائیں گے۔''[۶۸] لیکن ایسا

ممکن نہ ہوسکا کیونکہ ان کے جانشین آئین سازی میں ٹال مٹول کرتے رہے جو کہیں نو سال بعد جا کر تیار ہوا۔

زوّار حسین زیدی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۸
۲۔ اٹلی کی آزادی اور اتحاد کیلئے چلائی جانے والی تحریک رس آرجیمنٹو ''Risorgimento'' کا ہیرو
۳۔ وینز ویلا کا وطن پرست جو "The Liberator of South America" جنوبی امریکہ کو آزادی دلوانے والے کے طور پر جانا جاتا ہے۔
۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۱۶
۵ اور ۶ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۰
۷ اور ۸ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۶ کا ملفوفہ
۹ اور ۱۰ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۸
۱۱ تا ۱۳ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۲
۱۴ اور ۱۵ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۰
۱۶ اور ۱۷ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۰
۱۸ ۔ باب ۷ کا ضمیمہ
۱۹ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۲۰
۲۰ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۲۰ کا ضمیمہ ۱
۲۱ ۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء
۲۲ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۱
۲۳ ۔ دستاویز نمبر ۲.۳.۲ کا ضمیمہ ۱ اور ۲
۲۴ ۔ دستاویز نمبر ۲.۳.۲ کا ضمیمہ ۲ اور دستاویز نمبر ۳.۱
۲۵ اور ۲۶ ۔ دیکھئے ''Eminent Churchillians''، مصنفہ اینڈریو رابرٹس، لندن، ۱۹۹۴ء
۲۷ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۴
۲۸ ۔ جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ دوم ۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۰
۲۹ ۔ دیکھئے درج بالا نوٹ ۲۲
۳۰ ۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۱
۳۱ ۔ دستاویز نمبر ۴.۴ کا ضمیمہ ۲
۳۲ ۔ دستاویز نمبر ۴.۴
۳۳ ۔ دستاویز نمبر ۸.۵.۱
۳۴ ۔ جناح پیپرز جلد چہارم ۔ دستاویز نمبر ۲۵۷
۳۵ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۱
۳۶ ۔ ایضاً ۔ دستاویز نمبر ۱۹

۳۷۔دستاویز نمبر۱.۵

۳۸۔دستاویز نمبر۲.۲.۲

۳۹۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۵۸

۴۰اور۴۱۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۱۶۶ کا انیکس ۲

۴۲۔دستاویز نمبر۲.۵

۴۳۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۵۷

۴۴۔جناح پیپرز جلد دوم۔اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۲۱

۴۵۔دستاویز نمبر۲.۱.۱۶

۴۶اور۴۷۔دستاویز نمبر۳.۵

۴۸۔دستاویز نمبر۱.۳.۸

۴۹۔دستاویز نمبر۱.۵.۸ کا ملفوفہ

۵۰۔دستاویز نمبر۵.۵

۵۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۱۹

۵۲۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۲۳۰

۵۳۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۲۲۱

۵۴۔دستاویز نمبر۶.۲.۸

۵۵۔جناح پیپرز جلد سوم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱

۵۶۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویزات نمبر ۲۸ اور ۲۹

۵۷۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۲۰۱ کا انیکس

۵۸۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱۱

۶۰۔دستاویز نمبر۲.۱.۸ کا ملفوفہ

۶۱۔دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

۶۲۔دستاویز نمبر۳.۱.۸

۶۳۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۳۱

۶۴۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۳۱۵

۶۵۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۸۶

۶۶۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۰۹

۶۷اور۶۸۔دیکھئے درج بالا نوٹ ۶۲

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء[1، 2]

صدر	محمد علی جناح
سیکرٹری	لیاقت علی خاں
ناظم مالیات	محمد امیر احمد خاں (راجہ صاحب محمود آباد)

اراکین

آسام	عبدالمتین چوہدری
بلوچستان	قاضی محمد عیسٰی
بمبئی	اسمٰعیل ابراہیم چندریگر
بنگال	مرزا ابوالحسن اصفہانی، خواجہ ناظم الدّین، محمد اکرم خاں، حسین شہید سہروردی
بہار	سیّد حسین امام، ایس ایم لطیف الرحمٰن
پنجاب	میاں بشیر احمد، شیخ کرامت علی، افتخار حسین خان ممدوٹ
سندھ	محمد ایوب کھوڑو، غلام حسین ہدایت اللہ
سی پی اینڈ برار (C.P. &Berar)	سیّد عبدالرؤف شاہ
صوبہ سرحد	سردار عبدالرّب نشتر، سردار محمد اورنگ زیب خان
صوبہ جات متحدہ (U.P.)	نواب محمد اسمٰعیل خاں، چودھری خلیق الزماں
مدراس	حاجی عبدالستار اچ اسحاق سیٹھ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم، صفحات XXV، XXVI

۲۔ اراکین مجلس عاملہ کے نام بہ لحاظ صوبہ ہیں اور صوبوں کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔

اہم اداروں کے عہدیدار

گورنر جنرل	قائداعظم محمد علی جناح
گورنر جنرل کے پرائیوٹ سیکرٹری	ایم ڈبلیو عباسی (تا ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء)
	ایس ایم یوسف (از ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء)

کابینہ

وزارتِ عظمیٰ، امور خارجہ و دولت مشترکہ، دفاع	لیاقت علی خاں
تجارت، صنعت و تعمیراتِ عامہ	آئی آئی چندریگر
مالیات	غلام محمد
مواصلات	عبدالرب نشتر
خوراک و زراعت، صحت عامہ	غضنفر علی خاں
قانون و محنت	جوگندر ناتھ منڈل
داخلہ، اطلاعات و تعلیم	فضل الرحمٰن

دستور ساز اسمبلی

صدر	محمد علی جناح
نائب صدر (از ۲۳ فروری ۱۹۴۸ء)	تمیز الدین خاں
سیکرٹری	ایم بی احمد

جوائنٹ ڈیفنس کونسل[۱]

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں — بلدیو سنگھ

کلاڈ آکنلک (Claude Auchinleck)

گورنر صاحبان

مشرقی بنگال — فریڈرک بورن (Frederick Bourne)

مغربی پنجاب — فرانسس موڈی (Francis Mudie)

سندھ — غلام حسین ہدایت اللہ

صوبہ سرحد — جارج کننگھم (George Cunningham)

ایجنٹ، گورنر جنرل

بلوچستان — جیوفری پرائر (Geoffrey Prior)

وزرائے اعلیٰ

مشرقی بنگال — خواجہ ناظم الدّین

مغربی پنجاب — افتخار حسین خان ممدوٹ

سندھ — محمد ایوب کھوڑو

صوبہ سرحد — عبدالقیوم خان (از ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء)

۱۔ اس کا قیام ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو گورنر جنرل کے حکم مجریہ ۱۱ اگست عمل میں آیا۔ اس سے قبل پارٹیشن کونسل، جوائنٹ ڈیفنس کونسل کے فرائض عارضی طور پر انجام دیتی رہی تھی۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۲۳۵ کا انکلوژر

۱

تہنیت نامے

۱.۱

ہیرلڈ میکملن (Harold Macmillan) بنام محمد علی جناح[۱]

میکملن اینڈ کمپنی لمیٹڈ،

سینٹ مارٹن اسٹریٹ۔لندن

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

محترمی

آپ کو یاد ہوگا کہ اسی سال فروری میں مجھے آپ کے گھر آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ مَیں نے آپ کی گفتگو دلچسپی سے سنی اور اسکی تفصیل سے مسٹر چرچل اور اپنے رفقائے کار کو بھی آگاہ کر دیا تھا۔

آج ۱۵ اگست کے دن مَیں اس خط کے ذریعے آپ کو اس اعلیٰ منصب کی مبارکباد اور آپ کی اور مملکتِ پاکستان کی کامیابی کیلئے اپنی نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

آپکا مخلص

ہیرلڈ میکملن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰

۱.۲

حبیب بورقیبہ بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

(اصل فرانسیسی میں)

۱۰ دریب سعد۔ قاہرہ

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

محمد علی جناح، گورنر جنرل پاکستان، کراچی

اس یادگار دن پر جو تمام لوگوں کیلئے امیدیں لے کر آیا ہے مَیں تیونس کے عوام کی جانب سے سلام، مبارکباد اور خوشحالی اور اقبال مندی کی نیک تمنائیں پیش کرتا ہوں۔

حبیب بورقیبہ

صدر

دستور تیونیشیا پارٹی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۵

۱.۳

شاہ عبداللہ بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

(اصل عربی میں)

مکار۔ عمان

۱۸ اگست ۱۹۴۷ء

بہت بہت مبارک باد اور عید مبارک

عبداللہ

شاہ شرق اردن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۸

۱.۴

شاہ فاروق بنام محمد علی جناح[۱]

(تار)

(اصل عربی میں)

قاہرہ

۲۰ اگست ۱۹۴۷ء

بڑی مسرّت سے عید کے مبارک موقع پر مَیں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

فاروق

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۵۵

۱.۵

محمد علی جناح بنام ایویلین رینچ[۱] (Evelyn Wrench)

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر ایویلین

پاکستان کے قیام پر آپ کی مبارکباد اور نیک خواہشات کا مَیں بہت ممنون ہوں۔

آپکا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۲

۱.۵ کا ضمیمہ
ایویلین رینچ بنام محمد علی جناح[1]

دی اسپیکٹیٹر، ۹۹ گاور اسٹریٹ۔لندن

۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

حالیہ مذاکرات میں آپ نے جو عظیم کردار ادا کیا ہے مَیں اس پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ جن منصوبوں پر ہم اکثر گفتگو کیا کرتے تھے اب وہ عملی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ مَیں اس موقع پر آپ کی اور پاکستان کی آسودہ حالی کیلئے دعا گو ہوں۔ خدا کرے کہ برطانوی دولتِ مشترکہ کے اندر پاکستان اور ہندوستان کا رشتہ بطور رفقاء قائم رہے۔

میری اور میری اہلیہ کی جانب سے مس جناح اور آپ کیلئے نیک خواہشات کے ساتھ

آپکا مخلص

ایویلین رینچ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۲ کا انیکس

۱.۶
لِنڈن بی جانسن (Lyndon B. Johnson) بنام محمد علی جناح[1]

میامی ۳۶۔ فلوریڈا

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر

احترام اور تحسین کے ساتھ مَیں آپ کی عظیم کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آج ہندوستان آزاد ہے لیکن آزادی کیلئے آپ کی پُر جوش اور مسلسل جدوجہد کے بغیر یہ مقصد حاصل ہونا ممکن نہیں تھا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے تمام باشندے اور خاص طور پر نو آبادیات میں رہنے والے آپ کی کامیابی پر مسرور ہیں۔ ہم مغربی کرۂ ارض کے لوگ آپ کو سلام کرتے ہیں اور

دنیا بھر میں غیر ملکی اقتدار سے نجات کے منتظر ہیں۔

نیاز مند

ایل بی جانسن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۳

۱۰۷

میئر کولمبو بنام محمد علی جناح[1]

ٹاؤن ہال۔ کولمبو

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

ہماری میونسپل کونسل نے اپنے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:

کولمبو کے شہریوں کی جانب سے یہ کونسل پاکستان کی نئی آزاد مملکت کو مبارکباد پیش کرتی ہے اور اپنے اس یقینِ راسخ کا اظہار کرتی ہے کہ دنیا میں امن کے قیام اور تمام ملکوں کے درمیان خیر سگالی کا جذبہ برقرار رکھنے کے لئے ایشیاء کے ممالک کا آزاد اور خود مختار ہونا ضروری ہے۔

کولمبو کے میئر کی حیثیت سے مجھے خوشی ہے کہ مَیں یہ قرارداد آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اس تاریخی موقع پر میری طرف سے بھی مبارک باد قبول فرمایئے۔

آپکا مخلص

میئر کولمبو

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۶

۱.۸

پیتھک لارنس (Pethick-Lawrence) بنام محمد علی جناح[1]

۱۱۔ اولڈ اسکوائر

لنکنز ان۔ لندن

۲۶ اگست ۱۹۴۷ء

اب جب کہ انتقالِ اقتدار کا ہیجان گذر گیا ہے مجھے اجازت دیجیے کہ مَیں آپ کو اور پاکستان کے عوام کو اپنی نیک خواہشات پیش کروں۔

آپ سے اپنی دیرینہ وابستگی کی بناء پر مجھے یقین ہے کہ پاکستان کو اپنے پہلے گورنر جنرل کی صورت میں ایک ایسا شخص میسر ہوا ہے جو انتہائی دیانتدار اور پختہ شعور کا مالک ہے اور جس کی سیاسی محرکات پر گرفت مضبوط ہے۔

خدا کرے آئندہ سالون میں آپ کی اور میرے ملک کی شراکت بارآور اور مفید ثابت ہو۔

آپکا مخلص

پیتھک لارنس[1]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۲۵

۲۔ برطانوی وزیرِ ہند

۱.۹

جان مساریک (Jan Massaryk) بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

میریانسکے لیزنے۔ چیکوسلاواکیہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

چیکوسلاواکیہ میں ورلڈ فیڈریشن آف یونائٹڈ نیشنز کے مکمل اجلاس میں جو پچیس ممالک شرکت کر رہے ہیں وہ ہندوستان کو اس کی آزادی پر اور خوشحالی کیلئے پُرتپاک نیک تمنّائیں

پیش کرتے ہیں۔

جان مسارک

صدر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۲۸

۱.۱۰
محمد امین الحسینی بنام محمد علی جناح[1]

قاہرہ

۱۸ ستمبر

عزت مآب!

پوری عرب دنیا کے مسلمان نہ صرف خوش ہیں بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ سب سے طاقتور نئی مسلم مملکت پاکستان قائم ہوگئی ہے۔ لہٰذا ہم آپ کو اور پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک آزاد مسلم سلطنت کے قیام کے عظیم مقصد کے حصول پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ہم مسرّت کے ساتھ آپ کو یہ اطلاع بھی دے رہے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں نے قاہرہ میں ''پاکستان ایسوسی ایشن'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کر لی ہے۔ اس کے صدر الہ آباد کے محمد علیم اللہ صدیقی اور سیکرٹری بھوپال کے ڈاکٹر ایس محمد یوسف ہیں اور کچھ افراد مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔

اس تنظیم کے مقاصد میں پاکستان اور مصر اور دوسرے مسلم ممالک کے درمیان ثقافتی، معاشی، مذہبی اور سماجی تعلقات کو فروغ دینا شامل ہے۔ اس تنظیم کا رابطہ ہم سے قائم ہے اور ہم اس کے ساتھ تعاون اور اشتراکِ عمل کر رہے ہیں۔ اسے ہماری جانب سے ہر قسم کی مدد دی جائے گی۔

ہمیں امید ہے کہ آپ بھی اس تنظیم کی توثیق کریں گے تاکہ یہ اپنے مقاصد میں

کامیاب ہو سکے۔

محمد امین الحسینی

مفتی اعظم۔ فلسطین

چیئرمین عرب ہائر کمیٹی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۵۳

۱.۱۱

شہزادہ فیصل بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

(اصل عربی میں)

جدّہ۔ حجاز

بلا تاریخ (اگست ۱۹۴۷ء)

پاکستان کی آزادی کے موقع پر مَیں سعودی عرب کی حکومت اور اپنی جانب سے فضیلت مآب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہماری حکومت آپ کی آزادی کو تسلیم کرنے کا اعلان کرتی ہے اور اس نئی مملکت کی خوشحالی اور ترقی کی آرزومند ہے۔ ہم اس نوخیز مملکت اور اپنی حکومت کے درمیان قریبی اور دوستانہ تعلقات کے قیام کیلئے تمام ممکن اقدامات کریں گے۔

فیصل

وائسرائے برائے حجاز اور

وزیرِ خارجہ سعودی عرب

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۸۵

۱.۱۲

اسمٰعیل صدقی اوغلی بنام محمد علی جناح[1]

(اصل عربی میں)

استنبول

بلا تاریخ (اگست ۱۹۴۷ء)

فضلیت مآب محمد علی جناح

مؤدبانہ تسلیمات

اخباروں میں آزاد اور خودمختار مملکتِ پاکستان کے قیام کی اطلاع پڑھ کر ہمیں انتہائی خوشی ہوئی اور ہمارے دل اور آنکھیں مسرّت سے لبریز ہو گئے ہیں۔ اپنی اوّلین فرصت میں ہم آپ کو پُر خلوص مبارک باد اور نیک خواہشات پیش کر رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ پاکستان کو ایک خوشحال ملک بنانے میں آپ کی کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے جو پورے عالم اسلام کی بھی خواہش ہے۔ ہم اپنے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کیلئے ہر قسم کی خوشحالی کے آرزومند ہیں۔ ضرورت پڑنے پر مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے میں ہم کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

یہاں ہم ترکوں کو آپ کی آزادی پر بڑا فخر ہے اور ہمارے دل مسرّت سے لبریز ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اور آپ کی حکومت کو روز بروز خوش حالی سے ہمکنار کرے۔

مَیں بحیثیت رئیس الجنت الدفاع النیل (چیئرمین ڈیفینس کمیٹی فار نائیل) آپ کو مبارک باد اور نیک تمنّائیں پیش کرتا ہوں۔

المہامی اسمٰعیل صدقی اوغز بیگ اوغلی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۸۶

۲

فرقہ وارانہ فسادات[1]

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ ہی حوادث کے طوفان برپا ہو گئے۔ پنجاب میں سرحد کی دونوں جانب کشت وخون نے بہت جلد نسل کشی کی صورت اختیار کر لی جس کے نتیجے میں انسانی تاریخ کی سب سے بڑی نقلِ مکانی ہوئی۔ اسّی لاکھ سے زیادہ مسلمان، ہندو اور سکھ بے گھر ہو کر نقلِ وطن پر مجبور ہوئے۔ وائسرائے کے مشیر ازمے مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب اور مغربی سے مشرقی پنجاب کیلئے پناہ گزینوں کے سیلاب کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

۱۹۴۶ء کے اواخر میں بنگال اور شمالی ہند کے بعض علاقوں میں فرقہ وارانہ تصادم نے بہیمانہ تشدّد، قتلِ عام، لوٹ مار اور آتش زنی کی شکل اختیار کر لی۔ گڑھ مکتیشور، گڑگاؤں، کلکتہ اور بہار میں ہندوؤں کے ہاتھوں ہزاروں مسلمانوں کے قتلِ عام کے ردِعمل کے طور پر کلکتہ، نواکھالی، راولپنڈی، ملتان، لاہور، امرتسر اور ہزارہ میں جنوری اور مارچ ۱۹۴۷ء کے درمیان کئی ہزار ہندو اور سکھ قتل کر دیے گئے۔

اگست اور ستمبر ۱۹۴۷ء کے دوران پنجاب، دہلی اور اسکے مضافات میں فسادات زوروں پر تھے جن میں سکھوں اور ہندوؤں نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا اور ان گنت لوگوں کو بے گھر کر دیا جنہیں سرحد کی دوسری جانب پناہ لینی پڑی۔

تعجب کی بات ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ فرقہ وارانہ تشدّد کا خدشہ ہے انتظامیہ نے اس سیلاب کو روکنے یا اس پر بند باندھنے کیلئے سنجیدگی سے کوئی تیاری نہیں کی۔ گو مغربی پنجاب کے گورنر فرانسس موڈی کے مطابق مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے باہر دھکیلنے کے منصوبے کا ماؤنٹ بیٹن اور آکنلک کو علم تھا لیکن اس کو ناکام بنانے کیلئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ فرقہ وارانہ فسادات کی

ابتداء سکھوں نے کی اور ازمے کے مطابق جناح کو یقین تھا کہ اگر پٹیل چاہتے تو سکھوں کی اس تحریک کو حکومتِ ہندوستان ایک ہفتے میں کچل سکتی تھی۔ اس کے برعکس نہرو کا خیال تھا کہ ''ان انتہائی منظم سکھوں کو ماسٹر تارا سنگھ روک سکتے ہیں'' اور دو سے تین ہزار دہشت گرد تنظیموں کو، جنکی زیادہ تر مدد سکھ ریاستیں کر رہی تھیں، سکھوں کے مذہبی پیشوا ہی قابو کر سکتے تھے۔ یوں نہرو نے اس اہم مسئلے سے نمٹنے میں حکومتِ ہند کی بے بسی کا اعتراف کیا۔

بقول ازمے ''سول انتظامیہ کمزور تھی۔ جبکہ اس کارروائی میں ملوث قوتیں بہت طاقتور تھیں۔ تخریبی عناصر بے لگام چھوڑ دیے گئے تھے۔ لاکھوں پناہ گزیں جو حالتِ سفر میں تھے آسانی سے انتقام کا نشانہ بن سکتے تھے۔''

ایک جنگجو ہندو تنظیم راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی جارحیت میں مدد کر رہی تھی اور خود دہلی اور دوسرے مقامات پر مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہی تھی۔ ہندوستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر زاہد حسین کے مراسلوں سے پتہ چلتا ہے کہ دہلی اور اس کے مضافات میں کس قدر شدید فرقہ وارانہ خونریزی ہو رہی تھی۔ بڑی تعداد میں مرد، عورتیں اور بچے آفت زدہ علاقوں سے بھاگ کر ہائی کمشنر کی رہائش گاہ میں پناہ لینے آ گئے تھے جہاں ان کے لئے خوراک، طبی امداد اور صفائی کا انتظام میسر نہیں تھا۔ فرقہ وارانہ خون ریزی کی ایک بھیانک مثال ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے نہرو کو دی جبکہ کالکا سے دہلی جانے والی ٹرین کو متواتر دو راتوں تک روکے رکھا گیا اور فوجی حفاظتی دستے کی آنکھوں کے سامنے تمام مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اعتراف کیا کہ ''ان حالات نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔''

اگست میں، خصوصاً باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کے بعد، پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ امن بحال کرنے کیلئے لیاقت علی خاں اور جواہر لال نہرو نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور کئی اور ہندوستانی اور پاکستانی رہنماؤں کے مشترکہ دوروں کا انتظام بھی کیا گیا۔

فرقہ وارانہ تشدد پر قابو پانے کیلئے جناح نے اپنے پختہ عزم کا اظہار کرتے ہوئے جون میں ماؤنٹ بیٹن کو لاہور اور امرتسر میں ان ہنگاموں کو سختی سے کچل دینے کا کہا اور واضح کیا کہ

''اگر آپ مسلمانوں پر بھی گولی چلائیں تو مجھے پروا نہیں لیکن ان فسادات کو ہر حالت میں بند ہونا چاہئے۔''[۲] ایک اور موقع پر انہوں نے کہا کہ اگر کسی وقت مسلمانوں نے سکھوں کے خلاف ناجائز کارروائی کی تو وہ ان کے مقابلے میں سکھوں کی حمایت کریں گے۔[۳] انہوں نے تمام فرقوں کو یقین دلایا، کہ ۲۹ اگست کی مشترکہ دفاعی کونسل کے فیصلے کے مطابق، پاکستان اور ہندوستان کی حکومتیں تہیہ کر چکی ہیں کہ تشدد کی ان زیادتیوں کو سختی سے روک دیا جائے جن کے نتیجے میں ہزاروں انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور لاکھوں بے گناہ لوگ در بدر ہوئے۔[۴]

۳۱ اگست کو اپنی نشری تقریر میں جناح نے ایک بار پھر فرقہ وارانہ قتل و غارت پر اپنے گہرے غم و غصے کا اظہار کیا اور تشدد کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ پاکستان ''بغیر کسی خونریز جنگ کے بلکہ صلح اور پُر امن ذرائع سے اصولوں اور فراست کے زور پر حاصل کیا گیا ہے۔'' انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا '' کیا ہم اس عظیم کارنامے کو جنون، وحشت اور بربریت سے ملوث اور داغدار کرنا چاہتے ہیں''؟[۵]

ستمبر میں جناح نے ازمے سے دہلی کے مسلمانوں کی دل دوز خستہ حالی پر تبادلۂ خیال کیا جو خوراک اور لباس کے بغیر شدید خوف و ہراس کی حالت میں کیمپوں میں رہنے پر مجبور کر دیے گئے۔ ان پناہ گزینوں کیلئے روٹی بھی کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز بھیجی گئی۔ ازمے کو بھی دہلی کی انتہائی نازک صورتِ حال کا احساس تھا۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا:

> ''مسلمانوں کو باقاعدہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں یہ لوگ کیمپوں میں دھکیل دیے گئے جہاں ان کی حالت ناقابلِ بیان تھی۔ گلیوں میں لاشیں پڑی سڑ رہی تھیں جہاں نہ کوئی انہیں اٹھانے والا تھا اور نہ دفن کرنے والا۔ ہسپتال قریب المرگ لوگوں اور زخمیوں سے اٹے پڑے تھے جہاں مسلم عملے اور مسلم مریضوں کو ہر وقت حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔ وسیع پیمانے پر آتش زنی اور لوٹ مار ہو رہی تھی۔ اشیائے خوردنی کی تھوک اور پرچون فراہمی میں خلل پڑ چکا تھا کیونکہ اولاً مزدوروں کے بغیر ٹرین

سے مال نہ اتارا جا سکتا تھا اور نہ ہی تقسیم کیا جا سکتا تھا اور ثانیاً تمام منڈیاں اور اشیائے خوردنی کی دکانیں خوف کی وجہ سے بند تھیں۔ دہلی پولیس کے مسلمان ملازمین یا تو بھاگ گئے یا انہیں نہتا کر دیا گیا۔ ہندو پولیس کے ملازمین کو یا تو قتل و غارت میں شامل کر لیا گیا یا وہ خوف سے اپنے فرض کی انجام دہی نہیں کر سکتے تھے۔''

اس صورتحال کے پیشِ نظر قائد نے حکومتِ ہند سے مطالبہ کیا:

''حکومت کی نظروں کے سامنے جاری اس لاقانونیت کو پوری قوت سے ختم کرنا ہوگا۔ جو لوگ حکومت کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے وہ ملک کے دشمن ہیں اور انہیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔''[۶]

ستمبر میں جناح نے ایک بار پھر پاکستان کے عوام پر زور دیا کہ وہ کوئی انتقامی کارروائی نہ کریں کیونکہ یہاں تشدّد سے ہندوستانی مسلمانوں کو کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ اور یہ کہ ''ایسی کارروائی نہ صرف اسلامی احکامات کے منافی ہے بلکہ ایسا کرنا خود ہمارے مفاد میں بھی نہیں۔''[۷]

ہندوستانی قیادت کی کوشش کے باوجود ہندوستانی پنجاب میں صورتِ حال ابتر ہی رہی۔ نہرو نے اعتراف کیا کہ حکومتِ ہندوستان نے فرقہ وارانہ مسئلے کی سنگینی کا صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا[۸] اور خصوصاً حد بندی کمیشن کے ایوارڈ کے بعد صورتِ حال کے اسقدر بگڑ جانے کا انہوں نے تصوّر بھی نہیں کیا تھا۔ ماسٹر تارا سنگھ نے جنہوں نے سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف تشدّد پر ابھارا تھا ۲۴ ستمبر کے اپنے بیان میں اعتراف کیا:

''ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی جھجھک نہیں کہ ہمارے سکھ اور ہندو بھائی اس فرقہ وارانہ جنگ میں مسلمان عورتوں اور بچوں پر شرمناک حملوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔''[۹]

اتنے وسیع فرقہ وارانہ قتل و غارت نے لیاقت علی خاں کو مجبور کر دیا کہ وہ اس معاملے کے بارے میں برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے وزرائے اعظم سے کہیں

کہ وہ ''ایسے طریقے اختیار کریں جن سے ہندوستان میں برپا شدید بحران پر قابو پایا جا سکے جو نہ صرف برصغیر کیلئے بلکہ ساری دنیا کیلئے سنگین خطرہ تھی''۔[۱۰]

ان قیامت خیز ہنگاموں کے علاوہ ہندوستان نے دانستہ کوششیں کیں کہ کسی طرح پاکستان کی نوخیز معیشت کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ ۱۹۴۷ء کے فرمانِ آزادی کے مطابق اثاثوں اور ذمہ داریوں کا مالیاتی تصفیہ ہونا تھا لیکن ہندوستان نے تقسیم سے قبل کے اثاثہ جات میں سے پاکستان کے ۷۵ کروڑ روپے کے حصے میں سے ۵۵ کروڑ روپے دینے سے بھی انکار کر دیا۔ علاوہ ازیں پاکستان کو کوئی فوجی ساز و سامان نہیں ملا۔ جو آرڈننس فیکٹریاں پاکستان کو ملنی تھیں یا ان کے عوض جو ۶ کروڑ روپیہ ادا کیا جانا تھا وہ بھی نہیں دیا گیا۔ مشرقی بنگال کی معاشی ناکہ بندی کیلئے نئی سرحد کے اس پار ایک ہزار ریل کے ڈبوں کو روکے رکھا گیا جس کی وجہ سے فوری ضرورت کے کپڑے، کوئلے اور دیگر اشیاء کی فراہمی بند ہو گئی اور مسائل میں مزید اضافہ ہو گیا۔ خود پاکستان میں ایک ناقص انتظامی ڈھانچے اور ضروری وسائل پیدا کرنے کی اہلیت سے عاری بے ترتیب مالیاتی نظام کے باعث حالات مزید ابتر ہو گئے۔

ان حالات میں اس نوخیز مملکت کا معاشی مستقبل مشکوک اور تاریک نظر آ رہا تھا کیونکہ اسے ایک غیر ترقی یافتہ معاشی اور مادی نظام ورثے میں ملا تھا۔ زراعت پر حد درجہ انحصار، ایک محدود صنعتی شعبہ اور ۵۰ ڈالر فی کس سالانہ آمدنی ایک مایوس کن نظارہ پیش کر رہے تھے۔ امریکی سفارت خانے کے ۲۹ اگست کے جائزے کے مطابق '' پاکستان ... جو سب سے بڑی مسلم ریاست اور امکانی طور پر سب سے طاقتور ہے اگر اپنی داخلی ابتری سے جانبر نہ ہو سکے تو یہ دورِ حاضر کا ایک بے مثل المیہ ہو گا۔''

پاکستان نے ہمّت اور حوصلے سے معاشی بحالی کے اس غیر معمولی چیلنج کو قبول کیا۔ ۱۵ اگست کو کابینہ کے اجلاس میں لیاقت علی خاں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ ''اللہ پر پختہ ایمان اور اس کی رہنمائی سے ہم اپنے فرض میں کامیاب ہو جائیں گے۔'' کابینہ نے اس مشکل کام میں اپنی پوری اعانت کا یقین دلایا۔ قوم کو اس دشوار فرض کی ادائیگی کیلئے تیار کرنے کیلئے ۲۷ اگست کو ہنگامی

حالت کا اعلان کر دیا گیا۔ وسائل کے استعمال میں کفایت شعاری کیلئے سخت اقدامات کئے گئے۔ مالی مسائل پر قابو پانے کیلئے نظام حیدر آباد، آغا خان اور دوسرے افراد نے بروقت مالی امداد کی۔ چھ مہینے بعد قائد نے فخر اور طمانیت سے اعلان کیا کہ نئی مملکت کا پہلا بجٹ معیشت کے مستحکم ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

معاشی تباہی کی پیشین گوئی کرنے والے حیران رہ گئے کیونکہ پاکستان کی حکومت اور عوام نے اس چیلنج کا نمایاں کامیابی سے مقابلہ کیا تھا۔

اب وہ وقت آ گیا تھا کہ عظیم قدرتی وسائل کے عملی استعمال سے سماجی اور معاشی ارتقاء کو تیز تر کیا جائے۔ اس قومی نصب العین کو حاصل کرنے کیلئے قائد کا مشورہ تھا کہ:

> ''اگر پاکستان کو اپنی وسعت، افرادی قوت اور وسائل کے مطابق دنیا میں اپنا جائز کردار ادا کرنا ہے تو اسے زراعت کے ساتھ ساتھ صنعت کو ترقی دے کر اپنی معیشت کو صنعتی رجحان دینا ہوگا''۔[11]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کا تعارف
۲۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۲۱
۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۲۹ کا ملفوفہ ۴ اور ۵۔ دستاویز نمبر ۱۷۵
۶۔ دیکھئے ایچ ایل ازے کی ''آپ بیتی'' (Memoirs)، لندن، ۱۹۶۰ء
۷۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۶ کا انیکس ۲
۸۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۲
۹۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۸
۱۰۔ باب ۷ کا ضمیمہ
۱۱۔ دستاویز نمبر ۵.۵

۲.۱

پنجاب میں فسادات

۲.۱.۱

لیاقت علی خاں بنام محمد علی جناح[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔نئی دہلی

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

مشترکہ دفاعی کونسل کا ایک اجلاس ۱۶ اگست کی صبح منعقد ہوا جس کی روداد[۲] اور سپریم کمانڈر کی رپورٹ کی نقل ملفوف ہے۔[۳] مَیں کل ایک اجلاس میں شرکت کیلئے انبالہ جا رہا ہوں جس میں پنڈت نہرو، مشرقی اور مغربی پنجاب کے گورنر اور وزراء اور پنجاب باؤنڈری فورس کے کمانڈر میجر جنرل ریز (Rees) شامل ہونگے۔

دوپہر کو مَیں اور پنڈت نہرو لاہور جائیں گے اور وہاں رات گزار کر اگلے دن امرتسر کا دورہ کریں گے۔ اس طرح مَیں ۱۸ کی رات کو کراچی پہنچ جاؤں گا۔ پنجاب کی صورتِ حال بہت تشویشناک ہے۔ مجھے امید ہے کہ انبالہ کے اس اجلاس سے اور لاہور اور امرتسر کے دوروں سے اعتماد بحال کرنے اور امن و امان قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

آپ کا مخلص

لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۸

۲۔ ملفوفہ ۱

۳۔ ملفوفہ ۲

۱.۱.۲ کا ملفوفہ نمبر ۱

مشترکہ دفاعی کونسل کے اجلاس کی روداد

گورنمنٹ ہاؤس۔نئی دہلی

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں — جواہر لال نہرو

فضل الرحمٰن — ولبھ بھائی پٹیل

بلدیو سنگھ

کلاڈ آکنلک

سپریم کمانڈر نے پنجاب کی صورتِ حال بیان کی اور امن و امان قائم کرنے میں پنجاب باؤنڈری فورس کے کردار کا ذکر کیا۔اس فورس کے کمانڈر میجر جنرل ریز سپریم کمانڈر کی وساطت سے مشترکہ دفاعی کونسل کو جواب دہ ہیں۔کونسل نے حسبِ ذیل فیصلے کئے:

۱۔ پنجاب میں موجود فوج میں فوری طور پر اضافہ کیا جائے گا۔

۲۔ چونکہ پنجاب کی صورتِ حال کے اس مرحلے پر فسادات کی اصل وجوہات کی جستجو کرنا لاحاصل ہے اس لئے حاضرین نے اس پر اتفاق کیا کہ ۱۵ اگست سے پہلے ہونے والے واقعات کے لئے ایک دوسرے پر الزام تراشی کا وقت گذر چکا ہے۔لہٰذا سب کی کوشش موجودہ بدامنی کو فوری طور پر ختم کرنے پر مرکوز ہونی چاہئے۔

۳۔ ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم ۱۷ اگست کو انبالہ کے اجلاس میں، جس میں مشرقی اور مغربی پنجاب کے گورنر اور وزراء بھی موجود ہوں گے، اس صورتِ حال سے نمٹنے کے اقدامات پر بھی گفت و شنید کریں گے۔ اس اجلاس میں میجر جنرل ریز اور سپریم کمانڈر کے نمائندے میجر جنرل ہاتھرن (Hawthorn) بھی شریک ہوں گے۔سکھ رہنماؤں، ماسٹر تارا سنگھ

اور گیانی کرتار سنگھ کو بھی انبالہ آنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۲.۱.۱ کا ملفوفہ نمبر ۲

مشترکہ دفاعی کونسل کیلئے علاقے کی صورتحال پر پنجاب باؤنڈری فورس کے سپریم کمانڈر کا نوٹ

خفیہ

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

کراچی سے دہلی واپس جاتے ہوئے مَیں نے لاہور کا دورہ کیا اور گورنر سر ایون جنکنز (Evan Jenkins) اور میجر جنرل ریز سے صورتِ حال پر تفصیلی تبادلۂ خیال کیا۔

میرے اخذ کردہ نتائج میری ذاتی رائے کی عکاسی کرتے ہیں اور لاہور میں میرے مذاکرات اور خفیہ اداروں کی رپورٹوں پر مبنی ہیں جو پچھلے عشرے میں موصول ہوئیں۔

۲۔ **امرتسر اور قرب وجوار:** تصادم سکھوں نے شروع کیا جنہوں نے خاصے طاقتور جتھے بنا رکھے ہیں اور وہ مسلمانوں کے دیہات یا ایسے دیہات پر جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے حملے کرتے ہیں۔ ہر رات اوسطاً تین یا چار حملے ہوتے ہیں۔ یہ جتھے پوری طرح منظّم ہوتے ہیں اور ان میں اکثر گھڑ سوار گروہ بھی شامل ہوتے ہیں جو حملے کیلئے مناسب موقع اور وقت تلاش کرتے ہیں۔

چند روز پہلے ایک ایسے ہی جتھے نے ایک ہی گاؤں میں دو سو مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سکھ ریاستوں کے لوگوں کے ان جتھوں میں ملوث ہونے کے قوی شبہات ہیں۔ مسلمانوں کے جتھے بھی ہیں مگر وہ تھوڑی تعداد میں اور سکھوں کی نسبت کم منظّم اور چھوٹے ہیں۔

ان میں سے کچھ جتھوں سے فوج کی مڈھ بھیڑ ہوئی جس نے انہیں رنگے ہاتھوں جا لیا اور انہیں خاصا نقصان پہنچایا۔ اصل مشکل ان جتھوں کو مار دھاڑ کرتے پکڑنا ہے کیونکہ بلاوجہ تو پُرامن دیہات کے خلاف مہلک اسلحہ استعمال نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ فوج کی کارروائی میں

رکاوٹ نہ ڈالیں یا اس پر حملہ نہ کریں، جیسا کہ بعض موقعوں پر ہو چکا ہے۔

مسلسل اور متواتر گشت کی جا رہی ہے مگر علاقہ وسیع ہے جس کے لئے فوج کم ہے۔ اگر ممکن ہوتا تو ہر گاؤں میں فوجی دستے متعیّن کئے جاتے لیکن یہ نہ قابلِ عمل ہے اور نہ ہی مناسب۔

امرتسر شہر میں زیادہ تر ہلاکتیں مسلمانوں کی ہوئیں کیونکہ نئے ایس پی نے مسلمان پولیس سے ہتھیار رکھوا لئے۔ جب مَیں نے امرتسر کے اوپر پرواز کی تو کئی گھروں کو جلتے دیکھا۔ شہر کے دس سے پندرہ میل کے علاقے میں کئی دیہات جل کر راکھ کا ڈھیر بن چکے تھے اور بعض ابھی سلگ رہے تھے۔ فوج کی خاصی تعداد شہر میں متعین ہے۔

۳۔ لاہور: یہاں پر حملہ آور زیادہ تر مسلمان ہیں۔ ان کے حملوں کو امرتسر میں مسلمانوں کے قتلِ عام کا بدلہ بتایا جا رہا ہے۔ سب سے پریشان کن بات پولیس خصوصاً اسپیشل پولیس کا ڈیوٹی سے فرار ہے جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اس کی مضبوط شہادت موجود ہے کہ پولیس اپنے افسروں کے حکم کی پرواہ نہیں کرتی (یورپین افسر سارے کے سارے رخصت ہو چکے ہیں)۔ بعض موقعوں پر پولیس بھی فسادیوں کے ساتھ شامل ہو گئی ہے۔ اگر فوج موجود نہ ہوتی تو سارا شہر غارتگری کا شکار ہو جاتا۔ مقامی مسلمان رہنما فوجیوں کو پولیس کی بری مثال کی تقلید کرنے کی ترغیب دیتے ہیں مگر ابھی تک انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ مسلم لیگ نیشنل گارڈ خلفشار کو بڑھانے کا موجب بن رہی ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ لاہور شہر میں مکانات کا دسواں حصہ نذرِ آتش ہو چکا ہے۔ شہر کے اوپر پرواز کے دوران نقصان کی وسعت واضح نہیں ہوتی کیونکہ لاہور جیسے گنجان شہر میں جلے ہوئے مکانات کو دوسرے مکانوں سے الگ شناخت کرنا آسان نہیں۔ بہت سے مکانات جل رہے تھے اور شہر پر دھوئیں کے گھنے بادل چھائے ہوئے تھے۔ قریبی بستیوں اور دیہات میں بھی بہت سے مکانات جل رہے تھے۔ سڑکیں اور گلیاں ویران تھیں۔

باؤنڈری فورس کے علاقے میں ۱۳ اگست تک جانی نقصان کا تخمینہ ۱۵۰۰ (پندرہ سو) افراد کے قریب ہے جو ہلاک یا زخمی ہوئے۔ فوجیوں کے ساتھ جھڑپوں میں بلوائیوں کے ۲۰۰ (دو سو) کے

قریب افراد ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں ایک تہائی مسلم اور دو تہائی غیر مسلم ہیں۔

بعض موقعوں پر جتھوں نے فوج کی مزاحمت کی اور اُن سے مقابلے کی کوشش بھی کی۔ فوج نے مارٹرز، ٹامی گنیں اور رائفلیں قبضے میں لے لیں۔ بعض سکھ جتھے تو ہلکی مشین گنوں سے بھی مسلّح ہیں۔ سابق آئی این اے (انڈین نیشنل آرمی) کے افراد مشرقی پنجاب میں ایسی کارروائیوں میں ملوث بتائے جاتے ہیں اور بعض کو تو پولیس میں بھرتی کر لیا گیا ہے۔

۴۔ مواصلات: ریلوے کی حفاظت کیلئے پولیس کے معمول کے انتظامات (گاؤں کے چوکیدار وغیرہ) مکمل طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔ حفاظت کا ایک ہی طریقہ فوج کی گشت ہے مگر فوج اتنی کم تعداد میں ہے کہ ایسی حفاظت مہیا نہیں کر سکتی۔

ریلوے کے ملازمین گھر چھوڑ کر کام پر جانے سے گھبراتے ہیں لہٰذا ریلوے کے نظام کے درہم برہم ہونے یا گاڑیوں کی آمد و رفت میں واضح کمی کا خطرہ ہے تاوقتیکہ فرقہ وارانہ تصادم ختم نہ ہو جائے۔ اس خلل سے فوج کی نقل و حرکت کرنے کی اہلیت بھی کم ہو جائے گی جس سے خطرے کے مقامات پر محفوظ دستے بھیجنے میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ اس سے فوج کی تنظیمِ نو کا کام بھی متاثر ہو گا۔

۵۔ باؤنڈری کمیشن: باؤنڈری کمیشن کے فیصلے کے اعلان میں تاخیر سے بہت پریشان کن اور مہلک اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس کا خدشہ تو ہے کہ ایوارڈ جلتی پر تیل کا کام کرے گا مگر تاخیر سے افواہیں جنم لے رہی ہیں جنہیں پھیلانے والے شر پسند عناصر کی کمی نہیں ہے۔

۶۔ عمومی حالت: مجموعی طور پر حالات ابتر ہیں اور مزید ابتر ہو رہے ہیں۔ خصوصاً اب جبکہ فسادات کی آگ سیالکوٹ اور گجرانوالہ کے اضلاع تک پہنچ چکی ہے جہاں ٹرینوں پر حملے ہوئے ہیں۔

ضلع امرتسر سے مسلمانوں کا وسیع پیمانے پر انخلاء شروع ہے۔

۱۵ اگست کی صبح وزیر آباد سے تین میل کے فاصلے پر ایک ٹرین روک لی گئی اور خنجر زنی سے تقریباً ۱۰۰ افراد ہلاک اور ۲۲۰ زخمی کر دیے گئے۔ سیالکوٹ کے قریب ایک ٹرین پٹری سے

اتاردی گئی اور تین ہزار کے ہجوم نے اس پر حملہ کر دیا جسے فوجی دستوں نے منتشر کیا۔ وزیر آباد کے قریب ایک اور ٹرین کے پندرہ مسافر قتل کر دیئے گئے۔ راولپنڈی کے قریب ٹرینوں پر حملے ہوئے جن میں متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ لاہور سے باہر بھی ایک ٹرین پر حملے کے نتیجے میں نو مسافر ہلاک ہوئے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے نے ٹرینوں کی آمد و رفت معطّل کر دی ہے ماسوائے میل ایکسپریس اور فوجی ٹرینوں کے— مال گاڑیاں بند ہیں کیونکہ متعلقہ عملہ ڈیوٹی پر حاضر نہیں۔

۷۔ ماحصل: دو مزید بریگیڈ (ایک ہندوستان سے اور ایک پاکستان سے) اور ایک مخلوط آرمرڈ رجمنٹ باؤنڈری فورس کی کمک کیلئے بھیجے جا رہے ہیں۔ تاہم خواہ کتنی ہی فوج بھیج دی جائے دونوں جانب ہونے والی قتل و غارت رک نہیں سکتی۔

جنرل ریز اور ان کے بریگیڈ کمانڈر ہر ممکن اقدام کر رہے ہیں اور فوج اب تک مکمل طور پر غیر جانبدار اور نظم و ضبط کی پابند ہے— گو ان کے خلاف بے بنیاد اور شر انگیز افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں اور اس عمل میں ایسے لوگ بھی ملوّث ہیں جو ذمّہ دار عہدوں پر فائز ہیں— اس قسم کی افواہوں سے شدید نقصان پہنچ سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے نتیجے میں فوج غیر جانبدار نہ رہے اور نتیجتاً موجودہ خطرناک صورتِ حال مزید خطرناک ہو جائے۔

جہاں تک لاہور کا تعلق ہے مسلم لیگی رہنما یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ۱۵ اگست کے بعد وہ فسادات، قتل و غارت اور آتش زنی پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ یہ سچ ثابت ہو اور ایسا ہی مشرقی پنجاب کے اضلاع میں بھی ہو سکے کیونکہ فوج اب اسقدر پھیلا دی گئی ہے جس قدر ممکن ہے اور مزید فوج حاصل کرنا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

سی آکنلک

فیلڈ مارشل

۲.۱.۲

لیاقت علی خاں بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار۔خفیہ/فوری)

کراچی

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

تمام رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں صورتِ حال اتنی خراب ہے جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ امرتسر، ہوشیار پور اور جالندھر کے پورے اضلاع میں اور گورداسپور، لدھیانہ اور فیروز پور اضلاع کے بعض حصوں میں انتظامیہ مکمل طور پر مفلوج ہو چکی ہے۔ ہزاروں مرد، عورتیں اور بچے قتل کر دیے گئے ہیں اور بے شمار مسلم دیہات نذرِ آتش ہو چکے ہیں۔ وسیع پیمانے پر عورتیں اغواء کی گئی ہیں۔ ان اضلاع میں قتل و غارت کے خوف سے لاکھوں افراد مغربی پنجاب میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ان مہاجرین کی تعداد دس لاکھ یا اس سے زیادہ ہو چکی ہو گی۔

۲۔ سکھوں کا مقصد اس علاقے کی پوری مسلم آبادی کو ختم کرنا یا نکال باہر کرنا معلوم ہوتا ہے۔[۲] ہندوستانی رہنماؤں اور وزراء کی تقریروں سے صورتِ حال میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ مجموعی طور پر پنجاب باؤنڈری فورس اپنے مقصد میں ناکام ہو چکی ہے اور اس کے ہندو اور سکھ فوجیوں کے بلوائیوں کا ساتھ دینے اور مسلمانوں کو ہراساں کرنے کے کئی واقعات ہوئے ہیں۔

۳۔ امن بحال کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان سکھ جتھوں کو پوری طاقت سے کچل دیا جائے جنہوں نے دیہات میں قتل و غارت، لوٹ مار اور آتش زنی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ مشترکہ دفاعی (جوائنٹ ڈیفنس) کونسل نے ہوائی جہازوں کو صرف دیکھ بھال کیلئے پرواز کی منظوری دی تھی لیکن یہ ناکافی ثابت ہوئی ہے۔ میرے خیال میں فضائیہ کو سکھ جتھوں کے خلاف

حملوں کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔

۴۔ اگر آپ کو اور ہندوستان کے وزیر دفاع کو میری تجویز سے اتفاق ہو تو یہ حکم فوراً جاری ہونا چاہئے ورنہ اس مسئلے پر غور کرنے کیلئے مشترکہ دفاعی کونسل کا خصوصی اجلاس طلب کرنا چاہئے۔

لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۳
۲۔ منسلکہ

۲.۱.۲ کا منسلکہ

ہنری گریڈی[۱] بنام جارج مارشل[۲] (George Marshall)

(تار۔ امریکی نیشنل آرکائیوز)

بصیغۂ راز

نئی دہلی

یکم ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈونوون (Donovan) کو حسبِ ذیل اطلاع بی بی سی کے نامہ نگار اسٹمسن (Stimson) نے دی ہے جو ابھی ابھی پنجاب سے واپس آیا ہے:

''یہ تمام نامہ نگاروں کی متفقہ رائے ہے کہ موجودہ ہنگاموں کی ذمّہ داری مسلمانوں اور ہندوؤں سے زیادہ سکھوں پر عائد ہوتی ہے۔ سکھ بہت منظّم ہیں اور ان کے کئی جتھے سٹین گنوں، مارٹروں اور ہنڈ گرینیڈوں سے مسلّح ہیں۔ سب غیر ملکی صحافیوں کا خیال ہے کہ پنجاب میں سکھوں کو فرید کوٹ، نابھا، کپورتھلہ اور پٹیالہ کے سکھ حکمرانوں نے اسلحہ فراہم کیا ہے۔ مسلمانوں کے پاس عام طور پر اسلحہ کم ہے۔

سفارت خانے کو کئی ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ حکومتِ ہندوستان کے حکم سے امرتسر میں ۱۲۰۰ مسلمان پولیس والوں کو نہتّا کر دیا گیا ہے۔ نتیجتاً مسلمان سکھ اور ہندو بلوائیوں

کے رحم وکرم پر رہ گئے ہیں۔ امرتسر تقریباً تباہ ہو چکا ہے۔ کئی مصدّقہ واقعات میں پولیس اور فوج نے اپنے ہم مذہبوں کے سوا کسی اور کو تحفّظ دینے سے انکار کر دیا اور بعض صورتوں میں پولیس اور فوج نے پناہ گزینوں پر خود بھی حملے کئے۔

ریلوے کا عملہ سرحد سے تیس میل قریب تک جانے کیلئے تیار نہیں اور یوں پورے شمالی ہندوستان میں ٹرینوں کی نقل وحمل مکمل طور پر معطل ہو چکی ہے۔

(ہنری گریڈی)

۱۔ ہندوستان میں امریکہ کے سفیر
۲۔ امریکہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ

۲.۱.۳
مشترکہ دفاعی کونسل کا اعلامیہ[1]

نظامت تعلقات عامہ۔ مغربی پنجاب

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

آج گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں منعقدہ مشترکہ دفاعی کونسل کے خصوصی اجلاس کے بعد مندرجہ ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا:

اس اجلاس میں پاکستان اور ہندوستان کے فضیلت مآب گورنر جنرل صاحبان شریک ہوئے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے، جو اس کونسل کے مستقل چیئرمین ہیں، صدارت کی۔

ہندوستان کے وزیرِ اعظم (پنڈت جواہر لال نہرو) پاکستان کے وزیرِ اعظم اور وزیرِ دفاع (مسٹر لیاقت علی خاں)، ہندوستان کے وزیرِ دفاع (سردار بلدیو سنگھ)، پاکستان کے وزیرِ مواصلات (سردار عبدالرّب نشتر)، مشرقی پنجاب کے گورنر (سر چندو لال ترویدی)، مغربی پنجاب کے گورنر (سر فرانسس موڈی)، سپریم کمانڈر (فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکنلک)، ہندوستانی فوج کے کمانڈر انچیف (جنرل سر راب لوک ہارٹ) اور پنجاب باؤنڈری فورس کے کمانڈر (میجر جنرل ریز) موجود تھے۔

اجلاس کو بتایا گیا کہ پنجاب باؤنڈری فورس کے علاقے میں اگرچہ کچھ شہروں میں صورتِ حال بہتر ہو رہی ہے، دیہاتی علاقوں میں ایسی بہتری کے آثار نظر نہیں آتے۔ باؤنڈری فورس کے علاقے سے باہر بھی کئی مقامات پر فسادات پھیل چکے ہیں جن پر قابو پانا اس فورس کے کمانڈر کے لئے ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر ٹرینوں پر ستّر فیصد حملے پنجاب باؤنڈری فورس کے علاقے سے باہر ہوئے ہیں۔

اس اجلاس میں یہ اہم فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ پنجاب باؤنڈری فورس کے سپرد متنازعہ علاقوں میں امن و امان برقرار رکھنے کا کام اب اس کی استعداد سے بہت تجاوز کر گیا ہے لہٰذا ۳۱ اگست اور یکم ستمبر کی درمیانی رات سے اس فورس کو برخاست کر دیا جائے، اس کی ذمّہ داری کے علاقوں کو دونوں حکومتوں کے براہ راست کنٹرول میں دے دیا جائے اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں باہمی تعاون سے جتنی جلدی ممکن ہو سکے پنجاب میں پُر امن حالات بحال کرنے کی کوشش کریں۔ اس فیصلے کے نتیجے میں یہ بھی طے ہوا کہ ہندوستان اور پاکستان اپنے اپنے نئے ملٹری ہیڈ کوارٹر قائم کریں گے تا کہ سرحدی علاقوں پر کنٹرول کیا جا سکے۔

ہندوستان کے چوتھے ڈویژن کا ہیڈ کوارٹر ہندوستان کی جانب کے سرحدی علاقے اپنی تحویل میں لے لیگا جس میں گورداسپور (نو تشکیل شدہ)، ہوشیار پور، جالندھر، فیروز پور، امرتسر اور لدھیانہ کے اضلاع اور ضلع لاہور کا علیحدہ شدہ حصہ شامل ہیں۔

پاکستان میں لاہور ایریا ہیڈ کوارٹر ہی سرحدی علاقے پر کنٹرول کرے گا جس میں سیالکوٹ بمع تحصیل شکر گڑھ، گجرانوالہ، لاہور، شیخوپورہ، لائل پور (موجودہ فیصل آباد) اور منٹگمری (موجودہ ساہیوال) کے اضلاع شامل ہیں۔

یہ دونوں ہیڈ کوارٹر لاہور میں ہوں گے تا کہ پناہ گزینوں کیلئے محافظ اور سفر میں حفاظتی دستے فراہم کرنے میں قریبی تعاون کو یقینی بنایا جائے۔ چوتھے انڈین ڈویژن کے ملازمین اور گاڑیوں کو مغربی پنجاب میں نقل و حرکت کی آزادی اور تحفّظ حاصل ہوگا۔

جتنی جلدی ممکن ہو سکے پنجاب باؤنڈری فورس کے دستے جو ہندوستانی فوج سے

منسلک ہیں انہیں ہندوستان کی جانب سرحد پر متعین کیا جائے گا اور پاکستانی فوج کے تمام دستے پاکستان کی جانب رہیں گے۔ مخلوط دستے (جن میں مسلم اور غیر مسلم ذیلی دستے شامل ہیں) اس طرح الگ الگ کیے جائیں گے کہ مسلمان پاکستان میں رہ جائیں اور غیر مسلم ہندوستان چلے جائیں۔ تشکیلِ نو کا یہ عمل اگرچہ پیچیدہ ہے لیکن اسے بہت جلد مکمل کر لیا جائے گا۔ اس انتظام میں وہ دستے اور ذیلی دستے شامل نہیں ہوں گے جو ایک ہی فرقے کے افراد پر مشتمل ہیں لیکن انہیں پناہ گزینوں کے کیمپوں اور قافلوں کی حفاظت کیلئے ایسے صوبے میں استعمال کیا جا رہا ہے جہاں دوسرے فرقے کی اکثریت ہے۔ لہٰذا پاکستان کے مسلم فوجی مشرقی پنجاب میں مسلم پناہ گزینوں کی حفاظت کیلئے استعمال کئے جائیں گے اور ہندوستان میں بھی اسی طرح ہوگا۔ ان دستوں کو ایک مملکت سے دوسری کو مستعار دیا جائے گا اور وہ اس ملٹری کمانڈر کے تحت ہوں گے جس کے علاقے میں ان کا قیام ہوگا۔

اس پر بھی اتفاق ہوا کہ کمشنر برائے مہاجرین (Refugee Commissioners) کے عملے میں اضافہ کیا جائے تا کہ دونوں صوبوں میں پناہ گزینوں کے مراکز میں دونوں مملکتوں کے نمائندے مقیم رہ کر پناہ گزینوں کی فلاح و بہبود اور تحفّظ کے اقدام کر سکیں۔

یہ فیصلہ بھی ہوا کہ دونوں حکومتوں کی جانب سے متروکہ املاک کے لئے کسٹوڈین (Custodian) مقرر کئے جائیں گے جن کے درمیان قریبی رابطے کا اہتمام ہو گا۔ ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں نے اس بات کی تائید کی کہ جائیداد پر غیر قانونی قبضہ نہیں مانا جائے گا۔

یہ فیصلے کرتے وقت دونوں حکومتوں نے اپنے اس عزم کو دہرایا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اقلیتوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کی حتی الامکان کوشش کریں گی۔ جن تارکین وطن نے سرحد کی دوسری جانب جانے کا فیصلہ کر لیا ہے انہیں نقل مکانی میں ہر طرح کی سہولت مہیا کی جائے گی۔ تاہم اقلیتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ حکومت کے اہتمام اور مناسب حفاظتی دستوں کے بغیر نقل و حرکت نہ کریں۔

مزید فیصلہ یہ کیا گیا کہ دونوں حکومتیں حراستی کیمپ قائم کریں جن میں دونوں میں سے کسی بھی علاقے میں سرگرم مسلّح جتھوں کو حوالات میں رکھا جا سکے۔ جو مسلّح جتھہ ارتکابِ جرم کرتا نظر آئے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔ فیصلہ کیا گیا کہ مشرقی اور مغربی پنجاب میں برّی فوج کو امن برقرار رکھنے میں مدد دینے کیلئے فوجی طیاروں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے۔

لاہور میں ایک پریس کیمپ کے قیام اور پریس کو مزید سہولتیں بہم پہنچانے پر بھی اتفاق ہوا۔ ۔ پاکستان ٹائمز، ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۵۴

۲.۱.۴
قائداعظم کا نشریہ[۱]

ریڈیو اسٹیشن۔ لاہور

۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

چند دنوں پہلے پنجاب کے روح فرسا اور وحشت ناک واقعات کی اطلاعات ملیں اور حالات کی نزاکت کا اندازہ لگا کر مَیں نے لاہور آنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں پہنچنے پر مجھے تمام میسر ذرائع سے معلوم ہوا کہ بدقسمتی سے پہلی اطلاعات بہت حد تک درست تھیں۔ مَیں اس وقت آپ سے انتہائی رنج والم کے جذبات اور دکھی دل کے ساتھ مخاطب ہوں۔ بلاشبہ ہم نے کسی خونریزی کے بغیر پُرامن طریقے سے اخلاق، دانشمندی اور قلم کی طاقت سے پاکستان حاصل کیا ہے اور قلم کی طاقت تلوار سے کم نہیں۔ اس طرح ہمارے مقاصد کی صداقت کا بول بالا ہوا۔ کیا اس عظیم الشّان کارنامے کو، جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، اب ہم اپنی بربریت اور قتل و غارت سے کثیف اور داغدار کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ایسی حرکتوں سے ہمیں کچھ حاصل ہوگا؟ پاکستان اب ایک زندہ حقیقت ہے اور اس کو کبھی کالعدم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ اس عظیم برصغیر کے آئینی مسائل کا واحد منصفانہ، باعزت اور قابلِ عمل حل تھا۔ ہندوستان کی تقسیم قطعی اور ناقابلِ تنسیخ ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اس عظیم مسلمان مملکت کی تشکیل کے سلسلے میں کیسی کیسی نا انصافیاں اور زیادتیاں روا رکھی گئی ہیں۔ ہمارے رقبے کو جتنا کم کیا جا سکتا تھا کر دیا گیا اور جو آخری دھچکا ہمیں لگا وہ باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ تھا۔ یہ ایوارڈ نہ صرف غیر منصفانہ اور نا قابلِ فہم ہے بلکہ بد نیتی پر بھی مبنی ہے۔ گو یہ ایک غلط فیصلہ ہے جو قانونی نہیں بلکہ سیاسی بنیادوں پر کیا گیا ہے لیکن چونکہ ہم اسے تسلیم کرنے کا عہد کر چکے ہیں، ہم اس کے پابند ہیں۔ ہمیں ایک باعزت قوم کی طرح اپنے عہد کا پاس کرنا ہے۔ یہ ایوارڈ ہماری بد قسمتی ہے لیکن ہمیں اس اذیت کا بھی تحمل، ہمّت اور اعتماد سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

اب ہمیں اپنی عظیم قوم اور آزاد و خود مختار مملکتِ پاکستان کی تعمیرِ نو میں مصروف ہونا ہے جو نہ صرف عالمِ اسلام کی سب سے بڑی بلکہ دنیا کی پانچویں بڑی مملکت ہے۔ ہر مسلمان کیلئے یہی وقت اور موقع ہے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ قوم کی خدمت کرے اور پاکستان کو دنیا کی عظیم الشّان سلطنت بنانے میں مسلسل اور بے لوث محنت اور بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہ کرے۔ اب یہ کام آپ کے ہاتھوں میں ہے کیونکہ ہمارے پاس باصلاحیت افراد کی کمی نہیں اور پاکستان کو بے شمار وسائل اور امکانات سے نوازا گیا ہے۔ ہمیں ہر قسم کی قدرتی دولت ودیعت کی گئی جس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ امن فوراً بحال ہونا چاہئے اور قانون کی بالادستی ہر قیمت پر قائم اور برقرار رہنی چاہئے۔ ۲۹ اگست کی خصوصی کانفرنس[۲] میں اقلیتوں کے تحفّظ اور پناہ گزینوں کی بہبود اور سلامتی کیلئے ہر ممکن کوشش کا جو عہد کیا گیا تھا اسے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر پورا کرنا اب رہنماؤں اور مختلف فرقوں کے کارکنوں کا فرض ہے۔ اس کانفرنس نے اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے چند واضح فیصلے کئے ہیں اور ان کے علاوہ بعض مزید اقدامات بھی کئے جائینگے جن کی توثیق پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں نے خلوصِ دل اور پختہ عزم سے کی ہے۔ آئندہ سے دونوں حکومتیں قیامِ امن کی ذمّہ داری خود سنبھال لیں گی۔ پنجاب باؤنڈری فورس کیلئے، جس کا دائرۂ اختیار چند علاقوں تک محدود تھا، پورے مغربی اور مشرقی پنجاب

میں، خصوصاً اب جبکہ فساد کی آگ دیہات میں پھیل گئی ہے، امن قائم رکھنا ممکن نہیں تھا لہٰذا یہ فورس توڑ دی گئی ہے۔

خصوصی کانفرنس کے ان فیصلوں اور اقدامات سے تمام فرقوں کو یقین ہو جانا چاہئے کہ پاکستان اور ہندوستان کی حکومتیں وحشیانہ قتل و غارت اور اس نوعیت کی کارروائیوں کو سختی سے کچلنے کا تہیہ کر چکی ہیں۔ تاہم ضرورت اس کی ہے کہ دونوں متعلقہ فرقوں کو یہ احساس ہو جائے کہ یہ بربریت ایک بے سود حماقت ہے جس میں لاتعداد بے گناہ لوگوں کی جانیں ضائع ہو چکی ہیں اور لاکھوں لوگ بے خانماں ہو چکے ہیں۔ وہ فاقہ کشی اور بدحالی کا شکار ہیں اور اپنی جانیں بچانے کیلئے دربدر پھر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں املاک کی بھی وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی ہے۔

یہ موقع نہیں کہ مَیں ان واقعات کی ابتدا یا علّت پر روشنی ڈالوں یا یہ تعیّن کروں کہ کون سا فرقہ ان میں زیادہ ملوث ہے۔ بہرحال یہ فیصلہ کرنا مورخین کا کام ہے۔ اس شرمناک طرزِ عمل اور کارستانی پر انسانیت خون کے آنسو رو رہی ہے۔ جو افراد اس تباہی اور غارت گری کے ذمہ دار ہیں ان کا سختی سے محاسبہ ہونا چاہئے اور انہیں بے رحمی سے کچل دینا چاہئے۔ مہذّب دنیا ان کارروائیوں اور واقعات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جن کے سبب متعلقہ فرقوں کا نام داغدار ہو چکا ہے۔

اب یہ رہنماؤں اور حکومتوں کا کام ہے کہ وہ اس کلنک کے ٹیکے کو دھونے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اگرچہ افق پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں لیکن میں پاکستان کے عوام کو یہ پیغام دوں گا کہ وہ اپنے حوصلوں اور ہمّت کو بلند رکھیں اور اپنے فرائض جرأت اور اعتماد کے ساتھ انجام دیتے رہیں تو یقیناً کامیاب ہونگے۔ کیا ہم دل برداشتہ ہو چکے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اسلام کی تاریخ شجاعت، ہمّت اور استقامت کی روایات سے بھری پڑی ہے۔ لہٰذا رکاوٹوں، مزاحمتوں اور مداخلتوں کے باوجود قدم بڑھا کر چلیں۔ مجھے یقین ہے کہ سات کروڑ افراد پر مشتمل یہ متحد قوم جو عزمِ صمیم رکھتی ہے اور ایک عظیم تہذیب اور تاریخ کی علمبردار ہے کسی سے خوفزدہ نہیں ہوگی۔ اب آپ کو کام، کام، اور بس کام کرنا ہے۔ پھر ہم یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اپنے رہنما اصولوں یعنی ایمان، اتحاد اور نظم و ضبط کو کبھی فراموش نہ کریں۔

اب تک مَیں آپ سے انگریزی میں گفتگو کرتا رہا ہوں کیونکہ ساری دنیا کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں۔ایک آزاداور خودمختار پاکستان کا قیام ایک عظیم اور تاریخ ساز واقعہ ہےاور اقوام عالم ہمیں بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی ہیں۔اسی لئے مَیں نے انگریزی زبان کا استعمال کیا ہے تاکہ پاکستان سے دلچسپی رکھنے والے دنیا بھر کے سامعین تک میری آواز پہنچ جائے۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۷۵۔ قائداعظم محمد علی جناح، تقریریں اور بیانات، (Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah Speeches and Statements 1947-48)، وزارتِ اطلاعات و نشریات، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء۔ مزید دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۳

۲.۱.۵

زاہد حسین بنام ولبھ بھائی پٹیل[۱]

نئی دہلی

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر سردار پٹیل

آپ مشرقی پنجاب میں غیر مسلم پناہ گزینوں کے مسائل میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ ایسی ہی دلچسپی دہلی کے مسلمان مہاجرین کے مسائل میں بھی لیں گے۔اگر اس مسئلے کو تسلّی بخش طریقے سے نمٹایا گیا تو خیر سگالی بحال ہوگی اور صورتِ حال کو معمول پر لانے میں بہت مدد ملے گی۔

۲۔ دہلی میں اس وقت میوات اور الور کے بیس ہزار مہاجرین ہیں۔ان میں سے تیرہ ہزار لوگ نجی طور پر قائم کردہ تین کیمپوں میں مقیم ہیں اور باقی سات ہزار عیدگاہ، شیدی پورہ، قرول باغ، پہاڑ گنج، سبزی منڈی وغیرہ کے کیمپوں میں ہیں۔مقامی حکام نے ان کیمپوں کے انتظام میں اب تک کوئی مدد نہیں کی ہے۔ حال ہی میں دہلی مسلم لیگ سے کہا گیا ہے کہ ان میواتیوں کو پرانے قلعے کے قریب میدان میں لے جایا جائے۔متعلقہ حکام سے درخواست کی

گئی ہے کہ وہ ان کے لئے صفائی، پانی اور بجلی کا معقول انتظام کریں۔ مسلم لیگ کو بتایا گیا ہے کہ خیمے دستیاب نہیں ہیں لیکن اگر لیگ خود ان کا بندوبست کر سکے تو ان کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ خیمے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی گئی لیکن یہاں خیمے دستیاب نہیں ہیں۔ اب فوج ہی ایک ممکن وسیلہ ہے جس کے پاس کانپور میں خیموں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اگر ان مہاجرین کے لئے آپ ضرورت کے مطابق خیموں کی فراہمی میں مدد فرمائیں تو مَیں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

حکام باقاعدہ کیمپوں میں مقیم مہاجرین کیلئے راشن کارڈ مہیا کر رہے ہیں مگر جو لوگ کیمپوں سے باہر پڑے ہوئے ہیں انہیں کارڈ نہیں دیئے جا رہے ہیں۔

۴۔ ان معاملات میں آپ کی مدد کا بہت شکر گذار ہوں گا۔

انتہائی احترام کے ساتھ

آپ کا مخلص

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۵

۲۔ ملفوفہ

۲.۱.۵ کا ملفوفہ

زاہد حسین بنام جی ایس باجپائی

دہلی

یکم/۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

محترمی!

مجھے میری حکومت نے ہدایت کی ہے کہ حکومتِ ہندوستان پر واضح کروں کہ دہلی اور ہندوستان کے دیگر علاقوں کے مسلمانوں کی حالتِ زار پر خصوصی اور فوری توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ حکومتِ ہندوستان بخوبی واقف ہے کہ دہلی میں میوات اور الور وغیرہ کے بے شمار

لوگ بڑے مشکل حالات میں بہت محدود نجی خیرات پر گزارہ کر رہے ہیں۔ ضلع گڑ گاؤں کی فیروز پور جھر کا تحصیل میں ۲۰ میل کے دائرے میں تقریباً ۲۵۰۰۰۰ پناہ گزین ہیں۔ گڑ گاؤں اور ریواڑی میں ریلیف کیمپ موجود ہیں مگر اطلاع کے مطابق انہیں راشن کا اجراء بند کر دیا گیا ہے جس کے سبب ان کے لئے اب غلّے کا حصول ممکن نہیں۔

۲۔ حال ہی میں حکومتِ ہندوستان نے مشرقی پنجاب میں پناہ گزینوں کیلئے ۵ لاکھ روپے کی گرانٹ دینے کا اعلان کیا ہے اور حسبِ ضرورت مزید رقم کی فراہمی متوقع ہے۔ گویا حکومتِ ہندوستان پناہ گزینوں کی بحالی کیلئے مشرقی پنجاب کی حکومت کو جس قدر سرمائے کی ضرورت ہو فراہم کرے گی۔ مزید یہ کہ صفائی، طبی امداد اور خوراک کی بہتر فراہمی کیلئے مؤثر اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ حکومتِ پاکستان کو امید ہے کہ مسلمان پناہ گزینوں کو بھی اسی طرح کی امداد مہیا کی جائے گی۔

زاہد حسین

۲.۱.۶

حسن البنّا بنام محمد علی جناح[1]

قاہرہ

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں مسلمان بھائیوں کے کشت وخون پر اخوان المسلمین سوگوار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ بے گناہ مقتولین کو شہادت کا اعلیٰ درجہ عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر کی توفیق دے۔ مَیں نے ماؤنٹ بیٹن، گاندھی اور نہرو کو تار بھیجے ہیں اور ان زیادتیوں کے سدِّ باب کیلئے مناسب اقدامات نہ کرنے پر انہیں ذمّہ دار ٹھہرایا ہے۔ ہم سب کو اخلاقی اور عملی طور پر آپ سے ہمدردی ہے۔ ہم نے یہاں سب سفارت خانوں سے رابطہ کیا ہے اور وہ سب کچھ کیا ہے جو ہم سے ہوسکتا ہے اور اس کے علاوہ جو آپ کہیں گے وہ کرنے کو تیار ہیں۔ تحمل اور

ہمت ہی فتح کی تمہید ہے۔

حسن البنّا

رہبرِ اعلیٰ تنظیم اخوان المسلمین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۱۹۴

۲.۱.۷

سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ[۱]

خفیہ/فوری

کیمپ جالندھر

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر وزیرِ داخلہ

مَیں نے ہمیشہ برملا کہا ہے کہ مشرقی پنجاب میں امن بحال کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کسی طرح سکھوں کی مار دھاڑ کو بند کیا جائے۔ بلاشبہ ان کارروائیوں کی پشت پر کوئی تنظیم ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ اور گیانی کرتار سنگھ جیسے سکھ رہنما امن بحال کرنے کی خاصی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن مجھے یقین نہیں کہ ان کے پیغام کا اضلاع کی اندرونی تحصیلوں اور دیہات کے عام لوگوں پر کوئی اثر ہو رہا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق سکھ جتھے زیادہ بڑے اور زیادہ منظّم ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی مار دھاڑ کو روکنے کے صرف دو ہی طریقے ہیں یعنی پروپیگنڈا یا پولیس اور فوج کی سخت کارروائی۔ بہرحال فوری نتائج حاصل کرنا ضروری ہیں ورنہ صورتِ حال مزید ابتر ہو جائے گی۔ یہ تساہل کا وقت نہیں ہے۔ ہماری حکومت کو یہ فرض پورا کرنا ہے اور اپنے افسروں پر بھی زور ڈالنا ہے کہ سخت اور فوری کارروائی کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس مسئلے کا بہترین حل تو یہ ہے کہ سکھ خود ہاتھ روک لیں لیکن اگر یہ ممکن نہیں تو اس کے سواء اور کوئی چارہ نہیں کہ پوری پولیس اور فوج کو حرکت میں لایا جائے۔ آپ سے گذارش ہے کہ اس مسئلے پر فوری توجہ دیں اور آج ہی آپ اور عزت مآب وزیرِ اعظم اس مسئلے پر مجھ سے بات کریں۔ مَیں اس خط کی

ایک نقل عزت مآب وزیرِ اعظم کو بھیج رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

سی ایم ترویدی

(گورنر مشرقی پنجاب)

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۷

۲.۱.۸

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[۱]

خفیہ/فوری

نئی دہلی

۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

آج صبح دہلی میں صورتِ حال بہت زیادہ ابتر ہوگئی۔ ہندو بلوائی گزشتہ رات مسلمانوں کے محلّوں پر حملے کرتے رہے اور یہ حملے آج پورے دن جاری رہے۔

ان حملوں کا منصوبہ بہت سوچا سمجھا دکھائی دیتا ہے جس کے مطابق پہلے مضافات کو مسلمانوں سے خالی کرایا گیا اور بعد میں مسلمانوں کے محلّوں پر حملے کئے گئے۔ کل دوپہر کئی دیہاتیوں نے یونیورسٹی کے آس پاس اور سبزی منڈی پر حملے کئے لہٰذا بدلی ریلوے اسٹیشن سے لے کر کنگز وے (Kingsway) تک کے وسیع علاقے سے پناہ گزینوں کی آمد شروع ہوگئی۔ محاصرہ تنگ سے تنگ تر ہوتا گیا۔ شام کو یونیورسٹی کے قریب واقع ایک مسلمان کی فیکٹری کو جلا دیا گیا۔ رات کو ہندو پناہ گزینوں نے سبزی منڈی پر حملہ کرنا چاہا لیکن مسلمان مدافعت کیلئے چوکس تھے۔

۲۔ شام تک صورتِ حال مزید خراب ہوگئی اور فوج اور پولیس نے موقع پر پہنچ کر گولی چلائی لیکن مسلمانوں نے شکایت کی کہ گولی کا نشانہ حملہ آور ہندوؤں کے بجائے انہیں کو بنایا گیا۔ اسی وقت یونیورسٹی کے مسلم عملے کے کوارٹروں کو لوٹا جا رہا تھا۔ پھر یہ لوٹ کھسوٹ پوری یونیورسٹی میں پھیل گئی اور رجسٹرار اور ڈاکٹر آئی ایچ قریشی، جو پاکستان دستور ساز اسمبلی کے رکن اور یونیورسٹی

میں آرٹس کے ڈین ہیں، کے مکانات بھی لوٹ لیے گئے۔عینی گواہوں کے مطابق بعض مکانوں کو لوٹنے والے ہجوم میں یونیورسٹی کے غیر مسلم طالبِ علم بھی شامل تھے۔

۳۔لال قلعے کے قریب کیمپ میں مقیم ہندو پناہ گزینوں نے مسلمان راہگیروں پر حملے کئے اور موری سرائے میں مسلمانوں کی چھوٹی سی بستی پر حملہ کر کے جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔

۴۔گزشتہ رات چوڑی والاں کے علاقے پر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی۔قرول باغ پر، جہاں پہلے ہی بہت قتل و غارت ہوئی ہے، دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا گیا۔ اجمیری دروازہ اور لودھی روڈ کے علاقے اور نئی دہلی کے بعض حصے بھی متاثر ہوئے اور یہاں بھی مسلمان ہی ظلم کا نشانہ بنے۔

۵۔شام تک تمام مسلمان محلّوں پر حملے اور لوٹ مار شروع ہوگئی۔سبزی منڈی، ملتانی ڈھانڈا، قرول باغ، بندوق والی گلی، بلّی ماراں، بلبلی خانہ، کوچہ چیلاں مسلمانوں سے خالی ہو گئے یا عنقریب کر دئے جائیں گے۔یہ وہ علاقے ہیں جہاں مسلمانوں کی بھاری اکثریت تھی۔

٦۔مسلمانوں پر صرف بلوائیوں نے حملے نہیں کئے بلکہ ان بلوائیوں کی مدد ہندو پولیس اور فوج نے بھی کی۔تاہم صریح جارح ہونے کے باوجود ہندوؤں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اگر یہ حالات چند گھنٹے اور جاری رہے تو دہلی کی مسلم آبادی چند مہاجر کیمپوں میں ہی پائی جائیگی۔

۷۔صورت حال اس قدر سنگین ہے کہ اس کے بیان میں مبالغہ ممکن نہیں۔اگر موجودہ صورتِ حال برقرار رہی تو دہلی اور اسلام کا دیرینہ تعلق فوری طور پر ختم ہو جائے گا۔

ان علاقوں کے کچھ باشندوں کو کیمپوں میں تو منتقل کر دیا گیا ہے لیکن ان کے جانی اور مالی نقصان کا تخمینہ لگانا ممکن نہیں۔تمام رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاکھوں روپے کی جائیداد بیدردی سے تباہ کی گئی اور لوٹی گئی اور مقتولوں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

ہائی کمشنر کی رہائش گاہ مہاجروں سے بھری پڑی ہے اور مزید افراد کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا پناہ گزینوں کے لئے دو کیمپ قائم کر دیے گئے ہیں۔ایک حیدرآباد ہاؤس میں اور دوسرا پرانے قلعے میں۔ان کی حفاظت بلوچ رجمنٹ کے سپرد ہے۔مزید پناہ گزیں بھی آ رہے ہیں جو

عموماً خستہ حال ہیں۔حکومتِ ہندوستان ان پناہ گزینوں کیلئے خوراک اور مناسب رہائش مہیا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ پرانے قلعے میں یہ پناہ گزیں رات کھلے آسمان تلے اندھیرے میں گزاریں گے۔

صرف دہلی ہی کے نصیب نہیں پھوٹے بلکہ مغربی یو پی کے شہروں کو بھی تنہا کر کے بیرونی دنیا سے انکے رابطے منقطع کر دیے گئے ہیں جس کی وجہ سے کسی کا علی گڑھ اور میرٹھ جانا یا وہاں سے واپس آنا ممکن نہیں۔اگر اس نازک موقع پر کوئی مناسب اقدام نہ کیا گیا تو ہندوستان کی پوری مسلم آبادی کے نابود ہونے کا خطرہ ہے۔

۸۔صاف ظاہر ہے کہ یہ مہم ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت چلائی جا رہی ہے۔ سکھوں کو بطور ہراول دستہ استعمال کیا گیا جو سیاسی مایوسی اور مکمل خاتمے کے خوف کے باعث اس کام کیلئے تیار تھے۔خضر حیات وزارت کے مستعفی ہونے کے بعد جب تارا سنگھ نے اپنی تلوار نکالی تو سکھ رہنماؤں نے دھمکی دی تھی کہ وہ پنجاب سے مسلمانوں کو نکال باہر کریں گے اور ان کا قلع قمع کر دیں گے۔ مارچ ۱۹۴۷ء میں پنجاب کے فسادات میں سکھوں اور ہندوؤں پر جو بیتی اس کی پاداش میں بعض مالدار غیر مسلموں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے سکھوں کو سرمایہ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ بظاہر سکھوں کا منصوبہ یہ تھا کہ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو معدوم یا بے دخل کر دیں تا کہ سکھ پاکستان اور ہندوستان میں بٹ جانے کے بجائے ایک باہم پیوستہ علاقے میں اکھٹے ہو جائیں۔ وہ اسطرح ایک مستقل سیاسی وحدت کی حیثیت حاصل کر کے اس سیاسی موت سے بچ سکتے تھے جو انھیں نظر آ رہی تھی۔ پورے ہندوستان کیلئے راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ کا جو منصوبہ تھا اس سے سکھوں کا منصوبہ بخوبی منطبق ہو گیا۔ غالباً آر ایس ایس خود مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچانے کے قابل نہیں تھی اور یوں اس تحریک کا زور ختم ہو جانے کا امکان تھا۔لیکن سکھوں کے قتل وغارت کے منصوبے میں اس کو اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آئی۔سکھوں کی لگائی ہوئی آگ کو انہوں نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے انتہائی کارآمد سمجھا اور ان عزائم کے پورا ہونے تک آر ایس ایس اس آگ پر تیل چھڑکتی رہے گی۔

۹۔اس صورتحال میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلم تاریخ کے اس عظیم بحران میں حکومتِ پاکستان مسلمانوں کی کوئی مدد کرسکتی ہے؟ ایک لحاظ سے یہ سانحہ اس سے کہیں بڑا ہے جو تاتاریوں کے حملے سے مسلم دنیا پر گزرا تھا۔ کہیں تاریخ کی عدالت میں ہم ملزم نہ ٹھہریں کہ اس تباہی کو روکنے یا کم کرنے کیلئے ہم نے کوئی ممکن قدم نہیں اٹھایا۔ خواہ ہم اپنی کوششوں میں پوری طرح کامیاب نہ ہوں لیکن اس کا کوئی عذر نہیں کہ مسلمانوں کو تباہی سے بچانے کیلئے ہم اپنی پوری کوشش نہ کریں۔ آج ہم انسانی نسل کے خلاف تاریخ کے بدترین جرائم کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ ہندوستان میں قتل وغارت کا جو وحشیانہ کھیل جاری ہے اُسے بے حسی اور بے بسی سے دیکھتے رہنا گناہ ہے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۰

۲.۱.۹

زاہد حسین بنام جواہر لال نہرو[1]

۸ بی ہارڈنج روڈ

نئی دہلی

۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

دہلی کے مسلمان اور حکومتِ پاکستان کے یہاں رکے ہوئے ملازمین اپنی سلامتی کیلئے پاکستان ہائی کمیشن میں اکھٹے ہورہے ہیں۔ ہم کوشش کررہے ہیں کہ حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے عیال کو پالم کے قریب عارضی کیمپ میں رکھیں جہاں سے ان لوگوں کو کراچی جانے والے ہوائی جہازوں میں بٹھا دیا جائے۔ باقی مسلمانوں کو پرانے قلعے بھیجا جارہا ہے۔ ان دونوں کیمپوں کی آبادی کئی ہزار تک پہنچ چکی ہے اور مختلف محلّوں پر بلوائیوں کے حملوں کے باعث پناہ گزینوں کی تعداد ہر گھنٹے بڑھتی جارہی ہے۔ ان کو فوجی تحفّظ، راشن اور صفائی کے انتظامات کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے کا یہی حل ہے کہ ان کیمپوں کو باقاعدہ پناہ گزین کیمپ قرار دیا جائے اور ان

کا انتظام اور تحفّظ انہیں خطوط پر کیا جائے جن پر دونوں حکومتوں نے اتفاق کیا ہے جس کے مطابق ہندوستان کی حکومت نے ان کیمپوں کی ذمّہ داری سنبھالنی ہے اور ان کے تحفّظ کیلئے مسلم فوجیوں کا انتظام کرنا ہے۔

۲۔ان کیمپوں کے انتظام کے علاوہ ان علاقوں سے لوگوں کے انخلاء کا مسئلہ بھی درپیش ہے جن پر حملے ہوئے ہیں یا جن پر حملوں کا خطرہ ہے۔ اس کیلئے گاڑیوں اور حفاظتی دستوں کی ضرورت ہے۔ پرانا قلعہ کافی نہیں ہوگا اور صفدر جنگ میں ایک اور کیمپ فوراً قائم ہو جانا چاہئے۔

۳۔بہتر یہ ہوگا کہ حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور باقی مسلمانوں کے مسئلے سے علیحدہ علیحدہ نمٹا جائے۔ دہلی میں پاکستان کی ملازمت منتخب کرنے والے افراد کی تعداد تقریباً بیس ہزار ہے۔

۴۔ پاکستانی ہائی کمیشن نے پالم کے قریب عارضی کیمپ میں طعام گاہ کا انتظام تو کر لیا ہے لیکن حکومتِ ہندوستان کو اس کیلئے راشن فراہم کرنا ہوگا۔

۵۔ باقی مسلم آبادی کے سلسلے میں حکومتِ ہندوستان سے گذارش ہے کہ وہ متاثرہ علاقوں سے لوگوں کے انخلاء کا انتظام کرے، ان کی حفاظت کیلئے مسلمان فوجیوں کو تعینات کرے اور راشن اور طبی امداد کا بندوبست کرے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۳

۲.۱.۱۰

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[۱]

خفیہ

نئی دہلی

۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

آج تمام دن ہائی کمیشن میں مختلف خاندانوں اور ان افراد سے، جنہیں نیست و نابود ہو

جانے کا خطرہ ہے پیغامات وصول ہوتے رہے۔ وسائل، پٹرول، گاڑیوں اور عملے کی کمی کے باعث ان سب کی درخواستوں پر کارروائی کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا کئی دل دوز اپیلوں کا جواب نہیں دیا جاسکا۔ تاہم مہاجرین کی بڑی تعداد کو بچالیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے جان و مال حد درجہ خطرے میں ہیں۔ سبزی منڈی کو، جو ان کا مضبوط ترین مرکز تھا، خصوصی طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔[۲] دوسرے مراکز مثلاً باڑہ ہندوراؤ اور ترکمان گیٹ میں بھی مکمل تباہی کے آثار نمایاں ہیں۔ مقامی مسلم لیگ کے رہنماؤں کا ایک وفد ہائی کمشنر سے مشورے اور مدد لینے کیلئے آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ان حالات میں کچھ کرنا ممکن نہ تھا۔ دہلی میں اب ہر مسلمان اس قدر شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے کہ ان میں سے بہت سے اس مسلسل بحران اور لازمی تباہی کے خطرے پر موت کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ مضبوط دل گردے والے بھی جب اپنی داستانِ غم سناتے ہیں تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتے ہیں۔ شہر کے مسلمان محلّوں میں کوئی سڑک ایسی نہیں جو لاشوں سے اٹی نہ پڑی ہو۔ ان لاشوں کو اٹھانے والا کوئی نہیں اور انہیں کوّے اور گدھ کھا رہے ہیں۔ دہلی میں ہم مسلمانوں کی تاریخ کا بدترین المیہ دیکھ رہے ہیں اور یہ سوچ کر دل پاش پاش ہو جاتا ہے کہ اس کے تدارک کیلئے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ بلا مبالغہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمانوں کی تازہ اور سڑی ہوئی لاشوں کے پشتے لگے ہوئے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی لاشیں ہیں جو تباہی کے اس جہنم سے بھاگنے کی آخری کوشش کر رہے تھے اور ان پر یہ آفت ان افراد کی چشم پوشی سے برپا ہوئی جن کا فرض ان کی حفاظت کرنا تھا۔

۲۔ آج کھلم کھلا حملے کچھ کم ہوئے۔ اس لئے نہیں کہ مسلمانوں کی مزاحمت مضبوط ہوگئی ہے بلکہ حتمی حملے سے پہلے یہ غارت گر اپنی اب تک کی کامیابیوں کو مستحکم کر رہے تھے۔ یہ سوچ کر دل کانپ اٹھتا ہے کہ ان کی حتمی مہم کے کیا نتائج ہوں گے۔

۳۔ اب دیہاتیوں کو مار دھاڑ کیلئے تیار کیا جا رہا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد پر مشتمل ایک فسادی ہجوم دہلی پر آخری یلغار کرنے والا ہے۔ دیہاتیوں کو اچھی طرح منظّم کر دیا گیا ہے۔ فرقہ واریت کے جنون کو لوٹ مار کے شوق نے مزید شہ دے دی ہے

کیونکہ اب وہ تھکے ہارے ہوئے مسلمانوں کے گھروں اور اثاثوں کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی پکے ہوئے پھل کو دیکھتا ہے جو ذرا ہلانے سے جھولی میں آ گرے گا۔ آنے والے دو دن فیصلہ کن ثابت ہوں گے اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حالات کیا رخ اختیار کریں گے۔

۴۔ ان دیہاتیوں کے ایک بڑے مسلّح ہجوم نے کل ہمایوں کے مقبرے کے قریب دریائے جمنا کے کنارے گرانڈ ٹرنک ایکسپریس کو لوٹ لیا اور مسلمان مسافروں کو قتل کر دیا۔ فوج اور پولیس کی بھاری تعداد پہنچ جانے کے باوجود یہ لوگ کشتیوں میں لوٹ کا سامان لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور خود ان میں سے صرف تین افراد مارے گئے۔ اس کے پیشِ نظر کہ ہمایوں کا مقبرہ نئی دہلی سے کس قدر قریب ہے حکومتِ ہندوستان کی بے عملی نمایاں ہو جاتی ہے۔

۵۔ مسٹر گاندھی آج صبح دہلی پہنچے ہیں اور شہر کے مختلف لوگ ان سے رابطہ کر رہے ہیں۔ جامعہ ملیہ کے ڈاکٹر ذاکر حسین اور دیگر شہریوں نے انہیں دہلی کی خطرناک صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ یہاں قیام کر کے امن بحال کرنے کی پوری کوشش کریں لیکن اس مرحلے پر یہ ناممکن نظر آتا ہے۔ پھر ان کے پاس وقت بھی بہت کم ہے۔

۶۔ ہم نہ صرف ہندوستان کے ایک بہترین مسلم طبقے کی تباہی دیکھ رہے ہیں بلکہ ہمیں تو یہ نظر آ رہا ہے کہ موجودہ حکومت کے دن بھی گنے چنے ہیں۔ یہ بات عیاں ہے کہ یا تو حکومت کے احکامات کی تعمیل نہیں ہو رہی یا حکومت کے مختلف ارکان متضاد پالیسیوں پر عمل کر رہے ہیں۔ منظّم حکومت نہ ہونے کے برابر ہے۔ نتیجتاً حکومت مخالف طاقتوں کا پلّہ بھاری ہونے یا حکومت کے دو دھڑوں کے درمیان چپقلش کا امکان ہے۔ نظم و نسق بُری طرح خراب ہو رہا ہے اور افسرانِ بالا کے جو احکام ماتحتوں کو پسند نہیں ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ فوج، پولیس اور دیگر خفیہ ادارے، جن پر انتظامیہ کا انحصار ہوتا ہے، حکومت سے تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ حکومت کے فیصلوں اور اعلانات کو کھلے بندوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے سنجیدہ مشوروں پر حکومت اس لئے غور نہیں کرتی کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ انہیں مان بھی لے تو ان پر عمل کرانا اس کیلئے ناممکن ہے۔

۷۔ ایسے شواہد بھی ہیں کہ باضابطہ پولیس اور فوج کے ساتھ سکھوں کے جتھے اور

ہندوؤں کے گروہ جعلی وردیاں پہن کر اپنے مقاصد پورے کر رہے ہیں جس سے مسئلہ مزید الجھ گیا ہے۔ اندازے کے مطابق ان جتھوں کے پاس اس سے کہیں زیادہ اسلحہ، گولہ بارود اور گاڑیاں ہیں جتنی حکومتی اداروں کو میسر ہیں۔ ان کارروائیوں میں کچھ ریاستیں عملی طور پر حصہ لے رہی ہیں اگرچہ ابھی تک وہ علانیہ طور پر سامنے نہیں آئیں۔ بہرحال سکھوں اور بعض ریاستوں کے درمیان گہری سازش نظر آتی ہے۔ آر ایس ایس اور ہندو اخبارات ان کارروائیوں کی کامیابی کیلئے زمین ہموار کرتے رہے ہیں۔

۸۔ شہر میں بلدیاتی سہولیتیں فراہم نہیں ہو رہیں۔ دہلی میں کسی دن بھی وبائیں پھیل سکتی ہیں۔ گھروں میں اور سڑکوں پر سڑتی ہوئی لاشیں پڑی ہیں۔ ان حالات میں مہتروں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ بلدیہ کے کئی علاقے گذشتہ رات تاریکی میں ڈوبے رہے۔ صورتِ حال کی صحیح وضاحت ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کی ہولناکی بیان سے باہر ہے اور اس کا ادراک یہاں رہ کر ہی ہو سکتا ہے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۴
۲۔ ضمیمہ

۲.۱.۱۰ کا ضمیمہ

ہنری گریڈی بنام جارج مارشل

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

(تار۔ اقتباس)

بصیغۂ راز

امریکی سفارت خانہ۔ نئی دہلی

۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

امید ہے کہ دہلی میں صورتِ حال پر اب فوج قابو پا لے گی۔ گورکھا سپاہی آ چکے ہیں جو ہندوستانی سپاہیوں کے مقابلے میں زیادہ غیر جانبدار ہیں اور مسلمانوں اور غیر مسلموں پر بلا جھجک

گولی چلا سکتے ہیں۔ برطانوی افسروں کے تحت فوج کے ڈسپلن میں بہتری اور قتل یا انخلاء کے سبب شہر کے بیشتر علاقوں سے مسلمانوں کے معدوم ہو جانے کے سبب کچھ سکون ہو گیا ہے۔ تاہم کل لوٹ مار، آتش زنی اور فوجیوں اور مسلمانوں کے درمیان جھڑپوں کے کچھ واقعات ہوئے۔ گزشتہ صبح دہلی کے صرف ایک علاقے سے پانچ ہزار مسلمانوں کا انخلاء ہوا۔ سبزی منڈی اور پہاڑ گنج میں، جہاں ۸ ستمبر کو بارہ گھنٹے تک مسلمانوں اور فوجیوں میں لڑائی ہوئی، لاشوں کے ڈھیر لگے رہے۔ پرانی دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر مسلمان مسافروں کا قتل تب بند ہوا جب جتھے کے پانچ افراد کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ کل ہمارے اسسٹنٹ ملٹری اتاشی نے نئی دہلی کے اسٹیشن پر عورتوں اور بچوں کو لاٹھیوں سے قتل ہوتے دیکھا جبکہ ہندوستانی فوجی کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔

۲۔ راشن کی اکثر دکانیں مسلمانوں کی تھیں جنہیں لوٹ لیا گیا۔ اب ہندوؤں کی چند دکانیں کھلی ہوئی ہیں مگر وہ خریداروں کے ہجوم سے نمٹ نہیں سکتے۔ خوراک کی صورتِ حال اگرچہ مایوس کن نہیں لیکن پُرخطر ضرور ہے۔ اگر اشیائے خوردنی کی ضروری مقدار آ بھی جائے تب بھی ان کی فوری تقسیم ایک مسئلہ ہے جو سنگین صورتِ حال کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ نو انچ سے زیادہ لمبی کرپانیں رکھنے پر حکومت کی پابندی کو سنجیدگی سے نہیں لیا جا سکتا کیونکہ اگر حکومت نے سکھوں کے قتل و غارت کو روکنے کا عزم کیا ہوتا تو اس سے پہلے کہ سکھ اپنے گھناؤنے مقاصد حاصل کر لیتے یہ حکم صادر کیا جاتا اور ہر قوم کے اسلحہ رکھنے پر پابندی لگا دی جاتی۔ بہرحال اس حکم کا نفاذ صرف دس دن کیلئے ہے۔

۴۔ خبر ملی ہے کہ دہلی کے مسلمانوں کو پاکستان منتقل کرنے پر غور کیا جا رہا ہے حالانکہ ٹرکوں کے قافلوں پر حملوں کا خطرہ موجود ہے۔ اس وقت ہزاروں مسلمان چند پاکستانی فوجیوں کی حفاظت میں مختلف کیمپوں میں جمع ہیں۔ ان کے پاس خوراک بہت کم ہے۔ سفارت خانے کا عملہ ان دفتری اور گھریلو ملازموں کیلئے کھانا فراہم کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو ایک مقام پر اکھٹے کیے گئے ہیں۔

۵۔ جب تک سخت فوجی اقدامات نافذ رہیں گے اس وقت تک غالباً موجودہ سکون قائم رہے گا۔ تاہم صوبۂ دہلی میں جب تک کوئی مسلمان موجود ہے نئے فسادات کا امکان رہے گا۔

اطلاع کے مطابق اب یو پی میں بھی مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل رہا ہے۔ مغربی پنجاب سے پناہ گزینوں کی ہندوستان کے دوسرے شہروں میں آمد سے خطرہ ہے کہ وہاں بھی دہلی کی طرح فرقہ وارانہ قتل و غارت چھڑ جائے۔

گریڈی

۲.۱.۱۱

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[۱]

(تار۔ خفیہ/فوری)

کراچی

۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۷ ستمبر کے حوالے سے۔[۲] میرے رفیق کار سردار عبدالرّب نشتر دہلی سے ابھی واپس آئے ہیں اور وہاں کی صورتِ حال کے بارے میں نہایت پریشان کن خبریں لائے ہیں۔ دہلی کے حالات کی رپورٹ کے ساتھ پاکستان کے ہائی کمشنر نے بھی ایک افسر بھیجا ہے۔ انہوں نے آپ کو بھی لکھا ہے اور آپ خود بھی بخوبی واقف ہیں کہ ہندوستان کی راجدھانی میں آج کوئی مسلمان حتیٰ کہ پاکستان کے ہائی کمشنر بھی محفوظ نہیں ہیں۔ آپ نے اپنے تار میں بیان کیا ہے کہ بلوائی کسی بھی وقت بے قابو نہیں ہوئے تھے۔ تاہم اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل و غارت اور لوٹ مار بلا روک ٹوک دن دیہاڑے جاری ہے اور یہ کہ سکھوں اور کچھ دیگر عناصر کا یہ سوچا سمجھا منصوبہ ہے کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ مشرقی پنجاب میں مسلم آبادی کو ختم کرنے کا طریقِ کار دہلی میں کامیابی کے ساتھ دہرایا جا رہا ہے۔

۲۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کے ہائی کمشنر کے بار بار احتجاج اور حکومتِ ہند کی یقین دہانیوں کے باوجود ان کو مناسب تحفظ نہیں دیا گیا ہے اور یہ کہ بیرونی دنیا سے ان کا رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر اس سلسلے میں کوئی مناسب قدم ابھی تک نہیں اٹھایا گیا تو اب ان کی حفاظت اور دیگر سہولتوں، خاص طور پر مواصلات کی فراہمی کیلئے فوری اقدامات کئے جائیں گے۔

آپ بطور وزیرِ خارجہ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا تو اس سے بڑی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔

۳۔ مَیں نے اپنے ۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کے تار میں دہلی میں مقیم حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے عیال کی سلامتی کی طرف آپ کی توجہ دلائی تھی۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ان میں سے کچھ قتل کر دیے گئے ہیں اور بہت سے بغیر خوراک اور طبی امداد کے زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ کہ ان کے تحفّظ کے انتظامات قطعی ناکافی ہیں۔ ضروری ہے کہ ان ملازمین اور ان کے عیال کے تحفّظ اور خوراک کا فوری بندوبست کیا جائے۔

۴۔ اگر حکومتِ ہندوستان اپنی راجدھانی میں مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے میں بے بس ہے تو دور دراز کے علاقوں میں یہ بے بسی ہزار گنا زیادہ ہوگی۔ میری اطلاع کے مطابق یہی صورتِ حال مشرقی پنجاب میں یو پی اور دوسری جگہوں میں بھی ہے۔

۵۔ جب تک حکومتِ ہند سکھوں اور دوسرے بے لگام عناصر سے بلاخوف ولحاظ اور سختی سے نمٹنے پر تیار نہیں ہوگی امن کی بحالی اور قانون کی عملداری ناممکن ہے۔

(لیاقت علی خاں)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۲.۱.۱۲

سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ[1]

خفیہ/فوری
کیمپ جالندھر
۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر وزیرِ داخلہ

آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے امن و امان کی بحالی کے مسئلے پر ۴ ستمبر کو ایک خط لکھا[2] تھا۔

اب بھی سکھوں کے مسلّح جتھے جالندھر ڈویژن کے تمام اضلاع میں سوائے فیروز پور کے سرگرم ہیں۔ مجھے بتایئے کہ آیا سکھ رہنماؤں کا امن وامان برقرار رکھنے کیلئے پروپیگنڈا ابھی جاری ہے اور اگر جاری ہے تو کہاں؟ مَیں نے اپنے پچھلے خط میں جو کہا تھا وہ مَیں یہاں بھی دہرانا چاہوں گا کہ آیا یہ پروپیگنڈا اندرونی علاقوں میں بھی پہنچا ہے اور کیا اس کا اثر تحصیلوں اور دیہات کے نچلے طبقے کے سرغنوں پر بھی ہوا ہے کہ نہیں؟

مَیں نے آپ کو صاف صاف لکھ دیا ہے کیونکہ آپ میرے تاثرات جاننے کے حقدار ہیں اور مَیں شکر گزار ہوں گا اگر آپ اپنے خیالات سے مجھے آگاہ کریں۔ مَیں نے اس خط کی ایک نقل عزت مآب وزیراعظم کو بھی بھیجی ہے۔ آپ دونوں کے جواب کا مَیں خیر مقدم کروں گا لیکن مَیں نے آپ کو اس لئے مخاطب کیا ہے کہ آپ امن وامان کے ذمّہ دار ہیں۔

آپ کا مخلص

سی ایم ترویدی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۷

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۷

۲.۱.۱۳

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[۱]

خفیہ/فوری

دفتر پاکستان ہائی کمشنر برائے ہندوستان

نئی دہلی

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

اطلاع کے مطابق آج صبح صورتِ حال مزید خراب ہوگئی ہے۔

۲۔ کل ہم نے حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے اہل وعیال کو شہر سے نکال کر

کیمپوں میں منتقل کرنے کیلئے تین ٹرک بھیجے۔ انہیں فوجی گشتی دستوں نے روک لیا اور خطرہ تھا کہ ان کے مسلّح محافظوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔ بہر حال وہ لوگ کئی گھنٹوں کی کوشش کے بعد ناکام واپس آ گئے لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ مزید انخلاء کا کام فی الحال روک دیا جائے۔ ہم حکومتِ ہندوستان کو لکھ رہے ہیں کہ وہ ہمارے عملے کے انخلاء کا بندوبست کرے لیکن طوائف الملوکی کے باعث، اور اس وجہ سے کہ ہماری مدد کرنے میں عہدے داروں کو تامل ہے، مجھے کسی کارروائی کی امید نہیں ہے۔

۳۔ پولیس نے پالم کے عارضی کیمپ میں رہنے والے ہمارے لوگوں کی تلاشی لینا شروع کر دی ہے۔ ان کا رویہ دھمکانے والا اور توہین آمیز ہے۔ اس عارضی کیمپ کی حفاظت فی الحال مسلم راجپوت فوجی کر رہے ہیں۔ جس راجپوتانہ رائفلز سے ان کا تعلق ہے وہ پاکستان منتقل ہونے والی ہے جس کے بعد ہمارا عارضی کیمپ غیر محفوظ ہو جائے گا یہاں تک کہ خوراک کی فراہمی بھی ناممکن ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ پالم کی سڑک بھی اسی طرح بند کر دی جائے جس طرح ولنگڈن کے ہوائی اڈے جانے والی سڑک بند کی گئی تھی۔ پھر تو عارضی کیمپوں کے تمام لوگوں کی جان کو شدید خطرہ لاحق ہو جائیگا۔

۴۔ ''ایل'' بلاک میں ہمارے ٹرانسفر آفس کی ناکہ بندی کر کے اس کے چند کمروں پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ بڑی مشکلوں سے ہم نے وہاں سے فائلیں نکال کر ۸-بی ہارڈنج ایونیو پہنچائی ہیں۔

۵۔ اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ پاکستان کے ملازمین کا انخلاء ناممکن ہے۔

۶۔ مَیں نے سنا ہے کہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے سیکرٹری دفاع کی اہلیہ مسز ڈنڈاس سے کہا ہے کہ حالات اتنے بُرے نہیں ہیں اور مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا ہے جتنا کہ لاہور میں غیر مسلموں کو پہنچا ہے۔ یہ بیان سردار پٹیل اور دیگر افراد کے دہلی کے بارے میں غلط پروپیگنڈے کا واضح ثبوت ہے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۹

۲.۱.۱۴

سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ[۱]

(فوری۔نقل برائے وزیراعظم)

کیمپ جالندھر

۱۲ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر وزیر داخلہ

امن وامان کی بحالی کے مسئلے پر اپنے ۱۱ستمبر کے خط[۲] کے تسلسل میں مزید لکھنے پر مجھے عذر کی ضرورت نہیں۔مسلم مہاجرین پر سکھوں کے مسلح جتھوں کے حملے جاری ہیں مثلاً موجودہ صورتِ حال پر فوج کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ:

(۱)ریلوے اسٹیشن ڈیرہ بابا نانک کے قریب مہاجرین کے ایک قافلے پر ایک مسلّح سکھ جتھے نے حملہ کیا۔ (۲) کپورتھلہ سے جالندھر آنے والی مہاجر ٹرین کو پٹڑی سے اتار دیا گیا۔ (۳)مسلم مہاجرین کے ایک قافلے پر، جو پیدل ترن تارن جارہا تھا،سکھوں کے بڑے جتھوں نے، جو رائفلوں اور دیگر خودکار ہتھیاروں سے مسلح تھے، حملے کر کے ان کو بہت نقصان پہنچایا۔

مَیں جانتا ہوں کہ ایسے واقعات دوسری جانب بھی ہورہے ہیں لیکن اگر پناہ گزینوں پر دونوں جانب اسی طرح حملے ہوتے رہے تو منظّم اور پُرامن انخلاء کے امکانات ختم ہوجائیں گے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مغربی پنجاب میں ابھی ہندوؤں اور سکھوں کی بڑی تعداد انخلاء کے انتظار میں ہے۔آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے اس سلسلے میں ایک تار[۳] مغربی پنجاب کے گورنر کو بھیجا تھا جس میں مَیں نے عزت مآب وزیراعظم کے نام دولتانہ کے تار مورخہ ۸ستمبر[۴] کے لہجے پر اعتراض کیا تھا۔ جواب میں[۵] گورنر نے مجھے مطلع کیا کہ آج کل جذبات کی گرمی کو نظر انداز کر دینا چاہئے اور یہ کہ دہلی میں سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام سے قدرتی طور پر مغربی پنجاب میں شدید ردِعمل ہورہا ہے۔ مجھے محسوس ہورہا ہے کہ جس مصیبت کا سامنا ہمیں اس وقت ہے اس سے کہیں زیادہ شدید تباہی کی جانب ہم بڑھ رہے ہیں۔کیا مسلّح سکھ جتھوں کے حملوں کو روکنے کیلئے ہمارے پاس

کوئی فوری اور موثّر طریقہ نہیں ہے؟ میری گذارش ہے کہ اس کا فی الفور جواب دیا جائے یا اس معاملے پر گفتگو کی جائے۔

آپ کا مخلص

سی ایم ترویدی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۸

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۲

۳، ۴ اور ۵۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکے۔

۲.۱.۱۵

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔ فوری)

لاہور

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

میجر جنرل بی ایس چمنی کے ساتھ ہمارے رابطہ افسر کرنل شیر خان سے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ کل امرتسر میں مہاجرین کی اسپیشل ٹرین پر حملہ ہوا جس میں ماسوائے ۲۰۰ افراد کے تمام مسافروں کو بمع محافظوں کے، قتل یا زخمی کر دیا گیا۔ حفاظتی دستے کے برطانوی کمانڈر کو بھی قتل کر دیا گیا۔

جب تک ضلع امرتسر میں امن بحال نہیں ہوتا اور سکھوں کی سرکوبی نہیں کی جاتی مغربی پنجاب میں سکھوں کے خلاف ردِعمل کی مَیں ذمّہ داری نہیں لے سکتا۔

امرتسر سے کل اور آج (۲۲ اور ۲۳ ستمبر) مہاجرین کا کوئی قافلہ نہیں گذر سکا اور ضلع کی تشویش ناک صورتِ حال کے پیشِ نظر شاید کل بھی کسی قافلے کو نہر کے کنارے سے گزارنا ممکن نہ ہو۔ ان حالات میں مَیں نے حکم جاری کیا ہے کہ تاحکمِ ثانی لائلپور (فیصل آباد) سے سکھ قافلوں کو مشرقی پنجاب جانے کی اجازت نہیں۔

(ایف موڈی)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۳

۲.۱.۱۶

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[۱]

خفیہ

گورنمنٹ ہاؤس۔لاہور

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

مَیں یہ خط کچھ پہلے ہی لکھنا چاہتا تھا لیکن بہت مصروف رہا۔ میرے پچھلے خط کے بعد سے ہم پر بڑا کٹھن وقت گذرا ہے۔[۲] پہلے مجھے عام صورتِ حال کے بارے میں خوش فہمی تھی لیکن اب نہیں۔

امن وامان کی عام کیفیت قدرے بہتر ہوتی جارہی ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں پر حملے کے واقعات اب اکّا دکّا ہی ہورہے ہیں اور مضافاتی علاقے عام طور پر پُر امن ہیں۔ البتہ سیاسی حالات ابتر ہوتے جارہے ہیں جن کے متعلق لیاقت نے آپ کو بتایا ہوگا۔ میرے خیال میں یہاں کی وزارت کا عوام سے رابطہ تیزی سے کٹتا جارہا ہے اور اب وہ محض اپنی یا مسلم لیگ کی ایک مخصوص ٹولی کی نمائندگی کررہے ہیں۔ ممدوٹ کی قوّتِ ارادی روز بروز کم ہوتی جارہی ہے اور طویل اور لاحاصل بحث مباحثوں میں وقت ضائع کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ ان کے کام کرنے کا طریقہ عجیب وغریب ہے۔ وہ کسی امر پر اتفاق کرتے ہیں اور پھر اس پر عملدرآمد کرنے سے یا تو انکار کردیتے ہیں یا اس کے برعکس حکم صادر کردیتے ہیں۔ ممدوٹ کے اس حکم کے بارے میں کہ پناہ گزینوں اور ان کے کیمپوں کی تلاشی لی جائے، مَیں نے لیاقت کو تار بھیجا ہے۔ ممدوٹ نے اس میٹنگ میں، جس میں دونوں مملکتوں کے وزرائے اعظم موجود تھے، مجھ سے اتفاق کیا تھا کہ یہ تلاشی نہیں لی جائے گی۔[۳]

ان حالات میں مَیں نے افتخارالدین کے مہاجرین اور بحالیات کا وزیر بننے کا خیر مقدم کیا۔[۴] اب تک تو وہ بہت مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ بے شک وہ بھی دوسروں کی طرح ناتجربہ کار

ہیں لیکن میرے خیال میں وہ ان سے زیادہ وسیع النظر ہیں۔ان کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ اپنا عملہ اکٹھا کریں اوراس سے قاعدے قرینے کے تحت کام لیں۔ہم نے ان سب کو ریذیڈنسی میں جگہ دی ہے جہاں انہیں سہولت رہے گی۔

مشرقی پنجاب اور ہندوستان سے ہمارے معاملات مشکل سے مشکل ہوتے جارہے ہیں۔حال ہی میں مشرقی پنجاب سے مہاجرین کی کئی ٹرینیں آئی ہیں جن پر زبردست خون ریز حملے کئے گئے تھے اور جو لاشوں اور زخمیوں سے اَٹی پڑی تھیں۔نتیجتاً لاہور میں غصّے کی آگ بھڑک اٹھی اور مشرقی پنجاب جانے والی غیر مسلموں کی ٹرینوں پر بھی حملے شروع ہو گئے۔اس کے نتیجے میں امرتسر میں غم وغصّے کا پارا مزید چڑھ گیا اور وہاں کی انتظامیہ نے ہمارے پیادہ قافلوں کو اپنے شہر سے گذرنے کی اجازت دینے کا خطرہ مول لینے سے انکار کر دیا۔جب یہ خبر عام ہوگی تو اس جانب بدگمانی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔امرتسر کے سکھ کمانڈر میجر جنرل بی ایس چمنی (B. S. Chimni) سے ہم نے کہہ دیا ہے کہ جب تک ہمارے لوگوں کو امرتسر سے گذرنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہم ان سکھوں کو روکے رکھیں گے جو ایک ہفتہ پہلے لائل پور (فیصل آباد) سے نکل کر ستلج پار مشرقی پنجاب جانے والے تھے۔اس بات کا ان پر خاطر خواہ اثر ہوا۔

یہ بات روز بروز واضح ہوتی جا رہی ہے کہ عملی طور پر حالات مشرقی پنجاب کی حکومت کے قابو سے باہر ہو چکے ہیں اور درحقیقت وہ اپنی ذمّہ داریاں پوری کرنے سے قاصر ہے۔جالندھر کے ایک ہندو ڈپٹی کمشنر نے موس[۵] (Moss) سے کہا کہ وہ مقامی سکھ کمیٹی آف ایکشن کے آگے بے بس ہے۔کل جب مَیں سرحد پر حالات دیکھنے گیا تو فیروز پور کے پُل پر میری ملاقات اتفاقاً ایک انگریز کرنل سے ہوئی جو اپنی چوکی کا معائنہ کرنے آیا تھا۔اس نے مجھے بتایا کہ اس کی دانست میں مشرقی پنجاب کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ افتخار الدین کو ان کے بعض ہندو کانگریسی دوستوں نے بتایا کہ مشرقی پنجاب میں ہندوؤں کے ساتھ سکھوں کا برتاؤ ناقابلِ برداشت اور ہتک آمیز ہوتا جارہا ہے۔یہاں تک کہ برج لال نہرو نے، جو پہلے یہاں اکاؤنٹنٹ جنرل رہ چکے ہیں، گاندھی کو حال ہی میں لکھا کہ مشرقی پنجاب

میں صورتحال مغربی پنجاب سے کہیں زیادہ ابتر ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ حکومتِ ہند وہاں کوئی براہِ راست کارروائی کرے۔ ان کا خط راستے میں پکڑ لیا گیا ہے۔ جب مجھے اس کی نقل[۶] ملی تو آپ کو بھی بھیجوں گا۔

قائداعظم ریلیف فنڈ[۷] کی صوبائی کمیٹی کا ایک اجلاس ہو چکا ہے۔ بعض اضلاع میں کام شروع ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری بھانجی کی محنت کے نتیجے میں اسی ہفتے ہدایات، رسیدوں اور اسٹور کے رجسٹروں وغیرہ کے مکمل سیٹ سب اضلاع کو بھیج دیے جائیں گے۔ پھر ہم مستعدی سے کام پر لگ جائیں گے۔

دو ہفتے قبل سب کو امید تھی کہ ہندو بحیثیت مجموعی یہاں مقیم رہیں گے اور اسی بناء پر مسلمانوں کا انبالہ ڈویژن میں رکے رہنا ممکن ہو جائے گا۔ لیکن جب سے سکھوں نے دہلی میں مسلمانوں پر حملے شروع کیے ہیں[۸] انبالہ ڈویژن کی صورتحال بہت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ ہمیں بہرحال وہاں کے سارے مسلمانوں کو یہاں قبول کرنا ہو گا ورنہ ان کا قلع قمع ہو جائے گا۔ حکومتِ ہندوستان بظاہر ان کے تحفّظ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتی۔ مزید برآں نوآبادیات کے علاقے میں سکھ وسیع قطعاتِ اراضی کے عادی تھے۔ انہیں اب جالندھر ڈویژن کی مقابلتاً مختصر زمینوں میں سکڑ کر کام کرنا مشکل لگے گا۔ اس لئے وہ ضرور انبالہ ڈویژن کا رُخ کریں گے اور اس امکان کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ زبردستی مغربی پنجاب میں واپس آنے کی کوشش کریں۔

مشرقی پنجاب اور سکھ ریاستوں میں مسلمانوں کی تعداد ۵۴ لاکھ ہے جبکہ مغربی پنجاب میں سکھ ۱۵ لاکھ اور ہندو ۲۰ لاکھ ہیں۔ ہندوؤں کو نکالے بغیر ہم ۵۴ لاکھ مسلمانوں کو کیوں کر بسا سکتے ہیں؟ مزید یہ کہ یہاں ٹکے رہنے کے لئے ہندوؤں کا اعتماد بحال ہوتا نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس صورتحال کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ مغربی پنجاب سے سارے ہندوؤں کا انخلاء اس وجہ سے ضروری ہو گیا ہے کہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی کثیر تعداد کیلئے یہاں جگہ بن سکے[۹]۔ واضح رہے کہ ہم دہلی اور وہاں سے پَرے کے لوگوں کی کسی بڑی تعداد کو یہاں نہیں بسا سکتے۔ ہم نے یہ کام ایک ماہر اقتصادیات کے سپرد کیا ہے کہ وہ اُن لوگوں کی تعداد، کاروبار اور پیشے وغیرہ کا جائزہ لے جنہیں ہم

یہاں آباد کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ ایک ہفتے تک وہ اپنی رپورٹ دے دے گا۔ جو تعداد مَیں نے بتائی ہے ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہے اور موجودہ تعداد سے بہت کم ہے۔

جب آبادی کے تبادلے کا کام بڑی حد تک مکمل ہو جائے گا تو تارکینِ وطن کی املاک کا ٹیڑھا اور تکنیکی مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ بالآخر متروکہ املاک کا کسٹوڈین (Custodion) مقرر کر دیا گیا ہے لیکن وہ صرف مغربی پنجاب سے گئے ہوئے ہندوؤں اور سکھوں کی املاک کی دیکھ بھال کرے گا۔ مشرقی پنجاب کی حکومت کو بھی ہمارے متروکہ املاک کے تحفّظاتی آرڈیننس (Evacuee Property Preservation Ordinance) کی طرح ایک آرڈیننس جاری کرنا تھا اور ایک کسٹوڈین مقرر کرنا تھا لیکن انہوں نے یہ دونوں کام ابھی تک نہیں کیے۔ مجھے شک ہے کہ وہ یہ کام کر بھی سکیں گے یا نہیں۔ بلاشبہ اسی طرح کے مسائل سندھ اور بلوچستان میں بھی پیش آ سکتے ہیں۔

غالباً ہمیں بالآخر تبادلۂ آبادی کی ضرورت کو تسلیم کر کے اسے باضابطہ بنانا پڑے گا۔ پھر یہ سوچنا ہوگا کہ کس صورتِ حال میں ہندوؤں اور سکھوں کو مغربی پنجاب میں رہنے دیا جائے؟ ہندوؤں کا مسئلہ کچھ زیادہ پیچیدہ نہیں، خواہ ان کے گھروں وغیرہ پر مسلمانوں نے قبضہ بھی کر لیا ہو، چونکہ ان کی بڑی تعداد میں واپسی کا امکان نہیں۔ البتہ سکھوں کی نوعیت مختلف ہے۔ اگر وہ یہاں واپس آئے تو خدشہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے جس سے بین الاقوامی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا امن و سلامتی کے پیشِ نظر ان کی واپسی بہت محدود رکھنی چاہیے۔ انہوں نے اپنے منصوبے کے مطابق پچھلے چھ ہفتوں میں جو مار دھاڑ کی، یا جو وہ کر گزرنے پر تلے ہوئے تھے، ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جب وہ مشرقی پنجاب کی نسبتاً بنجر زمینوں میں محدود ہو کر رہ گئے تو اس کا احتمال ہے کہ واپس مغربی پنجاب آنے کی کوشش کریں گے۔ اس دوران میں اگر حکومتِ ہندوستان نے انہیں قابو نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ زبردستی واپس گھس آنے کی کوشش کریں لیکن زیادہ احتمال اس کا ہے کہ وہ چوری چھپے داخل ہوں اور ساتھ ساتھ اپنے حامی سازشیوں کی مدد سے سرحد پر حملے بھی کرتے رہیں۔ پچھلے دو مہینوں میں سکھ جو کچھ کر گذرے ہیں اس کی پیشین گوئی اگر کوئی چھ مہینے پہلے کرتا تو اس کا مذاق

اڑایا جاتا۔لہٰذا ہم کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔

مجھے احساس ہے کہ یہ خط کافی مایوس کن ہے لیکن روشنی کی کرن کہیں نظر نہیں آتی۔ مجھے خوشی ہے کہ لیاقت کچھ عرصے کیلئے لاہور کو اپنا صدر دفتر بنا رہے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ امید بھی کرتا ہوں کہ دونوں حکومتیں زبانی کلامی مشترکہ اعلامیوں کی بجائے، جن کا موجودہ مصرف اصل مسئلے سے توجہ ہٹانا ہے، کوئی عملی قدم اٹھائیں گی۔اصل مسئلہ سکھوں کی سرکوبی ہے۔

آپ کا مخلص

فرانسس موڈی

پس نوشت:

مَیں پہلے ہی آپ کو آگاہ کر چکا ہوں[۱] کہ ہم نے سکھوں کے قافلوں کی نقل وحرکت روک دی ہے۔آج صبح مجھے اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں کا ایک قافلہ امرتسر سے نکل کر نہر کے راستے آ رہا ہے۔تاہم مجھے یقین ہے کہ ہماری کارروائی کے مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لائل پور کے سکھ امرتسر کے سکھوں کو قائل کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو قتل نہ کریں تا کہ اس کا بدلہ یہاں کے سکھوں سے نہ لیا جائے۔

میری دانست میں بہتر یہ ہوگا کہ حکومتِ ہندوستان کو ترغیب دی جائے کہ وہ مشرقی پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دے۔جنرل لاک ہارٹ (Lockhart) نے مجھے بتایا (ان کا حوالہ نہ دیا جائے) کہ اگلے روز وہ لوگ مارشل لاء نافذ کرنے ہی والے تھے مگر یہ سوچ کر رُک گئے کہ مارشل لاء پر عمل درآمد تو بہر حال ایک انگریز افسر یعنی خود جنرل لاک ہارٹ کو کرنا ہوگا۔

مشرقی پنجاب کی حکومت کی بے بسی کا ثبوت مسلسل ملتا جا رہا ہے۔میری کرنل شیر خان سے بات ہوئی جن کا خیال ہے کہ امرتسر میں طوائف الملوکی کی صورتِ حال ہے۔ ہندو ڈپٹی کمشنر دس دن کی چھٹی پر چلا گیا ہے اور شاید ہی واپس آئے۔اس نے اپنا کام سکھ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سپرد کر دیا ہے۔خود شیر خان سے بھی میجر جنرل چمنی نے سرکاری طور پر کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی آمد و رفت اپنے گھر اور دفتر تک ہی محدود رکھیں ورنہ وہ ان کے تحفّظ کے ذمّہ دار نہیں

ہوں گے۔ ہم بھی اپنے رابطہ افسر مشرقی پنجاب نہیں بھیج رہے ہیں کیونکہ وہاں ان کی جانوں کو خطرہ ہے۔ شیر خان نے بصیغۂ راز مجھے بتایا کہ وہ پچھلے دنوں ایک اجلاس میں موجود تھے جس میں گورنر مشرقی پنجاب سی ایم ترویدی (C.M Trivedi) نے سکھ آئی جی پولیس سے کہا کہ ان کا جی چاہتا ہے کہ مشرقی پنجاب کی ساری پولیس کو بمع آئی جی گولی ماردی جائے۔ مَیں یہ واقعات اس لئے بیان کر رہا ہوں تا کہ ان سے مشرقی پنجاب کے حالات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ مَیں نے شیر خان سے کہا ہے کہ وہ اپنی رپورٹ[۱۱] بھجوادیں تا کہ اس سے مارشل لاء کے مطالبے کو تقویت مل سکے۔

ماؤنٹ بیٹن اور نہرو دونوں بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں لہٰذا وہ عالمی پریس اور اقوام متحدہ وغیرہ کے تاثرات کے بارے میں حسّاس ہیں۔ ان کے لئے اولاً غیر جانبدار مبصرین اور ثانیاً مارشل لاء کے مطالبات سے انکار کرنا مشکل ہو جائے گا۔[۱۲] اب جب کہ غیر جانبدار مبصرین کیلئے مطالبہ ابلاغِ عامہ میں آ چکا ہے مشکل ہے کہ وہ مارشل لاء کے مطالبے کو مسترد کر کے اس کی تشہیر کا سامنا کر سکیں گے۔ اس قسم کے دباؤ سے شاید وہ مجبوراً مارشل لاء نافذ کرنے پر اتفاق کر لیں۔

راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ کا سکھوں کے ساتھ مل کر امرتسر میں مسلمانوں پر حملے کرنا مجھے بڑا معنی خیز لگتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آر ایس ایس کو ولبھ بھائی پٹیل کی تائید حاصل ہے۔ چنانچہ ہم حکومتِ ہندوستان کے دو وزراء یعنی پٹیل اور بلدیو سنگھ سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ مشرقی پنجاب میں افراتفری ختم کرانے کی کوشش کریں گے۔ مشرقی پنجاب کے ایک نئے وزیر ایشر سنگھ مجھیل (Ishar Singh Mujhail) بھی اس سکھ جماعت کے رہنما ہیں جس نے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتلِ عام کیا تھا۔ لہٰذا ان کا تقرر کسی طرح حالات بہتر کرنے میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔

مَیں برج لال نہرو کا خط ملفوف کر رہا ہوں جس کا ذکر مَیں نے اس خط میں پہلے کیا ہے۔

(فرانسس ٹکر)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۸۱
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۔ پنجاب کے دولوں حصوں میں پناہ گزینوں کے قافلوں اور کیمپوں کی تلاشی بند کرنے کا فیصلہ بین الملکی کانفرنس مورخہ ۱۴ ستمبر میں لیاقت اور نہرو نے کیا تھا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

۴۔ یہ تقرر ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

۵۔ سیکرٹری ریفیوجیز اینڈ ری ہیبلیٹیشن ڈپارٹمنٹ (Refugees & Rehabilitation Department) اینڈ چیف ریفیوجیز کمشنر مغربی پنجاب

۶۔ ملفوفہ

۷۔ یہ اجلاس ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو منعقد ہوا تھا۔ دیکھئے ایف ۸۰ (جلد اوّل) جی جی/۸۳۔ شائع نہیں کیا گیا۔

۸۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۴

۹۔ حکومتِ پاکستان چاہتی تھی کہ غیر مسلم نقل مکانی نہ کریں۔ اس کی ترغیب اخباری بیانات اور تقریروں کے ذریعے کی گئی۔ جناح نے پاکستان کے مسلمانوں سے امن و تعاون برقرار رکھنے کا کہا اور انہیں انتقامی کارروائی سے منع کیا۔ پاکستان ٹائمز، ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۰۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۵

۱۱۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۹ کا ملفوفہ

۱۲۔ ماؤنٹ بیٹن نے مشورہ دیا کہ ان فسادات پر قابو پانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی مارشل لاء کا نفاذ۔ دیکھئے ''ڈسٹربنسز ان پنجاب: ۱۹۴۷ء (*Disturbances in the Punjab: 1947*)'' نیشنل ڈاکیومینٹیشن سنٹر۔ اسلام آباد، ۱۹۹۵ء

۲.۱.۱۶ کا ملفوفہ

برج لال نہرو بنام ایم کے گاندھی

بصیغۂ راز

۱-وارث روڈ۔ لاہور

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

محترم باپو جی

پنجاب کی صورتحال کے متعلق ہم نے اور دوسروں نے جو بتایا ہے اس پر آپ نے غور کیا ہوگا اور کسی فیصلے پر پہنچ گئے ہوں گے کہ اس بارے میں کیا اقدام کرنا چاہئے۔ مَیں اور شری رامو شوری (Shri Ramoshuri) شکر گذار ہوں گے اگر آپ اپنے فیصلے کی کچھ نشاندہی فرمادیں تاکہ ہم اپنے کام اس کے مطابق کر سکیں۔ ہم آپ کی ہدایات کا انتظار کر رہے ہیں جس کا وعدہ کلکتہ سے بھیجے گئے آپ کے تار میں کیا گیا تھا اور جو ڈاک کے انتظام میں خلل پیدا ہونے کی

وجہ سے ابھی تک موصول نہیں ہوئی ہیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو مہربانی فرما کر ہماری رہنمائی کے لئے ہائی کمشنر کے خریطے میں دو ایک سطریں لکھ بھیجیں۔

یہاں صورتِ حال پہلے جیسی ہے۔ پناہ گزینوں کے قافلوں کی تلاشی بند ہو گئی ہے لیکن ایک نئی مصیبت نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اب ان قافلوں پر مسلّح جتھے حملے کر رہے ہیں اور انہیں کافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پچھلی اتوار کو بلّو کی کے قریب ایک پیادہ قافلے پر حملہ کیا گیا۔ سرکاری شمار کے مطابق سو افراد مارے گئے اور سو ہی زخمی ہوئے لیکن گنگا رام ہسپتال میں پانچ سو سے زیادہ زخمی مرد، عورتیں اور بچے داخل ہوئے ہیں۔ کل لاہور سے امرتسر جانے والے قافلے پر یہاں سے کچھ میل کے فاصلے پر حملہ ہوا جس میں ۱۷ افراد مارے گئے اور ۳۴ زخمی ہوئے۔ اسی طرح پناہ گزینوں کی ٹرینوں کو غیر معینہ مدت کیلئے روک لیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ پناہ گزیں بغیر کھانے اور پانی کے ۳۶ گھنٹے تک رہے۔ ان ٹرینوں پر اکثر اوقات حملے کئے جاتے ہیں جس میں لوگ کثرت سے قتل اور زخمی ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ لوٹ مار بھی جاری رہتی ہے۔ بیچارے پناہ گزیں اپنے اجڑے گھروں سے جو کچھ بچا کر لاتے ہیں وہ ٹرینوں میں چھن جاتا ہے۔

یہاں ہر چھوٹے بڑے کا یہی خیال ہے کہ ان ناگوار واقعات کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مشرقی پنجاب کی حکومت اپنی جانب اس سے بدتر جرائم سرزد ہونے کی اجازت دے رہی ہے اور ان کی بیخ کنی کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھا رہی۔ مشرقی پنجاب کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کیلئے ہم نے ایک اور وفد وہاں بھیجا ہے تا کہ وہ وزیرِ اعلیٰ اور دوسرے وزراء سے ملاقات کرے۔ اس وفد کے ارکان میں وزیرِ اعلیٰ کے پرانے دوست اور کارکن شامل تھے تا کہ آزادانہ اور بے تکلف تبادلۂ خیال ہو سکے۔ اس طرح کا تبادلۂ خیال کرنے کے بعد وہ اس یقین کے ساتھ واپس آئے ہیں کہ مشرقی پنجاب کی حکومت اوّل تو یہ قتل عام روکنا نہیں چاہتی اور اگر چاہے بھی تو یہ اس کے بس سے باہر ہے۔ صورتِ حال مغربی پنجاب میں بھی خاصی خراب ہے لیکن جو رپورٹیں ہمارے دوست لائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں حالات اس سے بہت زیادہ خراب ہیں اور یہ امید بھی نہیں کی جا سکتی کہ موجودہ انتظامیہ کے تحت یہ حالات بہتر ہو جائیں گے۔ ہر اس فرد کا اس

رائے سے اتفاق ہے جس کا ان سے سابقہ رہا ہے۔ یہ لوگ کچھ عجیب طرح سے مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ سرحد کے اس جانب لوگ جو مصیبتیں اٹھا رہے ہیں اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے یا پھر وہ انتقام پر اس درجہ مائل ہیں کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس پر توجہ ہی نہیں دیتے تا کہ اپنی جانب بدلے اتارنے میں مشغول رہیں۔ یہ ظلم کا ایک چکّر ہے جسے صرف آپ ہی توڑ سکتے ہیں۔ اس خط کا واحد مقصد یہ مشورہ دینا ہے کہ اب ایسے فوری اقدام کا وقت آ گیا ہے کہ آپ ذاتی طور پر مشرقی پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ اور وزیرِ داخلہ کو اپنے پاس بلا کر ان سے روبرو وضاحت طلب کریں۔ مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ ان کے پاس کچھ کر سکنے کیلئے کافی وقت اور مواقع تھے لیکن وہ اس میں قطعاً ناکام رہے ہیں۔ لہٰذا اب لازم ہے کہ کوئی دوسرا بندوبست کیا جائے۔ مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں کہ آئین کیا اجازت دیتا ہے لیکن میرے خیال میں اس میں ایسی شق ضرور ہے جس کے تحت اگر امن و امان خراب ہو جائے تو حکومتِ ہندوستان یہ ذمّہ داری براہ راست یا پھر گورنر کے ذریعے سنبھال سکتی ہے۔ مَیں ہاتھ جوڑ کر استدعا کرتا ہوں کہ یہ کارروائی فوراً ہونی چاہئے خواہ اس سے بعض متعلقہ لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ چند افراد کے جذبات سے کہیں زیادہ اہم لوگوں کی زندگی اور موت اور ہندوستان کا مستقبل ہے۔ اس وقت ایک چاق و چوبند سربراہ کی ضرورت ہے نہ کہ ایک بے ہوش جسد کی جو اس نازک وقت میں ہماری بدقسمتی سے وہاں موجود ہے۔

مَیں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ اس وقت سکھ ہاتھوں سے نکلے ہوئے ہیں اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر من مانی کر رہے ہیں۔ ان کو منع کرنے والا کوئی نہیں۔ موجودہ انتظامیہ میں وزیرِ داخلہ اور پولیس کا آئی جی سکھ ہیں، امرتسر میں ایس پی بھی سکھ ہے اور پناہ گزینوں کی حفاظت اور انخلاء کے انتظام پر مقرر فوجی افسر بھی سکھ ہے۔ مجھے سکھوں یا ان افسروں سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں (مَیں تو ان کو جانتا بھی نہیں ہوں) لیکن میری نظر میں اعتماد بحال کرنے کیلئے کوئی اور بندوبست کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر میرے مشورے کے مطابق کوئی ایسا سربراہ مقرر ہو جائے جس پر بھروسہ کیا جا سکے تو وہ خود ان عوامل پر نظر رکھے گا۔ ہمیں ایک ایسا سرگرم آدمی چاہئے جو فوراً احکامات دے سکے اور جو صورتحال کے مضمرات اور خطرات سے بخوبی واقف

ہو۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس معاملے پر فوراً توجہ فرمائیں گے ورنہ اس سے کہیں زیادہ تباہی ہماری منتظر ہے۔ میری استدعا ہے کہ آپ ہمیں اس سے بچالیں۔ ۷ ستمبر کے سول اینڈ ملٹری گزٹ کا تراشہ ملفوف ہے۔[1]

بہت احترام کے ساتھ

برج لال نہرو

۱۔ منسلکہ

۲.۱.۱۶ کے ملفوفے کا منسلکہ

امرتسر میں رہنماؤں اور افسروں کی فراوانی
پناہ گزینوں کے انتظامات میں مایوس کن بدنظمی

ڈیئر مسٹر جناح

امرتسر ۶ ستمبر: آزادی کے حصول کے باوجود امرتسر کی انتظامیہ مفلوج ہونے کے قریب ہے۔ ہر طرف سراسر بے عملی، بدانتظامی، نااہلی، بے ترتیبی اور افسروں اور کارکنوں کی بے قاعدہ اور بے مصرف بھاگ دوڑ روز کا معمول ہے۔ یہاں کلّی طور پر انتشار پھیلا ہوا ہے اور افسروں میں بے بسی کا احساس عام ہے۔

ان خیالات کا اظہار تقریباً بیس افسروں اور اتنے ہی سیاسی لوگوں نے کیا جن سے پچھلے تین چار دنوں میں رابطہ قائم کیا گیا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کام کب اور کیسے شروع ہو۔ کیا کیا جائے اور کس طرح کیا جائے۔ افسروں اور سیاسی رہنماؤں کی افراط ہے اور سبھی پناہ گزینوں کے معاملات میں ٹانگ اڑا رہے ہیں۔ ہدایات پر عمل کرنے کیلئے قابلِ اعتبار کارکن مفقود ہیں۔ کچھ اہلکار اور رضا کار جو چاروناچار کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی امرتسر کی انتظامیہ کے رویّے سے شاکی ہیں۔ بیچارے پناہ گزیں جب اپنے مسائل کے حل کے لئے دربدر گھوم کر ناکام و نامراد لوٹتے ہیں تو انتہائی مایوسی کی حالت میں نکتہ چینی اور کبھی کبھی اعلیٰ افسروں کے گھروں اور دفتروں

کے سامنے مظاہرے کرتے ہیں۔ اکثر مقامی لوگ یا تو اپنے فائدے کیلئے یا محض تفنّنِ طبع کی خاطر ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں یا انہیں اکساتے رہتے ہیں۔ سرکاری عہدیداروں اور سیاسی جماعتوں کی مذمّت میں موخرالذّکر کا شوروغوغا زیادہ بلند رہتا ہے۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ ذمّہ دار افسر بھی تنقید کے اس مقابلے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ وہ اپنی بے چارگی کا رونا روتے ہیں اور سارا الزام کسی اور پر ڈالتے ہیں اور اس الزام تراشی میں وہ وزراء، گورنر، فوج اور پولیس — یہاں تک کہ حکومتِ ہند کے اعلیٰ ترین ارکان کو بھی نہیں بخشتے۔ یہ نکتہ چینی بہت حد تک جائز ہے۔ کچھ اہم معاملات غور طلب ہیں۔ مختلف سماجی طبقوں کے افراد اور افسروں کے بے شمار اعتراضات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

سرکاری دفاتر میں ابتری

سرکاری ملازمین اپنا کام صحیح طور پر نہیں کر رہے ہیں۔ بعض کو یہ شکایت ہے کہ ان کے فرائض کی نشاندہی صحیح طریقے پر نہیں کی گئی ہے لہٰذا ان کا کام تحریری ہدایات کی حد تک محدود ہے۔ بعض ملازمین کو گلہ ہے کہ اعلیٰ عہدیدار اور سیاست دان ان کے کاموں میں بہت زیادہ دخل اندازی کرتے ہیں۔

ان ملازمین پر عدم وفاداری کا الزام لگانا ٹھیک نہیں ہے لیکن بعض ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ وہ کس کے وفادار ہیں۔ امرتسر میں کسی بھی افسر سے سرسری گفتگو سے ایک اجنبی یہ جان لے گا کہ یہ لوگ تعاون اور معاونت کے جذبے سے کام نہیں کر رہے۔ تقریباً سبھی واقعی یا فرضی شکایتوں کا انبار اٹھائے ہوئے ہیں۔

اس وقت ایک ڈپٹی کمشنر، ایک ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر اور ایک ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ایک مجسٹریٹ سول سپلائی، ٹیکسٹائل کنٹرول اور پٹرول راشننگ کا کام کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں نصف درجن دوسرے مجسٹریٹ موجود ہیں۔ علاوہ ازیں دو ایک روز میں سنٹرل ایڈمنسٹریٹو سروسز (سابقہ آئی سی ایس) کے پانچ اور افسر آنے والے ہیں۔ ان لوگوں کو ہمیشہ کام کی زیادتی، کھانے میں تاخیر اور کم خوابی کی شکایت رہتی ہے۔ بعض کی باتوں

سے یوں لگتا ہے کہ ان کی صحت عنقریب جواب دینے والی ہے۔

منصوبہ بندی کا فقدان

۳۔ڈپٹی کمشنر کا یہ فرض ہے کہ منصوبہ بندی کر کے ہر شخص کو اس کے خصوصی فرائض سونپے اور اگر افسروں کی کمی محسوس ہو تو مزید افراد طلب کرے۔اس طرح سے انتظامیہ میں کافی حد تک توازن آ جائے گا۔باہمی تعاون اور مناسب منصوبہ بندی کے بغیر خواہ مخواہ وقت اور توانائی کا ضیاع ہو رہا ہے۔

پولیس میں لٹیرے

۴۔امرتسر میں لاقانونیت کے اکثر واقعات میں پولیس نے بہت مذموم کردار ادا کیا ہے۔پولیس کے ذمّہ دار افسروں نے خود متعدد بار یہ شکایت کی ہے کہ ان کی جمعیّت میں نظم وضبط کا فقدان ہے۔لوٹ مار میں پولیس کے سپاہی اور بعض افسر بھی شامل رہے ہیں۔ان کے اس بہانے کا کوئی جواز نہیں کہ وہ پاکستان پولیس کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ان مجرمانہ کارروائیوں میں اگر کسی افسر نے حصہ نہیں بھی لیا تب بھی اس نے اپنے ماتحتوں اور ساتھیوں کی بداعمالیوں سے چشم پوشی ضرور کی۔دوسرے معاملات کے علاوہ ان حرکتوں سے عوام کو یقین ہو گیا ہے کہ لاقانونیت کو روکنا پولیس کے بس میں نہیں اور کئی مجسٹریٹوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ پولیس اب قابو سے باہر ہو چکی ہے۔پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے اختیارات کے استعمال میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔دوسری طرف ایک ماتحت کا یہ کہنا ہے کہ لوٹ کے مال میں افسروں کا حصہ انہیں اِس سے منع کرنے سے روکتا ہے۔انتظامیہ کی دو شاخوں یعنی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس میں جس قسم کا تعاون ہونا چاہئے وہ ناپید ہے۔

۵۔اکثر لوگ ہندوستانی فوج کو ہمیشہ سے ایک باضابطہ تنظیم سمجھتے تھے۔جہاں تک نظم وضبط کا تعلق ہے اسکے متعلق کوئی شکایت نہیں آئی اور نہ ہی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس میں فوجیوں نے لوٹ مار میں حصہ لیا ہو۔البتہ جانبداری اور فرقہ وارانہ رعایت کے چند واقعات ضرور ہوئے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوچے سمجھے گولی بھی چلائی گئی ہے۔شہری انتظامیہ سے بھی انکا تعاون نہ ہونے کے

برابر ہے۔

باؤنڈری فورس کوتوڑنے کے فیصلے کا یہاں خیر مقدم کیا گیا۔ اس جانب لوگ اس کو علاقے کے امن اور تحفّظ کیلئے ایک خطرہ سمجھتے تھے۔ قافلوں کیلئے حفاظتی دستوں کے معاملات میں فوج اور شہری انتظامیہ میں کئی مرتبہ چپقلش ہوئی۔

سرکاری ملازمین

۶۔ ان سب ناگوار واقعات سے بچا جا سکتا تھا اگر اصحابِ اقتدار کوئی منصوبہ بناتے اور تعاون کے جذبے سے کام کرتے۔ اگر کوئی سرکاری ادارہ پناہ گزینوں کے مسئلے کو موزوں طریقے سے نپٹانا چاہتا ہے تو اس مقصد کیلئے ایک متفقہ منصوبہ ہونا چاہیے اور اس پر خدمت کے جذبے سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

۷۔ جن باتوں کا اطلاق سرکاری عہدیداروں پر ہوتا ہے وہ سیاسی کارکنوں پر بھی صادق آتی ہیں۔ جماعتوں میں دھڑے بازی کا زور ہے اور سیاست دانوں کے دماغوں پر اقتدار کا بھوت سوار ہے۔ امرتسر کے اس مرض کی تشخیص کرنے میں کوئی وقت درکار نہیں۔ پناہ گزینوں کے بیشتر کیمپوں میں افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ ملک کی آزادی کے لئے جن لوگوں نے بے پناہ مصیبتوں کو جرأت، ہمّت اور عزم کے ساتھ جھیلا ہے ان کی اور روزانہ آنے والے بے شمار پناہ گزینوں کی بدحالی ختم کرنے کیلئے وسیع انتظامات کی ضرورت ہے۔ یہ موقع ہے تعمیری کام کرنے کا لیکن اس کے فقدان کے باعث کانگریس اور اس کے رہنماؤں کو مطعون کیا جا رہا ہے۔

اس مایوس کن نااہلی اور ابتری کے درمیان کانگریس کی ایک کارکن یعنی پنڈت نہرو کی ذاتی نمائندہ مس مِردولا سارا بھائی (Mridula Sarabbhai) بڑے انہماک سے دن رات اس بدنظمی کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اپنے مختصر قیام میں انہوں نے کمال کر دکھایا اور حکومتِ ہندوستان کی پوری انتظامیہ کو حرکت میں لے آئی ہیں۔۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲.۱.۱۷

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔اہم)

لاہور

۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

میرے کل کے تار[2] کے حوالے سے۔ رابطہ افسر کرنل شیر خان نے حسبِ ذیل تفصیلات بتائی ہیں۔

جس ٹرین پر حملہ کیا گیا تھا وہ الور کے ۴۵۰۰ مہاجرین کو لے کر آ رہی تھی۔ ان میں سے تقریباً ایک ہزار زخمی ہوئے اور باقی تین ہزار یا تو قتل ہو گئے یا لاپتہ ہیں۔

جب ٹرین پر حملہ ہوا تو انگریز افسر نے دفاع کا بندوبست کرنا چاہا لیکن اس پر فوراً خود کار ہتھیاروں سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ یہ دیکھ کر انڈین آرمی کے تیرہ ہندو محافظ اپنی جان بچانے کیلئے دبک گئے اور ان کے آٹھ مسلمان ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔ آر ایس ایس اور سکھوں کا یہ مشترکہ حملہ متواتر دو گھنٹے جاری رہا۔

(ایف موڈی)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۴

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۵

۲.۱.۱۸

ماسٹر تارا سنگھ اور اودھم سنگھ نگوکے (Udham Singh Nagoke) کا بیان[1]

(۲۴؟) ستمبر ۱۹۴۷ء

ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ہمارے سکھ اور ہندو بھائی اس فرقہ وارانہ جنگ میں، جو ابھی جاری ہے، مسلمان عورتوں اور بچوں پر شرمناک حملوں کے قصوروار ہیں۔ ان

سفّاکانہ کارروائیوں کو سوچ کر ہی انسان کی روح لرز اٹھتی ہے اور ہم انہیں دہرا کر تمام دنیا کو صدمہ نہیں پہنچانا چاہتے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں نے جو سلوک ان کے ساتھ کیا تھا اس کا بدلہ اتارنے کیلئے سکھ اس قدر نیچے گر گئے ہیں۔ تاہم سکھوں کیلئے یہ کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی روایات کو جھٹلایا ہے۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں کہ اپنے بھائیوں کو اس پستی میں گرنے سے بچائیں لیکن یوں لگتا ہے کہ بیشتر مسلمان، ہندو اور سکھ پاگل ہو گئے ہیں۔ ظلم پھر انتقام اور پھر اس کا انتقام جاری ہے۔ اس سلسلے کا اختتام ہوتا نظر نہیں آتا۔ لہٰذا ہم اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ تمام انتقامی کارروائیاں بند کریں۔ ہمیں مسلمانوں کی دوستی نہیں چاہئے اور ہم کبھی ان کے دوست نہیں بن سکے۔ شاید ہمیں پھر ان سے لڑنا پڑے لیکن ہم ایسی ستھری لڑائی کریں گے جس میں مرد صرف مردوں کو مارتے ہیں۔ عورتوں، بچوں اور پناہ مانگنے والوں کا قتل فوراً بند ہو جانا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کی ٹرینوں، قافلوں اور ان کے محافظوں پر حملے نہیں ہونے چاہئیں۔ آپ سے یہ گذارش مسلمانوں کو بچانے کی خاطر نہیں کی جا رہی ہے بلکہ خود آپ کے فرقے کی شہرت، کردار اور روایات کے مفاد میں کی جا رہی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اسلام ان شیطانی کاموں کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ کام ان کا ہے کہ وہ سوچیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کون سی چیز جائز ہے۔ ہماری یہی خواہش ہے کہ وہ بھی اس شیطانی جنگ کو فوراً بند کریں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے سکھ اور ہندو بھائیوں کے سروں پر انتقام کا بھوت سوار ہو جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۵



قائداعظم، نوابزادہ لیاقت علی خاں اور محترمہ فاطمہ جناح اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کے ہمراہ



قائداعظم مصری علماء کے وفد کے ہمراہ

۲.۱.۱۹

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔لاہور

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

مَیں کرنل شیر خان کی رپورٹ کی دو نقول ملفوف کر رہا ہوں[2] جس کا ذکر مَیں نے اپنے ۲۳ ستمبر کے خط[3] کی پس نوشت میں کیا تھا۔

آپکا مخلص

فرانسس موڈی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۹۳

۲۔ ملفوفہ

۳۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۶

۲.۱.۱۹ کا ملفوفہ

مشرقی پنجاب کی صورتِ حال پر کرنل شیر خان کی رپورٹ

اڈوانس ہیڈ کوارٹرز ایم ای او[1]۔ پاکستان

امرتسر

۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

ابتدائیہ

مَیں آٹھ دن سے مشرقی پنجاب میں ہوں۔اس کے دوران سرکاری عہدیداروں اور غیر سرکاری لوگوں سے رابطے کے بعد، جن میں سیاسی اور سماجی کارکن، غیر مسلم کاشتکار اور تاجر شامل ہیں، اور اپنے ذاتی مشاہدے سے مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سول انتظامیہ مکمل طور پر غیر مؤثر ہو چکی ہے جس کی تفصیل اگلے پیروں میں درج ہے۔

عام معلومات

۱۶ ستمبر سے ۲۱ ستمبر تک کے عرصے میں مسلمانوں کے دیہات اور قصبوں پر بڑے حملے کم ہو گئے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اب مسلمان ہی باقی نہیں رہے جن پر حملہ کیا جاتا۔ مہاجرین کے کیمپوں اور پیدل قافلوں پر بھی حملے کم ہوئے ہیں۔ انبالہ، جالندھر، لدھیانہ اور فیروز پور کے اضلاع میں ٹرینوں پر چھوٹے موٹے حملے ہوتے رہے۔ آتش زنی کے واقعات تقریباً ختم ہو چکے ہیں البتہ لوٹ مار کھلے بندوں ہو رہی ہے اور اس میں سبھی لوگ ملوّث ہیں۔

۲۱ ستمبر سے جالندھر اور امرتسر کے ضلعوں میں مہاجروں کے قافلوں اور ٹرینوں پر حملے زور پکڑ گئے ہیں۔ امرتسر میں ۲۱ اور ۲۲ کی راتوں میں ہنگامے ہوئے جن میں مہاجرین کی ایک ٹرین پر غیر متوقع حملے میں تمام مسافروں کو قتل، زخمی یا اغواء کر لیا گیا اور ٹرین لوٹ لی گئی۔ اسکی تفصیل ایک علیحدہ رپورٹ[۲] میں ہے۔

سول انتظامیہ

سول انتظامیہ کے مکمل طور پر غیر مؤثّر ہونے کے ثبوت میں امرتسر اور جالندھر کے بارے میں چند مثالیں پیش کر رہا ہوں۔

امرتسر: ۲۰ ستمبر کو ۲۳ ابریگیڈ کے کمانڈر نے ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ وہ ایک دن کیلئے امرتسر سے گزرنے والی شاہراہ پر کرفیو لگا دے کیونکہ وہ مہاجرین کے قافلے کو اِس راستے سے گذارنا چاہتے ہیں۔ کانفرنس کے بعد اس نے ایک افسر سے مخاطب ہو کر کہا ''مجھے امید ہے کہ لوگ کرفیو کی تعمیل کریں گے'' جب افسر نے اس توقع پر حیرت کا اظہار کیا تو بریگیڈ کمانڈر نے کہا ''مَیں جانتا ہوں کہ یہ نافذ نہیں ہوگا۔ اگر انھوں نے مجھے یہاں سے نہیں ہٹایا تو مَیں استعفیٰ دے دوں گا۔ اس دوران میں مَیں دس دن کی رخصت پر جا رہا ہوں اور میرا واپس آنے کا کوئی ارادہ نہیں۔'' مَیں نے خود ۲۲ ستمبر کو مہاجرین کی ٹرین پر حملے اور لوٹ مار میں پولیس کو شامل ہوتے دیکھا ہے۔ ۲۰ ستمبر کو ڈپٹی کمشنر نوکل سین (Nukl Sen) نے دو پولیس والوں کو مہاجرین کے قافلے پر حملہ کرتے اور لوٹتے ہوئے گرفتار کیا تھا۔ اسوقت امرتسر کے رابطہ افسر

مسٹر زاہد عمر ڈپٹی کمشنر کے ساتھ تھے۔ ٹرینوں پر حملے روکنے اور زخمیوں کے انخلاء کے سلسلے میں ۲۲ اور ۲۳ ستمبر کو مَیں نے کافی دوڑ دھوپ کی۔ مجھے پتا چلا کہ میجر جنرل چمنی میری طرف سے بہت فکرمند ہیں اور مجھے تاکید کی ہے کہ مَیں یا تو اپنے گھر سے باہر نہ نکلوں یا ان کے بنگلے میں منتقل ہو جاؤں۔

جالندھر: ۱۷ ستمبر کو ایک کانفرنس میں، جس کی صدارت گورنر نے کی تھی، ۱۱ بریگیڈ کے کمانڈر نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ پولیس نہ صرف غیر مؤثر ہے بلکہ حملوں اور لوٹ مار میں سرگرم حصہ لے رہی ہے۔ دوسرے تمام بریگیڈ کمانڈروں نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ آئی جی پولیس نے بھی بے دلی سے اسکا اعتراف کیا لیکن پولیس کی بے اثری کی یہ وجہ بتائی کہ ان کی تعداد ضرورت سے آدھی ہے۔ پھر گورنر نے کہا ''مَیں جانتا ہوں کہ پولیس کی تعداد کم ہے لیکن جو موجود ہیں انھیں ان کے افسروں سمیت اگر فوج گولی مار دے تو مجھے افسوس نہیں ہوگا''۔

کانفرنس ختم ہونے کے بعد مَیں نے ڈی سی جالندھر کو کرنل شیودت سنگھ سے یہ کہتے سنا کہ انھوں نے گڑگاؤں تبادلے کیلئے درخواست دے رکھی ہے کیونکہ اُن کے لئے یہ صورتحال ناقابلِ برداشت ہے کہ خود انکا عملہ انکے احکامات پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

پی اے وی او کیولری[۳] کے ایک انگریز افسر نے جو ۲۱ ستمبر کو جالندھر سے گزر رہا تھا شہر میں ایک قافلے پر حملہ ہوتے اور چھ پولیس والوں کو بیل گاڑیاں لوٹتے دیکھا تھا۔

مندرجہ بالا واقعات اور دوسرے ذرائع سے ملنے والی خبروں سے مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سول انتظامیہ واقعی مکمل طور پر غیر مؤثر ہو چکی ہے۔

فوج

غیر مسلم فوجی (مسلمانوں کی) ٹرینوں اور قافلوں کی حفاظت صحیح طریقے پر نہیں کر رہے ہیں۔ چھوٹے حملوں کو تو وہ مستعدی سے پسپا کر دیتے ہیں لیکن جب بڑے اور منظّم حملے ہوتے ہیں تو موقعِ واردات سے مصلحتاً دور رہتے ہیں۔ مَیں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ خود بھی گولی چلانے میں شریک ہو جاتے ہیں اور مدافعت کرنے والوں کو زیر کرتے ہیں لیکن مَیں ان الزامات کی تصدیق

نہیں کرسکتا۔ مَیں نے دیکھا کہ جب کبھی پیدل مہاجرین، گاڑیوں کے قافلوں اور ٹرینوں کو مضبوط مسلم فوجی دستے اپنی حفاظت میں لیجاتے ہیں تو کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آتا۔ البتہ کبھی کبھی ان پر دور سے گولی چلائی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ غیر مسلم فوجی خود گولی نہ چلاتے ہوں تب بھی وہ بڑے منظّم حملوں کا علم ہوتے ہی موقعے سے کھسک جاتے ہیں اور اس وقت واپس آتے ہیں جب حملہ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اسکا اطلاق گورکھا، گڑھوالی اور بعض غیر پنجابی فوجیوں پر نہیں ہوتا لیکن اگر ان کی کمان کوئی ہندو یا سکھ افسر کر رہا ہو تو پھر ان کی کارروائی میں وہ چستی نہیں رہتی۔ مجھے ایم ای او کے کرنل اور مس سارا بھائی نے بتایا کہ ٹرین پر حملے کی خبر انھیں ڈیڑھ گھنٹے پہلے مل گئی تھی جس کی اطلاع انھوں نے بریگیڈ کمانڈر کو دے دی تھی لیکن حملے کے وقت وہاں کوئی فوجی نہیں تھے جو حملے کے ڈیڑھ گھنٹے بعد پہنچے۔

مستقبل کے امکانات

اکالیوں اور راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ کا سیاسی مقصد یہ نظر آتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان سے مسلمانوں کو نکال باہر کرنے کے علاوہ کانگریس اور دوسری جمہوری جماعتوں کو بدنام کر کے فاشزم قائم کیا جائے۔ مشرقی پنجاب کی صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور مسلمانوں کے خلاف جذبات کو ہوا دے کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں۔

مغربی پنجاب کے سکھوں پر اکالی حکمتِ عملی کے نتیجے میں جو مصیبتیں آئی ہیں اُن کی وجہ سے وہ اکالیوں سے سخت ناراض ہیں۔ مَیں نے خود مغربی پنجاب سے آنے والے کئی سکھوں کو ۲۳ ستمبر کو امرتسر میں سکھوں کے ہجوم کو مسلمانوں کے قتل سے منع کرتے اور یہ کہتے سنا ''تم مسلمانوں کو نہیں بلکہ ہمیں قتل کر رہے ہو''۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب انکے کنبے کے باقی لوگ سرحد پار کر کے حفاظت سے وہاں پہنچ جائیں گے تو کیا انکے جذبات ایسے ہی رہینگے۔ مسلمانوں کیلئے ان کے جذبات جو بھی ہوں آثار یہ بتا رہے ہیں کہ ایک مؤثّر حکومت کی غیر موجودگی میں اگلے کئی مہینوں میں مشرقی پنجاب میں مکمل لاقانونیت رہے گی اور مسلمانوں کے قافلوں اور ٹرینوں پر حملوں میں اضافہ ہو جائیگا — قتل و غارت کیلئے نہیں تو لوٹ مار کیلئے۔

آخر میں یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ پاکستان میں کسی انتقامی کارروائی سے مشرقی پنجاب سے مہاجرین کا انخلاء بہت مشکل ہو جائیگا۔ ۲۲ اور ۲۳ ستمبر کو امرتسر میں جو ہیجان تھا وہ دراصل ہربنس پورہ میں ٹرین پر حملے کا نتیجہ تھا۔ جب مغربی پنجاب سے غیر مسلموں کی ٹرینیں بحفاظت پہنچ گئیں تو ۲۴ ستمبر کو صورتِ حال بہتر ہوگئی اور امید ہے کہ امرتسر کے علاقے میں جو ہماری تین ٹرینیں ہیں وہ بغیر کسی سنگین حادثے کے گزر جائینگی۔

ایم شیر خان
کرنل

۱۔ ملٹری ایویکیوایشن آرگنائزیشن
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکی۔
۳۔ پرنس البرٹ وکٹرز اون کیولری (Prince Albert Victor's Own Cavalry)

۲.۱.۲۰

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[1]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کراچی

۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

مسٹر گاندھی کا یہ بیان پڑھ کر ہمیں سخت صدمہ پہنچا کہ ''اگر پاکستان اپنی مصدّقہ غلطی ماننے سے مسلسل انکار اور اُسکی اہمیت کو نظر انداز کرتا رہا تو حکومتِ ہندوستان کو اسکے خلاف جنگ کرنا پڑیگی''۔ یہ بیان ہندوستانی حکومت کے اُس متفقہ اعلامیہ کے سراسر خلاف ہے جو اس نے ۱۹ ستمبر[2] کو نئی دہلی کانفرنس میں کیا تھا کہ ''پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ کا تصوّر نہ صرف اخلاقی بنیادوں پر ناممکن ہے بلکہ ایسا تصادم دونوں ممالک کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے''

ہندوستان کی سیاست میں مسٹر گاندھی کا جو مقام ہے اور اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ ہندوستانی کابینہ اُن سے رہنمائی حاصل کرتی ہے ان کے اس واضح بیان سے کہ ہندوستانی حکومت

کو پاکستان کے خلاف ان غلطیوں کی بناء پر، جنکی وضاحت مسٹر گاندھی نے نہیں کی، جنگ کرنی پڑے گی پاکستان کے عوام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔[۳]

ہمیں توقع ہے کہ حکومتِ ہندوستان ۱۹ ستمبر کو نئی دہلی کانفرنس کے اعلامیہ پر ابھی تک قائم ہے۔ یہ درست ہے تو پھر یہ لازم ہے وہ اپنے ارادوں کی علانیہ یقین دہانی کرائے تا کہ عوام کے ذہنوں سے یہ الجھن دور ہو سکے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۱۶
۲۔ ضمیمہ ۱
۳۔ گاندھی کے بیان پر تنقیدی اداریہ ''یہ ڈراؤنے الفاظ'' (These Ominous Words) کے عنوان سے شائع ہوا۔ دیکھئے ڈان، ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲.۱.۲۰ ضمیمہ ۱

ہندوستان و پاکستان کے درمیان بین المملکتی معاہدہ

(اقتباس)

نئی دہلی

۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کی کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے:

۱۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کسی جنگ کا تصور نہ صرف اخلاقی بنیادوں پر قابلِ نفرت ہے بلکہ ایسا تصادم دونوں ممالک کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ حکومتِ پاکستان کے نمائندے نے وعدہ کیا کہ سر محمد ظفر اللہ خان سے نیویارک میں جو بیان منسوب کیا گیا ہے اسکی اور خاص طور پر انکے راست اقدام کے ذکر کے بارے میں تفتیش کی جائیگی۔

۲۔ دونوں حکومتوں کی یہ پالیسی ہے کہ ایسے حالات پیدا کئے اور برقرار رکھے جائیں جن میں اقلیتیں سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔

۳۔ دونوں حکومتیں باہمی تعاون سے، جتنی جلدی ممکن ہو سکے، فرقہ وارانہ تصادم کی

شدّت اور وسعت کو کم کرنے کی کوشش کریں گی۔ ذمّہ دار افراد کو خاص طور پر ایسے نفرت انگیز یکطرفہ بیانات سے اجتناب کرنا چاہیے جو دوسرے فریق کو مشتعل کرنے کا باعث بنیں۔

۴۔ دونوں حکومتوں کے درمیان اہم مسئلہ یہی ہے کہ مشرقی سے مغربی پنجاب اور مغربی سے مشرقی پنجاب جانے والے پناہ گزینوں کے قافلوں کی نقل وحرکت تیزی سے ہو اور ان کو بحفاظت جلد سے جلد منزل پر پہنچایا جائے۔

۵۔ ہر حکومت کو چاہیے کہ دونوں جانب جو افسوس ناک واقعات رونما ہوئے ہیں انکی تفصیلات دوسری حکومت کو بہم پہنچائے۔ یہ بھی طے ہوا کہ ایسے واقعات کی تفتیش کی جائے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

۶۔ ایسے مقامات پر، جو کسی ایک فرقے کیلئے مقدّس ہوں، کسی دوسرے فرقے کو قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر وہ خالی بھی رہیں تو بھی ان کی ہر ممکن نگہداشت کی جائے گی تاکہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہیں۔ اس بارے میں دونوں حکومتیں باہم رابطہ رکھیں گی اور ٹھوس تجاویز پیش کریں گی۔

۷۔ دونوں حکومتوں نے اتفاق کیا کہ پناہ گزینوں کی تلاشی نہیں لی جائیگی اور انھیں اپنا ذاتی سامان لیجانے کی اجازت ہوگی لیکن ہر حکومت کہ یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ بڑی مقدار میں تجارتی مقاصد کے لئے مال کے تبادلے پر پابندی لگادے۔

۸۔ حکومتِ پاکستان نے رضامندی ظاہر کی کہ پشاور میں ہندوستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر کے تقرّر کے سوال پر دوبارہ غور کیا جائیگا اور یہ کہ اس دوران میں ہندوستان کی جانب سے مسٹر کے ایل پنجابی دس روز کیلئے پشاور جا کر اپنی حکومت کو وہاں کی صورتِ حال کی رپورٹ دے سکتے ہیں۔

۹۔ دونوں حکومتوں نے ایک ایسے مشترک فارمولے کی ضرورت پر اتفاق کیا جس کے تحت مملکتوں کو ریاستوں کے داخلی انتظام میں مداخلت کا حق اس شرط پر حاصل ہو کہ اس عمل میں مملکتوں اور ریاستوں کے درمیان آئینی تعلقات پر عائد شدہ حدود کا لحاظ رکھا جائے۔ اس اثناء میں دونوں حکومتیں مناسب موقعوں پر، خاص طور پر اقلیتوں کے تحفّظ اور بحالی کیلئے، ریاستوں پر



اخلاقی دباؤ ڈالیں گی۔

(پیرا ۱۰ اور ۱۱ حذف کر دیے گئے)

۱۲۔ حکومتِ پاکستان اس شکایت سے بھی باخبر ہے کہ حیدر آباد سندھ کے اسٹیشن پر مسافر خانوں میں پڑے ہوئے (غیر مسلم) پناہ گزینوں کو پریشان اور انھیں اپنے ذاتی سامان سے محروم کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے اسکی تفتیش کرانے اور ضروری احکامات جاری کرنے کا وعدہ کیا۔

۱۳۔ حکومتِ پاکستان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ رائل انڈین ایئر فورس کے بار بردار طیارے انبالہ اور امرتسر سے پرواز کر کے پاکستان کے ہوائی اڈّوں پر اتریں تا کہ یہاں سے ہندوستانی ملازمین، انکے خاندانوں اور دوسرے (غیر مسلم) پناہ گزینوں کو واپس لے جایا جا سکے۔ حکومتِ ہندوستان انبالہ اور امرتسر میں مقیم یا اِن مقامات پر آسانی سے پہنچنے والے مسلمان مہاجرین کو پاکستان پہنچانے کا بندوبست بھی کریگی۔

(پیرا ۱۴ حذف کر دیا گیا)

۱۵۔ حکومتِ ہندوستان اس شکایت سے باخبر ہے کہ کیمپوں میں مقیم اور پاکستان جانے والے مسلم پناہ گزینوں کو مناسب خوراک نہیں مل رہی ہے۔ حکومت نے وعدہ کیا کہ وہ اس معاملے میں مشرقی پنجاب کی حکومت سے رابطہ کریگی۔

۱۶۔ مغویہ عورتوں کی بازیابی کا مسئلہ بھی زیرِ غور آیا اور فیصلہ کیا گیا کہ اس معاملے کی دوبارہ مکمل تفتیش[1] کی جانی چاہئے اور دونوں حکومتوں کے خصوصی طور پر متعیّن کردہ عہدیدار اس بارے میں ٹھوس تجاویز پیش کریں۔

(پیرا ۱۷ حذف کر دیا گیا)

۱۔ ضمیمہ ۲

۲۰.۱.۲ کا ضمیمہ ۲

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بین المملکتی معاہدے پر اخباری اعلامیہ

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

کل لاہور میں ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم اور مشرقی اور مغربی پنجاب

کی حکومتوں کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات میں مغویہ عورتوں کی بازیابی کا مسئلہ اٹھایا گیا۔ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ عورتوں کی بڑی تعداد کو اغواء کیا گیا ہے۔ کچھ کو تو بازیاب کرلیا گیا ہے لیکن کافی تعداد ابھی باقی ہے۔ تجویز کی گئی کہ مشرقی اور مغربی پنجاب کی حکومتوں، پولیس اور فوج کے تعاون سے ایسی عورتوں کی بازیابی کیلئے منظّم اقدامات کئے جائیں۔ یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ اس کارروائی میں رضا کار خواتین، خواتین کی انجمنوں اور امدادی اداروں کا تعاون بھی حاصل کیا جائے۔ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کررہی ہیں اور امید ہے کہ جلد ہی ایسے انتظامات مکمل ہو جائیں گے جن سے اطمینان بخش نتائج حاصل ہوں گے۔ ان تمام لوگوں سے، جنہیں اغواء شدہ عورتوں کے متعلق علم ہو، درخواست کی جاتی ہے کہ وہ متعلقہ ڈپٹی کمشنر سے رابطہ کریں جو ایسی اطلاع صوبائی حکومتوں کو پہنچادیں گے۔

۲.۲
بلوچستان میں فسادات
۲.۲.۱
جیوفری پرائر (Geoffrey Prior) بنام ایم اکرام اللہ[۱]
(تار۔فوری)
(نقل برائے محمد علی جناح)

زیارت۔کوئٹہ
۲۰ اگست ۱۹۴۷ء

کوئٹہ سے مندرجہ ذیل اطلاع ابھی ملی ہے:

آج رات نو بجے کوئٹہ شہر اور ہڈّا میں لوٹ مار اور آتش زنی شروع ہوئی۔ گوالمنڈی، قندھاری بازار اور سنڈیمان روڈ زیادہ متاثر ہوئے۔ فوج طلب کرلی گئی ہے اور صورتِ حال قابو میں ہے۔ گشت جاری رہے گی۔ اس وقت تک چالیس افراد کے قتل اور بتیس کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ اولیور[۲] (Oliver) کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ پولیس کا ایک سپاہی مارا گیا۔ اعتماد

بحال کرنے کیلئے تمام فرقوں کے رہنماؤں کا اجلاس بلایا گیا ہے۔ مَیں فوراً کوئٹہ جا رہا ہوں۔ ابتدائی شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آتش زنی کی وارداتیں سوچی سمجھی تھیں۔

(جیوفری پرائر)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۵۱
۲۔ ملتان کے ایس پی جو چھٹی پر کوئٹہ آئے تھے۔

۲.۲.۲

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

کوئٹہ
۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

یہ تار ٹیلیفون پر حضورِ والا کے پیغام کے جواب میں ارسال ہے۔ پچھلی رات امن سے گذری اور صورتِ حال پوری طرح قابو میں ہے۔ ہر جگہ آگ بجھا دی گئی ہے۔ کل دوپہر ایک تفصیلی رپورٹ وزارتِ خارجہ کو بذریعہ ڈاک بھیجی گئی تھی لیکن بدقسمتی سے پٹری اکھڑ جانے کی وجہ سے میل گاڑی واپس آ گئی۔

۲۔ آج تک کے واقعات کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۲۰ اگست رات سات بجے اطلاع ملی کہ گڑبڑ ہونے والی ہے لہٰذا مسلّح کمک اور جیپ سوار گشتی دستوں کو تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا۔ شہر کے مختلف حصوں سے چھوٹے موٹے بلووں اور آتش زنی کی خبریں موصول ہوئیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اسکاٹ (Scott) نے بلوائیوں کو ہندوؤں کی دکانوں پر گولی چلاتے اور ایک شخص کو قتل کرتے دیکھا۔ ملتان کے سپرنٹنڈنٹ پولیس اولیور جو رخصت پر یہاں تھے ہجوم کو منتشر کر رہے تھے کہ ان کے سر پر کلہاڑی لگی جس سے ہڈی چٹخ گئی۔

ایریا کمانڈر سے فوجی دستے اور ٹرانسپورٹ بھیجنے کی درخواست کی گئی تھی۔ اسی دوران کئی مقامات پر آگ بھڑک اٹھی اور خبر ملی کہ ہڈّا کا گاؤں آگ کی لپیٹ میں ہے۔ قبائلی باہر سے آنے شروع ہو گئے تھے لیکن لیویز نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ مزید فوج کے آنے سے صورتِ حال پر

قابو پالیا گیا۔ پولیٹکل ایجنٹ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی ہے اور کرفیو بھی لگا دیا گیا ہے۔

۲۱ اگست کو صبح چھ بجے تک آگ دھیمی پڑ چکی تھی لیکن ہندوؤں اور سکھوں پر حملے مسلسل ہوتے رہے اور ایک سکھ سب انسپکٹر کو قتل کر دیا گیا۔ دوپہر تک پچاس لاشیں اور ستّر زخمی گنے جا چکے تھے۔ کوئٹہ سے روانہ ہونے والی ایک مال گاڑی کو شہر کے مضافات میں روک کر عملے کے چار ہندوؤں کو قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح کراچی میل بھی واپس آ گئی کیونکہ افواہ تھی کہ پٹری اکھاڑ دی گئی ہے۔ چمن، پشین اور قلعہ عبداللہ سے دہشت ناک خبریں مل رہی تھیں لیکن تفتیش سے معلوم ہوا کہ ان میں کوئی اصلیت نہیں ہے الّا یہ کہ ریلوے کے ہندو ملازمین پر اکّا دکّا حملے ہوئے ہیں۔

۳۔ سوائے ریلوے کے باقی تمام اہم سرکاری ادارے کام کر رہے ہیں۔ پناہ گزینوں کا بڑھتا ہوا مسئلہ ہمیں درپیش ہے لیکن مجموعی طور پر صورتِ حال اطمینان بخش ہے۔ رمزی تار اس کے بعد ارسال ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۸۷

۲.۲.۳

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

یہ حضورِ والا کے نام آج کے کھلے تار[2] کے تسلسل میں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہر میں آتش زنی منظّم طریقے سے ہوئی ہے کیونکہ مختلف مقامات پر آگ بیک وقت لگائی گئی۔ آج تک ۱۵۹ اموات ہوئی ہیں جن میں مسلمان کم ہیں۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے سے پولیس واضح طور پر پس و پیش کر رہی ہے جس کی وجہ سے جانی اور مالی نقصان میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ مجبوراً مجھے اسٹاف کالج کے

افسروں سے کہنا پڑا کہ وہ رضا کارانہ طور پر رات کو گشتی دستوں کی قیادت کریں۔

۲۔ پریشانی کی بات یہ ہے کہ مضافاتی دیہات اور ریلوے اسٹیشنوں میں ہندوؤں پر قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں جس سے ریلوے کے نظام میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ان واقعات سے ہندوؤں کے انخلاء کے خلاف ہمارا مہینوں سے جاری پروپیگنڈا اکارت جائے گا اور ہندو بڑے پیمانے پر نقل مکانی کریں گے جس سے بلوچستان کی معاشی زندگی پر تباہ کن اثر پڑے گا۔

۳۔ فوج نے ناکہ بندی کر کے قبائلیوں کا داخلہ روک دیا ہے۔ شہر میں باہر سے آئے ہوئے پٹھانوں اور ہزارہ قبیلے کی کثیر تعداد کسی وقت سلامتی کا مسئلہ بن سکتی ہے۔ فورٹ سنڈیمان سے آج جو ایک بٹالین آئی ہے وہ یہاں موجود فوجیوں کے ساتھ مل کر گڑبڑ کے خلاف تادیبی کارروائی بآسانی کر سکتی ہے۔ دفتری عملے اور خصوصی کام کرنے والوں میں خوف و ہراس پھیلنے سے سرکاری دفاتر میں کام تقریباً ٹھپ ہو گیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۷۹
۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۲

۲.۲.۴

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری)

کوئٹہ

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل۔ کراچی

یہ حضورِ والا کے نام کل کے تار[2] کے تسلسل میں ہے۔

پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کوئٹہ بالکل پُر امن رہا۔ ان چار ہزار (غیر مسلم) پناہ گزینوں کو جو شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے ہم واپس لے آئے ہیں اب صرف پندرہ سو پناہ گزیں رہ گئے ہیں۔ لازمی ادارے بے خوفی سے کام کر رہے ہیں اور آج دوپہر پہلی ٹرین روانہ ہو گئی ہے۔ پٹری میں

شگاف کا کھوج لگا کر کل اس کی مرمّت کر دی گئی اور اس حرکت کے ذمّہ دار قبائل کے مَلِکوں کو پولیٹکل ایجنٹ نے گرفتار کر لیا ہے۔ خوراک کی صورتِ حال تسلّی بخش ہے۔ کوئٹہ میں اب تک مرنے والوں کی تعداد نوّے اور زخمیوں کی تقریباً سو ہے۔

۲۔ دور افتادہ فوجی چوکیوں سے رابطہ قائم رکھنا مشکل ہوتا جا رہا ہے لیکن کل کی رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ پشین میں گڑبڑ ہوئی ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ آج صبح وہاں روانہ ہو گئے اور انہوں نے تصدیق کی کہ اکیس تاریخ کی سہ پہر کو کئی ہندوؤں کو قتل کیا گیا اور بازار لوٹ لیا گیا لیکن جلایا نہیں گیا۔ مجھے ابھی مصدّقہ خبر ملی ہے کہ بوستان اور خنائی میں بہت سے ہندوؤں کو قتل کر دیا گیا ہے لیکن ابھی تک صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ مَیں نے یہ انتظام کیا ہے کہ ایک فوجی دستہ فورٹ سنڈیمان سے کوئٹہ آتے ہوئے ژوب کی وادی میں راستے کے قصبوں اور ریلوے اسٹیشنوں سے باقی ماندہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ لیتا آئے۔

۳۔ فورٹ سنڈیمان، لورالائی، چمن، سبّی اور نوشکی میں امن و امان ہے۔ دو مضبوط فوجی گشتی دستے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چمن اور جیکب آباد جا رہے ہیں تا کہ وہاں اعتماد بحال کیا جائے اور صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے۔ ریاستِ قلات نے قبائلیوں کا داخلہ روکنے کیلئے سپیزند (Spezand) میں ایک فوجی دستہ بھیج کر ہماری مدد کی ہے۔ مَیں نے ان سے کچھی کے علاقے میں امن برقرار رکھنے کے لئے بھی کہا ہے۔

۴۔ عزت مآب سردار عبدالرّب نشتر اور ان کے رفقاء بخیریت پہنچ گئے ہیں۔

۵۔ معلوم ہوا ہے کہ ''سندھ آبزرور'' نے صورتِ حال پر انتہائی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میری تجویز ہے کہ انہیں تنبیہہ کی جائے کہ وہ حقائق کی پاسداری کریں۔ آج ہم یہاں ایک مفصّل اعلامیہ شائع کر رہے ہیں۔

جیوفری پرائر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۴
۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۳

۲.۲.۵

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے تار[2] میں یہ بھی شامل ہونا ہے۔

پشین میں بہت سنگین فساد برپا ہوا اور پولیٹکل ایجنٹ کے اندازے کے مطابق مرنے والے ہندوؤں کی تعداد اسّی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ملیشیا، پولیس اور لیویز کی کافی تعداد موجود ہوتے ہوئے بھی ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر صورتِ حال پر قابو نہیں پا سکا۔ ہمیں اس کی اطلاع تاخیر سے ملنے کی وجہ تار گھر کے عملے کا قتل ہے۔ ریلوے پولیس نے تصدیق کی ہے کہ بوستان میں بھی بھاری جانی نقصان ہوا ہے۔ وہاں پوسٹ ماسٹر کو تھانے کے سامنے قتل کیا گیا۔ ملیشیا نے، جس کا رویّہ تسلّی بخش رہا ہے، گلستان اور قلعہ عبداللہ میں ہندوؤں کی اکثریت کو بچا لیا۔ خانائی اور دوسرے مقامات پر ٹرینوں میں بھی اموات ہوئی ہیں۔ کشت وخون کے مندرجہ بالا اعداد وشمار شائع نہیں کیے گئے۔

۲۔ یہ مصدّقہ خبر ہے کہ ۱۲ اگست کو کوئٹہ سے تین میل دور ایک مقام پر دو با اثر ٹھیکیداروں ایس ہرمان سنگھ اور رائے صاحب پرمانند کو دیگر نو افراد سمیت قتل کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو اسٹاف کالج کے افسروں نے بچا لیا۔

۳۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ لاہور جانے والی بلوچ بٹالین ابھی کوئٹہ سے روانہ نہیں ہوئی تھی ورنہ بہت بھاری جانی نقصان ہو جاتا اور کوئٹہ بھی نذرِ آتش ہو جاتا۔ پولیس کی کارکردگی گاڑیوں کی کمی کے سبب متاثر ہوئی ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر پچھلے مارچ میں ہم نے اس میں بھاری اضافے کی کوشش کی تھی لیکن میرے پُرزور دلائل کے باوجود فنانس ڈپارٹمنٹ نے یہ تجویز مسترد کر دی۔

۴۔ فوج نے کھلے دل سے قابل قدر مدد کی اور اسٹاف کالج کی اعانت بھی خوش

آئندر ہی ہے۔

۵۔مَیں کوشش تو کر رہا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے اخباری اعلامیوں میں کوئی ایسی بات درج نہ ہو جو حکومت کیلئے شرمندگی کا باعث بنے لیکن ساتھ ہی میرا ارادہ ہے کہ رمزی تاروں میں اپنی رائے کا آزادی سے اظہار کروں اور ان کی غیر رمزی نقول اپنی ذاتی تحویل میں رکھوں۔

جیوفری پرائر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۹۵
۲۔دستاویز نمبر ۲.۲.۶

۲.۲.۶

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری)

کوئٹہ
۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

یہ حضورِ والا کے نام کل والے تار[2] کے تسلسل میں ہے۔
پچھلے اڑتالیس گھنٹوں میں کوئٹہ میں کوئی واردات نہیں ہوئی اور مضافاتی بستیوں میں بھی حالات پُرسکون رہے۔غیر مسلم پناہ گزینوں کی صورتحال بھی قابو میں ہے۔شہر میں صفائی کا کام ہو رہا ہے۔کوئٹہ آنے والی ٹرین آج دوپہر پہنچ رہی ہے۔ریاست قلات نے سپیزند اور کولپور (Kolpur) کے علاوہ پٹ (Pat) کے علاقے میں گشت کیلئے مزید دستے متھری (Mithri)، بیل پٹ (Belpat)، نٹال (Nuttal) اور لہری (Lahri) بھیج دیے ہیں۔عزت مآب سردار عبدالرّب نشتر اور جنرل محمد اکبر کے دورے کا بڑا خوشگوار اثر ہوا ہے۔انہوں نے متاثرہ علاقوں اور غیر مسلم پناہ گزینوں کے کیمپوں میں کافی وقت صرف کیا۔[3] رمزی حصہ بعد میں ارسال ہوگا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۹۶
۲۔دستاویز نمبر ۲.۲.۴
۳۔دستاویز نمبر ۲.۲.۷

۲.۲.۷

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

کھنڈروں میں لاشیں ملنے کے بعد کوئٹہ میں اموات کی تعداد ۱۲۳ ہو چکی ہے اور یہ تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ پشین اور بوستان کو ملا کر اس کی میزان ۳۰۰ تک پہنچ جائے گی۔ مَیں نے اس تعداد کی تشہیر نہیں ہونے دی۔

کل رات سبّی جاتے ہوئے فوجی گشتی دستے نے اس افواہ کی رپورٹ دی کہ پندرہ سو سے تین ہزار تک مری قبیلے کے لوگ سبّی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ آج علی الصبح گشتی دستہ سبّی پہنچ گیا مگر افواہ کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ پولیٹکل ایجنٹ اس کی تفتیش کر رہے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۷

۲.۲.۸

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

کوئٹہ اور بیرونی مقامات میں امن و امان رہا۔ تمام راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ریلوے اور ڈاک کا مواصلاتی نظام بحال ہو گیا ہے۔ سرکاری دفاتر اور کئی دوکانیں دوبارہ کھل گئی ہیں۔ مزید (غیر مسلم) پناہ گزیں شہر واپس آ گئے ہیں اور باقیوں کی حالت اطمینان بخش ہے۔ فوجی گشتی دستے نے رپورٹ دی ہے کہ پٹ (Pat) کے علاقے میں سندھ کی سرحد تک سکون ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ

چونکہ مری قبائلیوں کے متعلق رپورٹ کی تصدیق نہیں کر سکے لہٰذا اسے نظر انداز کر دینا چاہئے۔ ریلوے کی انتظامیہ نے سبّی اور جیکب آباد کے درمیان موجود ریلوے کے ہندو عملے کو جیکب آباد میں اکٹھا کر لیا ہے۔ کل رات سبّی کے اسٹیشن ماسٹر اور ریلوے کے کئی اور ملازمین بلا اجازت فرار ہو گئے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۹

۲.۲.۹

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے پیغام[2] میں یہ بھی شامل ہے۔

اموات کی تعداد کا جو اندازہ کیا گیا تھا وہ صحیح نکلا۔[3] سبّی کے پولیٹکل ایجنٹ جیکب آباد سے ابھی واپس آئے ہیں اور ان کی رپورٹ کے مطابق سرحد تک امن و امان ہے۔ انہوں نے تصدیق کی کہ مری قبائلیوں کے بارے میں افواہ بے بنیاد تھی اور مری اور بگتی کے تمن داروں نے اعانت کا وعدہ کیا ہے۔ سبّی کے اسٹیشن ماسٹر سمیت، ہندو عملہ اور سارے خاکروب فرار ہو گئے ہیں۔

۲۔ ہمیں ہنر مند ہندوؤں کے تشویش ناک انخلاء کا سامنا ہے۔ ان میں دو تہائی ڈاکٹر، سارے انجینئر، دستکار، مکینک اور بہترین کلرکوں اور خاکروبوں کی اکثریت شامل ہے۔

۳۔ خان[4] نے کوئٹہ کے پولیٹکل ایجنٹ کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۱۰

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۸

۳۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۷

۴۔ اے آر خان

۲.۲.۱۰

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔اہم/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

سارے ہندو سرکاری ملازمین پارٹیشن آفس کے احکامات کے بغیر ہی نکل بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مَیں گرفتاری کی دھمکیوں سے اس ''سیلاب'' کو روکنے کی سعی کر رہا ہوں لیکن ممنون ہوں گا اگر آپ ہندوستان کو اس ریڈیو اعلان پر آمادہ کر سکیں کہ جو افراد پارٹیشن آفس کے احکامات کا انتظار نہیں کر سکتے انہیں وہاں ملازمت نہیں دی جائیگی۔ یہ خود ہندوستان کے مفاد میں نہیں ہوگا کہ نامعلوم افراد کا غیر منظّم ہجوم ان پر نازل ہو جائے۔ میرا خیال نہیں کہ ان ملازمین کو اب کسی خطرے کا سامنا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۳۵

۲.۲.۱۱

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے تار[۲] میں یہ بھی شامل ہے۔

فوجی چھاپے کامیاب رہے۔ پولیس کے ایک چھاپے میں دس ہزار روپے، ایک مغویہ لڑکی اور اس کے دو چھوٹے بھائیوں کی بازیابی ہوئی۔ آج تک اغواء کی یہی واردات ہوئی ہے۔ مَیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ ۱۲ اگست کو پشین اسکاؤٹس کے صوبہ دار میجر نے آٹھ ہندوؤں کو بچا لیا

جنہیں لاری میں گلستان سے باہر لے جایا جا رہا تھا۔ آٹھ گز فتیلہ اور ساڑھے چار پاؤنڈ آتش گیر مادہ پکڑا گیا جو بم بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ ہندو اور سکھ یہاں سے جانے پر تلے ہوئے ہیں اور ہر روز تقریباً دو ہزار افراد روانہ ہو رہے ہیں۔ مَیں نے نارتھ ویسٹرن ریلوے سے کہا ہے کہ وہ مسافروں کی اس غیر معمولی تعداد سے جودھپور ریلوے کو خبردار کر دے۔ قیدیوں کو کامیابی سے کوئٹہ سے منتقل کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہاں دباؤ کم ہو گیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۳۶

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۱۰

۲.۲.۱۲

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری)

کوئٹہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

کوئٹہ میں پانچواں پُر امن دن گذرا اور صوبے بھر میں سکون ہے۔ (غیر مسلم) پناہ گزینوں کا مرکزی کیمپ کل بند کر دیا گیا۔ اعتماد بحال ہو رہا ہے۔ فوجی دستے اپنی گشت میں توسیع کر رہے ہیں۔ بازیابی کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ صحتِ عامّہ کے حالات تسلّی بخش ہیں۔ بیشتر دکانیں اب کھل گئی ہیں۔

رمزی حصہ اس کے بعد ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۴۳

۲.۲.۱۳

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے مغربی پنجاب کی حکومت سے کہا ہے کہ وہ مغربی پنجاب کے مہاجرین کو کوئٹہ آنے سے روکنے کیلئے ہر ممکن اقدام کریں اور اگر آپ بھی اس تجویز کی حمایت فرمائیں تو مَیں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ ایسے لوگوں کے داخلے کو روکنا ہمارے بس میں نہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ پنجاب والے اپنے لوگوں کی دیکھ بھال خود نہ کر سکیں۔ عام طور پر پنجابی مہاجرین یہاں مقبول نہیں ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۴۴

۲.۲.۱۴

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل، پاکستان۔ کراچی

حضورِ والا کے نام آج کے تار[۲] میں یہ بھی شامل ہے۔

اعتماد کی فضا آج کافی بہتر ہے اور ہندو آزادی سے گھوم پھر رہے ہیں۔ سرکاری ملازمین کو بدستور اپنا اپنا کام کرتے رہنے کا کل کا حکم غیر مقبول سہی مگر کارگر ثابت ہوا ہے۔[۳]

کل محض یہ واقعہ پیش آیا کہ قاضی عیسیٰ کے مکان پر مسلم لیگ کے ایک محافظ کو اپنے ہی ساتھی کی گولی لگ گئی جو اپنی بندوق صاف کر رہا تھا۔ پولیس نے دو لٹیروں کو گرفتار کر لیا۔ تفتیش

جاری ہے۔فوجی گشتی دستوں نے کسی خاص واقعہ کی اطلاع نہیں دی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۴۵
۲۔دستاویز نمبر ۲.۲.۱۲
۳۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

۲.۲.۱۵

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل۔کراچی

پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کوئٹہ بلکہ پورے بلوچستان میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔مزید دکانیں کھل گئی ہیں اور سرکاری دفاتر میں حالات معمول پر واپس آ رہے ہیں۔کل کرفیو میں مزید نرمی کر دی گئی تھی۔پشین اسکاؤٹس نے گلستان میں چھاپا مار کر آٹھ لٹیروں کو گرفتار کر لیا۔ رمزی حصہ بعد میں ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۶۲

۲.۲.۱۶

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

ژوب سے ابھی ملنے والی اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو قبائلی مَلِک حکومت سے تعاون

کررہے ہیں اورصورتِ حال تسلّی بخش ہے لیکن سرحد پار عناصر حالات کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوؤں کو کافی خدشہ تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد شاید مزید حملے ہوں لیکن کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۳

۲.۲.۱۷

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۳۰ اگست ۱۹۴۷ء

پورا ہفتہ کوئٹہ اور سارا بلوچستان پُرسکون رہے۔ باقی مسائل انتظامی نوعیت کے ہیں اور جب تک صورتِ حال خراب نہ ہو حضورِ والا کو حالات کی مزید رپورٹیں نہیں بھیجی جائیں گی۔ تازہ تفصیلی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئٹہ میں ڈھائی فیصد مکانات اور دس فیصد دکانیں جلا دی گئی ہیں۔ رمزی حصہ بعد میں ہے۔[2]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۴
۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۱۸

۲.۲.۱۸

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۳۰ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے تار[2] میں یہ بھی شامل کرلیا جائے۔ کوئٹہ میں جو لاشیں ملی ہیں ان

کی کل تعداد ۱۴۷ ہے اور پورے صوبے میں اندازاً کل تعداد ۳۳۰ ہے۔ پھلوں کی اہم تجارت کا نظام مکمل طور پر درہم برہم ہو گیا ہے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ رہی ہے کہ ہندوؤں سے اگر کاروبار کرنا ہے تو پھر انہیں قتل نہیں کیا جا سکتا۔

فسادات کی تفصیلی رپورٹ مرتّب ہو رہی ہے اور سوموار کو خصوصی نامہ بر کے ہاتھ دفترِ خارجہ کو ارسال کر دی جائے گی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۵

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۱۷

۳
باؤنڈری کمیشن

۳.۱
تعارفی تبصرہ[۱]

پنجاب، بنگال اور سلہٹ سے متعلق باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز نے، جو ماؤنٹ بیٹن کی موجودگی میں دونوں مملکتوں کے نمائندوں کے ۱۶ اگست کے اجلاس میں پیش کئے گئے[۲]، پاکستان میں ہیجان برپا کر دیا اور ملک بھر میں حیرت، صدمے اور مایوسی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ یہ ایوارڈز صریحاً غیر منصفانہ تھے۔ اس حد بندی سے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے خلاف فسادات بھڑک اٹھے۔ مسلم لیگ کا یہ اندیشہ کہ در پردہ سازشوں سے پاکستان کو پنجاب کے اہم علاقوں سے محروم کیا جا رہا ہے، جس کا اظہار لیاقت علی خاں نے ازمے سے ۱۱ اگست سے کیا تھا[۳]، آخر کار صحیح ثابت ہوا۔

یہ ایوارڈز، مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف برطانیہ کی معاندانہ پالیسی کے مظہر تھے جو وائسرایوں کے رویّے سے ظاہر ہوئی اور جس کی منصوبہ بندی گلینسی[۴] (Glancy)، جنکنز[۵]، مینن، راؤ[۶]، جارج ایبل[۷] اور ویول نے ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں کی تھی۔ ان منصوبوں کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے:

۱۔ پاکستان کو جتنا ممکن ہو ''چھوٹا اور نا قابلِ قبول'' بنایا جائے۔

۲۔ ہندوستان کو آسام کے غیر مسلم علاقوں تک پہنچنے کیلئے راہداری مہیا کی جائے۔[۸]

۳۔ سب سے معنی خیز خاکہ وہ تھا جو وی پی مینن اور بی این راؤ نے جنوری ۱۹۴۶ء میں ویول کے کہنے پر تیار کیا تھا۔[۹] اِس منصوبے کے تحت ویول نے حسبِ ذیل سفارش کی:

'' جغرافیائی وجوہات کی بناء پر گورداسپور کو لازماً امرتسر کے ساتھ جانا

چاہیے اور چونکہ امرتسر سکھوں کا مقدّس شہر ہے لہٰذا اسے پاکستان سے باہر رہنا چاہئے۔"

ویول نے اعتراف کیا:

"یہ بے ڈھب تو لگتا ہے کیونکہ لاہور ضلع کا بیشتر حصہ اپر باری دوآب کنال سے سیراب ہوتا ہے جس کا ہیڈ ورکس گورداسپور میں ہے لیکن ایسا حل کوئی نہیں جس میں ایسی مشکلات نہ ہوں۔"[10]

اصل مدعا یہ تھا کہ در پردہ کشمیر کو گورداسپور ضلع میں پٹھانکوٹ کے راستے ہندوستان سے زمینی تعلق مل جائے جیسا کہ مینن نے بعد میں لکھا:

"ممکن ہے کہ کشمیر جیسی مسلم اکثریتی ریاست زیادہ دیر تک پاکستان سے علیحدہ نہ رکھی جا سکے اور ہم اس مسئلے کو اپنا قدرتی حل تلاش کرنے کیلئے چھوڑے دیتے ہیں۔ حیدرآباد کے برعکس (جو ہندوستان کی آغوش میں واقع ہے) کشمیر پاکستان کی آغوش میں نہیں ہے لہٰذا وہ ہندوستان کے ساتھ راہداری کا مطالبہ کر سکتا ہے بشرطیکہ ضلع گورداسپور کا ایک حصہ مشرقی پنجاب کو دے دیا جائے۔"[11]

۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مینن کی اس سفارش کی توثیق کرتے ہوئے ماؤنٹ بیٹن نے نواب بھوپال اور مہاراجہ اندور سے کہا کہ کشمیر کا "جغرافیائی محل وقوع کچھ ایسا ہے کہ وہ دونوں میں سے کسی بھی مملکت میں شامل ہو سکتا ہے بشرطیکہ حد بندی کمیشن گورداسپور کا کچھ حصہ مشرقی پنجاب میں شامل کر دے۔"[12]

شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نے ریڈکلف پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ پنجاب کے باؤنڈری ایوارڈ میں تبدیلی کر کے فیروز پور اور زیرا کی تحصیلیں بھی ہندوستان کو دے دیں جو پہلے پاکستان میں شامل کی گئی تھیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سیکرٹری کرسٹوفر بومانٹ (Christopher Beaumont) کے اُس نقشے میں جو وائسرائے کے عملے نے ۸ اگست کو جنکنز کو بھیجا تھا فیروز پور اور زیرا پاکستان میں شامل تھے لیکن[13] ۱۱ اگست کے لگ بھگ

جارج ایبل نے جنکنز کو بتایا کہ جس علاقے میں فیروز پور اور زیرا شامل ہیں اسے نقشے سے نکال دیا جائے۔[۱۴]

اگرچہ ماؤنٹ بیٹن[۱۵] اور ریڈکلف[۱۶] دونوں ہی نے اس سے انکار کیا ہے کہ انہوں نے ایوارڈ میں کوئی تبدیلی کی تھی۔ بومانٹ نے ۱۹۹۲ء میں اعتراف کیا کہ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کے فائدے کیلئے باؤنڈری ایوارڈ میں ریڈکلف سے فیروز پور اور زیرا کے متعلق ترمیم کروائی تھی۔[۱۷] انہوں نے ماؤنٹ بیٹن کے جوائنٹ پرائیویٹ سیکرٹری والٹر کرسٹی (Walter Christie) کی ڈائری میں ۱۱ اگست کے اس اندراج کا بھی حوالہ دیا ''ہز ایکسیلنسی کو ریڈکلف کو پنجاب کی باؤنڈری بدلنے کی ترغیب دینے سے روکنا بہت دشوار ہو رہا ہے۔''[۱۸] اس نئے ثبوت سے واضح ہو گیا کہ ماؤنٹ بیٹن نے یقیناً ریڈکلف ایوارڈ میں تبدیلی کرائی تھی اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت[۱۹] گورداسپور ہندوستان کو دے کر اُس سے کشمیر کے الحاق کی راہ ہموار کی تھی۔

بنگال میں ریڈکلف نے مرشد آباد کا مسلم اکثریتی ضلع، ضلع ندیا کا دو تہائی، پورا مالدہ، اور جیسور کے دو پولیس تھانے، بن گاؤں اور گائے گھاٹا، ہندوستان کو عطا کر دیے حالانکہ یہ سارے علاقے اصولی طور پر پاکستان میں شامل کئے گئے تھے۔ ہندوستان کو مغربی بنگال سے آسام تک پاکستان کے علاقے دیناجپور میں سے ایک راہداری فراہم کی گئی اور اس طرح سے ۳۵ لاکھ مسلمان آبادی کا چھ ہزار مربع میل رقبہ ہندوستان کو دے دیا گیا۔ کلکتہ بھی ہندوستان میں شامل کر دیا گیا حالانکہ یہ مشرقی بنگال کی معیشت کیلئے لازم ملزوم تھا کیونکہ وہیں کلکتہ کی ملوں کیلئے ساری پٹ سن پیدا ہوتی ہے۔ سردار پٹیل نے ۱۵ جنوری ۱۹۵۰ء کو کلکتہ کے ایک جلسۂ عام میں بتایا کہ کانگریس نے یہ تہیّہ کر رکھا تھا کہ ''اگر کلکتے کا شہر ہندوستان کو نہ دیا گیا تو بنگال کی تقسیم کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔'' مینن[۲۰] نے بھی اپنے ''پاکستان کے علاقوں کی حد بندی'' نوٹ میں معنی خیز طور پر کلکتے کو پاکستان کے علاقوں سے علیحدہ قرار دیا تھا۔ بنگال کی مجوزہ ضلع واری تقسیم میں دارجلنگ اور جل پائیگوڑی کو بھی ہندوستان میں شامل کیا گیا تھا۔

سلہٹ کے معاملے میں ایوارڈ نے پاکستان کو گوالپاڑہ، کچھار اور نوگاؤں کے مسلم

اکثریتی اضلاع اور خود سلہٹ کو تین تھانوں سے محروم کر دیا۔ البتہ چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے پاکستان کو دے دیے گئے کیونکہ ''انہیں اس ملک کے سوا جس کے پاس چٹاگانگ کا ضلع ہو کسی دوسرے ملک کو سونپنا بہت مشکل تھا۔''[۲۱]

من مانی حد بندی کے یہ شاہکار ایوارڈز ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء کو شائع کیے گئے جس سے فوری طور پر پاکستان میں رنج اور شدید مایوسی پھیل گئی۔ ۲۱ اگست کے ''ڈان'' نے انہیں ''علاقائی قتل'' سے تعبیر کیا اور احتجاج کیا کہ ''پاکستان کو دھوکے سے پنجاب، بنگال اور سلہٹ کے ایسے وسیع علاقوں سے محروم کر دیا گیا جن پر اس کا لاینفک حق تھا۔''[۲۲] قائد بھی اپنے ہم وطنوں کے صدمے میں برابر کے شریک تھے لیکن انہوں نے تلقین کی کہ سب کچھ ہمّت اور حوصلے سے برداشت کیا جائے۔ انہوں نے کہا:

''ہندوستان قطعی اور اٹل طور پر تقسیم ہو چکا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری اس عظیم اور آزاد اسلامی مملکت کی حد بندی میں کیسی کیسی ناانصافیاں کی گئی ہیں۔ ہمیں جتنا مختصر کیا جا سکتا تھا کر دیا گیا اور جو آخری دھچکا ہمیں لگا وہ باؤنڈری ایوارڈ تھا۔ یہ ایوارڈ نہ صرف غیر منصفانہ اور ناقابلِ فہم ہے بلکہ بدنیتی پر مبنی ہے۔ اسے ایک قانونی فیصلہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ ایک سیاسی ایوارڈ ہے۔ تاہم چونکہ ہم اسے تسلیم کرنے کا عہد کر چکے ہیں اب ہم اسکے پابند ہیں۔''[۲۳]

اس ناروا حد بندی نے پاکستان کو مجبور کر دیا کہ وہ اقوامِ متحدہ سے احتجاج کرے۔ پاکستان کے وزیرِ خارجہ ظفر اللہ خان نے پنجاب کی تقسیم میں ماؤنٹ بیٹن کے مشکوک کردار کی جانب بین الاقوامی ادارے کی توجہ مبذول کرائی۔[۲۴] ماؤنٹ بیٹن نے ان الزامات پر شدید ردِعمل ظاہر کیا اور وزیرِ اعظم ایٹلی[۲۵] اور دولتِ مشترکہ کے سیکرٹری نوئیل بیکر[۲۶] (Noel-Baker) سے درخواست کی کہ وہ ان الزامات کی تردید کریں۔

نوئل بیکر نے ظفر اللہ خان کو دھمکا کر باز رکھنے کی کوشش کی کہ وہ ماؤنٹ بیٹن پر یہ تہمت نہ لگائیں کہ انہوں نے پاکستان کے خلاف ریڈکلف ایوارڈ میں آخری وقت تبدیلی کرائی تھی اور یہ

کہ حکومتِ ہند سکھ رہنماؤں کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی تھی۔

''میرا مشورہ ہے کہ ان الزامات کو پیش کرنا انتہائی غیر دانشمندانہ اور نازیبا قدم ہوگا۔ غیر دانشمندانہ اسلئے کہ ہم ضرور ان کی تردید کریں گے اور نازیبا اس لئے کہ ان سے ہندوستان میں ملک معظم کے نمائندے کے وقار اور شہرت پر برا اثر بڑے گا جو علانیہ اپنی مدافعت نہیں کرسکتا۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ کے ایسے ارادے کے متعلق ہم نے جو کچھ سنا ہے وہ غلط ثابت ہوگا۔''[۲۷]

بعدازاں ازمے نے لندن سے ماؤنٹ بیٹن کو اطلاع دی کہ ایٹلی سے انہیں معلوم ہوا ہے کہ ''ظفر اللہ باؤنڈری کمیشن پر سارے فضول الزامات سے دستبردار ہوگئے ہیں''۔[۲۸]

باؤنڈری ایوارڈ کا اعلان کس دن کیا جائے، اس پر بھی اختلاف پیدا ہوگیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ۱۱ جولائی کو کہا ''جناح، نہرو اور باؤنڈری کمیشن کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کام ۱۵ اگست تک مکمل ہو جائے اور سر ریڈکلف بھی رضامند ہیں''۔[۲۹] تاہم خود ماؤنٹ بیٹن کی خواہش تھی کہ یہ کارروائی ۱۰ اگست تک مکمل ہو جائے کیونکہ بقول ان کے ''۱۵ اگست سے فوراً پہلے آخری لمحوں میں ان ایوارڈز کے اعلان سے بدنظمی کا خطرہ بڑھ سکتا ہے''۔[۳۰]

سیروائی (Seervai) کی کتاب ''دی پارٹیشن آف انڈیا: لے جنڈ اینڈ ریالٹی''، (The Partition of India:Legend and Reality)، ۱۹۹۰ء کے مطابق ماؤنٹ بیٹن نے ان ایوارڈز کو ۱۵ اگست کے بعد تک روکے رکھنے کا فیصلہ ان وجوہات کی بناء پر کیا تھا:

الف۔ یہ نزاعی ایوارڈز آزادی کے دن کی تقریبات میں بدمزگی پیدا کردیں گے۔[۳۱]

ب۔ چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کی پاکستان میں شمولیت سے کانگریس کا مخالفانہ ردِعمل کہیں ''آزادی کے بعد ہندوستان اور برطانیہ کے تعلقات پر تباہ کن اثرات نہ ڈالے''۔[۳۲]

ج۔ ۱۵ اگست کے بعد ان کی اشاعت سے بالخصوص پاکستان میں صدمہ اور مایوسی کم ہوگی اور انگریزوں سے نفرت میں زیادہ شدّت نہیں رہے گی۔[۳۳]

ایوارڈز کے اعلان میں تاخیر کی ایک بودی دلیل ماؤنٹ بیٹن نے ان الفاظ میں دی:

''سر سِرل ریڈکلف نے ۱۳ اگست کو یہ ایوارڈ اس وقت پیش کیا جب مَیں ۱۴ اگست کو آزادی کی تقریبات میں شرکت کیلئے کراچی روانہ ہونے والا تھا اور دوسرے ہی دن دہلی میں آزادی کی تقریبات تھیں۔ لہٰذا مَیں نے ان ایوارڈز کو روکے رکھا، تا کہ ۱۶ اگست کو مَیں ان پر پنڈت نہرو اور مسٹر لیاقت علی خاں سے تبادلۂ خیال کرلوں۔''[۳۴]

ان کے سرکاری سوانح نگار فلپ زیگلر (Philip Ziegler) کی رائے کی روشنی میں ماؤنٹ بیٹن ایک چالباز انسان کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ''ماؤنٹ بیٹن اپنی تعریف وتوصیف کی خاطر جھوٹ کو سچ پر ترجیح دیتے تھے۔ اگر کوئی مقصد ان کے خیال میں اچھا ہوتا تو اس کے حصول میں جوڑتوڑ اور حتیٰ کہ چالبازی کو بھی نامناسب نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایسے عمل کو جائز اور 'ہاتھ کی صفائی' شمار کرتے۔ صریح جھوٹ اگرچہ ممنوع تھا لیکن مصلحت آمیز جھوٹ کی اجازت تھی''۔[۳۵]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کا تعارف
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۸
۳۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۴
۴۔ جناح پیپرز جلد اوّل/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵
۵۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۱۰ کا ملفوفہ ۲ اور دستاویز نمبر ۶۷
۶۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۳۷
۷۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۴۰ اور ۴۱
۸۔ جناح پیپرز جلد دوم کا تعارف صفحہ ۲۳
۹۔ جناح پیپرز جلد اوّل/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۴۵
۱۰۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۳
۱۱۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۰، ایلسٹیئر لیم اس نتیجے پر پہنچے کہ ''اگر حد بندی کمیشن گورداسپور کی تین مشرقی تحصیلیں ہندوستان کو دے دیتا تو جموں وکشمیر کا ہندوستان سے الحاق قابلِ عمل ہوسکتا تھا۔'' دیکھئے ''کشمیر ایک متنازعہ ورثہ ۱۹۹۰-۱۸۴۶ء''، (Kashmir: A Disputed Legacy 1846-1990)، کراچی، ۱۹۹۲ء
۱۲۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۳۵
۱۳۔ دستاویزات نمبر ۳.۱.۱ اور ۳.۱.۲

۱۴۔ دستاویز نمبر ۱.۱.۳ کا نوٹ ۲
۱۵۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۳۱
۱۶۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۳۴
۱۷ اور ۱۸۔ دستاویز نمبر ۵.۴.۳
۱۹۔ جناح پیپرز جلد اوّل/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۳
۲۰۔ دی اسٹیٹسمین، دہلی، ۱۷ جنوری ۱۹۵۱ء
۲۱۔ دستاویز نمبر ۲.۳ کا ضمیمہ ۲
۲۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۱۷
۲۳۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۴.۱.۲
۲۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۲۸
۲۵۔ دستاویز نمبر ۲.۴.۳
۲۶۔ دستاویز نمبر ۳.۴.۳
۲۷۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۲۷
۲۸۔ دستاویز نمبر ۴.۴.۳
۲۹۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲
۳۰۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۲۰۰
۳۱۔ ''دی پارٹیشن آف انڈیا: لے جنڈ اینڈ ریالٹی'' مصنفہ ایچ ایم سیروائی، بمبئی، ۱۹۹۰ء
۳۲۔ دستاویز نمبر ۱.۱.۸
۳۳۔ ''دی پارٹیشن آف انڈیا''، مصنفہ سیروائی
۳۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۳۲
۳۵۔ ''ماؤنٹ بیٹن، دی آفیشل بایوگرافی''، مصنفہ فلپ زیگلر، لندن، ۱۹۸۵ء۔ مزید دیکھئے ''دی پارٹیشن آف انڈیا'' مصنفہ سیروائی

۳.۱.۱

جارج ایبل بنام ایس ای ایبٹ (S. E. Abbott)[1]

انتہائی خفیہ
۸ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر ایبٹ

ملفوف نقشے[2] میں اندازاً وہ حد بندی دکھائی گئی ہے جو سر سرل ریڈکلف اپنے ایوارڈ میں تجویز کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی کرسٹوفر بومانٹ کا وضاحتی نوٹ[3] ارسال ہے۔ اگرچہ اس حد بندی

میں کچھ زیادہ ردّوبدل کا امکان نہیں ہے لیکن ضلع لاہور کے دیہات اور ذیل داری حدود کا واضح تعیّن کرنا باقی ہے۔

آئندہ ۲۴ گھنٹوں میں ایوارڈ کے ملنے کی توقع ہے۔اس کے اعلان کا امکانی وقت مَیں بعد میں آپ کو بتادوں گا۔اگر گورنر صاحب اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں تو آپ مجھے فون کردیں۔

آپ کا مخلص

جی ای بی ایبل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر۳

۲۔ نقشے میں جو سرحدی خط دکھایا گیا تھا اس میں فیروزپور اور زیرا کی پوری تحصیلیں پاکستان میں شامل تھیں۔ وائسرائے ہاؤس سے ۱۰ یا ۱۱ اگست کو خفیہ فون پر ایک پیغام موصول ہوا کہ یہ تحصیلیں خارج کردی جائیں۔ان دستاویزات کو پاکستان کے وزیرِ خارجہ نے بطور ثبوت پیش کیا۔ ۱۹۶۷ء میں لندن کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز کے ایک سیمینار میں پروفیسر زیڈ ایچ زیدی کے ایک سوال کے جواب میں ریڈکلف نے اعتراف کیا کہ انہوں نے باؤنڈری کمیشن سے متعلق سارا مواد تلف کردیا تھا۔

۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر۳ کا انکلوژر۔شائع نہیں کیا گیا۔

۳.۱.۲

ایون جنکنز کی یادداشت[۱]

۸ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے اسکاٹ[۲] جنرل ریز[۳] کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔اس کا ماحصل یہ نظر آتا ہے کہ:

(۱)۔گورداسپور سوائے شکرگڑھ تحصیل کے مشرقی پنجاب کو جائے گا۔

اقدام: شکرگڑھ تحصیل کو جوں کا توں سیالکوٹ کے ضلع میں لے جانا ہوگا۔

(۲)۔ضلع لاہور کے بہت سے غیر صراحت شدہ دیہات مشرقی پنجاب میں جائیں گے۔

اقدام: جب حد بندی ہو جائیگی تو ان دیہات کو لاہور سے نکال کر امرتسر میں (تحصیل ترن تارن) لے جانا ہوگا۔

(۳)۔فیروزپور اور زیرا کی تحصیلیں مغربی پنجاب کو جائیں گی۔

اقدام (الف): ان تحصیلوں کا تبادلہ ضلع لاہور میں کرنا ہوگا۔
(ب): ایک نیا مشرقی ضلع بنانا پڑے گا (موگا میں؟) جس میں موگا، مُکتسر، فاضلکا کی تحصیلیں اور نتھانہ اور آبوہار کی ذیلی تحصیلیں شامل ہوں گی۔

۲۔ اب ہمیں چاہئے کہ سیالکوٹ، گورداسپور، امرتسر، لاہور اور فیروز پور (اور شاید گجرانوالہ، شیخوپورہ) کے ڈپٹی کمشنروں کو اس کی اطلاع دیدیں۔[۴]

۳۔ کل صبح انسپکٹر جنرل پولیس کی جنرل ریز کے ساتھ کانفرنس ہوگی۔

(ایون جنکنز)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۴
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۱
۳۔ کمانڈر پنجاب باؤنڈری فورس
۴۔ حاشیہ پر جنکنز نے لکھا ''بہتر ہے کہ یہ کام آئی جی پولیس کرے۔''

۳.۱.۳

مہاراجہ بیکانیر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار)[۲]

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

یہ افواہ بہت گرم ہے کہ باؤنڈری کمیشن تحصیل فیروز پور مغربی پنجاب کو دینا چاہتا ہے۔ اس تحصیل میں بیکانیر — گنگ نہر کے ہیڈ ورکس واقع ہیں اور موجودہ معاہدے کے تحت ریاست اس دوامی نہر سے پانی کی مخصوص مقدار کی حقدار ہے۔ اگر اس پانی کا انتظام اور نگرانی کلی طور پر مغربی پنجاب کے ہاتھ آ گئی تو ریاست بیکانیر کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے کیونکہ اس کی معیشت کا دارومدار نہر گنگ کے پانی پر ہے۔ امید ہے کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ پر حتمی فیصلہ کرتے وقت حضورِ والا بیکانیر ریاست کے مفادات کا بھی خیال رکھیں گے کیونکہ معاہدے کا ایک فریق ہوتے ہوئے بھی اس انتظام کے بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ گذارش ہے کہ فیصلے سے پہلے

حضورِ والا میرے وزیرِ اعلیٰ اور چیف انجینئر آبپاشی کو حقائق پیش کرنے کا موقع دیں جو ۱۱ تاریخ کو دہلی پہنچ رہے ہیں۔

مہاراجہ بیکانیر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۷

۲۔ بیکانیر کے چیف انجینئر آبپاشی کنور سین (Kanwar Sain) اپنی کتاب ''ایک انجینئر کی یادداشتیں''، (Reminiscences of an Engineer)، نئی دہلی، ۱۹۷۸ء۔ میں کہتے ہیں کہ ''مَیں اور سردار پانیکر (بیکانیر کے وزیرِ اعلیٰ) ۱۱ اگست کو ماؤنٹ بیٹن سے ملے تو ماؤنٹ بیٹن نے اس مسئلے پر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم جب وائسرائے سے کہا گیا کہ مہاراجہ نے عندیہ دیا ہے کہ اگر فیروز پور ہیڈ ورکس اور گنگ کنال پاکستان میں شامل ہو گئے تو بیکانیر کیلئے پاکستان میں شامل ہونے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوگا تو ماؤنٹ بیٹن کے چہرے کا رنگ بدلتا نظر آیا''

۳.۱.۴

ایچ ایل از مے بنام لیاقت علی خاں[۱]

نجی/ذاتی

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر لیاقت

محمد علی کے ذریعے آپ کا نجی پیغام[۲] ملنے پر مَیں دم بخود رہ گیا۔ میری سمجھ کے مطابق پیغام کا لبِ لباب حسبِ ذیل ہے:

۱۔ باؤنڈری کمیشن نے گورداسپور یا اس کا بیشتر حصہ مشرقی پنجاب کو دے دیا ہے اور یہ فیصلہ سیاسی مصلحت کی بنا کیا گیا ہے نہ کہ قانونی بنیادوں پر۔

۲۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ ایک شدید ناانصافی ہوگی، جسے انگریزوں کی جانب سے عہد شکنی گردانا جائیگا۔

اس سے پیشتر کہ مَیں اپنی رائے دوں بہتر ہوگا کہ میری دانست میں جو پس منظر ہے اس کی وضاحت کر دوں:

الف۔ وائسرائے نے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ کسی قسم کی ثالثی یا

باؤنڈری کمیشن سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہوگا۔

ب۔ خود ہندوستان کے رہنماؤں نے باؤنڈری کمیشنوں کے ارکان کے انتخاب اور ان کی شرائط کار کا تعیّن کیا اور وعدہ کیا کہ ایوارڈ جیسا بھی ہوا اس کی تعمیل کی جائے گی۔

ج۔ وائسرائے کا ہمیشہ سے اور اب بھی یہی مصّمم ارادہ ہے کہ وہ اس سارے کاروبار سے علیحدہ رہیں گے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے آپ کو بتایا تھا کہ جب ریڈکلف نے اپنی شرائطِ کار کے بارے میں ان سے استفسار کیا تو ان کا جواب تھا کہ وہ اپنی رائے کے اظہار تک کو مناسب نہیں سمجھتے۔

لہٰذا میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ مجھ سے اور کس اقدام کی توقع رکھتے ہیں۔ اوّل تو ریڈکلف کی حتمی رپورٹ ابھی تیار نہیں ہوئی اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ آپ کس بناء پر یہ کہہ رہے ہیں کہ گورداسپور مشرقی پنجاب کو دے دیا گیا ہے۔

بالفرض اگر آپ کا خدشہ درست ہے تو بھی آپ ہرگز یہ توقع نہ رکھیں کہ وائسرائے ریڈکلف کو کسی تبدیلی کا مشورہ دیں گے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ وائسرائے کو الزام دے رہے ہیں کہ وہ اس ایوارڈ پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ گو بعض لاعلم عناصر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ایوارڈ ریڈکلف کا نہیں بلکہ وائسرائے کا ہوگا[۲] لیکن مَیں ایک لمحے کیلئے بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ آپ بھی، جو ہر چیز سے واقف ہیں، یہ گمان رکھ سکتے ہیں کہ وائسرائے ایسے کام میں ملوث ہوں گے۔

آپ کا مخلص

ازمے

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۹
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ا

۳.۱.۵

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ایون جنکنز[1]

(تار۔فوری/خفیہ)

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

اب یہ واضح ہے کہ پنجاب اور بنگال کے مکمل ایوارڈز ۱۵ کی شام یا ۱۶ کی صبح سے پہلے اشاعت کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔ مَیں نے ترویدی کو آگاہ کر دیا ہے اور وہ اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ ۱۵ تاریخ کو مشرقی اور مغربی پنجاب کی دونوں حکومتیں متوقع سرحدوں کے مطابق باگ ڈور سنبھال لیں اور جہاں ضرورت پڑے وہاں بعد میں ردّوبدل کر لیں۔

(ماؤنٹ بیٹن آف برما)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۰

۳.۱.۶

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام فریڈرک بروز وایون جنکنز[1]

(تار۔انتہائی فوری)

کیمپ کراچی

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

آپ بے شک یہ اعلان کر دیں کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز ۱۶ اگست سے پہلے اشاعت کیلئے تیار نہیں ہو سکتے اور ان کی اشاعت اور تعمیل ہونے تک مشرقی اور مغربی بنگال/ پنجاب کی حکومتیں متوقع سرحد کے مطابق باگ ڈور سنبھال لیں۔

(صرف جے پی ایس وی[2] کیلئے: پنڈت نہرو کے اتفاقِ رائے کے بعد اسی طرح کا

اعلان دہلی میں بھی کر دیں۔ حکومتِ پاکستان نے منظور کر لیا ہے)۔[۱]

(ماؤنٹ بیٹن آف برما)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۲

۲، ۳۔ وائسرائے کا جوائنٹ پرائیویٹ سیکرٹری والٹر کرسٹی جس نے ۱۴ اگست کو لکھا ''پنڈت نہرو متفق ہیں''۔

۳.۱.۷

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[۱]

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر جناح

مجھے اطلاع ملی ہے کہ سر سِرل ریڈکلف آج باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ بھیج رہے ہیں لیکن وہ میرے کراچی روانہ ہونے سے پہلے نہیں پہنچ سکے گا لہٰذا فی الحال مجھے اس کے متن کا علم نہیں ہے۔

میرا یہ ارادہ تھا کہ جونہی یہ موصول ہو مَیں اسے گزٹ ایکسٹرا آرڈیزی میں شائع کرادوں گا اور نقشوں کی نقول بنوالوں گا لیکن جو خبریں مَیں نے سنی ہیں اور ہندوستان اور پاکستان کے رہنماؤں سے جو پیغامات[۲] مجھے ملے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان فیصلوں کی نوعیت کے بارے میں کئی اندیشے پائے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ان ایوارڈز پر ہندوستان اور پاکستان کے بااختیار نمائندوں کے درمیان گفت وشنید ہوئے بغیر ان کی اشاعت کر دی جائے۔ اس گفت وشنید کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

الف۔ اشاعت کے وقت اور طریقے کا فیصلہ کرنا اور

ب۔ پارٹیشن کونسل نے ایوارڈ تسلیم کرنیکی جو ذمہ داری قبول کی تھی اس پر عمل درآمد کرانے کا طریقۂ کار وضع کرنا۔

اس اجلاس سے فریقین کو یہ موقع ملے گا کہ وہ چاہیں تو اتفاقِ رائے سے سرحدوں

میں ردّوبدل کر سکتے ہیں۔

لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ مہربانی فرما کر وزارتی سطح کے کسی نمائندے یا نمائندوں کو دہلی بھیج دیں تا کہ ہفتہ ۱۶ اگست کی صبح جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہ اجلاس منعقد ہو جائے۔ امید ہے کہ تب تک ایوارڈ اور نقشوں کی نقول تیار ہو جائیں گی جن پر اس اجلاس میں غور کیا جائے گا۔[۳]

اس اجلاس کیلئے مَیں گورنمنٹ ہاؤس (وائسرائے ہاؤس کا نیا نام) آپ کی تحویل میں دینے کیلئے تیار ہوں۔ اجلاس کی صدارت کرنا میرے لئے ممکن نہیں بلکہ میرے خیال میں اس اجلاس میں میری شرکت بھی نامناسب ہوگی۔ لیکن اگر دونوں فریق مجھ سے مشورہ کرنا چاہیں تو مَیں موجود رہوں گا۔

مزید یہ کہ بنگال اور پنجاب کے گورنروں کو بتا دیا گیا ہے[۴] کہ ۱۵ اگست سے لے کر اس وقت تک جب یہ ایوارڈ شائع ہو کر نافذ نہ ہو جائے متوقع سرحدوں کے اندر تمام علاقوں کی ذمّہ دار ہر صوبے کے دونوں حصوں کی حکومتیں ہوں گی۔[۵]

مَیں نے ایسا ہی ایک خط پنڈت نہرو کو بھی لکھا ہے۔ آپ کے نمائندے کو مَیں بخوشی گورنمنٹ ہاؤس میں ٹھہراؤں گا۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۳

۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۴

۳۔ پنڈت نہرو کو اسی طرح کے خط میں ماؤنٹ بیٹن نے لکھا ''اگر مسٹر جناح نے منظور کر لیا تو کل کراچی سے واپسی پر آپ کو مطلع کر دوں گا۔ ''لیاقت ۱۶ اگست کے اجلاس کیلئے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچنے پر تیار ہو گئے''۔

۴۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۶

۵۔ گزٹ آف پاکستان ایکسٹرا آرڈیزی میں یہ ایوارڈز ۱۷ اگست کو شائع ہوئے۔

۳.۱.۸

لوئی ماؤنٹ بیٹن اور پاکستان و ہندوستان کے نمائندوں کا اجلاس[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔ نئی دہلی

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں	جواہر لال نہرو
فضل الرحمٰن	ولبھ بھائی پٹیل
محمد علی	بلدیو سنگھ

وی پی مینن (V. P. Menon)

ارسکین کرم (Erskine Crum)

اس اجلاس[۲] میں باؤنڈری کمیشنوں کے ایوارڈز[۳] زیرِ غور آئے جن کی نقول وزراء کو مشترکہ دفاعی کونسل (Joint Defence Council) کے اجلاس کے بعد فراہم کر دی گئی تھیں۔

بنگال

۲۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ انھوں نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ باؤنڈری کمیشن اپنی شرائطِ کار کے تحت چٹاگانگ ہل ٹریکٹس (Chittagong Hill Tracts) کو مشرقی بنگال کے حوالے کر سکتا ہے۔ ممتاز ماہرین قانون نے بھی اس نقطۂ نظر کی توثیق کی ہے۔ یہ ٹریکٹس خارج شدہ علاقے تھے اور بنگال کونسل میں ان کی نمائندگی نہیں تھی۔ انھوں نے اور ان کے رفقاء نے علاقے کے سرداروں کو، جو ان کے پاس آئے تھے، یقین دہانی کرائی تھی، کہ ان کے علاقے کو پاکستان میں شامل کیا جانا خارج از امکان ہے۔ اس خطے کی آبادی اگرچہ تھوڑی (تقریباً ۵ لاکھ) ہے مگر ان

میں ۹۷ فیصد ہندو اور بودھ ہیں اور بلا شک وہاں کے لوگ مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے ہندوستان میں شامل ہونے کو ترجیح دیں گے۔ لہٰذا چٹا گانگ ہل ٹریکٹس کو ہندوستان کا حصہ ہونا چاہئے۔ سر سِرل ریڈکلف (Cyril Radcliffe) کو اس مسئلے میں ہاتھ ڈالنے سے باز رہنا چاہئے تھا۔

۳۔ گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن نے وہ وجوہات بیان کیں جن کی بناء پر سر ریڈکلف نے سلہٹ کو مشرقی بنگال میں شامل کیا۔ انہوں نے خصوصی طور پر اس اقتصادی بندھن کی طرف توجہ دلائی جو ضلع چٹا گانگ اور ہل ٹریکٹس کے درمیان موجود ہے۔ انہوں نے چٹا گانگ کی بندرگاہ کیلئے دریائے کرنافُلی کی مناسب نگرانی کی اہمیت پر بھی زور دیا جو ہل ٹریکٹس کے درمیان سے گذرتا ہے۔

۴۔ مسٹر فضل الرحمٰن کا خیال تھا کہ ضلع چٹا گانگ سے علیحدہ ہو کر چٹا گانگ ہل ٹریکٹس کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا۔ ان کی رائے میں ہل ٹریکٹس کی مشرقی بنگال میں شمولیت شرائطِ کار کے مطابق تھی۔ درحقیقت ''ملحقہ'' کی شق اسے مغربی بنگال میں شامل کئے جانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

۵۔ گورنر جنرل نے بتایا کہ سر فریڈرک برّوز (Frederick Burrows)، گورنر بنگال کا یہ نقطۂ نظر رہا ہے کہ اگر ہل ٹریکٹس کو مشرقی بنگال کے ساتھ نہ رکھا گیا تو ان کی ساری معیشت درہم برہم ہو جائے گی۔ تاہم انہوں نے یقین دلایا کہ سر فریڈرک نے اس معاملے میں سر ریڈکلف سے کوئی بات نہیں کی۔ لہٰذا ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی طرح سے فیصلے پر اثر انداز ہوئے ہوں۔

۶۔ گورنر جنرل نے ایک ایسے تصفیے کی بھی نشان دہی کی جس کے تحت دریائے کرنافُلی کے بالائی حصّے کے پانی کے تحفّظ کے لئے دریا کی دونوں جانب کی پٹّی پاکستان کو دے دی جائے اور ہل ٹریکٹس کا بقیہ علاقہ ہندوستان کے سپرد ہو جائے۔

۷۔ مگر کسی فریق نے اسے اطمینان بخش حل قرار نہیں دیا۔ پنڈت نہرو کی رائے تھی کہ ہندوستان کو پورے علاقے کا انتظام دیا جانا چاہئے۔ دریا کی ہر دو جانب ایک پٹّی پاکستان کے

حوالے کر دینے کا مطلب علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ اگر چٹا گانگ ہل ٹریکٹس کا علاقہ ہندوستان کو دیدیا جائے تو دونوں حکومتوں کے درمیان ایک علیحدہ معاہدہ طے پا سکتا ہے جس کے ذریعے پاکستان کو ضروری سہولتیں دی جا سکتی ہیں۔

۸۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ وہ محض اس ایک علاقے میں ردّ و بدل کی تجویز پر غور کرنے کو تیار نہیں۔ دونوں کمیشنوں کے ایوارڈ کو مجموعی طور پر دیکھنے سے پتہ چلے گا کہ مسٹر ریڈکلف نے شرائطِ کار کے بنیادی اصول کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا ہے۔ مزید برآں چٹا گانگ ہل ٹریکٹس مشرقی بنگال میں پن بجلی کا واحد ذریعہ ہیں۔

۹۔ اس پر گورنر جنرل نے کہا کہ دونوں حکومتیں چاہیں تو علاقے کے باہمی تبادلے پر اتفاق کر سکتی ہیں۔ اگر چٹا گانگ ہل ٹریکٹس ہندوستان کو دئے جائیں تو پھر وہ مسلم اکثریت کا علاقہ جو ہندوستان کو دے دیا گیا ہو تبادلے میں پاکستان کو دیدیا جائے۔

۱۰۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ کمیشنوں کے فیصلوں سے مجموعی طور پر پاکستان کی اس قدر حق تلفی کی گئی ہے کہ وہ محض ایک معمولی ترمیم پر غور کیلئے تیار نہیں۔

۱۱۔ مسٹر فضل الرحمٰن نے ضلع دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی ہندوستان کو دینے کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ ان کی رائے میں سر ریڈکلف نے ایسا کر کے شرائطِ کار کے بنیادی اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔

پنجاب

۱۲۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ ان کے خیال میں پنجاب میں باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا سکھوں پر بہت بُرا اثر پڑے گا جن کا مسئلہ پہلے ہی بہت الجھا ہوا ہے۔

۱۳۔ سردار بلدیو سنگھ نے بھی کہا کہ ایوارڈ کے متعلق سکھوں کا ردِعمل انتہائی مخالفانہ ہوگا۔

۱۴۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ اس یوارڈ کا مسلمانوں میں بھی بہت منفی ردِعمل ہو گا۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ بحیثیت وزیراعظم پاکستان مغربی پنجاب میں سکھوں کے حقوق کا تحفّظ ان کا بھی اتنا ہی فرض ہے جس قدر ہندوستانی رہنماؤں کا مشرقی پنجاب میں ہے۔ انہوں

نے یقین دلایا کہ پاکستان میں ہر ایک کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

۱۵۔ سردار پٹیل نے کہا کہ پنجاب کے ایوارڈ کا واحد حل وسیع پیمانے پر انتقالِ آبادی ہے۔

۱۶۔ گورنر جنرل نے بتایا کہ انہوں نے مسٹر جناح سے ننکانہ صاحب کے بارے میں بات کی ہے جو سکھوں کو ان کے گوردوارے کے سلسلے میں ہر ممکن یقین دہانی کرانے کیلئے تیار ہیں۔ گورنر جنرل نے تجویز کیا کہ پاکستان کی طرف سے ایوارڈ کی اشاعت کے ساتھ ہی ننکانہ صاحب کے بارے میں ایک خصوصی اعلان جاری ہو جانا چاہیے۔

۱۷۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ سر فرانسس موڈی کی رائے میں پنجاب باؤنڈری فورس مشترکہ کنٹرول کی بجائے الگ الگ دونوں ملکوں کے کنٹرول میں دے دی جانی چاہیے۔ طے یہ پایا کہ اس تجویز پر انبالہ میں ہونے والے اجلاس میں غور کیا جائے جو اگلے روز ہونا تھا۔

۱۸۔ پنڈت نہرو نے تجویز کیا کہ وہ اور لیاقت علی خاں کل لاہور اور امرتسر کا دورہ کریں۔ اس پر اتفاق کر لیا گیا۔

۱۹۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ انہیں لاہور سے تشویش ناک اطلاعات ملی ہیں جہاں بیشمار سکھ اور ہندو ریلیف کیمپوں میں جمع ہو گئے ہیں اور ان کی حفاظت اور خوراک کا مناسب بندوبست نہیں۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ وہ مغربی پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ سے فوراً رابطہ کر کے انہیں مکمل حفاظتی انتظامات کرنے کے لئے کہیں گے۔ انہوں نے مزید تجویز پیش کی کہ پنجاب باؤنڈری فورس سے تارکینِ وطن کے انخلاء میں مدد کیلئے کہا جائے۔

ایوارڈز کی اشاعت

۲۰۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ وہ اس تجویز کے حق میں نہیں کہ موجودہ اجلاس میں دونوں حکومتوں کے نمائندے ایوارڈز میں ردّوبدل طے کریں۔ ان کی رائے میں ایوارڈز جیسے ہیں انہیں ویسے ہی شائع کر دینا چاہئے۔

۲۱۔ گورنر جنرل نے تجویز کیا کہ مشترکہ اعلامیے میں کہا جائے کہ دونوں وزرائے اعظم

نے ایوارڈز پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان میں غیر تسلّی بخش عناصر موجود ہیں جن کا وہ حکومتی سطح پر جائزہ لیں گے۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے اس کی مخالفت کی۔ ان کی رائے سے اتفاق کیا گیا کہ اعلامیے میں صرف اجلاس کا ذکر ہونا چاہئے اور کسی غیر تسلّی بخش عنصر یا انتقالِ آبادی کی طرف توجہ مبذول نہیں کرائی جانی چاہئے۔

۲۲۔ آخر میں پنڈت نہرو نے پھر اس بات پر زور دیا کہ وہ اور ان کے رفقاء اخلاقی مخمصے کا شکار ہیں کیونکہ گزشتہ دو تین ماہ کے دوران وہ چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کے نمائندوں کو یقین دلاتے رہے ہیں کہ ان کا علاقہ پاکستان میں شامل نہیں ہوسکتا۔ یہ یقین دہانی وکلاء سے مشورے کے بعد کرائی گئی تھی۔

۲۳۔ اس پر اتفاق ہوا کہ گورنر جنرل کل کے غیر معمولی گزٹ[۴] (Gazette Extraordinary) میں ایوارڈز شائع کر دیں اور اس کی نقول فوری طور پر مشرقی اور مغربی بنگال اور مشرقی اور مغربی پنجاب کے گورنروں کو بھیج دی جائیں۔

۲۴۔ اس پر بھی اتفاق ہوا کہ اس اجلاس میں اعلامیے کا جو مسودہ[۵] تقسیم کیا گیا تھا اسے متفقہ ترامیم کے ساتھ اسی رات جاری کر دیا جائے۔

۲۵۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے تجویز کیا کہ تمام حکّام کو ہدایات جاری کر دی جائیں کہ جب کبھی ایک ملک کے وزیر دوسرے ملک کا دورہ کرنا چاہیں تو اس دورے کے پروگرام اور مقاصد کے بارے میں متعلقہ لوگوں کو مکمل معلومات فراہم کی جائیں۔ پنڈت نہرو نے اس پر اتفاق کیا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۹
۲۔ یہ اجلاس ماؤنٹ بیٹن کی ۱۳ اگست کی تجویز پر منعقد ہوا تھا۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۷.۱.۳
۳ اور ۴۔ دستاویز نمبر ۲.۳
۵۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

۳.۲

باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز کا متن[1]

(گزٹ آف پاکستان ایکسٹرا آرڈیزی حکومتِ پاکستان)

کیبنٹ سیکریٹریٹ۔کراچی

۱۷ اگست ۱۹۴۷ء

عام اطلاع کے لئے پنجاب اور بنگال باؤنڈری کمیشنوں کے حسب ذیل ایوارڈز شائع کئے جارہے ہیں۔

محمد علی

سیکرٹری جنرل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۳۰

۳.۲ کا ضمیمہ ۱

چیئرمین پنجاب باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ

نئی دہلی

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب گورنر جنرل

مَیں پنجاب باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ اور ایوارڈ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کررہا ہوں جو قانون آزادیٔ ہند کی دفعہ ۴ کے تحت کمیشن کے چیئرمین کی حیثیت سے میرا فیصلہ ہے۔

۲۔ پنجاب باؤنڈری کمیشن کی تشکیل گورنر جنرل کے ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان[1] کے تحت ہوئی۔اس کمیشن کے مندرجہ ذیل اراکین مقرر ہوئے تھے۔

مسٹر جسٹس دین محمد	مسٹر جسٹس محمد منیر
مسٹر جسٹس مہر چند مہاجن	مسٹر جسٹس تیجا سنگھ

بعد میں مجھے اس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

۳۔ مذکورہ اعلان کی رو سے کمیشن کی شرائطِ کار[۲] حسبِ ذیل تھیں:

باؤنڈری کمیشن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ پنجاب کے دونوں حصوں کی تقسیم ملحقہ مسلم اکثریتی علاقوں اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر کرے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ''دیگر عوامل'' کو بھی پیشِ نظر رکھے گا۔

ہمیں بتایا گیا کہ ہم ۱۵ اگست سے پہلے کسی فیصلے تک پہنچ جائیں۔

۴۔ ابتدائی اجلاسوں کے بعد کمیشن نے متعلقہ فریقوں سے یادداشتیں اور دعوے طلب کئے جو کثیر تعداد میں موصول ہوئے۔

۵۔ کمیشن نے عوامی اجلاس لاہور میں کئے جو ۱۲ جولائی سے ۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء تک جاری رہے۔ زیادہ تر دلائل کانگریس، مسلم لیگ اور پنجاب قانون ساز اسمبلی کے سکھ ارکان کی طرف سے ان کے وکیلوں نے پیش کئے لیکن ان کے علاوہ کئی اور متعلقہ فریقوں نے بھی کمیشن کے سامنے پیش ہو کر اپنے دلائل دیے۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ مَیں بنگال باؤنڈری کمیشن کا بھی چیئرمین تھا، جس کے اجلاس پنجاب باؤنڈری کمیشن کی کارروائی کے ساتھ ساتھ ایک ہی وقت میں ہو رہے تھے، مَیں عوامی سماعت کے اجلاسوں میں ذاتی طور پر شامل نہیں رہا۔ تاہم مَیں نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ روزانہ کارروائی کی مکمل رپورٹ مجھے مل جاتی تھی اور مَیں سارے پیش شدہ مواد کا مطالعہ کر لیتا تھا۔

۶۔ عوامی سماعت کے اختتام پر کمیشن شملہ منتقل ہو گیا جہاں مَیں بھی اپنے رفقاء میں شامل ہو گیا اور ہم باہمی گفت و شنید سے حد بندی کے متفقہ فیصلے پر پہنچنے کی کوشش میں لگ گئے۔ مَیں اپنے رفقائے کار کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے مختلف مسائل کو واضح کرنے اور مختلف نقطہ ہائے نظر کی حمایت میں دلائل کی ترتیب میں بے پناہ اعانت کی۔ مگر اس بحث مباحثے کے دوران یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ میرے رفقاء کے مابین اس قدر اختلافِ رائے ہے کہ حد بندی کے بارے میں کوئی متفقہ فیصلہ ممکن نہیں۔ تاہم پنجاب کے مغربی اور مشرقی خطّوں میں کئی بڑے علاقے غیر متنازعہ بھی تھے جن کے بارے میں سرے سے کوئی جھگڑا نہیں تھا کہ وہ کس ملک

میں شامل کئے جائیں۔ جب دور دور پھیلے ہوئے متنازعہ علاقوں کا مسئلہ زیرِ غور آیا، جہاں لامحالہ خط تقسیم کھینچا جانا تھا، تو ''دیگر عوامل'' کی تاویل، تشریح اور اہمیت کے بارے میں، جن کو پیشِ نظر رکھنے کی ہماری شرائطِ کار میں ہدایت کی گئی تھی، اختلافِ رائے ابھر کر سامنے آیا۔ اس اختلاف کی بناء پر کوئی متفقہ خطِ تقسیم کھینچنا ممکن نہیں تھا۔ ان حالات میں بحث مباحثے کے اختتام پر میرے رفقاء اس نتیجے پر پہنچے کہ آخر کار مجھی کو اپنا فیصلہ دینا ہوگا۔

۷۔ اب مَیں یہ فیصلہ کر رہا ہوں۔ حد بندی کے خط کا تفصیلی بیان اس شیڈول میں درج ہے جو اس ایوارڈ کے ساتھ ضمیمہ الف کے طور پر منسلک ہے۔ یہ خط اس نقشے میں دکھایا گیا ہے جو ضمیمہ ب[۳] کے طور پر منسلک ہے۔ اگر ضمیمہ 'الف' اور 'ب' میں کوئی فرق ہو تو ضمیمہ 'الف' کا اندارج درست سمجھا جائے گا۔

۸۔ ریاست بیکانیر اور بہاولپور کی طرف سے کمیشن کو درخواستیں دی گئیں کہ جو نہریں ان کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں لیکن ان کے ہیڈ ورکس صوبۂ پنجاب میں ہیں ان کے سلسلے میں ان ریاستوں کے مفاد کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس پر مَیں نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس قسم کے مفادات اس بنیادی مسئلے سے تعلق نہیں رکھتے یعنی پنجاب کے صوبے کی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تقسیم نجی ملکیت کے حق کو متاثر نہیں کرتی۔ مَیں یہ توقع کرنے میں حق بجانب ہوں کہ سابقہ صوبائی حکومت کے ساتھ کسی ریاست کے نہری پانی کے بارے میں جو معاہدے ہیں مستقبل کی ہر حکومت ان کا احترام کرے گی چاہے یہ ہیڈ ورکس کسی کے حصے میں بھی آئیں۔ مَیں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کمیشن کے کسی فیصلے کا مقصد ریاست بہاولپور کے اس ملکیتی دعوے کو متاثر کرنا نہیں ہے جو سلیمانکی بند (Sulemanke Weir) اور گرکا پتن (Gurka Ferry) کے درمیان واقع دیہات کے بارے میں ہے۔

۹۔ پنجاب میں حد بندی بہت مشکل کام ہے۔ فریقین کے دعوے متعدد وسیع علاقوں کے بارے میں تھے لیکن میری دانست میں اصل متنازعہ علاقہ وہ نکلا جو ایک طرف بیاس اور ستلج کے درمیان اور اردگرد ہے اور دوسری طرف دریائے راوی تک واقع ہے۔ اس علاقے میں

حد بندی نہری نظام کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہوگئی جو پنجاب کی زندگی کیلئے بہت اہم ہے مگر اسے اس مفروضے پر تعمیر کیا گیا تھا کہ پنجاب ایک ہی انتظامیہ کے تحت رہیگا اور اسی مفروضے پر سڑکوں اور ریلوے کا نظام بھی بنایا گیا۔ پھر لاہور اور امرتسر کا محلِ وقوع اور ان شہروں پر فریقین کے زوردار دعوے بھی زیرِ غور تھے۔ مَیں اپنی پوری صلاحیت کے مطابق ان ''دیگر عوامل'' کا تجزیہ کرتے ہوئے جو ملحق اکثریتی علاقے کے بنیادی اصول پر اثر انداز ہوتے تھے اس فیصلے پر پہنچا ہوں جو اب رپورٹ کے شیڈول میں درج ہے۔ مجھے احساس ہے کہ اس پر اعتراضات بھی ہوں گے جو درست بھی ہو سکتے ہیں اور جو حد بندی کے کسی بھی خط پر کئے جا سکتے ہیں۔

۱۰۔ مَیں نے ستلج کے مشرقی کنارے کی جانب خاصے وسیع رقبوں اور ستلج و بیاس کے درمیانی زاویے میں مسلم اکثریتی علاقوں کے مسئلے پر بہت عرصے غور کیا ہے مگر آخر کار مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ کسی بھی مملکت کے حق میں مفید نہیں ہوگا کہ مغربی پنجاب کی سرحد کو ایک تنگ پٹّی کی شکل میں دریائے ستلج کے دوسرے کنارے تک بڑھا دیا جائے۔ پھر کچھ ''دیگر عوامل'' ایسے بھی تھے مثلاً ریلوے اور آبپاشی کے نظام کا درہم برہم ہونا جنہیں ملحقہ اکثریت کے بنیادی دعوے پر فوقیت حاصل تھی۔ البتہ مَیں دیپالپور نہر کی طرف توجہ ضرور دلاؤں گا جو فیروز پور ہیڈ ورکس سے نکلتی ہے اور مغربی پنجاب کے علاقے کو سیراب کرتی ہے۔ مجھے کوئی اطمینان بخش طریقہ نظر نہیں آیا کہ سرحدی خط کہاں سے کھینچا جائے جس سے ان ہیڈ ورکس پر، جہاں سے مختلف علاقوں کو سیراب کرنے والی نہریں نکلتی ہیں، مشترکہ کنٹرول قائم ہو سکے۔

۱۱۔ اسی طرح نہر اَپر باری دوآب کے آبپاشی نظام کو بھی غیر منقسم رکھنا ممکن نہیں ہو سکا جو مادھوپور تحصیل پٹھان کوٹ سے نکلتی ہے اور ضلع لاہور کی مغربی حد تک جاتی ہے اگرچہ مَیں نے ضلع لاہور اور امرتسر کی حد میں کچھ تبدیلیاں کر کے اس کے منفی اثرات کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے منڈی ہائیڈرو الیکٹرک اسکیم کی علاقائی وحدت کو برقرار رکھنے کا بھی کوئی طریقہ نظر نہیں آیا جس سے کانگڑہ، گورداسپور، امرتسر، لاہور، جالندھر، لدھیانہ، فیروز پور اور لائل پور (فیصل آباد) کے اضلاع کو بجلی مہیا ہوتی ہے۔ مَیں یہی امید کر سکتا ہوں کہ جہاں سرحدی خط کی وجہ سے اس قسم کے

وحدانی نظام مثلاً آبپاشی، ریلوے اور برقی قوت کو درہم برہم ہونے سے بچایا نہیں جا سکتا وہاں دونوں حکومتیں اس کا حل ایسے باہمی سمجھوتوں سے کر لیں گی جن کے تحت ان پر ایک طرح کا مشترکہ کنٹرول قائم رکھا جا سکے۔

۱۲۔ مجھے یہ احساس بھی ہے کہ یہ ایوارڈ فریقین کے شدید جذبات اور آرزوؤں پر پورا نہیں اتر سکتا اور سرحدی خط کا تعین ان کے نظریات کے مطابق نہیں ہے۔ ان کے جذبات اور امنگوں کی تسکین کمیشن کی شرائطِ کار کے تحت کسی سرحدی خط سے نہیں کی جا سکتی بلکہ سیاسی انتظامات سے ہی ممکن ہے جن سے میرا کوئی سروکار نہیں۔

سِرل ریڈکلف

منسلکہ

۱۔ مشرقی اور مغربی پنجاب کے مابین سرحد کا آغاز شمال میں اس نقطے سے ہوگا جہاں اوجھ دریا کشمیر سے صوبۂ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ یہ سرحدی خط دریا کے ساتھ چل کر تحصیل پٹھان کوٹ کی مغربی سرحد کیساتھ اس مقام تک آئے گا جہاں پٹھان کوٹ، شکرگڑھ اور گورداسپور تحصیلوں کا نقطۂ اتصال ہے۔ مشرقی اور مغربی پنجاب کے درمیان سرحد تحصیل کی سرحد ہوگی نہ کہ دریائے اوجھ کی۔

۲۔ مذکورہ بالا تینوں تحصیلوں کے نقطۂ اتّصال سے یہ سرحد دریائے اوجھ کے ساتھ ہوتی ہوئی اس مقام تک آئے گی جہاں یہ دریائے راوی میں گرتا ہے اور اس کے بعد دریائے راوی کے ساتھ تحصیل گورداسپور، شکرگڑھ اور بٹالہ کی درمیانی سرحد، تحصیل بٹالہ اور نارووال کی درمیانی سرحد، تحصیل اجنالہ اور شاہدرہ کی درمیانی سرحد سے دریائے راوی کے اس مقام تک جائے گی جہاں ضلع امرتسر ضلع لاہور سے الگ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا تحصیلوں کی سرحدیں مشرقی اور مغربی پنجاب کے درمیان سرحد شمار ہوں گی نہ کہ دریائے اوجھ یا دریائے راوی کی گذرگاہیں۔

۳۔ دریائے راوی کے اس مقام سے جہاں ضلع امرتسر اور ضلع لاہور جدا ہوتے ہیں سرحدی خط جنوب کی طرف چلتا ہوا تحصیل اجنالہ اور لاہور کی درمیانی سرحد اور پھر تحصیل ترن تارن

اور لاہور کی سرحد کے ساتھ اس مقام تک جو قصور، لاہور اور ترن تارن کی تحصیلوں کا نقطۂ اتصال ہے جائے گا۔ یہاں سے یہ خط جنوب مغرب کی جانب مڑ کر تحصیل قصور اور لاہور کی درمیانی سرحد کے ساتھ ساتھ موضع تہہ جھرولیاں تک جائے گا اور یہاں سے اس گاؤں کی مشرقی حد کے ساتھ اس مقام تک جائے گا جہاں یہ حد چٹھیاں والا گاؤں سے ملتی ہے اور وہاں سے گاؤں کی حد کے ساتھ شمال کا رخ اختیار کرے گا۔ اس کے بعد اس کی حد کے ساتھ مشرقی جانب سے ہوتا ہوا اس مقام تک آئے گا جہاں اس گاؤں کی حد موضع ویگل سے ملتی ہے۔ پھر یہ موضع ویگل کی مشرقی حد کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا موضع کالیا سے نقطۂ اتصال تک پہنچ کر موضع ویگل کی جنوبی حد کے ساتھ ہوتا ہوا موضع پنہوواں سے نقطۂ اتصال تک جائے گا۔ پھر یہ خط موضع پنہوواں کی مشرقی حد سے موضع گدّو کے کے نقطۂ اتصال تک جائے گا پھر موضع گدّو کے (Gaddoke) کی مشرقی حد کے ساتھ ہوتا ہوا موضع نوروالا کی حد تک پہنچے گا جہاں سے موضع گدّو کے کی جنوبی حد کے ساتھ چلتا ہوا اس مقام تک جائے گا جہاں اس کی حد موضع کتلونی کلاں سے ملتی ہے۔ یہاں سے یہ خط اس گاؤں کی مشرقی حد کے ساتھ چلتا ہوا موضع کلس اور مست گڑھ کی حد تک آئے گا۔ یہاں سے موضع کتلونی کلاں کی جنوبی حد کے ساتھ ساتھ موضع کلس کے شمال مغربی کنارے تک پہنچے گا پھر موضع کلس کی مغربی سرحد سے ہوتا ہوا وہاں تک جائے گا جہاں اس کی حد کھیم کرن سے ملتی ہے۔ وہاں سے یہ خط کھیم کرن کی مغربی اور جنوبی حدوں کے ساتھ چلتا ہوا موضع ماہی والا (Mahewala) کی حد تک پہنچے گا۔ یہاں سے موضع ماہی والا کی مغربی اور جنوبی حدوں کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف چلتا جائے گا جہاں موضع مہید پور (Mahaidepur) شمال کی طرف ہوگا اور دوسری جانب موضع شیخوپورہ کہنہ، کمال پورن، فتح والا اور ماہی والا ہوں گے۔ پھر یہ شمال کی طرف موضع ساہجرہ کی مغربی حد سے ہوتا ہوا اس مقام تک آئے گا جہاں یہ حد موضع مہید پور اور ماچھیکے (Machhike) سے ملتی ہے۔ یہاں سے شمال مشرق کی جانب موضع ماچھیکے اور ساہجرہ (Sahjra) کی درمیانی حد کے ساتھ چلتے ہوئے موضع رتو کے (Rattoke) اور ساہجرہ کی درمیانی حد کیساتھ ساتھ اس مقام تک آئے گا جہاں موضعات رتو کے، ساہجرہ اور متّو کے (Mabboke)

کی حدیں ملتی ہیں۔ وہاں سے یہ خط شمال مشرق کی طرف موضع رتو کے اور منبّو کے کے درمیان سے گذرتا ہوا اس جگہ تک آئیگا جہاں رتو کے، منبّو کے اور گجال (Gajjal) کی حدیں ملتی ہیں۔ یہاں سے یہ خط موضع منبّو کے اور گجّال کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف موضع منبّو کے کی مشرقی حد کے ساتھ موضع نگرا یمن پور کی حد تک آئے گا پھر موضع نگرا یمن پور کی شمال مشرقی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا موضع مستیکے (Masteke) کی حد تک جائے گا۔ یہاں سے یہ موضع مستیکے کی مشرقی حد کے ساتھ چلتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں تحصیل قصور کی حد تحصیل فیروز پور سے ملتی ہے۔

مذکورہ بالا دیہات کی شناخت کیلئے مَیں تحصیل قصور کا نقشہ[۴] منسلک کر رہا ہوں جو ضلع لاہور کے سیٹلمنٹ آفس (Settlement Office) کا تصدیق شدہ ہے اور جسے صوبائی حکومت نے کمیشن کو فراہم کیا تھا۔

۴۔ اس کے بعد یہ خط جنوب مغرب کی سمت دریائے ستلج کے ساتھ چلتا ہوا لاہور اور فیروز پور کے اضلاع کی درمیانی سرحد کے ساتھ ساتھ اس مقام تک جائے گا جہاں لاہور، فیروز پور اور منٹگمری (ساہیوال) کی حدیں ملتی ہیں۔ یہاں سے یہ خط فیروز پور اور منٹگمری کے اضلاع کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس مقام تک آتا ہے جہاں ریاستِ بہاولپور کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اضلاع کی سرحدیں مشرقی اور مغربی پنجاب کے مابین سرحد قرار پائیں گی نہ کہ دریائے ستلج کی گذرگاہ۔

۵۔ میرا مدعا یہ ہے کہ اس سرحدی خط سے یہ امر یقینی ہو جائے کہ سلیمانکی کے نہری ہیڈ ورکس مغربی پنجاب میں شامل ہوں۔ اگر ضلع منٹگمری کی موجودہ سرحد سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو مَیں مغربی پنجاب میں اسقدر علاقہ شامل کرتا ہوں جس سے یہ ہیڈ ورکس مغربی پنجاب میں آجائیں۔ سرحدی خط اس کے مطابق کھینچ دیا جائے گا۔

۶۔ مذکورہ بالا پیروں میں جو خط متعین کیا گیا ہے اس کے مغرب کی طرف صوبۂ پنجاب کا تمام علاقہ مغربی پنجاب کہلائے گا اور اس خط کے مشرق کی طرف کا علاقہ مشرقی

پنجاب کہلائے گا۔

۱۔ بنگال اور پنجاب کے باؤنڈری کمیشنوں کی تشکیل اوران کی شرائطِ کار۔ دیکھئے ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۱۔ دستاویز نمبر ۴۱۵

۲۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۳۱۲

۳۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۰ کے انیکس ۱ کا نوٹ ۳

۴۔ تحصیل قصور کے نقشہ کے لئے جو ریڈکلف ایوارڈ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء میں منسلک ہے اور جس پر اس کے دستخط بھی ہیں دیکھئے ''دی پارٹیشن آف دی پنجاب ۱۹۴۷ء''، (The Partition of the Punjab 1947) جلد ۴، لاہور، ۱۹۸۱ء

۳.۲ کا ضمیمہ ۲
چیئرمین بنگال باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ

نئی دہلی

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

بملاحظہ فضیلت مآب گورنر جنرل

۱۔ مَیں بنگال باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ اور ایوارڈ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں جو قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کی دفعہ ۳ کے تحت چیئرمین کا فیصلہ قرار پایا ہے۔ یہ ایوارڈ صوبۂ بنگال کی تقسیم سے متعلق ہے۔ ضلع سلہٹ اور اس کے ملحقہ علاقوں کیلئے کمیشن کا ایوارڈ ایک علیحدہ رپورٹ میں درج ہوگا۔

۲۔ بنگال باؤنڈری کمیشن کی تشکیل گورنر جنرل کے ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان کے تحت ہوئی جس کے مطابق مندرجہ ذیل اراکین مقرر ہوئے۔

مسٹر جسٹس بجن کمار مکرجی	مسٹر جسٹس سی سی بسواس
مسٹر جسٹس ابوصالح محمد اکرم	مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن

بعد میں مجھے اس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

۳۔کمیشن کی شرائطِ کار مذکورہ اعلان کی رو سے حسبِ ذیل تھیں:

حد بندی کمیشن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بنگال کے دونوں حصوں کی تقسیم مسلم اور غیر مسلم ملحقہ (اکثریتی) علاقوں کی بنیاد پر کرے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ''دیگر عوامل'' کو بھی پیشِ نظر رکھے گا۔

ہم سے کہا گیا کہ ہم ۱۵ اگست سے پہلے فیصلے تک پہنچ جائیں۔

۴۔ابتدائی اجلاسوں کے بعد کمیشن نے فریقین سے یادداشتیں اور دعوے طلب کئے جو کثیر تعداد میں موصول ہوئے۔

۵۔کمیشن نے عوامی سماعت کیلئے کلکتہ میں اجلاس کئے جو ۱۲ جولائی سے ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء تک جاری رہے۔ دونوں جانب سے بہت سے فریقوں نے اپنے دلائل پیش کئے لیکن بڑے دعوے ایک جانب سے کانگریس، بنگال پروونشل ہندو مہاسبھا اور نیو بنگال ایسوسی ایشن اور دوسری جانب سے مسلم لیگ کے وکیلوں نے پیش کئے۔اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ مَیں پنجاب باؤنڈری کمیشن کا بھی چیئرمین تھا، جس کے اجلاس بنگال باؤنڈری کمیشن کے اجلاسوں کے ساتھ ساتھ ہی ہو رہے تھے، مَیں عوامی سماعت کے دوران ذاتی طور پر موجود نہیں رہا تاہم مَیں نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ کارروائی کی رپورٹ مجھے روزانہ مل جائے۔ یوں سارا مواد جو پیش کیا جاتا تھا میرے مطالعے میں آ جاتا تھا۔

۶۔عوامی سماعت کے اختتام پر کمیشن کا وقت کلکتے میں مختلف مسائل کی وضاحت اور ان پر بحث کرنے میں گذرا۔

۷۔شرائطِ کار کے تحت مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان ایک اطمینان بخش سرحدی خط کھینچنے پر متعلقہ فریقوں نے قطعی مختلف حل پیش کئے۔اس صوبے میں قدرتی سرحدیں بہت کم دستیاب ہیں اور ترقیاتی تبدیلیاں بھی اس انداز سے ہوئی ہیں کہ مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کے مابین حد بندی آسان نہیں۔

۸۔میرے خیال میں مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان سرحد کا خط کھینچنے کا فیصلہ

حسبِ ذیل بنیادی سوالوں کے جوابات ملنے پر منحصر تھا:

(۱) کلکتے کا شہر کس ملک کو سونپا جائے یا اگر پورا شہر نہیں تو کیا اسے دونوں ملکوں میں تقسیم کرنے کا کوئی طریقہ ممکن ہے؟

(۲) اگر پورے کا پورا کلکتہ کسی ایک ملک کو دینا ناگزیر ہو تو اس کا دعویٰ کون سے علاقے پر ماننا ضروری ہوگا جیسے دریائے ندیا کا مکمل نظام یا اس کا کچھ حصہ اور دریائے کلتی جن پر کلکتہ کے شہر اور بندرگاہ کی زندگی کا انحصار ہے؟

(۳) ہماری شرائطِ کار کے اصولوں کو زیادہ گزند پہنچائے بغیر کیا گنگا، پدما، مدھومتی دریاؤں کے ساتھ ساتھ سرحدی خط کھینچنے کی سہولت کو جیسور اور ندیا میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت کے دعوے پر فوقیت دی جاسکتی ہے؟

(۴) آیا یہ قابلِ عمل ہے کہ ضلع کھلنا پر ایک ملک کا اور ضلع جیسور پر دوسرے ملک کا قبضہ ہو؟

(۵) کیا یہ درست ہوگا کہ مالدہ اور دیناجپور کے اضلاع میں وسیع غیر مسلم اکثریتی علاقہ مشرقی بنگال کو سونپ دیا جائے؟

(۶) دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی کے اضلاع پر کس ملک کے دعوے کو فوقیت حاصل ہوگی جب کہ پورے دارجیلنگ میں مسلمانوں کی آبادی ۲ء۴۲ فیصد اور پورے جل پائیگوڑی میں ۲۳ء۰۸ فیصد ہے لیکن قدرتی طور پر یہ علاقے بنگال کے کسی غیر مسلم علاقے سے متصل نہیں ہیں؟

(۷) چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کس ملک کو سونپے جائیں جہاں مسلم آبادی صرف ۳ فیصد ہے لیکن انہیں اس ملک کے بجائے جس کے تحت ضلع چٹاگانگ ہوگا کسی دوسرے ملک کو سونپنا بہت مشکلات کا باعث ہوگا۔

۹۔ تفصیلی بحث مباحثے کے بعد میرے رفقاء کو احساس ہوگیا کہ وہ ان اہم مسائل میں سے کسی ایک پر بھی متفقہ فیصلے پر نہیں پہنچ سکتے۔ بیشک صوبے کے جنوب مغرب اور شمال مشرق میں بیشتر ایسے علاقے بھی تھے جن پر کسی جانب سے اختلافِ رائے نہیں ہوا لیکن جب خطِ تقسیم کھینچنے

کے لئے اہم سوالات پر کسی قسم کی مفاہمت ہوتی نظر نہیں آئی تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آخر کار مجھی کو اپنا فیصلہ دینا ہوگا۔

۱۰۔اب مَیں یہی کر رہا ہوں۔لیکن ساتھ ہی مَیں اپنے رفقائے کار کا ممنون ہوں کہ انہوں نے متعلقہ مشکل مسائل کو واضح کرنے اور ان پر غور کرنے میں بہت اعانت کی۔حد بندی لائن کا تفصیلی بیان اس شیڈول میں درج ہے جو اس ایوارڈ کا منسلکہ 'الف' ہے اور اس نقشے میں ہے جو منسلکہ 'ب' ہے۔ اگر منسلکہ الف اور ب میں کوئی فرق ہو تو جو منسلکہ الف میں درج ہے وہ درست سمجھا جائے گا۔

۱۱۔مَیں نے اپنی صلاحیت کے مطابق یہ خط اس طرح کھینچا ہے کہ اس سے ریلوے کی آمد و رفت اور آبپاشی کے نظام میں حتی الامکان خلل نہ پڑے، جو صوبے کی زندگی کیلئے بہت اہم ہیں۔تاہم ہماری شرائطِ کار کے تحت کہیں کہیں اس میں قدرے خلل کے بغیر سرحد متعین کرنا ناممکن ہے۔مَیں یہی امید کر سکتا ہوں کہ دونوں ممالک کے درمیان کوئی ایسا انتظام ہو جائے جس سے اس خلل کے نقصانات کم ہو سکیں۔

سِر ل ریڈکلف

منسلکہ الف

۱۔ضلع دار جیلنگ کے تھانے پھانسی دیوا (Phansidewa) اور ضلع جل پائیگوڑی کے تھانے تیتولیہ (Tetulia) کی درمیانی حد کے ساتھ ایک خط اس نقطۂ آغاز سے کھینچا جائے گا جہاں یہ حد صوبۂ بہار سے ملتی ہے اور پھر وہاں سے تیتولیہ اور راج گنج (Rajgang) کے تھانوں اور پاچاگڑھ (Pachagar) اور جل پائیگوڑی کے تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا دیبی گنج (Debiganj) تھانے کے شمالی کنارے سے آگے بڑھتا ہوا ریاست کوچ بہار (Cooch Behar) کی سرحد تک پہنچ جائے گا۔ضلع دار جیلنگ اور ضلع جل پائیگوڑی کا وہ حصہ جو اس خط کے شمال میں واقع ہے مغربی بنگال کو ملے گا لیکن پٹ گرام (Patgram) کا تھانہ اور ضلع جل پائیگوڑی کا باقی حصہ جو مشرق یا جنوب میں ہوگا وہ مشرقی بنگال کو ملے گا۔

۲۔پھر یہ خط اس جگہ سے کھینچا جائے گا جہاں ضلع دیناج پور (Dinajpur) میں ہری پور (Haripur) اور رائے گنج (Raianj) کے تھانوں کی درمیانی حد صوبہ بہار کی سرحد سے ملتی ہے اور

وہاں سے اس مقام پر پہنچے گا جہاں ضلع چوبیس پرگنہ (24 Parganas) اور ضلع کھلنا کی درمیانی حد خلیج بنگال سے ملتی ہے۔ یہ خط جو راستہ اختیار کرے گا اس کی نشاندہی مندرجہ ذیل پیروں میں کی گئی ہے۔ صوبۂ بنگال کا جو حصہ اس خط کے مغرب میں آئے گا وہ مغربی بنگال میں شامل ہوگا۔ پیرا ایک میں دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی کے اضلاع کا جو انتظام کیا گیا ہے اس کے تحت صوبۂ بنگال کا باقی ماندہ حصہ مشرقی بنگال میں شامل ہوگا۔

۳۔ یہ خط مندرجہ ذیل تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ جائے گا:

ہری پور اور رائے گنج، ہری پور اور ہمتاباد (Hemtabad)، رانی سنکیل (Ranisankail) اور ہمتاباد، پیرگنج اور ہمتاباد، پیرگنج (Pirganj) اور کالی گنج (Kaliganj)، بوچا گنج (Bochaganj) اور کالی گنج، بیرال (Biral) اور کالی گنج، بیرال اور کشمنڈی (Kushmandi)، بیرال اور گنگا رام پور، دیناج پور (Dinajpur) اور گنگا رام پور (Gangarampur)، دیناج پور اور کمارگنج (Kumarganj)، چریر بندر (Chirirbandur) اور کمارگنج، پھلباری (Phulbari) اور کمارگنج، پھلباری اور بلورگھاٹ (Balurghat)، یہ خط اس مقام پر ختم ہوگا جہاں پھلباری اور بلورگھاٹ کی درمیانی حد بلورگھاٹ تھانے کے مشرقی کنارے پر بنگال — آسام ریلوے کی جنوبی لائن سے ملتی ہے۔ پھر یہ خط ریلوے کی اراضی کے مغربی کنارے کی جانب مڑ کر کنارے کنارے چلتا ہوا اس مقام تک پہنچ جائے گا جہاں یہ کنارہ بلورگھاٹ اور پنچ بی بی (Panchbibi) کی درمیانی حد سے ملتا ہے۔

۴۔ اس مقام سے یہ خط مندرجہ ذیل تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا جائے گا:

بلورگھاٹ اور پنچ بی بی، بلورگھاٹ اور جوائے پور ہاٹ (Joypurhat)، بلورگھاٹ اور دھمیر ہاٹ (Dhamairhat)، تپن اور پٹنی ٹلہ (Patnitala)، تپن (Tapan) اور دھمیر ہاٹ، تپن اور پورشا (Porsha)، بامن گولہ (Bamangola) اور پورشا، حبیب پور اور پورشا، حبیب پور (Habibpur) اور گماستہ پور، حبیب پور اور بھولا ہاٹ (Bholahat)، مالدہ اور بھولا ہاٹ، انگلش بازار اور بھولا ہاٹ، انگلش بازار اور شب گنج (Shibganj)، کالیا چک (Kaliachak)

اور شب گنج سے ہوتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں موخر الذکر تھانوں کی درمیانی حد دریائے گنگا پر مالدہ اور مرشد آباد کے اضلاع کی درمیانی حد سے ملتی ہے۔

۵۔ پھر یہ خط دریائے گنگا کی جانب جنوب مشرق کی سمت مڑ کر مالدہ اور مرشد آباد، راج شاہی اور مرشد آباد، راج شاہی اور ندیا کے اضلاع کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا ضلع ندیا کے شمال مغربی کنارے تک پہنچ جائے گا۔ جہاں دریائے گنگا سے دریائے ماتھا بنگا (Mathabanga) کا اخراج ہوتا ہے۔ اضلاع کی انتظامی سرحدیں نہ کہ دریائے گنگا کی گذرگاہ، مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان سرحد شمار ہوگی۔

٦۔ دریائے گنگا کے اس مقام سے جہاں دریائے ماتھا بنگا کا اخراج ہوتا ہے یہ خط اس دریا کے ساتھ اس مقام تک پہنچ جائے گا جہاں دولت پور اور کریم پور کی درمیانی حد ملتی ہے۔ اس دریا کی مرکزی لائن اصل سرحد شمار ہوگی۔

۷۔ اس مقام سے مشرقی اور مغربی بنگال کی درمیانی سرحد دولت پور اور کریم پور، گنگانی (Gangani) اور کریم پور، مہر پور (Meharpur) اور کریم پور، مہر پور اور تیہٹہ، مہر پور اور چھپرا (Chapra)، دامور ہدا (Damurhuda) اور چھپرا، دامور ہدا اور کرشنا گنج، چواڈنگا (Chuadanga) اور کرشنا گنج، جبن نگر اور کرشنا گنج، جبن نگر اور ہنس کھالی، مہیش پور اور ہنس کھالی، مہیش پور اور رانا گھاٹ، مہیش پور اور بون گاؤں (Bongaon)، جھکر گاچا (Jhikargacha) اور بون گاؤں، سرسا اور بون گاؤں، سرسا اور گائے گھاٹا (Gaighata)، گائے گھاٹا اور کالا روا (Kalaroa) کے تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں ان تھانوں کی درمیانی حد کھلنا اور چوبیس پرگنہ کے اضلاع کی درمیانی حد سے ملتی ہے۔

۸۔ پھر یہ خط جنوب کی جانب ضلع کھلنا اور ضلع چوبیس پرگنہ کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں یہ حد خلیج بنگال سے ملتی ہے۔

ا۔ اگر مشرقی اور مغربی بنگال اور سلہٹ کی سرحدوں کا نقشہ دیکھنا ہو تو ''گزٹ آف پاکستان ایکسٹرا آرڈیزی'' مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء سے رجوع کریں۔ بنگال اور آسام کی ابتدائی اور قطعی سرحدوں کا نقشہ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲ میں دیا گیا ہے۔

ضمیمہ ۳.۲

ضلع سلہٹ اور آسام سے ملحقہ اضلاع کے متعلق رپورٹ

نئی دہلی

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

بملاحظہ فضیلت مآب گورنر جنرل!

۱۔ مَیں بنگال باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ جو ضلع سلہٹ اور آسام سے ملحقہ اضلاع کے متعلق ہے، پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔ قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کی دفعہ نمبر ۳ کے تحت اس رپورٹ میں جو فیصلے درج ہیں وہ کمیشن کا فیصلہ اور ایوارڈ قرار پائیں گے۔

۲۔ جیسا کہ میری رپورٹ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء میں بیان کیا گیا ہے بنگال باؤنڈری کمیشن کی تشکیل اس لئے کی گئی تا کہ صوبۂ بنگال کو مشرقی اور مغربی بنگال میں تقسیم کر دیا جائے۔ ہماری شرائطِ کار حسب ذیل ہیں:

> باؤنڈری کمیشن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بنگال کے دونوں حصوں کی تقسیم مسلم اور غیر مسلم ملحقہ اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر کرے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ''دیگر عوامل'' کو بھی پیشِ نظر رکھے گا۔ ضلع سلہٹ میں استصوابِ رائے کا نتیجہ اگر مشرقی بنگال میں شمولیت کے حق میں ہو تو باؤنڈری کمیشن ضلع سلہٹ کے مسلم اکثریتی علاقوں اور ان ملحقہ مسلم اکثریتی علاقوں کی حد بندی کرے گا جو آسام کے اضلاع کے قرب میں ہیں۔

۳۔ تقسیمِ بنگال کی کارروائی ختم کر کے کمیشن نے سلہٹ کے مسئلے میں دلچسپی رکھنے والی جماعتوں سے یادداشتیں اور دعوے طلب کئے جو بڑی تعداد میں موصول ہوئے۔

۴۔ دلائل کی سماعت کمیشن نے ۴، ۵ اور ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو کلکتہ میں کھلی کچہری میں کی۔ مشرقی بنگال کی حکومت اور صوبائی اور ضلعی مسلم لیگ کی جانب سے ان کے وکیل نے اور دوسری جانب سے صوبۂ آسام کی حکومت، آسام صوبائی کانگریس اور آسام صوبائی ہندو مہاسبھا

کے وکیل نے اپنے اپنے دلائل پیش کیے۔ مَیں اس کھلی کچہری میں ذاتی طور پر موجود نہیں رہا کیونکہ مَیں اسی دوران میں پنجاب باؤنڈری کمیشن کی ان کارروائیوں میں مصروف تھا جو ساتھ ساتھ جاری تھیں۔ لیکن سلہٹ کے متعلق کارروائیوں کا مکمل ریکارڈ مجھے روزانہ مل جاتا تھا اور یوں سارا مواد جو کمیشن کو پیش کیا جاتا تھا میرے مطالعے میں آ جاتا تھا۔ کھلی کچہری کے اختتام پر کمیشن کے ارکان میرے ساتھ متعلقہ مسائل پر گفتگو کرنے اور ان پر فیصلے کے لئے نئی دہلی میں اکھٹے ہو گئے۔

۵۔ ابتداء ہی میں کمیشن کی شرائطِ کار پر اختلافِ رائے ابھر آیا۔ میرے دو رفقائے کار کا نظریہ یہ تھا کہ کمیشن کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ آسام کے جس حصے میں بھی مسلم اکثریتی علاقے مشرقی بنگال سے ملحق ہوں انہیں آسام سے علیحدہ کر کے مشرقی بنگال میں منتقل کر دیا جائے کیونکہ ان کے خیال میں ''آسام کے ملحقہ اضلاع'' کے الفاظ کی تفسیر یہی تھی۔ میرے دوسرے دو رفقائے کار کی رائے یہ تھی کہ کمیشن کا اختیار صرف ضلع سلہٹ اور سلہٹ سے ملحقہ آسام کے مسلم اکثریتی علاقوں کو آسام سے علیحدہ کر کے مشرقی بنگال میں منتقل کرنے کی حد تک ہے۔ اس اختلافِ رائے کے پیشِ نظر مجھ سے رجوع کیا گیا۔ مَیں نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہماری شرائطِ کار کی محدود تشریح ہی درست ہے یعنی ''آسام کے ملحقہ اضلاع'' سے مراد سلہٹ سے ملحقہ اضلاع نہ کہ آسام کے دوسرے اضلاع ہیں۔ لہٰذا کمیشن نے اسی بنیاد پر اپنا کام شروع کر دیا۔

۶۔ مشرقی بنگال کی طرف سے کمیشن کو یہ استدلال پیش کیا گیا کہ ہماری شرائطِ کار کی صحیح تشریح اور قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کی دفعہ ۳ کی رو سے مشرقی بنگال کو کم از کم پورا ضلع سلہٹ منتقل ہونا چاہئے اور یہ کہ کمیشن کیلئے اس مفروضے پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ میرے تمام رفقائے کار نے اس دلیل کو مسترد کر دیا اور مَیں بھی ان کی رائے سے متفق ہوں۔

۷۔ یہ فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آئی کہ آیا ہم اپنی شرائطِ کار کے تحت سلہٹ کے مسئلے کو بھی بنگال کی تقسیم کے خطوط پر طے کر سکتے ہیں کیونکہ ان میں الفاظ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن میرے تمام رفقائے کار اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں سلہٹ اور آسام کے ملحقہ اضلاع کو منسلک مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر مشرقی بنگال اور صوبۂ آسام کے درمیان تقسیم کرنا ہے

اورایسا کرتے ہوئے ''دیگرعوامل'' کوبھی پیشِ نظر رکھنا ہے۔مَیں نے بخوشی یہی نظریہ اختیار کیا۔

۸۔کمیشن کے ارکان متفقہ طور پر یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ سرحدی خطوط کس طرح کھینچے جائیں۔ پھران اختلافات پر بحث مباحثے کے بعد مجھے ہی اپنا فیصلہ دینے کیلئے کہا گیا۔اب مَیں یہی کررہاہوں۔

۹۔میرے خیال میں یہ مسئلہ سلہٹ اور کچھار(Cachar) کے اضلاع تک محدود ہے کیونکہ آسام کے جواضلاع سلہٹ سے ملحق شمار کئے جاتے ہیں ان میں نہ تو گارو ہلز(Garo Hills) اورنہ ہی کھاسی(Khasi)اورجینتیا ہلز(Jaintia Hills)اورنہ لوشائی ہلز(Loshai Hills)میں مسلمانوں کی اکثریت ہے جس کی بناء پرکوئی دعویٰ کیا جاسکتا ہو۔

۱۰۔سلہٹ کے ۳۵ تھانوں میں سے ۸ میں غیر مسلم اکثریت ہے لیکن ان آٹھ میں سُلّا(Sulla)اوراجمیری گنج(Ajmeri Ganj)(جس میں مسلم اور غیر مسلم تقریباً یکساں ہیں) کے دو تھانے ایسے ہیں جومکمل طور پر مسلم اکثریتی علاقوں کے گھیرے میں ہیں لہٰذا انہیں مشرقی بنگال میں جانا چاہئے۔باقی چھ تھانے جن کی آبادی (۵۳۰۰۰۰) پانچ لاکھ تیس ہزار سے زیادہ ہے ضلع سلہٹ کی جنوبی سرحد کے ساتھ ایک قطار میں پھیلے ہوئے ہیں۔انہیں دوسب ڈویژنوں کے تحت تقسیم کیا گیا ہے جس میں سے ایک جنوبی سلہٹ ہے جس کی آبادی (۵۱۵۰۰۰) پانچ لاکھ پندرہ ہزار لوگوں پر مشتمل ہے اور یہاں غیر مسلموں کی اکثریت تقریباً (۴۰۰۰۰) چالیس ہزار ہے۔دوسرا(ذیلی ڈویژن) کریم گنج(Karim Ganj) ہے جس کی آبادی (۵۶۸۰۰۰) پانچ لاکھ اڑسٹھ ہزار ہے اور یہاں مسلمانوں کی اکثریت نسبتاً زیادہ ہے۔

۱۱۔ضلع کچھار کے ہیلاکنڈی(Hailakandi) تھانے میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور یہ تھانہ ضلع سلہٹ میں بدرپور(Badarpur)اورکریم گنج کے تھانوں سے متصل ہے۔یہ تھانہ کاٹلی چارہ(Katlichara) کے جنوبی تھانے کے ساتھ مل کر ہیلاکنڈی کا سب ڈویژن بناتا ہے اوراس پورے سب ڈویژن میں مسلمانوں کی اکثریت تھوڑی سی ہے یعنی جملہ آبادی کی ۵۱ فیصد۔ میرے خیال میں معمول کے مواصلات کیلئے کاٹلی چارہ کا ہیلاکنڈی پرانحصاراس بات کی اجازت

دیتا ہے کہ اس علاقے کو ایک ہی عملداری میں ہونا چاہئے اور مسلمان ہر صورت میں دعویٰ کریں گے کہ ہیلاکنڈی کی سب ڈویژن کو جس کی آبادی (۱۶۶۵۳۶) ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار پانچ سو چھتیس ہے صوبہ آسام سے مشرقی بنگال منتقل کر دیا جائے۔

۱۲۔ لیکن میری دانست میں نقشے کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان خطوط پر تقسیم کرنے سے مستقبل میں انتظامی مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں جو پورے ضلع کی خوشحالی اور مفاد پر اثر انداز ہوں گے۔ اگر ہیلاکنڈی پر مسلمانوں کے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا تو اس سے نہ صرف سلہٹ کے چھ غیر مسلم تھانے باقی آسام سے کٹ جائیں گے بلکہ وہ ایک مشرقی ۔مغربی پٹی کی شکل اختیار کر لیں گے جبکہ زمین کی قدرتی تقسیم شمالاً جنوباً ہے اور اس کے نتیجے میں سلہٹ کے راستے ریلوے لائن بھی اس طرح کٹ جائے گی کہ سلہٹ کا شہر جو ضلع کا صدر مقام بھی ہے مشرقی بنگال کے بجائے آسام میں رہ جائے گا۔

۱۳۔ ان حالات میں قابلِ عمل تقسیم کیلئے میرے خیال میں کچھ علاقوں کا باہمی تبادلہ ناگزیر ہو جائے گا۔ کچھ غیر مسلم تھانے مشرقی بنگال میں چلے جائیں گے اور کچھ مسلم علاقے اور ہیلاکنڈی آسام میں رہ جائیں گے۔ لہٰذا میں نے حسبِ ذیل ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے:

ایک خط اس مقام سے کھینچا جائے گا جہاں پتھارکنڈی (Patharkandi) اور کلوڑا (Kulaura) کے تھانوں کی درمیانی حد ریاست تری پورہ (Tripura) کی سرحد سے ملتی ہے اور پھر شمال کی جانب ان تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ اور پھر پتھارکنڈی اور بارلیکھا (Barlekha) کی درمیانی حد کے ساتھ اور پھر کریم گنج اور بارلیکھا کے تھانے کی درمیانی حد کے ساتھ اور پھر کریم گنج اور بنی بازار (Beani Bazar) کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں یہ حد دریائے کوسی یارا (Kusiyara) سے ملتی ہے۔ پھر یہ خط مشرق کی جانب مڑ کر دریائے کوسی یارا کو حد بناتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں یہ دریائے سلہٹ اور کچھار کی درمیانی حد سے ملتا ہے۔ دریا کی مرکزی لائن سرحد شمار کی جائے گی۔ ضلع سلہٹ کا وہ حصہ جو اس خط کے مغرب اور شمال میں واقع ہے اسے صوبۂ آسام سے علیحدہ کر کے مشرقی بنگال کے صوبے کو منتقل کر

دیا جائے گا۔اس کے علاوہ صوبۂ آسام کا کوئی اور حصہ منتقل نہیں کیا جائے گا۔

۱۴۔مثال کیلئے خط کشیدہ نقشہ الف[۲] منسلک کیا گیا ہے۔اگر نقشے اور پیراگراف ۱۳ کے خط میں کوئی فرق ہو تو تحریری صراحت درست سمجھی جائے گی۔

۱۔ضمیمہ ۲
۲۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳.۳

باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز پر اخباروں اور سیاسی رہنماؤں کے تبصرے

۳.۳.۱

پاکستان ٹائمز کا اداریہ[۱]

۱۹ اگست ۱۹۴۷ء

یک رکنی باؤنڈری کمیشن نے بالآخر اپنا ایوارڈ پیش کر دیا۔کمیشن کی کارگزاری کے بارے میں ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ ایک دھوکا ہے۔ہم نے بارہا یہ مطالبہ کیا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان سرحدوں کا تعین کلیتًا ملحقہ مسلم اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر کیا جائے اور اگر ''دیگر عوامل'' کی بنیاد پر کسی علاقے میں کسی فریق کو کہیں رعایت دی جائے تو یہ دونوں متعلقہ فریقوں کی منظوری سے ہو اور اس کے عوض دوسرے فریق کو کہیں اور رعایت ملے۔صرف اسی طرح طرفین کو انصاف کی ضمانت مل سکتی تھی۔اس کے بجائے ایک انگریز وکیل انصاف کرنے بیٹھ گیا اور تحصیلوں، تھانوں اور دیہاتوں کے چیستانوں سے کھیلتا رہا اور اس کا نتیجہ ہم نے یہ دیکھا کہ ''دیگر عوامل'' کی آڑ میں اس نے اپنا سارا زور مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا حالانکہ اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ پاکستان چھوٹا اور غریب تر ملک ہے ایسے تمام فیصلے اس کے حق میں ہونے چاہئے تھے۔ایوارڈ دینے والے کے انصاف کے دعووں کے باوجود ہمارا موقف ہے کہ یہ ایوارڈ ناروا اور غیر منصفانہ ہے اور ایک غیر جانبدار منصف کا 'غیر سیاسی'' فیصلہ نہیں۔

ہمارے انتہائی برے اندیشے صحیح ثابت ہوئے کہ سکھوں کے ناجائز مطالبوں کو، جن کی پشت پناہی ہندو مہاسبھا اور کانگریس کے رقبہ اُچکنے والے رہنما کر رہے تھے، انگریزوں کی پذیرائی حاصل ہوگی۔ پنجاب میں ابتدائی تقسیم بھی نامناسب تھی لیکن حتمی ایوارڈ تو اس سے بھی بہت آگے نکل گیا ہے اور ہمارے بعض انتہائی زرخیز علاقوں کی قطع و برید کر دی گئی۔ ہمیں سخت ترین جھٹکا گورداسپور ضلع میں لگا جہاں مسلمانوں کی دو تحصیلیں، یعنی گورداسپور اور بٹالہ جن میں مسلم اکثریت بالترتیب ۵۲٫۱ اور ۵۵٫۶ تھی، پٹھانکوٹ تحصیل کے ساتھ ہندوستان کی جھولی میں ڈال دی گئیں، اور اس طرح بٹالے کا خوشحال مسلم شہر پاکستان سے چھین لیا گیا۔ ضلع لاہور کا ایک حصّہ بھی نوچ لیا گیا۔ ریڈکلف نے یہاں گاؤں گاؤں کے درمیان سرحدیں تو مقرر کر دیں لیکن امرتسر ضلع کی اجنالہ تحصیل جس میں ساٹھ فیصد مسلم اکثریت تھی پاکستان کو دینا بھول گئے۔ مغربی پنجاب سے متصّل زیرا اور فیروز پور کی تحصیلوں کو ''مواصلات میں خلل'' سے بچانے کے بہانے ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا اور جالندھر اور نکودر کی تحصیلوں کا تو ذکر بھی نہیں کیا گیا۔

ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ جہاں کسی غیر مسلم علاقے پر ''دیگر عوامل'' کے تحت مسلمانوں کا مسلّمہ حق بنتا تھا، مثلاً بعض کنال ہیڈ ورکس پر، تو وہاں یہ ذہین وکیل مشترکہ کنٹرول کا مشورہ دیتے ہیں لیکن یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اسی طرح کا مشترکہ کنٹرول غیر مسلم علاقوں میں قابلِ عمل کیوں نہیں سمجھا گیا۔ بنگال اور آسام کی تقسیم میں بھی ''دیگر عوامل'' پاکستان ہی کے خلاف استعمال ہوئے۔ آسام کے وسیع مسلم اکثریتی علاقوں کی پاکستان میں شمولیت کے خلاف یہ عذر رکھا گیا کہ وہ ضلع سلہٹ سے منسلک نہیں تھے صرف مشرقی بنگال سے ملحق تھے۔ یہ قانونی موشگافیاں، کمزور دلیلیں اور گمراہ کن اصول صرف ایک فریق کے مفاد میں کام کر رہے تھے اور اس طرح ہمیں وسیع رقبے سے محروم کر دیا گیا جن پر اصولاً پاکستان کا حق بنتا تھا۔

پاکستان کا قیام ناگزیر نظر آیا انگریزوں نے یہی کوشش کی کہ اس کی تشکیل کو جتنا ممکن ہو مشکل بنایا جائے اور یہ اقدام بھی ان کی اس حکمتِ عملی کا حصہ ہے کہ ہندوستان کے طاقتور سرمایہ داروں کو خوش کیا جائے۔ مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچا کر انہوں نے یہ کام ''دیگر

عوامل'' کے حربے سے کیا۔

پنجاب کی تقسیم میں ''دیگر عوامل'' کی شق شامل کرنے کا مقصد سکھوں کو فائدہ پہنچانا تھا۔ حتمی حد بندی نے اگرچہ مسلمانوں سے بہت کچھ چھین لیا لیکن سکھوں کے ہاتھ بھی کچھ نہیں آیا۔ وہ اب بھی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان آدھوں آدھ بٹے ہوئے ہیں اور ان کے مقدّس مقامات، جن کے لئے ہندوستان اور لندن میں اس قدر شور وغوغا تھا، اب بھی پاکستان ہی میں ہیں۔ برطانوی سیاستدانوں نے شاید سوچا ہوگا کہ انتقالِ اقتدار کے باوجود وہ برصغیر کے مسائل میں اپنی ٹانگ اڑائے رکھیں گے یا پھر انہیں یہ امید تھی کہ کافی کمزور کیا ہوا پاکستان ہمیشہ برطانوی اور ہندو سرمایہ داروں کی عنایت اور اعانت کا دست نگر رہے گا۔ محرکات جو بھی ہوں یہ ایوارڈ بہر حال غلط، ناروا اور غیر منصفانہ ہے لیکن ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ وقت آئے گا جب سرحد کی دوسری جانب سے ہوش مندی سے کام لیا جائے گا اور اس غلطی کا ازالہ کر دیا جائے گا۔

مسلم عوام اپنے مسلّمہ رہنما کے ذریعے ایوارڈ کو قبول کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اب یہ ناگوار سہی لیکن ہم اس کے پابند ہیں اور دوسرے فرقوں کی طرح تلوار کی دلیل استعمال نہیں کریں گے۔ ہماری اوّلین ضرورت امن ہے تا کہ ہم اپنے وطن کی تعمیر کر سکیں، مشرق سے آئے ہوئے اپنے بھائیوں کو دوبارہ بسا سکیں اور اپنے ملک اور عوام کی سماجی اور معاشی احیائے نو کے منصوبوں پر عمل کر سکیں۔ انگریزوں اور ہندوستان کے رہنماؤں کی ہر اس کوشش سے، کہ ہم اپنے نو یافتہ وطن سے دستبردار ہو جائیں، ہمارے اس عزم میں مزید پختگی آتی جائے گی کہ ہمیں پاکستان کو ایک مضبوط اور خوشحال ملک بنانا ہے جو مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہوگا۔ یہی آج کا چیلنج ہے۔ ہمارے خلاف پرانی اور نئی سامراجیت کے جو بھی منصوبے ہیں ہم اپنے ملک کو مضبوط بنا کر ہی انہیں ناکام کر سکتے ہیں۔

ایک اعتبار سے پاکستان کی جنگ اب شروع ہوئی ہے۔ مسلمانوں کیلئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس چیلنج کو قبول کریں اور اپنے وطن کی تعمیر کیلئے پورے خلوص کے ساتھ اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اپنے ورثے کو کسی بڑی حکومت کے پاس رہن رکھ دیں یا پہلے سے کہیں زیادہ قربانیاں دے کر خود کو آزاد اور خود مختار رکھیں۔ بہر حال یہ کام

جرأت، ثابت قدمی، اعلیٰ مہارت اور سخت محنت کا مطالبہ کرتا ہے۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۶

۳.۳.۲

سیاسی رہنماؤں کے تبصرے[1]

لاہور

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

وزیر مواصلات سردار عبدالرّب نشتر: ''یہ پاکستان کیلئے انتہائی ناروا اور غیر منصفانہ ایوارڈ ہے۔ ہم اس کو انگریزوں کی الوداعی ٹھوکر سمجھتے ہیں۔''

وزیرِ زراعت غضنفر علی خان: ''ایک انگریز جج کا دیا ہوا یہ ایوارڈ قابلِ نفرت اور ناروا ہے۔ اس فیصلے کے بعد شاید پاکستان دولتِ مشترکہ میں رہنے پر آمادہ نہ ہو۔ ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کے قتل عام کو دیکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ تقسیم کے عمل کی ابتدا درست نہیں ہوئی۔''

وزیرِ تجارت آئی آئی چندریگر: ''یہ ایوارڈ اصولوں پر مبنی نہیں ہے۔ خصوصاً گورداسپور کی تین زرخیز تحصیلیں ہندوستان کو دے کر آبادی کی اکثریت کے اصول کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔''

وزیرِ مالیات مغربی پنجاب سردار شوکت حیات خان: ''یہ ایوارڈ انصاف کی دیدہ و دانستہ تذلیل ہے۔ اس سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ انگریز دراصل کس کے دوست ہیں۔ یہ کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان کو اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ وہ برطانوی دولتِ مشترکہ میں رہنے پر مجبور ہو جائے۔ انگریزوں کی اس آخری دغابازی کا نتیجہ ان کی توقع کے برعکس ہوگا۔''

بیگم شاہنواز، رکن دستور ساز اسمبلی: ''یہ ایوارڈ انتہائی ناروا اور غیر منصفانہ ہے کیونکہ کئی غالب مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ انگریز اپنے وعدوں سے پھر گئے ہیں۔''

مسٹر حسن اصفہانی، مسلم لیگی رہنما: ''یہ ایک مکروہ ایوارڈ ہے جو انصاف سے عاری

ہے۔ یہ متصلہ اکثریتی علاقوں کے بنیادی اور تسلیم شدہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ایک بار پھر مسلمان ہی خسارے میں رہے۔"

دیوان بہادر ایس پی سنگھا، پاکستانی عیسائیوں کے رہنما: "یہ ایک یک طرفہ ایوارڈ ہے۔ ملحقہ اکثریتی علاقوں کے جمہوری اصولوں کو سراسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پاکستان کے ساتھ یہ صریح ناانصافی ہے"۔۔۔ پاکستان ٹائمز، ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۹

۳.۴

ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف کا کردار

۳.۴.۱

نوئل بیکر بنام دفتر خارجہ لندن[1]

(تار۔ خفیہ/اہم)

نیویارک

۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء

آئینگر[2] (Ayyanger) سے میری ملاقات کے بعد ظفر اللہ خاں محمد علی کے ساتھ آئے اور ہماری گفتگو تین گھنٹے جاری رہی۔

ابتداء میں ظفر اللہ نے کشمیر کے مسئلے کی غیر معمولی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور پاکستان کی آئندہ پالیسی پر اس کے فیصلہ کن اثرات کا ذکر کیا۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ روس کی پالیسی اس قدر خطرناک نظر آتی ہے کہ تیسری عالمی جنگ کو خارج از امکان نہیں کہا جا سکتا۔ خود وہ اور ان کے پاکستانی رفقائے کار پوری طرح قائل ہیں کہ برطانوی دولتِ مشترکہ میں رہنا اور روسی جارحیت کے خلاف مغرب کا ساتھ دینا ان کے اپنے مفاد میں ہے۔ موجودہ حکومت بہر حال اس نظریے پر قائم رہے گی لیکن اگر پاکستان یہ محسوس کرے کہ برطانیہ کی پالیسی غیر منصفانہ طور پر

ہندوستان کے حق میں ہے تو نتیجتاً ممکن ہے کہ موجودہ وزارت اقتدار سے ہٹ جائے اور نئے وزراء روس کے طرفدار ہو جائیں۔ ان کے خیال میں یہ صورتِ حال دولتِ مشترکہ کیلئے اچھی نہیں ہو گی کیونکہ پاکستان کا علاقہ دفاعی اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان میں یہ خیال عام ہے کہ برطانیہ ہمیشہ ہندوستان ہی کی حمایت کرتا رہا ہے۔ مثلاً یہ کہ ریڈکلف ایوارڈ میں افسوس ناک تبدیلی سے پاکستان کو نقصان پہنچایا گیا۔ تاراسنگھ کو بروقت گرفتار نہ کرنے میں وائسرائے کی افسوس ناک کوتاہی سے سکھوں کی مار دھاڑ کو شہ ملی ہے۔ ہم نے ہندوستانیوں کو کشمیر ہتھیا لینے سے روکنے کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ برطانوی نامہ نگاروں کی رپورٹوں کے مطابق پونچھ والوں کا کہنا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کے فوجیوں اور ہوائی جہازوں نے ان پر حملے کئے ہیں۔ ظفر اللہ نے کہا کہ یہ واقعات افسوس ناک ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ انہیں بھلا دیا جائے بشرطیکہ ہم کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل کے فیصلے کے مطابق منصفانہ استصوابِ رائے کے ذریعے طے کرا سکیں۔ یہ تب تک ممکن نہیں جب تک ہندوستانی اس علاقے پر اپنے فوجی قبضے اور شیخ عبداللہ کے اقتدار میں رہنے پر اصرار کرتے رہیں گے۔

(پیرے ۳ تا ۵ حذف کر دیے گئے)

(نوئل بیکر)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اینڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۴
۲۔ گوپال سوامی آئینگر۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ہندوستانی وفد کے رہنما

۳۴۲

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام کلیمنٹ ایٹلی[1]

(تار۔ انتہائی خفیہ/فوری)

نئی دہلی

۲۴ فروری ۱۹۴۸ء

گورڈن واکر[2] (Gordon Walker) نے مجھے بتایا کہ بیگم لیاقت علی خاں نے برسرِ عام یہ کہا ہے کہ حکومتِ پاکستان نے آپ کو ثبوت فراہم کئے ہیں کہ مَیں پنجاب کے فسادات

میں ملوث تھا کیونکہ مَیں نے سکھ رہنماؤں کو ۱۵ اگست سے پہلے گرفتار نہیں کیا اور یہ کہ مَیں نے ریڈکلف ایوارڈ میں ردّ و بدل کرایا تھا۔[۳]

۲۔ اس حقیقت کے علاوہ کہ ان معاملات پر مذاکرات کے دوران ازمے اور میول (Mieville) موجود تھے جو آپ کو چشم دید حال بتا سکتے ہیں، مَیں چاہتا ہوں کہ مجھے ان الزامات کی تردید کا موقع ملے۔ لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ ان مسائل سے متعلق دستاویزات کی نقول ہوائی ڈاک کے ذریعے مجھے بھیج دیں جو میری اطلاع کے مطابق حکومتِ برطانیہ کو پیش کی جا رہی ہیں۔ یہ معاملہ اس لئے بھی عجلت طلب ہے کہ گوپال سوامی آئینگر نے خبردار کیا ہے کہ ظفر اللہ خان شاید اقوام متحدہ میں اس قتلِ عام میں مجھے ذاتی طور پر ملوّث کرنے کی کوشش کریں گے۔

(ماؤنٹ بیٹن آف برما)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۵
۲۔ تعلقات دولتِ مشترکہ کے پارلیمنٹری انڈر سیکرٹری آف اسٹیٹ
۳۔ ماؤنٹ بیٹن کے ہاتھوں ضابطوں کی خلاف ورزی اور ایوارڈ میں ردّ و بدل سے متعلق ایک ریٹائرڈ جج کرسٹوفر بومانٹ کا بیان ۱۹۹۲ء میں ''ڈیلی ٹیلیگراف'' میں چھپا۔ دیکھئے ملفوفہ

۳.۴.۲ کا ملفوفہ

ماؤنٹ بیٹن کے ہاتھوں ضابطوں کی خلاف ورزی اور تقسیم ہند میں سرحدوں میں ہیرا پھیری[۱]

لندن

۲۴ فروری ۱۹۹۲ء

سائمن اسکاٹ پلومّر (Simon Scott Plummer) کی زبانی راج کے اختتام پر غیر منصفانہ حد بندی سے متعلق ایک ریٹائرڈ جج[۲] کا فیصلہ

باؤنڈری کمیشن کے سیکرٹری مسٹر کرسٹوفر بومانٹ کے مطابق ۱۹۴۷ء میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان پنجاب کی سرحد کا تعین کرتے وقت ماؤنٹ بیٹن نے کمیشن کے نتائج کو

ہندوستان کے حق میں تبدیل کروادیا تھا۔

مسٹر بومانٹ نے جوایک ریٹائرڈ سرکٹ جج ہیں اپنے بیان میں کہا کہ سر سرل ریڈکلف نے سرحدی خط کا فیصلہ کر چکنے کے بعد سیاسی مصلحتوں سے مغلوب ہوکر یہ مان لیا کہ فیروز پوراور زیرا کے ذیلی علاقے پاکستان سے ہندوستان کو منتقل کر دیے جائیں لیکن کشمیر سے ملحق ضلع گورداسپور میں شمالی پنجاب کے سرحدی خط میں کوئی ردّوبدل نہیں کیا گیا۔

سمجھا تو یہ جاتا تھا کہ حد بندی کمیشن کے صلاح مشورے خفیہ، غیر جانبدارانہ اور سیاسی دباؤ سے آزاد ہیں۔اس کے چیئرمین سر سرل ریڈکلف بعدازاں برطانیہ میں ڈیلی ایکسپریس اور ڈی نوٹس سسٹم (D. Notice System) کی تفتیشوں کے سربراہ رہے۔۱۹۶۲ء میں انہیں ''وائی کاؤنٹ'' کا خطاب دیا گیااور ۱۹۷۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔

بوروبرج یارکشائر (Boroughbridge Yorkshire) میں قیام پذیر اناسی سالہ مسٹر بومانٹ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ہندوستان کے آخری وائسرائے ماؤنٹ بیٹن کیساتھ ایک ظہرانے پر جس میں مسٹر بومانٹ کو ''عمداً نہیں بلایا گیا تھا'' ''ریڈکلف کو فیروز پوراور زیرا کے متعلق اپنا ذہن بدلنے پر آمادہ کیا گیا۔ان کا بیان ہے کہ'' ماؤنٹ بیٹن نے دخل اندازی کی اور ریڈکلف نے خودکو مغلوب ہونے دیا۔دونوں ہی نا قابلِ اعتبار ٹھہرے۔اگر چہ پنجاب کی حد بندی جموں اور کشمیر کے مستقبل سے ایک علیحدہ مسئلہ ہے لیکن مسٹر بومانٹ کے انکشافات سے برطانوی ہند کی تقسیم میں ماؤنٹ بیٹن کی غیر جانبداری نئے سرے سے مشکوک ہوگئی ہے خصوصاً اس بارے میں کہ جموں اور کشمیر ہندوستان سے الحاق کرے یا پاکستان سے۔

۱۹۹۱ء میں ایک کتاب (*Kashmir: A Disputed Legacy 1846-1990*) کے عنوان سے شائع ہوئی جس میں مسٹر ایلیسٹیئر لیم (Alastair Lamb) نے کچھ نئی شہادتیں پیش کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن چاہتے تھے کہ کشمیر مسلم اکثریتی علاقہ ہونے کے باوجود ہندوستان سے الحاق کرے اور اس کیلئے انہوں نے ہندوستانی سیاست دانوں سے ملی بھگت کر کے مہاراجہ پر باؤڈالا تھا۔

جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے مسٹر بومانٹ کے بیان کے بعد مسٹر فلپ زیگلر ماؤنٹ بیٹن کے سوانح نگار ۱۹۸۵ء میں قائم کی ہوئی اپنی رائے پر دوبارہ غور کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کی پہلی رائے یہ تھی کہ ماؤنٹ بیٹن کا ریڈکلف جیسے دیانت دار آدمی کی سفارشات کو بدلوانا بعید از قیاس ہے۔

''اسکی ممکنہ توضیح یہ نظر آتی ہے کہ نہرو کے دباؤ میں آ کر ماؤنٹ بیٹن نے کسی موقع پر ریڈکلف سے ایوارڈ بدلنے کی درخواست کرنے کا ضرور سوچا تھا۔''

بہر حال بعد میں عقلِ سلیم اور لارڈ ازمے کے مشورے سے وہ قائل ہو گئے کہ اس میں خطرات بہت ہیں اور اس کھیل کا ماحصل ممکنہ نقصان سے بہت کم ہے۔

''وہ لاپرواہی کے قصوروار تو ہوئے ہوں گے لیکن رسوا کن حماقت اور بددیانتی کے نہیں جیسا کہ ان کے دشمن ان پر تہمت لگاتے ہیں۔''

اپنی اس سوانح عمری میں مسٹر زیگلر نے لکھا کہ بہر حال شک کا ایک شائبہ رہ گیا ہے۔ تاہم وہ اب بھی یہ نہیں سمجھ سکے کہ ریڈکلف کس طرح اتنی جلدی ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے اور ازمے جیسے شخص نے جو ہندوستان سے بخوبی واقف تھا ماؤنٹ بیٹن کو یہ مشورہ کیوں نہیں دیا کہ وہ نہرو کے جھانسے میں نہ آئیں۔

اپنے بیان میں مسٹر بومانٹ نے کہا ''۱۹۸۹ء میں ماؤنٹ بیٹن کے پرائیویٹ سیکرٹری سر جارج ایبل کے انتقال کے بعد صرف وہی اکیلے رہ گئے ہیں جنہیں ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم اور اس کے نتیجے میں پاکستان کی تخلیق کے حقائق معلوم ہیں۔''

مسٹر بومانٹ نے ۱۹۸۰ء کے شروع میں ہندوستان کے مورّخ اور اپنے قریبی دوست سر پنڈیرل مون (Penderel Moon) اور ان کے بہنوئی سر رابن لیٹیمر (Robin Latimer) کو سب حقائق سے آگاہ کر دیا تھا۔ ۱۹۸۹ء میں اپنا مکمل بیان لکھنے کے بعد انہوں نے اصل دستاویز آکسفورڈ کے آل سولز کالج (All Souls College) میں محفوظ کرا دی۔ بعد میں مسٹر بومانٹ نے کہا ''یہ قدرے بدیر میری سمجھ میں آیا کہ یہ واقعات اب تاریخ کا جزو ہو چکے ہیں اور اب وقت

آ گیا ہے کہ حقیقت آشکار کر دی جائے۔"

اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ جب ماؤنٹ بیٹن، نہرو اور جناح نے ریڈکلف کو ۱۵ اگست تک اپنے نتائج مکمل کرنے کی ہدایت کی تو ریڈکلف نے اعتراض کیا۔

"یہ قطعی ناممکن تھا کہ ایک مہینہ نو دن میں یہ کام مناسب طور پر مکمل ہو سکے۔ اس غیر ذمہ دارانہ فیصلے میں ماؤنٹ بیٹن، نہرو اور جناح برابر کے شریک تھے۔"

ایک سنگین غلطی یہ بھی تھی کہ "ایک ہندو راؤ صاحب وی ڈی آئیر (V.D. Iyer) کو کمیشن کے اسسٹنٹ سیکرٹری جیسے راز داری والے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ برطانیہ سے کسی شخص کو بلا کر اس کام پر لگایا جاتا۔"

مسٹر بومانٹ نے کہا کہ آزادی کے وقت پنجاب اور بنگال میں تقسیم کے جو سرحدی خطوط کھینچے جا رہے تھے ان کا علم صرف انہیں، ریڈکلف اور آئیر ہی کو تھا اور کوئی شک نہیں کہ آئیر باؤنڈری کمیشن کی پیش رفت سے نہرو اور وی پی مینن کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔

بہر کیف حقائق حسبِ ذیل ہیں:

ریڈکلف نے پنجاب کی سرحد کا تعین مکمل کر لیا تھا جس میں فیروز پور اور زیرا کے ذیلی علاقے پاکستان کو دیے گئے تھے۔

مسٹر بومانٹ نے یہ نقشہ مسٹر ایبل کو دکھایا تھا تا کہ گورنر پنجاب سر ایون جنکنز ان مقامات پر فوج متعین کر سکیں جہاں ہنگاموں کا خطرہ ہو۔

اس کے فوراً بعد وی پی مینن آدھی رات کو ریڈکلف کے گھر پہنچ گئے اور ان سے ملنے کی درخواست کی، مسٹر بومانٹ نے انکار کر دیا۔ اس پر مینن نے کہا کہ انہیں ماؤنٹ بیٹن نے بھیجا ہے۔ مسٹر بومانٹ نے جواب دیا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر "وہ شائستگی سے واپس چلے گئے۔ میرے خیال میں وہ اس انکار کے لئے تیار تھے۔ وہ بڑے قابل اور سمجھدار شخص تھے۔"

دوسرے دن ریڈکلف کو ماؤنٹ بیٹن نے ظہرانے پر مدعو کیا۔

ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف پر حالات کا دباؤ تھا گو یہ کوئی جواز نہیں تھا۔"

ماؤنٹ بیٹن سخت محنت سے تھک کر چور ہو چکے تھے اور انہیں یقیناً نہرو اور مینن نے کہا ہوگا کہ اگر فیروز پور پاکستان کو دیا گیا تو دونوں ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے گی۔

ممکن ہے کہ ظہرانے پر ماؤنٹ بیٹن نے ریڈکلف کو قائل کر لیا ہو کہ فیروز پور کو پاکستان میں شامل کرنے سے خانہ جنگی برپا ہو سکتی ہے۔

''ریڈکلف کو ہندوستان آئے صرف چھ ہفتے ہوئے تھے اور وہ گرمی سے بدحال ہو رہے تھے۔ انہیں شاید علم نہیں تھا کہ نہرو، مینن اور مہاراجہ بیکانیر ماؤنٹ بیٹن پر دباؤ ڈال رہے تھے۔''

ریڈکلف نے بتایا کہ ان سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو ساتھ نہ لائیں کیونکہ میز پر مزید جگہ نہیں ہے[۳] حالانکہ بومانٹ کو، جو ازمے والے گھر میں چھ مہینے رہے، معلوم تھا کہ یہ بات غلط تھی۔'' یہ پہلا موقع تھا جب ریڈکلف کے ساتھ بومانٹ کو کسی دعوت میں نہیں بلایا گیا۔'' اسی شام پنجاب کا سرحدی خط تبدیل کر دیا گیا۔۔ڈیلی ٹیلیگراف، ۲۵ فروری ۱۹۹۲ء

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۳۵
۲۔ کرسٹوفر بومانٹ
۳۔ بومانٹ کو مدعو نہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پٹیل نے ماؤنٹ بیٹن سے شکایت کی تھی کہ کمیشن کے سیکرٹری کی ہمدردیاں مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔

۳.۴.۳

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔ نئی دہلی

۲ مارچ ۱۹۴۸ء

ڈیئر نوئل بیکر

مَیں ایک یادداشت کی نقل ملفوف[۲] کر رہا ہوں جو مَیں نے گوپال سوامی کو بھیجی ہے۔ یہ اس موقع کیلئے ہے اگر ظفر اللہ میرے خلاف یہ الزام لگائیں کہ مَیں نے سکھ رہنماؤں کو گرفتار نہیں کیا تھا۔ اس کی نقول لندن بھی بھیجی گئی تھیں لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ تک یہ نہ پہنچی ہوں۔

آپ نے جس طرح ظفر اللہ کو زوردار طریقے سے تنبیہہ کی ہے مَیں اس کا شکر گذار ہوں لیکن میرے پاس اس کا ٹھوس جواب موجود ہے کہ سکھ رہنماؤں کو گرفتار نہ کرنے کا فیصلہ پنجاب کے گورنر نے مشرقی اور مغربی پنجاب کے نامزد گورنروں سے مشورے[۳] کے بعد کیا تھا اور یہ فیصلہ خود میرے مشورے کے خلاف کیا گیا تھا۔[۴] مَیں یہ چاہوں گا کہ یہ معاملہ اب کھل کر سامنے آ جائے تا کہ ہمیشہ کیلئے یہ بات طے ہو جائے۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۹

۲۔ ملفوفات ۱ اور ۲ ترجمہ نہیں کئے گئے۔

۳۔ تعلقات دولتِ مشترکہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ نے اپنے ۹ جون ۱۹۴۸ء کے نوٹ میں تبصرہ کیا ''اگر یہ سچ بھی ہو تب بھی ماؤنٹ بیٹن اس فیصلے سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ اس سے پہلے کہ ماؤنٹ بیٹن جنکنز کے مشورے پر عمل کرتے مسلم رہنما کراچی واپس جا چکے تھے۔ لہٰذا جونہی مسلمانوں کی پیٹھ مڑی ماؤنٹ بیٹن نے گرفتاری کی پالیسی سے منہ موڑ لیا جس کا فیصلہ ۵ اگست کو ہوا تھا۔

۴۔ حقائق اس دعوے کی تائید نہیں کرتے۔ جنکنز کے نام اپنے ۸ اگست کے خط میں انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ انہوں نے ایبل کو جناح کے پاس یہ جاننے کیلئے بھیجا تھا کہ اگر کارروائی باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ پر ردِعمل معلوم ہونے تک ملتوی کر دی جائے تو انہیں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا لیکن جناح نے فوری کارروائی کا مطالبہ کیا۔ اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے کا ماؤنٹ بیٹن نے یہ عذر پیش کیا کہ جنکنز اور میسروی ''صورتِ حال کا بہتر اندازہ لگا سکتے ہیں اور زیادہ خطرناک لوگوں کو فوراً پکڑنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔''

۳۴۴

ایچ ایل ازمے بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار۔ فوری/خفیہ)

لندن

۶ مارچ ۱۹۴۸ء

مَیں نے اس واقعے کی خبر اپنے پرانے ساتھی کو دے دی ہے لیکن یہ مناسب جانا کہ

جب تک کوئی واضح الزام نہ لگایا جائے یہ مسئلہ اصل کردار کے سامنے نہ اٹھاؤں۔

۲۔مَیں نے سارے تار دیکھ لئے ہیں اور وزیرِ اعظم اور سر پال پیٹرک[۲] (Paul Patrick) سے اس مسئلے پر گفتگو کر لی ہے۔اوّل الذکر سے معلوم ہوا ہے کہ ظفر اللہ باؤنڈری کمیشن کے بارے میں اپنے سارے فضول اعتراضات سے دستبردار ہو گئے ہیں۔[۳]

(ایچ ایل ازمے)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۳۰
۲۔ انڈر سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ
۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۷

۴

صوبۂ سرحد کے معاملات

۴.۱

جارج کننگھم بنام محمد علی جناح[1]

فوری/ذاتی

پشاور

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

برائے قائداعظم محمد علی جناح

۱۔ڈاکٹر خان صاحب سے میری کئی طویل ملاقاتوں کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

الف۔ انہوں نے پوری متانت سے یقین دلایا کہ وہ جب تک وزیر رہیں گے پاکستان کے ساتھ وفاداری سے کام کریں گے اور ایسی کوئی کارروائی نہیں کریں گے جس سے آئین کو گزند پہنچے۔

ب۔وہ آزاد پٹھانستان کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کریں گے۔

ج۔اگر دستور ساز اسمبلی نے کسی ایسے آئین کو حتمی شکل دی جس کی حمایت ان کے لئے ممکن نہ ہوئی تو وہ استعفیٰ دے کر آئینی حزبِ اختلاف کا کردار ادا کریں گے۔

د۔مَیں نے انہیں فوراً استعفیٰ دینے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے ابھی تک اس پر عمل نہیں کیا۔

۲۔ مجھے ڈاکٹر خان صاحب کی زبان پر بھروسہ ہے اور مجھے خوشی ہوگی اگر آپ یہ ممکن سمجھیں کہ نئے دستور کے تحت ہونے والے آئندہ انتخابات تک انہیں برسرِ اقتدار رہنے دیا

جائے۔ میرے خیال میں یہی صوبے کے بہترین مفاد میں ہے کہ آئینی فرائض کی ادائیگی میں دونوں جماعتیں تعاون کریں جو اس موقع پر وزارت کی برطرفی سے کچھ عرصے تک ممکن نہیں ہوگا۔

۳۔ تاہم اس معاملے میں مجھے آپ کی مشکلات کا احساس ہے اور اگر آپ نے مجھے وزارت کی برطرفی کی ہدایت دینے کا فیصلہ کیا تو مَیں اس کی مصلحت کو بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔[۲] آج صبح آخری لمحے پر وزراء کے اس فیصلے سے کہ وہ پرچم کشائی کی تقریب میں شامل نہیں ہوں گے ان کا موقف کمزور پڑ گیا ہے۔ خان صاحب کو خطرہ یہ تھا کہ کہیں ہجوم کے ہاتھوں وزراء کی بے عزتی نہ ہو جائے۔ شاید عبدالغفّار خان کے ایماء پر قاضی عطاء اللہ نے خیال ظاہر کیا کہ تقریب میں ان کی موجودگی وزارت کیلئے باعثِ نقصان ہوگی۔

۴۔ مَیں خان صاحب اور ان کے ذریعے عبدالغفّار خان کو سمجھاتا رہا ہوں کہ وہ تشدّد کی اجازت دے کر خود کو بے اثر نہ کریں۔ میرے خیال میں مجھے اس سلسلے میں کچھ کامیابی ہوئی ہے۔ مَیں نے عبدالقیوم خان سے بھی مفصّل گفتگو کی اور مجھے ان کی معاملہ فہمی پر بھروسہ ہے۔ ان کے خیال میں اگر تین یا چار ممکنہ گڑبڑ والے علاقوں میں فوج متعین کر دی جائے تو ہم صورتِ حال پر قابو پا سکتے ہیں۔ اگر ۱۹ اگست سے پہلے وزارت تبدیل نہ کی جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ عید کے بعد افواج کی نقل و حرکت آسان ہو جائے گی۔ میرے خیال میں اس خفیف سی تاخیر سے صوبائی لیگ کے رہنماؤں کو کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہوگی کیونکہ وہ آج کل بہترین سیاسی حیثیت میں ہیں۔ مجھے پولیس اور صوبائی ملازمین کی وفاداری پر مکمل بھروسہ ہے۔

جارج کننگھم

گورنر سرحد

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۶

۲۔ ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو گورنر سرحد نے ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت برطرف کر کے عبدالقیوم خان کو نئی وزارت کی تشکیل کی دعوت دی۔

۴.۲

جارج کننگھم بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

پشاور

۲۰ اگست ۱۹۴۷ء

اگر میرے تار نمبر ۳ جی مورخہ ۱۵ اگست کے جواب میں آپ پہلی فرصت میں احکامات صادر فرما دیں تو مَیں شکر گزار ہوں گا۔ عوام مناسب کارروائی کے منتظر ہیں اور وزارت کی تبدیلی کے امکان کے باعث بعض انتظامی فیصلے ملتوی رکھے گئے ہیں۔

گورنر صوبۂ سرحد

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۵۰

۴.۳

جارج کننگھم بنام محمد علی جناح[1]

پشاور

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

کیا مجھے اجازت ہے کہ مَیں اپنی صوابدید پر اس صوبے کی سیاسی تبدیلیوں اور قبائلی معاملات سے کابل میں اپنے سفارت کار کو باخبر رکھوں؟

غالباً مرکزی حکومت خود سرحد کی وزارت میں تبدیلی کی اطلاع کابل میں ہمارے سفارت کار کو دے دے گی۔

گورنر صوبۂ سرحد

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۶۴

۴.۴

جارج کنگھم بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

پشاور
۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے آج دوپہر ایک بجے ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت برطرف کر دی[2] اور عبدالقیوم کو وزارت بنانے کی پیش کش کی ہے۔

کنگھم

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۴۷
۲۔ دیکھئے ضمیمہ ۱ اور ۲

۴.۴ کا ضمیمہ ۱

خفیہ ادارے کی رپورٹ[1]

پشاور
۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب گورنر سرحد نے ۲۲ اگست کو ڈاکٹر خان صاحب کی کانگریسی وزارت برطرف کر دی اور مسلم لیگ کی وزارت قائم ہوگئی جس میں خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ اور خان محمد عباس خان وزیر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کی برطرفی کی خبر سرخپوشوں کے بیشتر حامیوں کیلئے حیران کن تھی۔ ڈاکٹر خان صاحب نے کہا ہے کہ برطرفی غیر آئینی تھی لیکن عام سرخپوشوں کا ردعمل صرف اتنا تھا کہ نوشہرہ کے علاقے میں کہیں کہیں پٹھانستان کے جھنڈے لہرائے گئے اور ضلع پشاور میں چارسدہ اور شب قدر کے مقامات پر سرخپوشوں کے حامیوں نے سول نافرمانی کی دھمکیاں دیں۔ ۱۹ اگست کو ضلع مردان کے قصبوں شیوا اور کاٹلنگ میں کانگریس کے حامیوں نے چھوٹے چھوٹے جلوس نکالے۔ پہلے جلوس میں لوگ مسلّح تھے اور انہوں نے ہوا میں گولیاں بھی چلائیں۔

۱۷ اگست کو صوبائی کانگریس کمیٹی کے صدر امیر محمد خان کے رشتہ دار حمید اللہ نے ہوتی بازار میں مسلم لیگ کا جھنڈا اتار دیا۔ ۱۵ اگست کو ضلع پشاور کے گاؤں وڈپاگا میں لیگ کے دفتر پر پاکستان کا پرچم لہرانے کے بعد کانگریس اور لیگ کے حامیوں کے درمیان ہاتھا پائی ہوگئی اور انہوں نے ایک دوسرے پر گولیاں بھی چلائیں لیکن پولیس نے صورتِ حال پر قابو پالیا۔

ڈاکٹر خان صاحب اور دوسرے وزراء نے اپنے گھروں سے ۱۵ اور ۱۶ اگست کو کانگریس کے جھنڈے اتار لیے اور اس کے بعد سے یہ لوگ اپنی موٹر کاروں پر زلمئے پختون کے جھنڈے لگا کر پھرتے ہیں۔

۱۸ اگست کو ضلع پشاور کے جبّہ اور تارو کے سرخپوش ''جرنیلوں'' کے گھروں پر پٹھانستان کے جھنڈے لگائے گئے اور سرخپوشوں نے ہوا میں گولیاں چلائیں۔

عبدالغفار خان نے ہفتے کا بیشتر حصہ سردریاب میں گذارا جہاں سرخپوش رہنماؤں نے ان سے ملاقات کی۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ضلع پشاور کے ذیلی ڈویژن چارسدہ میں مختلف مقامات پر کانگریسی جھنڈوں کی جگہ زلمئے پختون کے جھنڈوں نے لے لی ہے۔

۱۔ ''سرحد میں استصوابِ رائے ۱۹۴۷ء''، (The Referendum in NWFP 1947)، نیشنل ڈاکیومنٹیشن سنٹر، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء

۴.۴ کا ضمیمہ ۲
ایچ گورڈن منی جیروڈ کی یادداشت
(اقتباس)

امریکی سفارت خانہ۔ کراچی

۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

صوبۂ سرحد کی کابینہ کی برطرفی

صوبۂ سرحد کی وزارت نے، جس کے وزیرِ اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب تھے، اپنی تخریبی کارروائیوں سے پاکستان کی نئی حکومت کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا تھا اور اس کے نتیجے میں

صوبے کے گورنر سر جارج کنگھم نے ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو پوری وزارت برطرف کر دی۔ سرحد اسمبلی میں انڈین کانگریس کے حامی کافی اکثریت میں تھے۔ مسلم لیگ کی صرف ۱۶ نشستوں کے مقابلے میں کانگریس کی ۳۱ نشستیں تھیں۔ اس کے نتیجے میں ۹ اگست ۱۹۴۷ء کو ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت تشکیل ہوئی تھی جس کو حکومتِ پاکستان سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں تھی۔ ۱۵ اگست کو پرچم کشائی کی سرکاری تقریب میں کابینہ کے ایک بھی رکن کا شامل نہ ہونا قابلِ توجہ تھا۔ یہ واقعہ پاکستان سے عدم وفاداری کے دوسرے مظاہر سے مل کر وزارت کی برطرفی کا سبب بنا جس کا حکم سر جارج کنگھم کو کراچی سے پاکستان کی کابینہ نے دیا تھا۔ خان صاحب کی برطرفی کے بعد سر جارج کنگھم نے سرحد اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے رہنما خان عبدالقیوم خان کو نئی وزارت بنانے کی پیشکش کی۔

ڈاکٹر خان صاحب کی عدم وفاداری ظاہر ہونے کے باوجود یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا حکومتِ پاکستان اس وقت اتنی مضبوط ہے کہ برطرفی کا انتہائی قدم اٹھا کر ممکنہ فسادات کا خطرہ مول لے۔ اکثر حلقوں میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ صوبۂ سرحد میں موجودہ تناؤ اس انتہائی اقدام کے باعث شدید تر ہو کر کہیں بغاوت کی صورت نہ اختیار کر لے جب کہ پہلے ہی پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات برپا ہیں اور دوسرے کئی علاقوں میں شدید بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ بہرکیف حکومت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ پاکستان کے اس تشکیلی دور میں حکومت کا وقار اور اختیار برقرار رکھنے کیلئے یہ اقدام ضروری اور بروقت تھا۔

ایچ گورڈن منی جیروڈ
امریکی قونصل

۴۵
جارج کنگھم بنام محمد علی جناح[1]
(تار)

پشاور
۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر قائداعظم

آپ کو کل تار[2] کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ مَیں نے ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کو

دوپہر ایک بجے برطرف کر دیا اور دو بجے عبدالقیوم خان کو نئی وزارت بنانے کی پیش کش کی۔ آپ کی ہدایات[۳] کے مطابق ایک وزارت قائم ہو گئی ہے جس میں عبدالقیوم اور محمد عباس شامل ہیں۔ انہوں نے آج صبح حلف بھی اٹھا لیا ہے۔

۲۔ میری اور عبدالقیوم کی رائے ہے کہ تیسرے وزیر کا انتخاب فوراً ہو جانا چاہئے۔ وزارت کے غیر یقینی حالات کی وجہ سے انتظامیہ کے کاموں میں کئی ہفتوں سے تاخیر ہو رہی ہے اور صرف دو وزیروں کے لئے تمام زیرالتوا معاملات نمٹانا مشکل ہے۔

۳۔ میرا اور عبدالقیوم خان کا اس پر اتفاق ہے کہ تیسرے وزیر کیلئے بنّوں کے ایم ایل اے حبیب اللہ موزوں رہیں گے۔ وہ ایک ممتاز وکیل اور اسمبلی کے پرانے رکن ہیں اور سرکاری کمیٹیوں کے رکن یا صدر رہ چکنے کی وجہ سے انتظامی معاملات کا عملی تجربہ رکھتے ہیں اور ان کی نیک نامی ہر طرح مستند ہے۔ ان کی قابلیت مسلم لیگ کے باقی ارکانِ اسمبلی سے بلاشبہ زیادہ ہے۔

۴۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس سلسلے میں پیر ذکوڑی عبداللطیف خان کا نام لیا جا رہا ہے۔ ان کی اہلیت کے سوال سے قطع نظر ان کی شہرت کچھ ایسی ہے کہ اگر انہیں شامل کیا گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ وزارت کی ساکھ گر جائے گی۔ میرے نزدیک اس معاملے میں صاف گوئی بہتر ہے۔

۵۔ مجھے امید ہے کہ میری اور عبدالقیوم کی اس مشترکہ سفارش پر، جو بہت غور و خوض اور تبادلۂ خیال کے بعد کی گئی ہے، آپ بھی اتفاق کریں گے۔ محمد عباس بھی اس سے متفق ہیں۔

آپ کا مخلص
جی کننگھم

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۸۶
۲۔ دستاویز نمبر ۴۴
۳۔ ضمیمہ

۴.۵ کا ضمیمہ
محمد علی جناح بنام جارج کنتگھم
(تار)

بلا تاریخ (اگست) ۱۹۴۷ء

مسلم لیگ کے رہنما کی حیثیت سے عبدالقیوم کو بلا کر ان سے کہیں کہ وہ اپنے اور محمد عباس پر مشتمل وزارت بنالیں۔ میری تجویز ہے کہ آپ پیر صاحب مانکی شریف سے ملاقات کر کے انہیں تیسری وزارت کی پیشکش کر دیں۔ انہیں اگر یہ منظور نہ ہو تو وزارت عبدالقیوم اور عباس خان تک محدود رکھیں۔

(ایم اے جناح)

۴.۶
محمد علی جناح بنام جارج کنتگھم[1]

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر جارج

آپ کا ۲۳ اگست کا مراسلہ[2] مجھے موصول ہوا جس کے لئے مَیں آپ کا شکر گذار ہوں۔ پیرے ۲، ۳، اور ۴ کے متعلق میرا خیال ہے کہ آپ اور قیوم کچھ انتظار کر لیں۔ مَیں کل صبح لاہور روانہ ہو رہا ہوں اور اس معاملے میں میری واپسی پر مزید غور کیا جا سکے گا۔ پھر مَیں آپ کو بتا دوں گا کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔

آپ کا ۲۱ تاریخ کا تار[3] اس بارے میں ہے کہ کیا سرحد کی سیاسی تبدیلیوں سے کابل میں ہمارے سفارت کار کو باخبر کیا جائے۔ جواب سے پہلے اس سوال پر گہرے غور و خوض کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے پر بھی آپ میری کراچی سے واپسی کا انتظار کریں جو امید ہے کہ چند دنوں میں ہوگی۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۳۰
۲۔ دستاویز نمبر ۴.۵
۳۔ دستاویز نمبر ۴.۳

۴.۷
محمد علی جناح بنام جارج کنتگھم[1]

۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر جارج

یہ میرے ۲۷ اگست کے مراسلے[2] کے تسلسل میں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لاہور سے واپس آ کر مجھے وقت ہی نہیں ملا کہ مَیں تیسرے وزیر کے بارے میں آپ کی سفارش پر غور کر سکوں آپ تو جانتے ہی ہیں کہ پنجاب کے مشرقی اور مغربی حصوں میں ناگہانی واقعات نے اور اب دہلی کی بھیانک صورتِ حال نے ہمیں بہت پریشان کر رکھا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اس معاملے کو فی الحال ملتوی کر دیا جائے۔

اپنے تار[3] میں آپ نے جس دوسرے مسئلے کا ذکر کیا ہے مَیں اس کی جانب حکومتِ پاکستان کے جنرل سیکرٹری کی توجہ مبذول کراؤں گا تا کہ وہ کابل میں پاکستانی سفارت خانے کو صوبۂ سرحد میں وزارت کی تبدیلی کی اطلاع دیدیں۔ ویسے جب آپ ضروری سمجھیں کابل میں ہمارے سفارت خانے کو اپنی صوابدید پر صوبے کی سیاسی تبدیلیوں اور قبائلی معاملات سے باخبر رکھ سکتے ہیں۔ تاہم امید ہے کہ ایسی مراسلت اور اس کے جوابات کی ایک نقل آپ مجھے بھی بھیجتے رہیں گے۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۳۱
۲۔ دستاویز نمبر ۴.۶
۳۔ دستاویز نمبر ۴.۳

۴۸

محمد علی بنام ایف امین[1]

فوری/خفیہ

کیبنٹ سیکرٹریٹ (کراچی)

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

مندرجہ ذیل کاغذات ارسال کر رہا ہوں جن پر وزیراعظم آج شام چھ بجے اپنی ملاقات میں قائداعظم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ شکر گذار ہوں گے اگر قائداعظم کچھ وقت نکال کر ان پر نظر ڈال لیں۔

۱۔ سرحد کے بارے میں پالیسی پر سر جارج کنگھم کی یادداشت[2]

۲۔ اسی موضوع پر جنرل میسروی کا خط[3]

۳۔ سر جارج کنگھم کا خط[4] جس میں انہوں نے جنرل میسروی کے تبصرے کی روشنی میں حالات کا جائزہ لیا ہے۔

محمد علی

سیکرٹری جنرل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۸۲

۲۔ ملفوفہ ۱

۳۔ ملفوفہ ۲

۴۔ ملفوفہ ۳

۴۸ کا ملفوفہ ۱
جارج کنگھم کی یادداشت

پشاور

۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

سرحدی قبائل کے بارے میں حکومت کی پالیسی

۱۔ مناسب ہوگا کہ جس قدر جلد ممکن ہو حکومتِ پاکستان صوبۂ سرحد کے قبائل اور ریاستوں سے متعلق اپنی آئندہ حکمتِ عملی اور ان کے ساتھ کئے جانے والے معاہدوں کے بارے میں فیصلہ کر لے۔ فی الحال ایک قسم کا ''علیٰ حالہٖ معاہدہ'' عام طور پر قبول کر لیا گیا ہے لیکن ان معاملات کو جلد از جلد قطعی شکل دینی ضروری ہے۔

۲۔ حکومتِ پاکستان جن آئینی اقدامات سے اپنی قبائلی پالیسی کو قابلِ عمل بنانا چاہتی ہے میرے خیال میں ان میں کوئی بڑی مشکل پیش نہیں آئے گی اور اس پورے مسئلے کا فوری طور پر عملی اور تفصیلی جائزہ لینا ممکن ہے۔

۳۔ مجھے امید ہے اس یادداشت میں تمام متفرق مسائل یعنی سیاسی امور، قبائل اور ریاستوں کے ساتھ تعلقات، الاؤنس، خاصہ داری، سول آرمڈ فورسز وغیرہ کا مختصر بیان مفید ہو گا۔ یہ تمام امور اس قدر خلط ملط ہیں کہ انہیں الگ الگ کرنا مشکل ہے۔

۴۔ مَیں اس ابتدائی مرحلے پر ہی اپنے عبوری خیالات کا اظہار کرنا چاہوں گا جن میں کچھ مفروضے شامل ہیں۔

الف۔ پاکستان کے قیام کے بعد ہمارے قبائل (جو سو فیصد مسلمان ہیں) گو اپنی داخلی آزادی کے معاملے میں اب بھی حسّاس ہیں لیکن میرے خیال میں حکومت سے مذہبی ہم آہنگی کا ان پر ضرور مثبت اثر پڑے گا۔ اس سے ایک نیا جذبہ ابھرے گا جس سے حکومت اور قبائل کے درمیان تعلقات میں گرمجوشی پیدا ہوگی۔ اس اسلامی جذبے سے فائدہ اٹھانے کیلئے حکومت کو ہر ممکن اور مناسب کوشش کرنی چاہئے۔

ب۔وزیرستان کے سوا باقی اور قبائل اپنے اور حکومت کے درمیان موجودہ انتظامات سے بالکل مطمئن ہیں۔ہمیں چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے پرانے معاہدوں کو کچھ ضروری ترمیمات کے ساتھ نافذ رہنے دیں۔موجودہ وظائف اور خاصہ داریاں برقرار رکھی جائیں۔قبائل کو ہم نے جن اہم امور کی مثلاً مفروروں کی گرفتاری اور قیامِ امن کی ذمّہ داریاں سپرد کر رکھی تھیں انہیں بھی برقرار رکھنا چاہئے۔

ج۔فی الحال قبائل اپنی داخلی آزادی برقرار رکھنا چاہیں گے۔گویا انہیں یہ منظور نہیں ہو گا کہ ان کے علاقے میں،سوائے ان جگہوں کے جہاں وہ پہلے سے موجود ہیں،پولیس،تحصیلدار، مال اور،محصولات کے محکمے اور عدالتیں قائم کی جائیں۔انہیں یقین دلانا چاہئے کہ حکومتِ پاکستان نہ تو ان کی آزادی میں دخل انداز ہونا چاہتی ہے اور نہ ہی کسی قبائلی علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

ہمیں یہ کوشش بھی نہیں کرنی چاہئے کہ قبائل کا کوئی وفاق بنایا جائے۔ایک دو ایسی تجاویز سامنے آئی ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ یہ اچھی حکمتِ عملی نہیں۔ہمیں اس تاثر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے کہ قبائل دوسرے پٹھانوں سے الگ ہیں یا یہ کہ قبائلی علاقوں اور بندوبست شدہ اضلاع کے لوگوں کے مابین کوئی دوری حائل ہے۔اس کے برعکس ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر قبیلے کو اس کے متصل ضلع سے مربوط کر دیا جائے کیونکہ ان کی معاشی اور سماجی ترقی اسی طرح ممکن ہے۔مَیں قطعی طور پر یہ ماننے کیلئے تیار نہیں کہ قبائل باہمی رضامندی سے کسی وفاق کے قیام پر راضی ہوں گے۔

ہ۔جہاں بھی مسلّح شہری فوج (Civil Armed Forces) کے دستوں کی ضرورت ہو حتی الامکان ان میں اڑوس پڑوس کے علاقوں کے لوگوں کو بھرتی کرنا چاہیے تا کہ وہ صحیح معنوں میں ایک ملیشیا (Militia) ہو۔ان کی افادیت کی بہترین مثال کرّم ملیشیا ہے۔فرنٹیئر کانسٹبلری اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کی تنظیم جداگانہ ہے۔

نظم وضبط کا نظام

۵۔(الف)۔پانچ ایجنسیوں (مالاکنڈ،خیبر،کرّم،شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان)

میں پولیٹکل ایجنٹ اوران کا عملہ یوں ہی برقرار رہنا چاہئے۔

(ب)۔ یہ معاملہ فیصلہ طلب ہے کہ ان پولیٹکل ایجنٹوں پر اختیار مرکزی حکومت کا ہوگا یا کہ صوبائی حکومت کا۔ مَیں صوبائی حکومت کو اختیار تفویض کرنے کا پُرزور حامی ہوں۔ میرے خیال میں موجودہ انتظامی سرحد کے دونوں جانب اشتہاری ملزموں، ماردھاڑ، اغوا، سرحدی تنازعات، تجارتی سہولتوں، صحتِ عامّہ کے فروغ اور تعلیم کے معاملات میں ہم آہنگی کیلئے صوبائی وزراء کی مقامی حالات سے واقفیت کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔ مزید برآں اگر صوبائی حکومت کو ان معاملات سے لاتعلق کردیا گیا تو مرکزی حکومت کو گورنر کو بطور ایجنٹ استعمال کرنا پڑے گا جو وزراء اور گورنر کے درمیان کشیدگی کا سبب بن سکتا ہے۔ مَیں کچھ عرصے سے اس خطرے کو محسوس کررہا ہوں اور محکمۂ امورِ خارجہ کو بہت پہلے ۱۸ فروری ۱۹۴۵ء کو اپنی رائے سے مطلع کرچکا ہوں۔

صوبے کو ان معاملات کی ذمّہ داری دینے سے جو بڑی دشواری پیش آئے گی وہ مالی اخراجات کی ہے۔ اگر مرکز نے سرمایہ فراہم کیا تو وہ لازمی طور پر کسی قدر مسلسل نگرانی کا تقاضہ بھی کرسکتا ہے۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ صوبے کو ان مقاصد کے لئے باقاعدہ مالی اعانت کیوں نہیں دی جاسکتی بالکل اسی طرح جیسے بندوبست شدہ اضلاع (Setlled Districts) کو دی جاتی ہے۔ خصوصی مقاصد جیسے فرنٹیئر کانسٹبلری، خاصہ داری اور بعض دیگر اہم شعبوں پر خرچ ہونے والی بڑی رقوم مختص کردی جائیں اور صوبائی حکومت خرچ کی اس تخصیص پر پابندی سے عمل کرے۔ مرکز اس طرح مناسب نگرانی کرسکتا ہے کہ اس مالی امداد پر وقتاً فوقتاً نظرِ ثانی کرتا رہے۔

مجھے علم نہیں کہ آیا گورنر کو گورنر جنرل کا ایجنٹ بنایا جارہا ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں یہ عمل قرینِ مصلحت ہوگا۔ عملی طور پر گورنر قبائلی امور میں وزراء کے مشورے سے صوبائی حکومت کے آئینی سربراہ کی حیثیت سے کام کرے گا۔ مَیں ہمیشہ اس حق میں ہوں گا کہ وزیرِ اعلیٰ قبائلی انتظامیہ کو سنبھالے۔ عام حالات میں صوبائی حکومت اپنے احکامات پولیٹکل ایجنٹ کے ذریعے قبائل کو پہنچا سکتی ہے اور اگر کوئی زیادہ اہم معاملہ ہو تو گورنر (اگر ممکن ہو تو وزیرِ اعلیٰ کے ہمراہ) صوبائی حکومت کی ترجمانی کرسکتا ہے۔

روز مرّہ کے آئینی طریقۂ کار میں صرف ایک ترمیم کی ضرورت ہے کہ اگر سرحدی حکمتِ عملی میں کسی اہم مسئلے پر گورنر اور وزراء کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے گورنر جنرل سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کا حق حاصل ہو۔

(ج)۔سرحدی پالیسی کے اہم امور، جیسے افغانستان سے ہمارے تعلقات یا بیرونی جارحیت کے خلاف پاکستان کا دفاع، مرکزی حکومت کے تحت ہونے چاہئیں، میرے خیال میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے توسط سے اسکاؤٹس اور ملیشیا بھی مرکزی نگرانی میں آنے چاہئیں۔

۶۔اب مَیں شمال سے جنوب تک سرحد کے ہر حصے کو زیرِ غور لاؤں گا۔مخصوص علاقوں کو چھوڑ کر میری تجویز ہے کہ ہر علاقے سے ایک نیا اور مختصر معاہدہ اس بارے میں ہونا چاہئے کہ حکومت اور قبائل (یا ریاستوں) کے درمیان پہلے سے موجود تعلقات، الاؤنس اور خاصہ داری اسی طرح سے برقرار رہیں گے۔

ضلع ہزارہ کا سرحدی علاقہ

۷۔(الف): قبائل

اِن قبائل سے آخری تحریری معاہدے ۱۸۹۱ء میں کیے گئے تھے۔انکا مجموعی اطلاق سرکاری افواج کی آزادانہ نقل وحرکت، برطانوی علاقے میں جرائم سے متعلق ذمّہ داری، اغواء شدہ افراد اور مسروقہ مال کی بازیابی، عام یا رواجی قانون کے تحت مقدمات کے تصفیے اور سرحد پر امن کے قیام پر ہے۔وظائف کی رقم ۵۶۰۰ (پانچ ہزار چھ سو روپے) ہے۔

سرحد کے اس حصے کی حفاظت فرنٹیئر کانسٹبلری کے ذمّے ہے مگر وہ قبائلی علاقے کے اندر تعینات نہیں ہے۔

(ب)۔نواب امب:

بظاہر نواب اور حکومت کے درمیان کسی قسم کا تحریری معاہدہ نہیں ہے۔ریاست کا بیشتر حصہ (تناول) ضلع ہزارہ کے اندر ایک جاگیر ہے جو برطانوی ہند کے علاقے اور حاکمیت میں ہے۔اس علاقے میں سوائے سزائے موت والے مقدمات کے تمام فوجداری اختیارات نواب کو

حاصل ہیں اور وہ مالیہ بھی وصول کرتا ہے۔ یہ معاملہ فیصلہ طلب ہے کہ آیا یہ تفویض شدہ جاگیر اصل ریاست کا حصہ شمار کی جائے یا نہیں۔ اب تک اسے ''مستثنیٰ علاقے'' کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔ اس سے متصل پھلڑا کی چھوٹی سی ریاست بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔

نواب امب کو ۱۵۳۰۰ (پندرہ ہزار تین سو روپے) سالانہ الاؤنس ملتا ہے۔ ریاست امب اور برطانوی ہند کے درمیان تجارت کی مکمل آزادی ہے ماسواء اس کے کہ ریاست سے برآمد ہونے والی لکڑی پر نواب محصول لگاتا ہے اور مرکزی حکومت کی اجازت کے بغیر وہ اسلحہ اور گولہ بارود درآمد نہیں کر سکتا۔

ضلع ہزارہ کے ڈپٹی کمشنر کو سرحدی قبائل اور ریاست امب کیلئے بطور پولٹیکل ایجنٹ بدستور کام کرتے رہنا چاہئے۔

مالاکنڈ ایجنسی (دیر، سوات اور چترال)

۸۔ پہلے مَیں ان تین ریاستوں کا ذکر کروں گا جن کی وجہ سے یہ ایجنسی دوسروں سے مختلف ہے۔

الف۔ چترال

چترال کے ساتھ موجودہ معاہدوں کے نمایاں نکات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مہتر چترال کو ۱۷۱۱۶۰ (ایک لاکھ اکہتّر ہزار ایک سو ساٹھ) روپے سالانہ الاؤنس ملے گا جس میں سے ۳۰۰۰۰ (تیس ہزار روپے) باڈی گارڈ رکھنے پر خرچ کئے جائیں گے۔

۲۔ ۹۷۳ (نوسو تہتر) افراد پر مشتمل چترال اسٹیٹ اسکاؤٹس مرکزی حکومت کے خرچے پر ریاست میں تعینات رہیں گے۔

۳۔ چرس کی تجارت پر کچھ پابندیاں عائد ہیں۔

۴۔ ہز ہائنس مہاراجہ کشمیر کی بالادستی کا اقرار (جس پر مہتر چترال کو سخت برہمی ہے)۔

۵۔ داخلی انتظام میں کچھ ذمّہ داریاں (مثلاً بیگار، مقدموں کے فیصلے وغیرہ)

۶۔ ریاست کی سرحدوں کا تعین— کچھ عرصے سے مہتر اپنا اقتدار غزر اور یاسین تک بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں (جو گلگت ایجنسی کے حصے ہیں اور جنہیں اب کشمیر کے حوالے کر دیا گیا ہے)۔ اس مسئلے کا تصفیہ کرنا بہت مشکل ہوگا اور شاید ہمیں ثالثی پر رضامند ہونا پڑے گا۔

ب۔ دیر

دیر کے نواب اور حکومت کے درمیان ایک اہم معاہدہ ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا جس کی نمایاں شقیں یہ ہیں (۱) نواب چکدرہ سے چترال جانے والی سڑک کھلی رکھیں گے اور چترال جانے والا مال محصول سے مستثنیٰ ہوگا (۲) ریاست کی جو سرحدیں حکومت نے متعیّن کی ہیں نواب انہیں تسلیم کریں گے (۳) حکومت ان کے جنگلات پر جزوی نگرانی کی مجاز ہوگی (وہ ہمیشہ اس شق سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں) (۴) نواب اپنی ریاست کے اندر حکومت کے خلاف کارروائیوں کا سدِّ باب کریں گے اور مفروروں کو اپنی ریاست میں پناہ نہیں لینے دیں گے۔

نواب کو حکومت سے ۵۰۰۰۰ (پچاس ہزار روپے) سالانہ الاؤنس ملتا ہے۔ مزید برآں حکومت ۲۷۵ لیویز کے اخراجات بھی برداشت کرتی ہے جنہیں ریاست میں سے بھرتی کر کے وہیں تعینات کیا جاتا ہے۔ ایک نئی شق جو ہم اس معاہدے میں شامل کرنا چاہیں گے وہ مالاکنڈ سے چترال تک ٹیلی گراف لائن کی تنصیب اور اس کی حفاظت سے متعلق ہے۔ فی الحال یہ لائن گلگت کے راستے جاتی ہے۔

ج۔ سوات

والیِ سوات کے ساتھ ۱۹۲۶ء میں معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت والی نے حکومت سے عہد کیا تھا کہ وہ حکومت کے وفادار رہینگے، مجرموں کو ریاست کے علاقے سے حملے کرنے سے اور مفروروں کو پناہ لینے سے روکیں گے۔ یہ کہ والی مخصوص خطّوں کے لوگوں کے معاملات میں دخل

نہیں دیں گے اور ریاست کے جنگلات پر حکومت کو جزوی نگرانی حاصل ہوگی۔ان کی ریاست کی حدود قطعی طور پر متعین نہیں ہوئی ہیں۔

انہیں ۱۰۵۰۰ (ساڑھے دس ہزار روپے) سالانہ الاؤنس ملتا ہے۔(یہ ایک علامتی عطیہ ہے کیونکہ میرے خیال میں ان کی موجودہ آمدنی پچاس لاکھ روپے سالانہ ہے)۔

اس معاہدے کے بعد والی نے اپنی ریاست کی حدود کو کافی وسیع کرلیا ہے لیکن یہ سب کیلئے سودمند رہا ہے۔انہوں نے امن وامان قائم کیا ہے اور وہ ایک مہربان حکمران ہیں۔صرف کالام کے علاقے پر تنازع کھڑا ہوسکتا ہے جو وادی سوات میں دریا کا بالائی حصہ ہے۔حکومت اور کالام کے قبائل کے درمیان ۱۹۲۸ء کے معاہدے کی رو سے چترال، دیر اور سوات کو اس علاقے پر قبضہ کرنے سے منع کردیا گیا تھا۔مہتر چترال نے ابھی ابھی شکایت کی ہے کہ والیِ سوات نے اس علاقے پر قبضہ کرنے کیلئے اپنی فوج بھیج دی ہے۔میرے خیال میں اس معاملے کو بھی ثالثی کیلئے پیش کرنا ہوگا۔

والی نے اپنے خرچ پر اپنی فوج رکھی ہوئی ہے۔

د۔اس ایجنسی میں مندرجہ ذیل وظائف دیے جاتے ہیں:

دیر کے قبائل	۱۳۰۱۰ (تیرہ ہزار دس روپے)
سوات کے ملک اور سردار	۸۷۰۰ (آٹھ ہزار سات سو روپے)
سوات کے خوانین	۲۱۵۰۰ (اکیس ہزار پانچ سو روپے)

ان قبائل سے اگر کوئی معاہدے ہوئے بھی تھے تو وہ عارضی نوعیت کے تھے۔ان سے ہمارے موجودہ تعلقات تسلّی بخش ہیں۔

مَیں نے پہلے دیر لیویز کا ذکر کیا ہے۔انہیں برقرار رکھنا چاہئے۔ہمارے پاس ۴۰۰ افراد پر مشتمل مالاکنڈ لیویز کے بھی دستے ہیں جو مالاکنڈ کے قرب وجوار کی چوکیوں اور اتمان خیل کے علاقے میں تعینات ہیں۔یہ پولیس کے عام فرائض انجام دیتے ہیں (سمن کا اجراء اور گرفتاریاں وغیرہ) اور سڑکوں پر گشت کرتے ہیں۔یہ براہ راست پولیٹکل ایجنٹ کے ماتحت ہیں اور ان میں کوئی کمیشنڈ افسر تعینات نہیں ہے۔

اب تک مالاکنڈ، چکدرہ اور درگئی کے قلعوں میں باقاعدہ فوج کی پلٹن مقیم تھی جسے ہٹا کر عمارتوں کی رکھوالی کیلئے ایک مختصر کمپنی متعین کی گئی ہے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان باقاعدہ سپاہیوں کی جگہ اگر کوئی اور جمعیت رکھنی ہے تو وہ کس نوع کی ہوگی۔

مَیں اس کے حق میں نہیں ہوں کہ وزیرستان اسکاؤٹس کی طرح، جس میں دور افتادہ سرحدی علاقوں کے پٹھان شامل ہیں، یہاں بھی اسکاؤٹس کی ایسی ہی ایک جمعیت متعارف کرائی جائے۔ میرے خیال میں جیسی بھی جمعیت ہو اسے مقامی یوسف زئی اور اتمان خیل پٹھانوں پر مشتمل ہونا چاہئے۔ مزید برآں ان کے فرائض حسبِ سابق فوج کے بجائے پولیس کی طرح کے ہوں گے اور میرے خیال میں یہاں اسکاؤٹس کے معیار پر تربیت یافتہ ملیشیا کی ضرورت نہیں۔ مالاکنڈ لیویز کے علاوہ مزید ایک ملیشیا پر بہرصورت اعتراضات ہوں گے۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ موجودہ لیویز میں ہی اضافہ کر دیا جائے۔ چونکہ یہ کوئی لڑاکا فوج نہیں ہوگی بلکہ بنیادی طور پر پولیٹکل ایجنٹ کیلئے کام کرے گی، لہٰذا پولیٹکل ایجنٹ کو اپنے عہدے کی بنا پر اس کا کمانڈر ہونا چاہئے اور اس کو ایک قابل ایجوٹنٹ اور کوارٹر ماسٹر مہیا کرنا چاہئے۔ آٹھ سو افراد کی تعداد (موجودہ ۴۰۰ لیویز شامل کر کے) کافی ہوگی۔ مالاکنڈ لیویز پر اخراجات کا حالیہ میزان ۹۷۵۰۰ (ستانوے ہزار پانچ سو روپے) سالانہ ہے۔ توسیع شدہ جمعیت کے اخراجات ۲۰۵۸۰۰ (دو لاکھ پانچ ہزار آٹھ سو روپے) سالانہ ہوں گے۔

تاہم اگر فیصلہ یہ کیا گیا کہ باقاعدہ ملیشیا ضروری ہے تو مزید ۴۰۰ (چار سو) افراد (بمع ۴ افسران) پر شروع میں ۲۷۰۳۰۰ (دو لاکھ ستر ہزار تین سو روپے) اور سالانہ ۴۵۸۸۰۰ (چار لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو روپے) خرچ ہوں گے۔ یہ اخراجات لیویز پر ۹۷۵۰۰ (ستانوے ہزار پانچ سو روپے) سالانہ خرچے کے علاوہ ہوں گے۔

ضلع پشاور سے منسلک قبائل

۹۔ (الف): مہمند

جن معاہدوں پر عمل درآمد ہو رہا ہے ان کی نمایاں شقوں میں قیامِ امن، برطانوی ہند

اورافغان حکومت سے دوستانہ تعلقات، مفروروں کی ذمّہ داری، سرکاری اور عوامی آمدورفت کیلئے علاقے میں آنے والی شاہراہ کھلی رکھنا شامل ہیں۔

انہیں ۵۹۶۱۴ (انسٹھ ہزار چھ سو چودہ روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی دیے جاتے ہیں۔ ان کے علاقے میں ۱۹۳ خاصہ دار ہیں جو زیادہ تر شاہراہ پر واقع چوکیوں پر تعینات ہیں۔

(ب): حسن خیل آفریدی

ان کے معاہدوں کی شقیں بھی تقریباً مہمندوں جیسی ہیں۔

انہیں ۱۵۰۵ (پندرہ سو پانچ روپے) وظیفہ ملتا ہے اور ان کے پاس ۱۸ خاصہ دار ہیں جو سب شاہراہ پر متعین ہیں۔

(ج): پشاور کے ڈپٹی کمشنر کو حسبِ سابق ان تمام قبائل کیلئے بطور پولیٹکل ایجنٹ کام کرتے رہنا چاہئے۔

خیبر ایجنسی

۱۰۔(الف): آفریدی

یہ پورے سرحد میں سب سے اہم قبیلہ ہے۔

ان کے ساتھ معاہدوں میں یہ امور شامل ہیں: معمول کے دوستانہ تعلقات، جرائم کی روک تھام اور مجرموں کی نگرانی، خیبر میں سے گزرنی والی سڑکوں اور ریلوے کی حفاظت، پشاور کے مغرب میں کھجوری کے میدان میں سرکاری افواج کو نقل وحرکت کی اجازت۔

انہیں ۲۷۳۱۲۰ (دو لاکھ تہتّر ہزار ایک سو بیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی دیے جاتے ہیں۔

ان کے پاس ۱۳۳۶ خاصہ دار ہیں جن کی زیادہ تعداد سڑکوں، ریلوے اور کھجوری میدان کی حفاظت پر مامور ہے۔

درۂ خیبر کے بلند ترین مقام لنڈی کوتل میں خیبر رائفلز کا ہیڈ کوارٹر ہے (یہ جمعیت کلّی طور پر خیبر کے لوگوں پر مشتمل ہے)۔

(ب): شنواری، ملاغوری، شلمانی

یہ خیبر ایجنسی کے چھوٹے قبیلے ہیں جن کی آفریدیوں سے قرابت داری ہے۔ان کے نمایاں فرائض میں دوستانہ تعلقات کا قیام، جرائم کی روک تھام اور سڑکوں اور عمارتوں کی حفاظت وغیرہ شامل ہیں۔

انہیں مندرجہ ذیل وظیفے ملتے ہیں۔

شنواری۔۳۲۰۰۰ (بتّیس ہزار روپے) سالانہ

ملاغوری۔۵۰۰۰ (پانچ ہزار روپے) سالانہ

شلمانی۔۵۰۰۰ (پانچ ہزار روپے) سالانہ

ان کے علاقے میں ۳۴۵ خاصہ دار کام کر رہے ہیں۔

ضلع کوہاٹ سے منسلک قبائل

۱۱۔(الف): اورکزئی

حکومت کے ساتھ ان کے معاہدے بہت قدیم ہیں جن کی تفصیل شاید ہی کسی کو یاد ہو۔ یہ معاہدے مجرموں کی نگرانی اور جرائم کی روک تھام سے متعلق ہیں۔

انہیں ۶۵۹۴۲ (پینسٹھ ہزار نوسو بیالیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی ملتے ہیں۔

ان کے پاس ۵۳۷ لیویز ہیں جو خاصہ داروں جیسے ہیں۔

(ب): درۂ کوہاٹ کے آفریدی

ان کے ساتھ اہم معاہدے ۱۹۲۳ء اور ۱۹۳۶ء میں ہوئے تھے جن کے تحت مجرموں کی نگرانی اور جرائم کی روک تھام کے عام فرائض کے علاوہ انہوں نے درۂ کوہاٹ کی انتہائی اہم سڑک (پشاور سے کوہاٹ جانے والی شاہراہ) کی حفاظت کا عہد کیا تھا۔

انہیں ۲۲۳۴۸ (بائیس ہزار تین سو اڑتالیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی ملتے ہیں۔شاہراہ کی حفاظت کیلئے ان کے پاس ۵۷ خاصہ دار ہیں۔

(ج): بلندخیل

ان کے ساتھ ۱۹۲۶ء کے معاہدے میں جرائم کی روک تھام کی ذمّہ داری کی عام شرائط

کے علاوہ شمالی وزیرستان سے گزرنے والی بنّوں شاہراہ کی اپنے علاقے میں حفاظت شامل ہے۔انہیں ۲۵۰۰ (دو ہزار پانچ سو روپے) بطور وظیفہ دیے جاتے ہیں اور شاہراہ کی حفاظت کیلئے ان کے پاس ۲۹ خاصہ دار ہیں۔

(د)۔کوہاٹ کے ڈپٹی کمشنر کو ان تمام قبائل کیلئے بطور پولیٹکل ایجنٹ کام کرتے رہنا چاہیئے۔

ایک اضافی مسئلہ ضلع کوہاٹ کے مغربی کنارے کی حفاظت کا ہے جہاں وہ وزیرستان سے جاملتا ہے۔کئی سالوں سے باقاعدہ فوج کا ایک بریگیڈ ٹل میں تعینات تھا جسے اب واپس بلا لیا گیا ہے اور اس کی جگہ عارضی طور پر ایک محافظ کمپنی رہنے دی گئی ہے۔ میری تجویز ہے کہ ٹوچی اسکاؤٹس کی ایک پلٹن مستقل طور پر موجودہ بیرکوں میں مقیم رہے۔شروع کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ دس لاکھ روپے ہے۔ یہ خرچ ان ۴۲۱۰۰۰۰ (بیالیس لاکھ دس ہزار روپوں) میں شامل ہے جن کا ذکر مَیں نے شمالی وزیرستان اسکاؤٹس کے اخراجات کی مد میں پیرا ۱۴ میں کیا ہے۔

کرّم

۱۲۔حکومت نے کرّم وادی کو ۱۸۹۲ء میں اپنی تحویل میں لیا تھا اور اس وقت سے یہاں کا انتظام قبائلی رواج کے مطابق چل رہا ہے۔طوری قبیلے کے ساتھ جو وادی کے بیشتر حصے کا مالک ہے کوئی تحریری معاہدہ نہیں ہے لیکن ملحقہ قبائل کے ساتھ حکومت کے دوستی، مجرموں اور جرائم کی روک تھام سے متعلق معاہدے موجود ہیں۔انہیں ۲۲۹۳۴ (بائیس ہزار نو سو چونتیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ، لنگی اور انعام کے ملتے ہیں۔وادی کی حفاظت پرانی کرّم ملیشیا بڑی عمدگی سے کر رہی ہے۔

ضلع بنّوں سے منسلک قبائل

۱۳۔یہ قبائل وزیری اور بھٹانی قبائل کا حصہ ہیں۔۱۹۲۲ء کا معاہدہ زیادہ اہم ہے جس میں وزیرستان کے عام بندوبست کے تحت سارے وزیری قبائل نے رزمک پر حکومت کے قبضے کو تسلیم کیا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جب ۱۹۴۰ء میں ہم نے احمد زئی (Salient) کے باہر نکلتے ہوئے حصے پر، جو بنّوں وزیری علاقے کا حصہ ہے سڑک نکالی اور اس پر کانسٹبلری کی ایک چوکی

بنادی تو ہم نے کوئی نیا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ان قبائل کو مندرجہ ذیل وظائف ملتے ہیں:

وزیری	۲۴۱۲۰ (چوبیس ہزار ایک سو بیس روپے) سالانہ
بھٹانی	۱۷۵۰ (ایک ہزار سات سو پچاس روپے) سالانہ

ان کے پاس ۸۳ خاصہ دار ہیں۔

میرے خیال میں ان کے ساتھ معاملات پورے وزیرستان کے مندرجہ ذیل نئے بندوبست کے ایک حصے کے طور پر طے کرنے چاہئیں۔

وزیرستان

۱۴۔(الف): شمالی اور جنوبی وزیرستان کی ایجنسیاں

یہ ہمارے قبائلی علاقے کا مشکل ترین مسئلہ ہے۔وزیرستان کے قبائل سے ہمارے موجودہ تعلقات کا سلسلہ ۱۹۲۲ء سے شروع ہوتا ہے جب حکومت نے رزمک پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ان کے ساتھ معاہدوں کے تحت:

۱۔ہم نے باقاعدہ فوج کے ذریعے پہلے رزمک پھر وانا پر قبضہ کیا اور وہاں جانے کیلئے سڑکیں بنائیں۔

۲۔ہم نے قبائل کے وظائف بڑھا دیے۔

۳۔ہم نے خاصہ داروں کو بھرتی کیا جن کی تعداد شمالی وزیرستان میں ۲۱۹۱ اور جنوبی وزیرستان میں ۳۰۷۸ ہے۔

۴۔اچھے طرز عمل، جرائم کی روک تھام وغیرہ کی عام شرائط رکھی گئی تھیں اور قبائل کو سڑکوں پر گاڑیوں کے ٹھیکوں جیسی سہولتوں کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔

(ب)۔میرے خیال میں اب ہمیں اپنی پالیسی مکمل طور پر تبدیل کرنی پڑے گی۔رزمک اور وانا میں باقاعدہ فوج تقریباً بیس پچیس سال سے مقیم ہے مگر یہ قیام اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔اس سے نہ تو امن برقرار رہ سکا اور نہ ہی معاشی ترقی ہو سکی۔فوج کی ایک بڑی تعداد یہاں پابند ہو کر رہ گئی ہے اور پچھلے دس سالوں سے قبائلی گروہ فوج کے خلاف اکثر چھوٹے

موٹے جرائم کرتے رہتے ہیں۔ مَیں ان وجوہات کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن محکمۂ دفاع میری اس تجویز سے اتفاق کرے گا کہ ہمیں آئندہ ایک دو سال میں وزیرستان سے ساری باقاعدہ فوج ہٹا لینی چاہئے۔ شروع میں تو ہمیں کچھ پریشانی ہو سکتی ہے لیکن بعد میں یہ عمل ہمارے لئے فائدمند ثابت ہوگا۔

(ج)۔ میری دانست میں مندرجہ ذیل علاقوں میں اسکاؤٹس رہنے چاہئیں۔

۱۔ میران شاہ، اسپین وام اور شمالی وزیرستان کی متصّل چھوٹی چوکیاں — البتہ انہیں دتہ خیل سے ہٹا لینا چاہئے۔

۲۔ وانا، جنڈولا اور جنوبی وزیرستان کی درمیانی چوکیاں۔ (وانا کے سوا باقی علاقے پہلے ہی اسکاؤٹس کی تحویل میں ہیں)۔

(د)۔ مَیں یہ تجویز نہیں کروں گا کہ رزمک سے فوج چلی جائے تو اس کی جگہ اسکاؤٹس لے لیں کیونکہ وہاں ان کے مواصلاتی راستوں کو خطرہ درپیش رہے گا جس کی حفاظت کے سلسلے میں خواہ مخواہ قبائلیوں کے ساتھ بڑے جھگڑے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ وانا میں اسکاؤٹس کو رکھنے کی معقول وجوہات ہیں لیکن رزمک میں نہیں۔ اسکاؤٹس کی چوکیاں اس اصول پر قائم ہونی چاہئیں کہ علاقے کے عوام میں تعلیم اور معاشی ترقی وسیع پیمانے پر ممکن ہو۔ وانا میں اس کے امکانات ہیں کیونکہ وہاں وسیع زرخیز میدان، پانی فراہم ہونے کا امکان اور خاصی پُرامن آبادی موجود ہے۔ اسی طرح کی گنجائش میران شاہ اور دور وادی (Daur Valley) میں بھی ہے لیکن رزمک میں ترقی کا امکان بہت کم ہے جہاں زمین تھوڑی ہے، پانی مفقود ہے اور سال کے بیشتر حصے میں گنتی کے لوگ رہتے ہیں۔

(ہ)۔ میری تجویز ہے کہ مارچ ۱۹۴۸ء تک وانا سے باقاعدہ فوج ہٹا لی جائے اور اس کی جگہ اسکاؤٹس کی بارہ پلٹنیں متعیّن کر دی جائیں۔ اسکاؤٹس کیلئے وانا چھاؤنی کا نصف حصہ کافی ہے لہٰذا باقی عمارتوں کو یا تو دیگر شہری ضرورتوں کیلئے استعمال کیا جائے یا اگر احمد زئی وزیری مَلِک چاہیں تو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

(و)۔میری تجویز ہے کہ اکتوبر-نومبر ۱۹۴۸ءتک ہمیں رزمک کی چھاؤنی مکمل طور پر خالی کر دینی چاہئے اور ٹوچی سے رزمک تک کی مواصلاتی چوکیاں بھی ہٹا دینی چاہئیں۔رزمک کے انخلاء کے نتیجے میں لدھا پوسٹ اور جنڈولا کے درمیان دوسری چھوٹی چوکیاں بھی خالی کرنی پڑیں گی۔

اسکاؤٹس کے موجودہ اخراجات حسبِ ذیل ہیں:

شمالی وزیرستان ۴۵۳۱۰۰۰ (پینتالیس لاکھ اکتیس ہزار روپے) سالانہ

جنوبی وزیرستان ۳۲۳۸۵۰۰ (بتیس لاکھ اڑتیس ہزار پانچ سو روپے) سالانہ

میری نئی تجاویز کے مطابق اخراجات یہ ہونگے:

شمالی وزیرستان ۴۲۱۰۰۰۰ (بیالیس لاکھ دس ہزار روپے) سالانہ

جنوبی وزیرستان ۳۲۵۸۵۰۰ (بتیس لاکھ اٹھاون ہزار پانچ سو روپے) سالانہ

مذکورہ بالا تبدیلیوں کے علاوہ میری تجویز ہے کہ ایک مختصر معاہدہ کرلیا جائے جس کے تحت حالیہ بندوبست بمع الاؤنس اور خاصہ داری بحال رہے۔اس پر حسبِ ذیل خرچ اٹھے گا:

شمالی وزیرستان الاؤنس۔۱۰۰۷۵۸ (ایک لاکھ سات سو اٹھاون روپے) سالانہ

خاصہ داری۔۷۶۰۷۰۰ (سات لاکھ ساٹھ ہزار سات سو روپے) سالانہ

جنوبی وزیرستان الاؤنس۔۱۴۱۱۸۸ (ایک لاکھ اکتالیس ہزار ایک سو اٹھاسی روپے) سالانہ، خاصہ داری۔۱۰۵۲۲۰۰ (دس لاکھ باون ہزار دو سو روپے) سالانہ

وزیرستان کیلئے ہماری مستقبل کی پالیسی کا قبائل میں اعلان اور وانا سے افواج کی حتمی واپسی (مارچ/اپریل ۱۹۴۸ء) سے پہلے ہو جانی چاہئیں۔خاصہ داری کے اخراجات اس شرط پر برداشت کئے جائیں گے کہ قبیلے سرکاری عہدیداروں کو خاصہ دار چوکیوں کا دورہ کرنے کی اجازت دیں۔سڑکوں کی نگہداشت کا معاملہ بھی اہم ہوگا۔ان میں سے کئی کو ہم چھوڑ بھی سکتے ہیں۔

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان سے منسلک قبائل

۱۵۔(الف)۔دوتانی — سالانہ الاؤنس۔۲۰۰۰ (دو ہزار) روپے

سلیمان خیل — سالانہ الاؤنس۔۴۶۰۰ (چار ہزار چھ سو روپے)

بھٹانی — سالانہ الاؤنس۔۹۴۷۰ (نو ہزار چار سو ستّر روپے)

شیرانی — سالانہ الاؤنس۔۵۹۸۸ (پانچ ہزار نو سو اٹھاسی روپے)

ماضی میں ان سب قبیلوں سے اچھے طرزِ عمل کے معاہدے کئے گئے ہیں۔ان کے پاس ۱۲۵ خاصہ دار ہیں۔

۱۶۔میری تجاویز کے مالیاتی اثرات حسبِ ذیل ہوں گے:

الف۔ مالاکنڈ لیویز کے اخراجات میں ۱۰۸۳۰۰ (ایک لاکھ آٹھ ہزار تین سو روپے) سالانہ اضافہ

ب۔شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان میں اسکاؤٹس کے اخراجات میں ۱۷۰۱۰۰۰ (سترہ لاکھ ایک ہزار روپے) سالانہ کی بچت، جملہ بچت ۱۵۹۲۷۰۰ (پندرہ لاکھ بانوے ہزار سات سو روپے) سالانہ

سول مسلّح افواج کی تنظیم نو سے ہمارے حالیہ اخراجات میں بچت کے علاوہ باقاعدہ افواج کی بڑی تعداد بھی واگذار ہو جائے گی یعنی ایک بٹالین مالاکنڈ سے، ایک بریگیڈ ٹل سے اور تقریباً ایک ڈویژن وزیرستان سے۔البتہ بنّوں اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے اضلاع اور وزیرستان کے درمیان سرحد پر (خاص طور سے شکتو نالے کے دہانے پر جو محسودوں کے مرکزی علاقے سے نکلتا ہے) فرنٹیئر کانسٹبلری میں تھوڑا سا اضافہ کرنا ضروری ہوگا تاکہ چھاپہ مار گروہوں سے نمٹا جاسکے۔تاہم یہ اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی طور پر اخراجات میں کافی کمی ہوگی۔

جی کننگھم

۴۸ء کے ملفوفہ ا کا منسلکہ

سردار عبدالرّب نشتر کا نوٹ

(خفیہ)

کراچی

بلا تاریخ (ستمبر ۱۹۴۷ء)

مَیں نے گورنر سرحد کی یادداشت پڑھی ہے۔[1] اس میں نہایت اہم مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے اور بہتر ہوگا کہ ایک کانفرنس میں اچھی طرح غور کر کے ان پر فیصلے کئے جائیں۔ اس کانفرنس میں عزت مآب وزیراعظم، سیکرٹری خارجہ، گورنر سرحد، حکومتِ سرحد اور محکمۂ دفاع کا ایک ایک نمائندہ اور کچھ ایسے مسلمان پولیٹکل افسران جنہوں نے سرحد میں کام کیا ہو، شریک ہونے چاہئیں۔ اس میں مسلّح افواج کا ایک تجربہ کار نمائندہ بھی شامل ہونا چاہئے جسے سرحد کے بارے میں کچھ علم ہو۔ اگر عزت مآب وزیراعظم اس کانفرنس میں میری موجودگی ضروری سمجھیں تو مَیں بخوشی اس میں شرکت کروں گا۔ میرے خیال میں یہ کانفرنس پشاور میں ہونی چاہئے۔ یہ مفید ہوگا اگر وزیرِ اعظم سرحد سے واقفیت رکھنے والے کراچی میں موجود افراد سے یہیں ابتدائی بات چیت کر لیں۔

یادداشت پر مختصر تبصرہ:

۱۔ پیرا ۴ (الف): ''حکومت اور قبائل کے درمیان مذہبی رشتوں سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔'' معلوم کرنا چاہئے کہ اس بارے میں پہلے کیا ہو رہا ہے اور آئندہ کیا کرنے کی تجویز ہے۔

۲۔ پیرا ۴ (ب): ''موجودہ وظائف اور خاصہ داری برقرار رکھے جائیں''۔ مزید جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اگر رزمک اور دوسرے علاقوں سے فوج واپس بلا لی جائے تو پھر وہاں کے لوگوں کو خاصہ داری اور وظائف کی ادائیگی کا کیا جواز ہوگا۔ یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ وظائف میں اضافہ کب اور کیوں ہوا تھا اور جن وجوہات کی بناء پر یہ اضافہ کیا گیا تھا کیا وہ اب بھی موجود ہیں۔

یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ آیا کسی علاقے سے انخلاء کے باعث وظائف میں کمی کی جاسکتی ہے۔

۳۔ پیرا۴۱ (ج) میں یہ تجویز بالکل معقول ہے کہ ''حکومتِ پاکستان قبائلی علاقے کے عوام کو یقین دلائے کہ وہ نہ تو ان کی آزادی میں مخل ہونا چاہتی ہے اور نہ ہی کسی قبائلی علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔''

۴۔ پیرا۴۱ (د) والی تجویز بھی مناسب ہے کہ ''ہمیں قبائل کا وفاق بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔'' ایسا اقدام نہ صرف نا قابلِ عمل بلکہ پُر خطر بھی ہوگا۔

۵۔ پیرا۴۱ (ہ) میں اس تجویز کے حق میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے کہ ''سول مسلّح افواج میں قریبی علاقوں کے لوگ بھرتی کئے جائیں'' لیکن اس امکان سے بچنے کیلئے کہ ایسی فوج اپنے ہی قبیلے پر گولی چلانے سے انکار کردے بہتر ہوگا کہ مختلف قبائل کی ایک مخلوط فوج بنانے کا بھی جائزہ لیا جائے۔ فرنٹیئر کانسٹبلری کا کردار تحقیق طلب ہے۔ یہ جمعیت صوبۂ سرحد کی انتظامی حدود کے اندر اور قبائلی سرحد کے قریب فرائض انجام دیتی ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس جمعیت کو صوبہ سرحد کی مسلّح پولیس کا ایک حصہ بنادیا جائے جس سے بہتر ہم آہنگی اور اخراجات میں کمی ہوگی۔

۶۔ پیرا۵۱ (ب) بلاشبہ صوبے کی انتظامیہ اگر قبائلی مسائل بھی طے کرے تو اس کے فائدے ضرور ہیں لیکن اس کے نتیجے میں پیش آنے والے مسائل کا حل بھی ڈھونڈنا ہوگا مثلاً:

الف۔ قبائلی علاقوں اور بندوبست شدہ اضلاع کے درمیان تنازعات کا تصفیہ کرتے وقت وزراء جو بندوبست شدہ اضلاع کے نمائندے ہیں اپنے رائے دہندگان کے مفاد کو ترجیح دیں گے۔

ب۔ اگر صوبۂ سرحد کی حکومت کی مرکزی حکومت سے مخالفت ہو تو اس سے قبائلی امور میں مرکز کے لئے شدید مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔

ج۔ قبائلی علاقوں کے مسئلے کا سرحد کے دفاع سے قریبی تعلق ہے اور ممکن ہے کہ صوبائی وزراء کو اس کا علم ہی نہ ہو کہ قبائلی علاقے سے متعلق محکمۂ دفاع کے کیا منصوبے ہیں۔

د۔ قبائلی علاقوں کے اخراجات کا بار مرکز ہی کو اٹھانا ہے اور قدرتی بات ہے کہ ''جونے

نواز کو پیسے دے گا وہی اپنی دھن بھی بجوائے گا۔'' دوسری طرف قبائلی معاملات میں سرحد کی حکومت کو مرکز کی مداخلت ناگوار گزرے گی۔

یہ تجویز کہ اس مقصد کیلئے حکومتِ سرحد کیلئے مزید رقم مختص کی جائے ناقابلِ عمل ہے کیونکہ ایسی مالی امداد ہمیشہ کیلئے متعیّن نہیں کی جاسکتی۔

یہ تجویز کہ ''اگر گورنر سرحد اور وزراء کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو گورنر کا یہ حق بلکہ فرض ہوگا کہ وہ براہ راست گورنر جنرل سے رابطہ قائم کرے'' میرے خیال میں مناسب نہیں۔ اس سے گورنر اور وزیرِ اعلیٰ کے درمیان ناچاقی ہوسکتی ہے بلکہ اس کے نتیجے میں بندوبست شدہ اضلاع کے معاملات میں بھی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

پیرا ۵۱ (ج) میں گورنر کی تجویز اس نظریے کے حق میں ہے کہ مرکز کو صوبائی حکومت کے بجائے ایک علیحدہ ایجنسی کے ذریعے قبائلی علاقے کا انتظام چلانا چاہیے۔ تاہم قبائلی امور میں صوبائی حکومت کو بھی اظہار خیال کا موقع ملنا چاہیے۔

کچھ افراد کا یہ خیال ہے کہ محکمۂ خارجہ کا قبائلی علاقے سے تعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ علاقے غیر ملکی ہیں۔ ان کے مطابق افغانستان کی قبائلی علاقے سے دلچسپی کی ایک وجہ یہ بھی ہے لہٰذا اس پر بھی غور کرنا ہوگا کہ آیا قبائلی امور کیلئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا جائے یا اسے محکمۂ دفاع کا ایک حصہ بنا دیا جائے۔

۷۔ پیرا ۶۱ کی تجاویز مناسب ہیں سوائے اس کے کہ موجودہ وظائف اور خاصہ داریاں برقرار رہیں۔ اس بارے میں پہلے اظہارِ خیال کر چکا ہوں۔

گورنر نے پیرا ۶۱ اور اس سے آگے مختلف ایجنسیوں کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا ہے۔ ان کی تجاویز پر گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے لہٰذا میں سب پر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم کچھ ایسے نکات ہیں جن کی جانب حکومت کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔

پیرا ۷۔ ہزارے کے قبائل کا مسئلہ پیچیدہ نہیں ہے۔ جو نیا نکتہ قابلِ غور ہے وہ امب اور پھلڑا کے خارج شدہ (Excluded) علاقوں کی ضلع ہزارہ میں دوبارہ شمولیت ہے۔



قائداعظم آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے چند اراکین کے ہمراہ

پیرا ۸۱۔ گورنر کی نشاندہی کے مطابق مالاکنڈ ایجنسی کی تین ریاستوں میں سے سوات کی مالی حالت اور نظم ونسق بہتر ہے۔ اس کا سہرا موجودہ حکمران (والی) اوران کے روشن خیال ولی عہد کے سر ہے جو اسلامیہ کالج پشاور کے گریجویٹ ہیں۔ والی اس ریاست کے بانی ہیں اوراخوند صاحب کے پوتے ہیں جو پٹھانوں کے عظیم مذہبی رہنما تھے۔ والی ایک عام پٹھان دیہاتی جیسی زندگی بسر کرتے ہیں البتہ ان کا بیٹا ایک تعلیم یافتہ جوان ہے اور جدید طرز سے رہتا ہے۔ والیِ سوات کے تعلقات دیر اور چترال سے کچھ اچھے نہیں ہیں۔ اس کی وجہ ان کے درمیان کچھ علاقائی تنازعات اور سوات کی خوشحالی پر دوسروں کا حسد ہے۔

دیر ایک چھوٹی ریاست ہے۔ میرے خیال میں اس کا نظم ونسق بہت بری طرح چلایا جارہا ہے۔ نواب کے خلاف بدانتظامی کی بہت سنگین شکایتیں ہیں اور وہ پاکستان سے دوستی کی طرف مائل نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ رویّہ محض والیِ سوات کی مخالفت کی بناء پر ہو جو پاکستان کے کٹّر حامی ہیں۔

چترال ایک غریب ریاست ہے اوراس کا گذارہ بھاری مرکزی امداد پر ہوتا ہے۔ اس پر کشمیر کو اقتدارِ اعلیٰ کا دعویٰ ہے جس کے تحت چترال ہر سال کچھ بھیڑ بکریاں کشمیر کو دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ وہ کشمیر کی کسی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔

مالاکنڈ ایجنسی میں حکومت کو ان تین ریاستوں اور ان کے داخلی تنازعات سے نمٹنا پڑے گا۔

یہ تجویز بھی درست ہے کہ مالاکنڈ سے باقاعدہ فوج ہٹالی جائے اور مالاکنڈ لیویز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور پولیٹکل ایجنٹ کو اس کا کمانڈانٹ مقرر کیا جائے۔

پیرا ۱۰۱۔ سے متعلق حسبِ ذیل معاملات قابلِ غور ہیں:

آفریدیوں سے مذاکرات کے دوران کھجوری کے میدان کا مسئلہ اُٹھ سکتا ہے جو آفریدیوں کی ملکیت ہے۔ ۱۹۳۰ء میں عدم تعاون کی تحریک میں آفریدیوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی اور مار دھاڑ بھی کی تھی لہٰذا حکومت نے زبردستی اس میدان پر قبضہ کرلیا تھا۔ مارچ ۱۹۳۱ء میں گاندھی- اروِن معاہدے کے فوراً بعد کانگریس نے مطالبہ کیا کہ کھجوری کا میدان

آفریدیوں کو واپس کر دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ آفریدی یہ مطالبہ حکومتِ پاکستان سے بھی کریں گے۔ آفریدی نہ صرف یہ کہ ایک اہم ترین قبیلہ ہے بلکہ وہ لوگ پاکستان کے دوست ہیں اور ان کی دوستی برقرار رکھنے میں ہمارا فائدہ ہے۔

خیبر ریلوے کو چلتے رکھنا ایک اہم دفاعی ضرورت ہے، خصوصاً جمرود سے لنڈی کوتل تک۔ اس کی دفاعی اہمیت پر غور کے بعد کابینہ کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آیا اس ریلوے کو جاری رکھنا چاہئے یا نہیں۔ صوبۂ سرحد اور بلوچستان کے مختلف مقامات میں دفاعی اہمیت کی ریلوے لائنوں کے متعلق بھی غور کیا جانا چاہئے۔

پیرا ۱۴۱۔ گورنر کی سفارش ہے کہ ہمیں رزمک سے نکل جانا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ اس واپسی سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ میرے خیال میں رزمک پر وزیری اور محسود قبیلوں کے درمیان جو تنازعہ رہا ہے واپسی کے اعلان سے پہلے اس پر بھی غور کرنا ہوگا۔ سڑکوں کی ضرورت کا تفصیلی جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ جو سڑکیں محض دفاعی استعمال کیلئے ہیں وہ تو خزانے پر بوجھ ہیں لیکن جو تجارتی آمدو رفت کیلئے ہیں وہ ہمارا اثاثہ ہیں۔ بہت سی سڑکیں جو فارورڈ پالیسی کے تحت بنائی گئی تھیں وہ رزمک اور دوسری چوکیوں سے مراجعت کے بعد کسی کام کی نہیں رہیں گی۔ پیرا ۱۴۱ کے آخر میں گورنر یہ تجویز کرتے ہیں کہ خاصہ داری اس شرط پر برقرار رہے گی کہ قبائل سرکاری عہدیداروں کو اپنی چوکیوں کا دورہ کرنے کی اجازت دیں گے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ جو علاقے خالی کئے جائیں گے وہاں خاصہ داری چوکیاں برقرار رکھنی بھی چاہئیں کہ نہیں۔

(اے آر نشتر)

۱۔ بلفوفہ ا

۲۔ وزارتِ امورِ خارجہ

۸.۴ کا ملفوفہ ۲

فرینک میسروی (Frank Messervy) بنام جارج کننگھم

(نقل برائے لیاقت علی خاں)

آرمی ہیڈکوارٹرز۔راولپنڈی

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر (کننگھم)

مَیں نے سرحد کے قبائل سے متعلق حکمتِ عملی پر آپ کی تجاویز بہت دلچسپی سے پڑھیں[1]۔ یہ سب پاکستانی فوج کی تنظیمِ نو کے منصوبوں کے ساتھ ہم آہنگ ہیں لیکن عمل درآمد کے لئے مناسب وقت کا تعین، جو انتہائی اہم ہے، ابھی باقی ہے۔

اندرونِ ملک اور سرحدوں کے دفاع کی جو وسیع اور بھاری ذمّہ داریاں فوج پر ڈالی گئی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ بلاشبہ فوج کیلئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان سے عہدہ برآ بھی ہو اور ساتھ ہی اپنی تنظیمِ نو بھی کرے — یعنی اسکول اور تربیتی ادارے بھی قائم کرے اور تنظیمِ نو کے نتیجے میں پیش آنے والے مسائل سے نمٹتے ہوئے اپنے داخلی معاملات درست کرے۔ اگر اندرونی دفاع کے مسائل درپیش نہ ہوتے تو ہم سرحد سے باقاعدہ فوج کی بتدریج واپسی کا انتظار کر لیتے لیکن اتنی تاخیر سے فوج کا ایک مستعد تنظیم کی حیثیت سے بے کار ہو جانے کا خطرہ ہے۔

ہمارے تقریباً تمام دستوں میں افسروں کی تعداد منظور شدہ تعداد سے آدھی ہے۔ بڑے دستوں میں ان کی اوسط تعداد چھ تا آٹھ ہے اور ان میں سے بھی اوسطاً صرف ایک افسر کا دس سال سے زیادہ تجربہ ہے۔ باقی ماندہ زیادہ تر ایمرجنسی کمیشنڈ آفیسرز ہیں جو باقاعدہ کمیشن کے قابل نہیں اور ان کا تجربہ بھی بہت کم ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس آٹھ سے دس ہزار جوانوں کی بھی کمی ہے۔ اگرچہ سال کے آخر تک ہم یہ کمی پوری کر لیں گے لیکن فی الحال اس وجہ سے دستوں پر دباؤ زیادہ ہے۔

اس وقت میرے پاس کمک (Reserve) کیلئے ایک بٹالین بھی نہیں ہے۔ ہر افسر اور

سپاہی سے اس کی استعداد سے زیادہ کام لیا جا رہا ہے جس سے ان کے جوش اور حوصلے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے پاس اب کل ۱۵ پلٹنیں موجود ہیں جن میں سے ۶ وزیرستان میں ہیں۔ ہمیں فوری طور پر کہیں نہ کہیں سے فوج کی بچت کرنی ہوگی۔ امید ہے کہ جیسے ہی فرقہ وارانہ جنون میں کمی آتی جائے گی..... داخلی دفاع کی صورتِ حال بھی بہتر ہوتی جائے گی۔ لیکن حالیہ فسادات کے نتیجے میں بدامنی کا سنگین مسئلہ برقرار رہے گا اور مصائب کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے مہاجرین کی موجودگی سے اس میں اضافہ ہوتا جائے گا کیونکہ انہیں پُر امن روزگار یا زراعت وغیرہ میں کھپاتے کھپاتے کافی وقت لگے گا۔ لہٰذا اس طرف سے بھی فوج کے فرائض میں کمی کی مجھے کوئی توقع نہیں۔

طے شدہ پالیسی کے تحت وزیرستان سے باقاعدہ فوج کی جلد واپسی ہی ہمارا واحد آسرا ہے۔ اس معاملے پر اب مَیں ذرا تفصیل سے بحث کروں گا۔

اس اقدام سے حسبِ ذیل فوائد متوقع ہیں:

الف۔ قبائل کو حکومت کی پالیسی کا فوراً اندازہ ہو جائے گا کہ وہ ان کو دشمن نہیں بلکہ دوست سمجھتی ہے اور ان سے تعلقات طاقت کے بل پر نہیں بلکہ باہمی رضامندی سے کئے جانے والے معاہدوں کی بنیاد پر اُستوار ہوں گے۔

ب۔ ہمارا انخلاء ایسے وقت پر ہوگا جب کہ بیشتر قبیلوں میں پاکستان کیلئے خیر سگالی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

ج۔ اگر اس پر فوراً عمل ہو جائے تو ہماری واپسی سال کے ایسے حصے میں ہوگی جو دفاعی لحاظ سے بہترین ہے کیونکہ ان دنوں قبیلے نچلی چراگاہوں میں ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے تاخیر کی تو ایسی صورتِ حال کیلئے ہمیں ایک اور سال انتظار کرنا پڑے گا۔

مَیں اس منصوبے پر عمل درآمد کا درج ذیل خاکہ تجویز کرتا ہوں:

ا۔ قائداعظم[۲] خود یا ان کی طرف سے قبائل میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ آئندہ تین مہینوں میں ان کے علاقے سے تمام فوجیں ہٹالی جائیں گی جس کے بعد قبائل سے پہلے کی طرح

کے معاہدے کیے جائیں گے۔قبائل سے یہ بھی کہا جائے کہ وہ فوجی دستوں کی نقل وحرکت میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کریں۔

۲۔وانا کو اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوران خالی کر دیا جائے اور یہاں کی ذمہ داری اسکاؤٹس سنبھال لیں۔انخلاء سے پہلے فوج حفاظت کیلئے ضروری اقدامات بھی کرے گی۔

۳۔رزمک اور گردائی نومبر-دسمبر کے دوران خالی کر دیے جائیں گے۔

صوبۂ سرحد میں فوج کی تعیناتی حسبِ ذیل ہوگی:

پشاور بریگیڈ=۴ بٹالین

کوہاٹ بریگیڈ=۴ بٹالین۔بمع ایک مشین گن بٹالین

بنوں بریگیڈ=۳ بٹالین۔(ایک بنّوں میں اور دو میرعلی میں)

نوشہرہ بریگیڈ=۳ بٹالین

آپ کا مخلص

ایف ڈبلیو میسروی

(کمانڈر انچیف۔افواجِ پاکستان)

ہز ایکسی لینسی سر جارج کنتگھم کے سی آئی ای، سی ایس آئی، او بی ای

گورنر صوبۂ سرحد۔پشاور

۱۔ملفوفہ ۱

۲۔اعلان کے ڈرافٹ کیلئے دیکھئے ملفوفہ ۳ کا منسلکہ

۴.۸ کا ملفوفہ ۳

جارج کننگھم بنام لیاقت علی خاں

گورنمنٹ ہاؤس۔ نتھیا گلی

صوبۂ سرحد

۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

سرحد کی پالیسی

ڈئیر مسٹر لیاقت علی خاں

سرحد کی پالیسی سے متعلق میرے نام سر فرینک میسروی کے خط مورخہ ۱۸ ستمبر[1] کے حوالے سے مَیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ بلاشبہ اس موضوع پر میری ۱۰ ستمبر کی طویل یادداشت[2] بھی آپ کو مل گئی ہوگی۔

۲۔ وزیرستان سے باقاعدہ افواج کے فوری انخلاء کے حق میں کمانڈر انچیف کے مضبوط دلائل کی روشنی میں مَیں نے اس پورے سوال پر دوبارہ غور کیا ہے۔ مَیں نے اپنے پولیٹکل ریذیڈنٹ میجر خورشید کو وزیرستان بھیجا ہے تاکہ وہ بھی سر فرینک کے خط کی روشنی میں اس مسئلے کا دوبارہ جائزہ لیں اور اس ہفتے کے آخر تک اپنی سوچی سمجھی رائے سے مجھے مطلع کریں۔ مجھے احساس ہے کہ بہر حال یہ ذمّہ داری مکمل طور پر میری ہے لہٰذا مَیں نے یہ طے کیا ہے کہ آپ کو اپنی حتمی رائے ابھی پیش کردوں۔

۳۔ کمانڈر انچیف کی اس تجویز کے خلاف کہ فوجوں کی واپسی کے عمل میں تیزی پیدا کی جائے صرف ایک مضبوط دلیل یہ ہے کہ اگر اس کی وجہ سے وزیرستان یا اس کے ہمسایہ قبائلی علاقے میں گڑبڑ پھیل جائے تو اس پر قابو پانے کیلئے باقاعدہ فوج کو دوبارہ بلانا پڑے گا جس سے افواجِ پاکستان کی خاطر خواہ تنظیم ممکن نہیں ہو سکے گی۔

۴۔ جہاں تک وزیرستان سے ملحقہ حصوں کا تعلق ہے وہاں ہماری حکمتِ عملی وزیرستان جیسی نہیں ہے اور نہ ہی ماضی میں وزیرستان میں ہماری کارروائیوں کا کوئی خاص ردِ عمل دوسرے سرحدی علاقوں میں ہوا ہے۔

۵۔وزیرستان سے انخلاء:

الف۔میرے خیال میں ہماری افواج کے انخلاء کے آخری مرحلے میں اس کا امکان ہے کہ وزیرستان کے شر پسند (زیادہ تر اپی کے پیروکار) ان پر حملے کریں لیکن یہ حملے اتنے سنگین نہیں ہوں گے کہ کسی فوجی کارروائی کی ضرورت پڑے۔

ب۔ برطانوی ہند کے علاقے پر محسود ٹولیوں کی مار دھاڑ کا خطرہ رہے گا لیکن ان سے اسکاؤٹس یا فرنٹیئر کانسٹبلری یا زیادہ سے زیادہ بنّوں کا بریگیڈ نمٹ سکتا ہے۔

۶۔جیسا کہ مَیں نے اپنی یادداشت کے پیرا ۴۱ (الف) میں کہا ہے مجھے پوری امید ہے کہ حکومتِ پاکستان کی حمایت میں پروپیگنڈا کارگر ہوسکتا ہے جس کیلئے اہم دلائل حسبِ ذیل ہیں:

الف۔یہ کہ پاکستان اور اسلام ہم معنی ہیں لہٰذا پاکستان کے کسی حصے کو کمزور کرنا یا اسے دنیا کی تنقید کا نشانہ بنانا دراصل اسلام کی توہین کرنا ہے۔

ب۔ پاکستانی افواج کی زیادہ اہم ضرورت اندرونی دفاع اور مہاجر بھائیوں کی امداد اور حفاظت ہے۔

ج۔ پاکستانی علاقے سے ہندوؤں کے تقریباً مکمل انخلاء کے بعد اس پر حملوں کا شکار خود مسلمان ہوں گے۔

۷۔مذکورہ بالا عوامل کے پیشِ نظر مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فوجوں کی واپسی کا خطرہ فوری طور پر مول لیا جا سکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ حکومتِ پاکستان بہت جلد ایسا فیصلہ کر لے گی۔

۸۔مَیں کمانڈر انچیف سے اتفاق کرتا ہوں کہ اس موضوع پر اعلان قائداعظم کی طرف سے ہونا چاہئے۔مَیں اس خط کے ساتھ ایک مسوّدہ بھیج[۳] رہا ہوں جس میں دیے ہوئے خطوط پر اس طرح کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔

۹۔قبائل سے ہماری گفت وشنید کی ابتداء ہی میں فقیرا ایپی کا سوال اٹھایا جائے گا۔ دراصل یہ معاملہ فقیرا ایپی کی پٹھانستان کی حمایت اور بعض قبائل کو پاکستان کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہو گیا ہے۔تاہم جب تک وہ پاکستان کی مخالفت سے باز نہیں آتے

حکومت کیلئے ان کے ساتھ کسی قسم کا عہد و پیمان کرنا مشکل ہوگا۔ اگر کبھی ان کے رویّے میں کوئی خوشگوار تبدیلی آ جائے تو میرا مشورہ ہے کہ قائداعظم کسی مناسب موقع پر حسب ذیل خطوط پر ایک اعلان کر دیں (لیکن اسے پہلے بنیادی اعلان میں شامل نہ کیا جائے):

مَیں فقیراپی کیلئے عام معافی کا اعلان کرتا ہوں جس کا اطلاق ان تمام کارروائیوں پر ہوگا جو ماضی میں انہوں نے برطانوی حکومت کے خلاف کی تھیں۔ وہ پاکستان میں جہاں بھی رہنا چاہیں بلا روک ٹوک اور آزادی سے رہ سکتے ہیں۔ مَیں ان کے پیروکاروں کی بھی وہ ساری خطائیں معاف کرتا ہوں جو ماضی میں انہوں نے وزیرستان کی حدود میں برطانوی حکومت کے خلاف کی تھیں۔ جو جرائم انہوں نے بندوبست شدہ اضلاع میں کئے تھے ان کے متعلق مَیں نے اپنے افسروں کو ہدایت کر دی ہے کہ ان کا فیصلہ جرگے کے ذریعے کروایا جائے لیکن اس کا مقصد بھاری سزائیں دینا نہیں بلکہ بے گناہ لوگوں کے نقصانات کی تلافی اور پاکستان میں امن قائم کرنا ہے۔

۱۰۔ فوجی اہتمام سے قطع نظر وسیع سیاسی انتظامات بھی ہماری فوری توجہ کے متقاضی ہیں اور ان پر بہت دور اندیشی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ جب تک قائداعظم کا اعلان نہیں ہوتا ان پر فیصلہ کرنا ممکن نہیں کیونکہ ان کا انحصار قبائل کے ردِعمل پر ہے۔ لہٰذا مصمّم ارادے کے باوجود شاید ہی ہم وانا کو اکتوبر کے آخر تک خالی کر سکیں گے۔ اگر اس مسئلے پر آپ یا قائداعظم گفتگو کرنا چاہیں تو مَیں فوراً آنے کے لئے تیار ہوں۔

آپ کا مخلص
جی گتگھم

۱۔ ملفوفہ ۲
۲۔ ملفوفہ ۱
۳۔ منسلکہ

۴۸ کے ملفوفہ نمبر ۳ کا منسلکہ

جناح کے مجوزہ اعلان کا ڈرافٹ

مَیں نے کمانڈر انچیف اور صوبۂ سرحد کے گورنر سے مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ افواجِ پاکستان کے تمام باقاعدہ دستے وزیرستان سے ہٹا لئے جائیں۔ حکومتِ ہند نے پچیّس سال قبل جو حکمتِ عملی اختیار کی تھی یہ اس کے برعکس ہے اور میرے اس فیصلے کی کئی وجوہات ہیں۔

اولاً مجھے یقین ہے کہ اس اقدام سے وزیرستان کے قبائل اور پاکستان کی اسلامی حکومت کے درمیان دوستی کا رشتہ مضبوط ہوگا اور اس سے آپ کی خوشی اور خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔

۲۔ ماضی میں حکومت قبائلی عوام کے سماجی، معاشی اور تعلیمی حالات میں کوئی خاص بہتری نہیں کر پائی کیونکہ آپ میں سے کچھ لوگوں کو برطانوی حکومت کی نیت پر شک تھا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے علاقے سے تمام باقاعدہ فوجی دستے ہٹ جانے سے آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ حکومتِ پاکستان کا آپ کے علاقے کی آزادی چھین لینے کا ارادہ نہیں۔ ہماری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کی رضامندی سے آپ کی سماجی اور معاشی حالت بہتر بنانے میں مدد کی جائے۔

۳۔ مَیں نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ شمالی وزیرستان میں دتہّ خیل اور دوسالی (Dosalli) سے اور جنوبی وزیرستان میں سراروغا (Sararogha)، کوت کائی (Kotkai) اور لدھا (Ladha) کی موجودہ چوکیوں سے اسکاؤٹس کو ہٹا لیا جائے۔ شمالی وزیرستان میں بویا (Boya)، میران شاہ اور سپین وام (Spinwam) میں اور جنوبی وزیرستان میں وانا میں اور مواصلاتی لائنوں پر ضروری چوکیوں میں اسکاؤٹس موجود رہیں گے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ اسکاؤٹس سو فیصدی پٹھان ہیں یعنی خود آپ ہی کے بھائی ہیں۔ وزیرستان میں وہ آپ کے دشمن بن کر نہیں بلکہ آپ کے دوست بن کر رہیں گے۔ آپ سے لڑنے بھڑنے کیلئے نہیں بلکہ امن برقرار رکھنے کیلئے اور آپ کیلئے آپ کی رضامندی سے اسکول، ہسپتال، آبپاشی اور دوسرے فلاحی کاموں میں آپ کی مدد کیلئے رہیں گے۔

۴۔ مَیں نے حکم دیا ہے کہ مندرجہ بالا فیصلوں پر جتنی جلدی ہو سکے عمل کیا جائے جو شاید

اگلے تین چار ماہ میں مکمل ہو جائے گا۔

۵۔ مَیں اپنے افسروں کو یہ ہدایت بھی فوراً دینا چاہتا ہوں کہ وہ آپ کے فلاحی کام آپ کے مشورے سے کریں۔ میری خواہش ہے کہ وظائف اور خاصہ داری کے جو فوائد آپ کو حاصل ہیں برقرار رہیں۔ ماضی میں آپ نے ان فوائد کے عوض اپنے علاقے اور بندوبست شدہ اضلاع میں امن بحال رکھنے کی ذمّہ داری قبول کی تھی۔ مَیں نے اپنے افسروں کو ہدایت کی ہے کہ آپ سے بات چیت کرنے کے بعد مجھے بتائیں کہ مستقبل میں آپ پر کون سی ذمّہ داریاں عائد کی جاسکتی ہیں۔ وہ آپ سے اس مسئلے پر بھی گفتگو کریں گے کہ آیا آپ کو اسکولوں، ہسپتالوں اور آبپاشی کے نظام اور دوسرے کاموں کے لئے مزید سہولتوں کی ضرورت ہے اور اگر پاکستان کی مالی حالت نے اس کی اجازت دی تو میں آپ کی خواہشات پوری کرنے کی حتی الامکان کوشش کروں گا۔

۵

قائداعظم کے پیغامات و بیانات

۵.۱

عیدالفطر کے موقع پر قائد کا پیغام[۱]

۱۸ اگست ۱۹۴۷ء

خودمختار پاکستان کے قیام کے بعد آزادی کی جلو میں یہ ہماری پہلی عید ہے۔ عالمِ اسلام میں یہ یومِ مسرّت ہماری قومی مملکت کے قیام کے فوراً بعد نہایت موزوں موقعے پر آیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ہم سب کیلئے خصوصی اہمیت اور خوشی کا حامل ہے۔ مَیں اس مبارک موقع پر تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی بھی خطۂ ارض میں بستے ہوں، پُرمسرّت عید کا ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ یہ عید خوشحالی کا ایک نیا دور لائے گی اور اسلامی ثقافت اور نظریات کی نشاۃِ ثانیہ کی جانب پیش قدمی کا آغاز کرے گی۔ مَیں بارگاہِ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں کہ وہ ہم سب کو ہمارے تابناک ماضی اور تاریخی ورثے کا اہل بنادے اور توفیق دے کہ ہم اقوامِ عالم میں پاکستان کو حقیقی معنوں میں ایک عظیم قوم بنا سکیں۔ بلاشبہ ہم نے پاکستان حاصل کرلیا ہے۔ یہ منزل کی جانب پہلا قدم ہے۔ ہم پر بھاری ذمّہ داریاں آن پڑی ہیں جن سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ہمیں بڑے عزم اور محنت کی ضرورت ہے۔ تعمیرِ ملت بھی انہی کوششوں اور قربانیوں کا تقاضہ کرتی ہے جو حصولِ پاکستان کیلئے ضروری تھیں۔ اب ٹھوس کام کا وقت آ گیا ہے اور مجھے اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ مسلمانوں کی فطری استعداد ان دشواریوں پر قابو پالے گی جو اس کٹھن راستے میں حائل ہوسکتی ہیں۔

اس موقع پر ہمیں اپنے ان بھائیوں اور بہنوں کو فراموش نہیں کرنا چاہئے جنہوں نے اپنا سب کچھ اس لئے قربان کردیا کہ پاکستان قائم ہوسکے اور ہم زندہ رہ سکیں۔ ہماری دعا ہے کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ہم انہیں کبھی نہ بھلا سکیں گے جو آج ہمارے درمیان موجود نہیں اور جنہوں نے صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ ہوسکتا ہے ایسے بہت سے لوگوں کیلئے عید اتنی مسرّت اور شادمانی کا موقع نہ ہو جتنا پاکستان میں ہے۔ ہمارے وہ بھائی جو ہندوستان میں اقلیتوں کی حیثیت سے ہیں یقین رکھیں کہ ہم انہیں کبھی نظر انداز یا فراموش نہیں کریں گے۔ ہمارے دل ان کیلئے بے قرار ہیں۔ ہم ان کی اعانت اور فلاح و بہبود کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے کیونکہ مجھے یہ اعتراف ہے کہ یہ برصغیر کے مسلم اقلیتی صوبے ہی تھے جو حصولِ پاکستان کی جدوجہد اور منزلِ مقصود کی جانب سفر میں پیش پیش تھے۔ ان کی حمایت مَیں کبھی نہیں بھول سکتا اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے مسلم اکثریتی صوبے یہ کبھی نہیں بھولیں گے کہ حصولِ پاکستان کی تاریخی اور شاندار جدوجہد میں اقلیتی صوبوں نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

پاکستان زندہ باد!

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ا

۵.۲

فسادات کے بارے میں قائداعظم کا بیان[1]

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں بڑے دکھ اور تشویش کے ساتھ مشرقی پنجاب میں ہونے والے تشدّد اور بربریت کو دیکھتا رہا ہوں جن سے مسلمانوں کا سخت جانی نقصان ہوا ہے اور ان پر ناقابلِ بیان مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آزمائش کی اس گھڑی میں پاکستان کی سرحد کے اس پار ہمارے بھائیوں کے زخموں کا علاج الفاظ کے کسی مرہم سے ممکن نہیں لیکن مَیں اس شدید بے چینی سے بے خبر نہیں ہوں جو قدرتی طور پر اس ظلم وتشدّد کے باعث پاکستان کے مسلمانوں میں پیدا ہو رہی ہے اور ان کے صبر کو کٹھن آزمائش میں ڈال رہی ہے۔ چونکہ مجھے خود اس امر کا احساس ہے، اور میرا دل بھی بہت دکھا ہوا ہے، اس لئے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو تلقین کروں کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں اور ہوشمندی سے کام لیں۔ اس وقت اگر ان کی عقل پر جذبات

غالب آ گئے تو ان کی نوزائیدہ مملکت مہیب خطرات کا شکار ہو جائے گی۔

مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مشرقی پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے ہم اس کے محض خاموش تماشائی نہیں ہیں بلکہ پاکستان اور مغربی پنجاب کی حکومتوں نے فسادزدہ لوگوں کی امداد کو اپنا فرضِ اوّلیں بنالیا ہے اور ان لوگوں کے انخلاء کے انتظامات کر رہی ہیں جو خطرے میں ہیں اور پاکستان میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان کو ہر قسم کی امداد اور سہولت بہم پہنچانے اور ان کی آبادکاری کا مصمّم ارادہ کر لیا ہے اور اس مقصد کیلئے ملک کے تمام تر وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا۔ ہم نے حکومت ہندوستان سے مسلسل رابطہ قائم کر رکھا ہے اور حکومتِ مغربی پنجاب مشرقی پنجاب کی حکومت سے رابطہ کر رہی ہے کہ یہ خون خرابہ اور لاقانونیت جس قدر جلد ممکن ہو ختم کی جائے۔

اس دوران میں یہ انتہائی اہم ہے کہ پاکستان کو فتنہ وفساد سے بالکل پاک رکھا جائے کیونکہ اس ابتدائی مرحلے پر بدامنی سے مملکت کی بنیادیں ہل جائیں گی اور اس کے مستقبل کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ مَیں مسلمانوں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے دشمنوں سے ہوشیار رہیں جو پاکستان کا بھلا نہیں چاہتے اور انہیں یہ پسند نہیں کہ یہ ملک مضبوط اور مستحکم ہو۔ درحقیقت وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ شروع ہی میں تباہ و برباد ہو جائے اور انہیں خوشی ہوگی اگر اس کی سرحدوں کے اندر ہی وسیع پیمانے پر فتنہ وفساد پھیل جائے اور اس بدنظمی سے تشکیل وتعمیر کا کام مشکل ہو جائے۔ انتقامی کارروائی کر کے ہمیں دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلنا نہیں چاہئے کیونکہ اس سے نہ تو ہم مشرقی پنجاب یا کہیں اور کے مظلوموں کی کوئی مدد کر سکیں گے اور نہ ہی کوئی اور مسئلہ حل ہوگا بلکہ مزید بے گناہوں کی جانیں ضائع ہوں گی اور زیادہ بڑی تعداد میں لوگ مصیبتوں کا نشانہ بنیں گے۔

وہ لوگ جو یہ سوچتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ختم کر سکتے ہیں نادان ہیں اور سخت غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا بال بیکا نہیں کر سکتی کیونکہ اب اس کی جڑیں بہت گہری ہو چکی ہیں۔ پاکستان کے خلاف ایسی کوئی خوش فہمی جو انہیں قتل و غارتگری پر اکساتی ہے صرف معصوم جانوں کی مصیبتوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ اس طرح وہ اپنے فرقے کا نام

بھی بدنام کررہے ہیں۔مہذّب دنیاان کے اس غیرانسانی کردارکوکراہت سے دیکھے گی۔

لہٰذامَیں پاکستان کے ہرمسلمان مرداورعورت سے کہوں گا کہ وہ اپنے موجودہ مصائب سے مقابلے کیلئے کمرکس لیں تا کہ جس مملکت کے قیام کیلئے انہوں نے اتنی صعوبتیں برداشت کیں اورقربانیاں دیں اب اس کی ایسی تعمیروترقی ہوکہ وہ جلد دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت کی حیثیت سے اپنے آپ کومنوا سکے اوراقوامِ عالم میں سربلند ہو سکے۔یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے ہم اپنے بھائیوں پرڈھائے گئے مصائب اورتباہی کا بدلہ چکاسکتے ہیں نہ یوں کہ جذبات کی رومیں بہہ کرانتقام کے بیکراں ویرانے میں خودکوکھودیں۔

مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا گوہوں کہ جیسے اس نے ہمیں ایک خودمختار سلطنت کی عظیم نعمت سے نوازاہے وہ ہماری قوم کواس المیے کو برداشت کرنے کی بھی ہمت دے۔ان کے صبر کواستحکام بخشے اور ہرقسم کے اشتعال کے باوجود پاکستان کی خاطر پاکستان میں امن وامان برقراررکھنے کی توفیق عطافرمائے۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر۲

۵.۳
ریلیف فنڈ کیلئے قائداعظم کی اپیل

۱۲ستمبر ۱۹۴۷ء

مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دیگرحصوں میں ہمارے لوگوں کو جواذیتیں دی گئی ہیں ان کی شدت اوروسعت کی مثال ملنی مشکل ہے۔پاکستان کواپنے قیام کی ابتداء ہی میں عظیم مسائل سے دوچارکردیا گیا ہے۔جب سے ہم نے اقتدارسنبھالا ہے مَیں اور میری حکومت اپنے وقت اورتوانائی کا بیشتر حصہ اس سنگین بحران سے نمٹنے میں صرف کررہے ہیں جوایک کے بعد دوسری آفت کی وجہ سے سنگین تر ہوتا چلا جارہا ہے۔اب ہمیں اپنے لاکھوں بھائیوں کی دستگیری

کے متعلق سوچنا ہے جو اس مصیبت کا شکار ہوئے ہیں۔قوم یہ جانتی ہے کہ اس مقصد کیلئے کابینہ کی ایک ایمرجنسی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جس کا اجلاس روزانہ ہوتا ہے۔ مہاجرین، تارکینِ وطن و بحالیات کی ایک وزارت بھی قائم کر دی گئی ہے۔ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس کٹھن کام سے نمٹنے اور تمام مشکلات پر قابو پانے کیلئے ملک کے تمام وسائل کو ممکنہ حد تک بُروئے کار لائیں گے۔لیکن جب ملک کو ایسے شدید بحران کا سامنا ہو تو لازم ہے کہ حکومت کے وسائل میں عوام کی امداد بھی شامل ہو۔ اور عوامی اعانت اور تعاون سے جو کچھ کیا جا سکتا ہے وہ محض سرکاری اداروں یا حکومتی امداد سے ممکن نہیں۔مَیں نے اس مقصد کے لئے بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ فوری طور پر ایک قائداعظم ریلیف فنڈ قائم کیا جائے۔اس فنڈ کی نگرانی ایک مرکزی کمیٹی کرے گی جس کے چھ ارکان ہوں گے۔میرے علاوہ وزیرِ مالیات، وزیرِ مہاجرین، تارکین وطن و بحالیات، گورنر سندھ، سندھ مسلم لیگ کے صدر اور پاکستان کے آڈیٹر جنرل اس کے ممبران اور موخّر الذّکر اس کے خازن ہوں گے۔مرکزی کمیٹی کے تحت صوبائی کمیٹیاں ہوں گی جن کے صدور متعلقہ گورنر (بلوچستان کے لئے چیف کمشنر) ہوں گے جو اپنے طور پر ضلعی کمیٹیاں تشکیل دیں گے۔

۲۔مَیں قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ اس فنڈ میں دل کھول کر عطیات دیں اور اس مقصد کے لئے کسی قربانی، کسی کوشش سے دریغ نہ کریں۔ یہاں کے بیشتر عوام خیر و عافیت اور آسائش سے زندگی گزار رہے ہیں جبکہ انہی کے بے شمار مہاجر بھائی پہلے بھی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اور اب بھی صعوبتوں میں مبتلا ہیں۔اب وقت آ گیا ہے کہ خوشحال لوگ رضا کارانہ اپنی آسائشوں اور اپنے اموال کی زیادہ سے زیادہ قربانی دیں۔آج سے ہر مرد اور عورت یہ تہیہ کر لے کہ وہ خوراک، کپڑے اور زندگی کی دوسری ضروریات کے استعمال میں کفایت شعاری سے کام لے کر اپنا بچا ہوا کھانا، کپڑا اور روپیہ مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری کیلئے اس فنڈ میں جمع کرائے گا۔موسمِ سرما آ رہا ہے اور پنجاب اور دہلی میں سخت سردی پڑتی ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس سے بچاؤ کے لئے مہاجرین کو تحفّظ فراہم کریں۔ان حالات میں مجھے پوری امید اور یقین ہے کہ ہمارے عوام وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق میری ہر ممکن

مدد کریں گے۔

حسب ذیل ہدایات پیش نظر رہیں:

۱۔نقد چندہ، چیک اور ڈرافٹ وغیرہ مندرجہ ذیل پتے پر بھیجیں:

اعزازی خازن،

قائداعظم ریلیف فنڈ،

۲۴۳، اسٹاف لائینز، کراچی

۲۔تمام خط وکتابت اعزازی سیکرٹری سے درج ذیل پتے پر کی جائے:

معرفت قائداعظم ریلیف فنڈ،

پی ڈبلیوڈی سیکرٹریٹ، کراچی

۳۔ فی الحال کسی اور فرد کو بلا واسطہ یا بالواسطہ اختیار نہیں کہ اس فنڈ کیلئے چندہ اکٹھا کرے۔جن لوگوں کو چندہ اکٹھا کرنے کا خصوصی اختیار دیا گیا ہے ان کے ناموں کا اعلان مرکزی اور صوبائی کمیٹیاں بعد میں کریں گی۔

۴۔اس فنڈ میں جتنی رقم جمع ہوگی اس کا کنٹرول مرکزی کمیٹی کریگی اور ہر خطّے کو ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً مناسب ادائیگی کرتی رہے گی۔

۵۔اجناس کی شکل میں امداد ان مراکز اور پتوں پر بھیجی جائے جس کا اعلان صوبائی کمیٹیاں کریں گی۔

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۲۳

۵.۴

دہلی کے حالات کے بارے میں قائداعظم کا بیان[1]

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

مَیں دہلی کی صورتِ حال سے مسلسل باخبر رہا ہوں۔ کل وہاں کی چند ممتاز شخصیات نے مجھ سے ملاقات کی اور وہاں کے مسلمانوں پر ظلم کی المناک داستان سنائی جن کے جان و مال محفوظ نہیں اور وہ زبوں حالی کا شکار ہیں۔ انہوں نے جو صعوبتیں برداشت کیں اور کر رہے ہیں مجھے ان سے گہری ہمدردی ہے۔

مَیں نے مسلمانانِ دہلی کے ان نمائندوں کو بتایا کہ ہم ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور یہ کہ ان کے لئے ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے ہم کر رہے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں حکومتِ ہند کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا ہوا ہے۔ مَیں نے اس ضمن میں لارڈ ازمے سے بھی، جو حال ہی میں کراچی آئے تھے، بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ دہلی کے حکام فوری اقدامات کر کے ان مسلمانوں کے تحفّظ اور بہبود کو یقینی بنائیں گے جو ہزاروں کی تعداد میں پرانے قلعے، عیدگاہ اور دیگر مقامات پر قیدیوں سے بدتر زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کے سر پر نہ کوئی چھت ہے نہ کھانے کو روٹی اور نہ تن پر کپڑا اور جان کا خطرہ الگ ہے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ دہلی کی حکومت ان لوگوں سے سختی سے نمٹے گی، جو ابھی تک ہندوستان کی راجدھانی کے امن و امان کو تہ و بالا کر رہے ہیں۔ یہ لاقانونیت جو اس حکومت کی آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہے، بہر طور ختم ہونی چاہئے۔ جو لوگ حکومت کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ ملک کے دشمن ہیں اور انسانیت سے عاری ہیں۔ ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہئے جس کے وہ سزاوار ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۳

۵.۵

ولیکا ٹیکسٹائل ملز میں قائداعظم کی ایک تقریر کی رپورٹ[1]

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

''ولیکا ٹیکسٹائل ملز کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے مجھے بہت مسرّت ہو رہی ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور صنعتی اشیاء کیلئے اس کا بیرونی دنیا پر انحصار ہے۔ اگر اس کو دنیا میں اپنا صحیح مقام حاصل کرنا ہے، جس کا وہ اپنے رقبے، افرادی قوت اور وسائل کے لحاظ سے حقدار ہے، تو اسے اپنی زراعت کے پہلو بہ پہلو صنعتی استعداد کو بھی ترقی دینی ہوگی اور اپنی معیشت کو صنعتی رخ دینا ہوگا۔ اپنے ملک میں صنعتیں لگا کر ہم اشیائے صرف کیلئے بیرونی دنیا پر انحصار کم کر سکیں گے، لوگوں کو روزگار کے زیادہ مواقع ملیں گے اور ملکی خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔

قدرت نے ہمیں صنعتی خام مال کی دولت سے نوازا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اسے ملک اور عوام کے بہترین مفاد میں استعمال کریں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہ منصوبہ اس نوعیت کے اور بہت سے منصوبوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگا اور تمام متعلقہ لوگوں کیلئے خوشحالی کا باعث ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ آپ نے فیکٹری کی منصوبہ بندی میں کارکنوں کیلئے مناسب رہائش اور دیگر سہولتوں کا بھی اہتمام کیا ہوگا کیونکہ مطمئن کارکنوں کے بغیر کوئی صنعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔''

قائداعظم نے مزید فرمایا، ''مجھے دلی خوشی ہے کہ مجھ کو سوتی کپڑے کے جس کارخانے کا سنگ بنیاد رکھنے کی دعوت دی گئی ہے وہ اپنی نوعیت کا پہلا کارخانہ ہے۔ سندھ کی ایک بہت معروف اور تجربہ کار شخصیت نے مجھے بتایا ہے کہ اگر اس صوبے کو پورے مواقع فراہم کیے جائیں تو اس کی زراعت اور صنعت کی پیداوار مصر کے مقابلے میں تین گنا ہو سکتی ہے۔ جہاں تک زرعی امکانات کا تعلق ہے ان کی کوئی کمی نہیں اور یہ سندھ کی انتہائی خوش بختی ہے کہ یہاں غذائی پیداوار ہمیشہ ضرورت سے زیادہ رہی ہے۔'' قائداعظم نے کہا کہ سندھیوں کو دیگر شعبوں مثلاً سائنس، تجارت اور صنعت کو بھی ترقی دینی چاہئے کیونکہ مملکت کے حقیقی استحکام اور اس کی قوت کا تمام تر انحصار اس کی پیداواری صلاحیت پر ہے۔

تجارت اور کاروبار کیلئے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ سندھ زرعی اعتبار سے مالا مال ہے وہ اس دولت کو دیگر شعبوں مثلاً تعلیم، معاشرت اور سیاست کو تقویت دینے میں استعمال کر سکتا ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کو استحکام دینا چاہتے ہیں تو جس قدر جلد ممکن ہو ہمیں اس میں صنعتوں کا جال پھیلانا ہوگا۔

پھر قائداعظم نے کارخانے کے بانیوں کیلئے دعا کی اور اس امید کا اظہار کیا کہ یہ پہلا اور آخری کارخانہ نہیں ہوگا بلکہ اس کی جلو میں اور بہت سے کارخانوں کا قیام عمل میں آئے گا۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۴

۶

ریاستوں کا الحاق[۱]

تقسیم سے پہلے پانچ سو ساٹھ ہندوستانی ریاستیں موجود تھیں جن کا کل رقبہ برطانوی ہند کے رقبے کا ایک تہائی اور آبادی اس کی ایک چوتھائی تھی۔ ان میں سے دس ریاستیں پاکستان کے علاقے کے اندر تھیں جبکہ کشمیر، جودھپور اور جیسلمیر پاکستان کی سرحدوں سے متّصل تھیں۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء نے صوبوں میں نمائندہ پارلیمانی حکومت متعارف کرائی لیکن ریاستیں اس کے اطلاق سے باہر رہیں۔ دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے سوا ریاستیں اپنے داخلی امور میں خودمختار تھیں۔ ۱۹۲۷ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی سرپرستی میں آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس (All India States People's Conference) قائم ہوئی جس نے ریاستوں کے عوام میں سیاسی شعور بیدار کیا اور ان کیلئے ''باقی ہندوستان جتنی جمہوری آزادی'' کا مطالبہ کیا۔[۲]

۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ نے بھی اسٹیٹس مسلم لیگ (States Muslim League) قائم کی اور ریاستوں کے امور میں دلچسپی لینی شروع کی لیکن ۱۹۴۳ء میں بہادر یار جنگ کے انتقال کے بعد یہ ادارہ فروری ۱۹۴۷ء تک نسبتاً غیر فعال رہا۔

ریاستوں سے متعلق حکومتِ برطانیہ کی پالیسی صرف اس اعلان تک محدود رہی کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو برطانوی اقتدارِ اعلیٰ ساقط ہو جائے گا اور ساتھ ہی وہ سارے معاہدے اور سمجھوتے بھی ساقط ہو جائیں گے جو حکومتِ برطانیہ اور ریاستوں کے درمیان طے پائے تھے۔[۳] کچھ عرصے بعد کی تاویل سے ریاستوں کی آزاد حاکمیت خارج از بحث قرار دے دی گئی اور ان

کے صوابدیدی اختیار کو کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق تک محدود کر دیا گیا۔[۴]

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ایک مذاکراتی کمیٹی تشکیل دی تا کہ وہ ۱۵ اگست کے بعد پاکستان سے ریاستوں کے الحاق کا کام سنبھالے۔ جونا گڑھ، منگرول اور مانا ودر نے، جن کے حکمران تو مسلمان تھے مگر آبادی میں ہندوؤں اکثریت تھی، پاکستان سے الحاق کر لیا جس کے باعث ہندوستان سے شدید کشیدگی پیدا ہوگئی۔ پاکستان کے اندر کی دس ریاستوں نے پاکستان سے الحاق کا ارادہ ظاہر کر دیا، سوائے قلات کے جس نے اپنی آزاد حاکمیت کا دعویٰ کیا۔[۵] پاکستان سے متصل ریاستوں میں جودھپور اور جیسلمیر پاکستان سے الحاق کرنے پر راغب تھیں لیکن ماؤنٹ بیٹن کا ماتھا ٹھنکا کہ جودھپور کی برگشتگی سے دوسری متصل ریاستوں کو بھی پاکستان میں شامل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ جودھپور یا کسی اور ہندو ریاست کی، خواہ وہ پاکستان سے متصل ہو، پاکستان میں شمولیت کو روکنے کیلئے پٹیل ہر حربہ استعمال کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ بالآخر جودھپور اور جیسلمیر نے ہندوستان سے الحاق کر لیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کشمیر کا علاقہ چھیاسی ہزار مربع میل اور آبادی چالیس لاکھ تھی جس میں مسلمان اسّی فیصد تھے۔ جغرافیہ، معیشت، مذہب، تمدن اور مسلمانوں کی غالب اکثریت کے باعث کشمیر کا پاکستان سے الحاق متوقع تھا۔ تاہم سردار پٹیل نے ہندوستان سے کشمیر کے الحاق پر اصرار کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا کہ ''اس کی تاریخ اور روایات کے پیشِ نظر اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی انتخاب ممکن نہیں ہے۔''[۶] اس وقت کی ایک امریکی رپورٹ کے مطابق ''مہاراجہ کی پوری کوشش تھی کہ جیسے بھی ممکن ہو ریاست کو انڈین یونین میں شامل کیا جائے لیکن اسے پاکستان میں شامل ہونے سے بہر حال روکا جائے۔'' اس دوران میں ریاست اور ہندوستان کے درمیان مواصلاتی اور زمینی رابطہ قائم ہو گیا۔[۷]

آزادی سے قبل کے فیصلہ کن مہینوں میں کانگریس کے رہنما بمع کرپلانی اور گاندھی کشمیر میں جمع ہونے لگے اور اس کے بعد کشمیر میں ہندوستانی فوجیوں کا چوری چھپے داخلہ شروع ہو

گیا۔[۸] برخلاف اس کے مسلم لیگ نے ریاست کے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ پاکستان کی طرف سے کسی اقدام کی ابتداء نہ ہونے پر کشمیر کے مسلم رہنماؤں نے شکایت کی۔ ایک کشمیری رہنما غلام محمد نے لیاقت علی خاں کو خبردار کیا:

''خدا نہ کرے اگر حکومتِ پاکستان یا مسلم لیگ کوئی قدم نہیں اٹھاتی تو کشمیر ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اس کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔''[۹]

اس عرصے میں ڈوگرا فوج اور ہندوؤں اور سکھوں کے مسلّح جتھوں نے جموں اور سیالکوٹ کے سرحدی علاقوں میں مسلم آبادی کے خلاف دہشت کا بازار گرم کر دیا۔ الیسٹیئر لیم (Alastair Lamb) کے مطابق اگست اور اکتوبر ۱۹۴۷ء کے درمیان کم از کم پانچ لاکھ مسلمان جموں سے بے دخل کر دیے گئے جن میں سے تقریباً دو لاکھ لاپتہ ہو گئے۔[۱۰]

اس دوران میں کشمیر میں بے یقینی پھیل رہی تھی اور مسلم کانفرنس، نیشنل کانفرنس اور دیگر دعویداروں کے درمیان کھینچا تانی کے نتیجے میں کوئی خوش آئند حل برآمد نہ ہو سکا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جونا گڑھ کے حکمران نے پاکستان سے الحاق کر لیا۔ اس الحاق سے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان شدید مناقشہ شروع ہو گیا۔ نہرو نے اس الحاق پر اعتراض کرتے ہوئے لیاقت کو لکھا: ''جونا گڑھ کے وفاقِ پاکستان کا ایک حصہ بننے کی صورت میں حکومتِ ہند سے یہ توقع نہ رکھی جائے کہ وہ اس کو خاموشی سے قبول کر لے گی۔''[۱۱]

ماؤنٹ بیٹن کے نام ایک خط میں جناح نے نہرو کے اعتراض کو ''قطعی نامناسب اور غیر منطقی'' قرار دیا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ ''ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں واضح صراحت کر دی گئی ہے اور بارہا یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد ہر ایک ریاست پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہونے کیلئے آزاد اور خود مختار ہے۔''[۱۲]

لیکن اس وضاحت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ سردار پٹیل نے جونا گڑھ پر حملہ کرنے کا تہیہ پہلے ہی کر لیا تھا اور اس مقصد کیلئے ایک مضبوط ہندوستانی فوج تعینات کر دی تھی۔[۱۳] ان کے خصوصی

افسر بانے سنہجی (Banesinhji) نے بھی خبردار کیا کہ ہندوستان کسی صورت میں پاکستان کو جونا گڑھ میں اپنا اڈا بنانے کی اجازت نہیں دے گا۔[۱۴] ہندوستان میں امریکہ کے سفیر کی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ جونا گڑھ کے پاکستان سے الحاق سے دونوں ملکوں کے درمیان جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔[۱۵] جناح نے ماؤنٹ بیٹن سے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ جونا گڑھ کی سرحد پر ہندوستانی فوج کا اجتماع بند کیا جائے اور خبردار کیا کہ "جونا گڑھ کی خودمختاری یا اس کے علاقے میں کسی قسم کی مداخلت کو پاکستان کے خلاف معاندانہ اقدام سمجھا جائے گا۔[۱۶]

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حکومتِ ہندوستان نے اس اعلان کے ساتھ جونا گڑھ کی ایک عبوری حکومت قائم کر دی کہ نواب نے اپنی ہندو رعایا کی وفاداری ان کی مرضی کے خلاف پاکستان کو منتقل کر دی ہے لہٰذا اب وہ اپنی رعایا کی اطاعت پر حق جتانے سے محروم ہو چکے ہیں اور یہ کہ پاکستان نے نواب سے الحاق کی دستاویز قبول کر کے حقِ خودارادیت کی خلاف ورزی کی ہے۔"[۱۷] ہندوستان نے ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بابریاواڑ اور منگرول پر بھی قبضہ کر لیا جو پاکستان میں شامل ہو چکے تھے۔

جونا گڑھ سے متصل کاٹھیاواڑ کی ایک ریاست مانا ودر میں بھی حکمران مسلمان تھا اور اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ ۱۹ اگست ۱۹۴۷ء کو اس حکمران نے پاکستان سے الحاق کر لیا جس پر ہندوستان نے اسے اس قدر ڈرایا دھمکایا کہ اسے جان کے لالے پڑ گئے۔[۱۸] ۵ اکتوبر کو جونا گڑھ کے دیوان شاہنواز بھٹو نے قائد کو اطلاع دی کہ ہندوستان مانا ودر پر طاقت کے ذریعے قبضہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اور ہندوستان ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو فی الواقع ایسا کر گزرا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حیدرآباد کا رقبہ، جو تقریباً برطانیہ کے مساوی تھا، بیاسی ہزار مربع میل اور آبادی ایک کروڑ ستّر لاکھ تھی جس میں ہندو اسّی فیصد تھے۔ حکومتِ برطانیہ نے جب سے ریاستوں کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کیا اسی وقت سے نظام کسی طرح آزاد رہنے کے امکان پر سوچ بچار کر رہے تھے۔ ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو انہوں نے اعلان کیا کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر وہ کسی مملکت میں شامل ہونا نہیں چاہتے لیکن ساتھ ہی انہوں نے ہندوستان کو امورِ خارجہ اور مواصلات کے

اختیارات کے ساتھ ایک علیٰ حالہ (Standstill) معاہدہ کرنے کی پیش کش کی۔ دفاع کے سلسلے میں انہوں نے ہندوستان کو ''فوج کی ایک طے شدہ تعداد'' دینے پر آمادگی اس شرط پر ظاہر کی کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ کی صورت میں حیدرآباد غیر جانبدار رہے گا۔ کافی تاخیر کے بعد بھی، حتیٰ کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو، اپنے عزم کی توثیق کرتے ہوئے نظام نے کہا کہ انتقالِ اقتدار کے ساتھ ہی حیدرآباد آزاد ہو جائے گا لیکن وہ نہیں چاہتے کہ ریاست ''پرانے حلیف یا پرانے ہمسائے سے الگ تھلگ رہے''۔[19] تاہم ہندوستان سے الحاق کیلئے ماؤنٹ بیٹن نظام پر زور ڈالتے رہے۔[20] ۲۴ ستمبر کو انہوں نے نظام کو مشورہ دیا کہ وہ یا تو ہندوستان میں شامل ہو جائیں یا ریاست کے لوگوں کا عندیہ معلوم کرنے کیلئے استصوابِ رائے پر اتفاق کرلیں جس سے نظام نے انکار کر دیا۔ تاہم ہندوستان کے مسلسل دباؤ کے پیشِ نظر انہوں نے ''رفاقت کے سمجھوتے'' کی بنیاد پر مذاکرات جاری رکھنے کی پیش کش کی[21] جبکہ مسلمانوں کی بااثر اقلیت اتحاد المسلمین کی رہنمائی میں آزادی یا پاکستان سے الحاق پر زور ڈال رہی تھی۔[22] ہندو اکثریت کا مطالبہ تھا کہ ہندوستان سے الحاق کیا جائے اور سیاسی اصلاحات لائی جائیں۔ نظام نے جن اصلاحات کا اعلان کیا تھا انہیں ریاستی کانگریس نے مسترد کر دیا اور نظام کے خلاف تحریک شروع کر دی۔[23] ۴ اگست کو حیدرآباد کے وفد سے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے جناح نے ماؤنٹ بیٹن کے موقف پر جو مسلّمہ برطانوی پالیسی کے خلاف تھا سخت تنقید کی۔[24]

انہوں نے نظام کو ہندوستان کو حسبِ ذیل جواب دینے کا مشورہ دیا:

''آپ جو کرنا چاہیں کریں اور جو دھمکی دینا چاہتے ہیں دے لیں لیکن مَیں الحاق کی دستاویز پر، جب تک میرا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا، دستخط کرنے یا یونین میں شامل ہونے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گا۔ آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مجھ پر جبر کریں اور مجھے یہ حق حاصل ہے کہ آزادانہ فیصلہ کروں''۔[25] انہوں نے نظام کو ترغیب دی کہ وہ ماؤنٹ بیٹن اور کانگریس کے دباؤ اور دھمکیوں کا بہادری سے مقابلہ کریں کیونکہ ان کا موقف برطانوی اعلانِ آزادی کے منافی نہیں تھا۔[26]

شروع ہی سے قائد کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ برطانوی اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر ''ہر ہندوستانی

ریاست خودمختار ہو جائے گی۔'' برخلاف اس کے کانگریس ریاستوں کی آزادی کے سخت خلاف تھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کہیں بہت سے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں نہ بٹ جائے۔ لہٰذا اس کا اصرار تھا کہ ہر ریاست کو ہندوستان یا پاکستان میں لازماً شامل ہونا چاہئے۔ ان کا موقف قائد کے قانونی اندازِ فکر سے مختلف اور عملی عواقب پر مبنی تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے اندر اور اس سے متصل جتنی ریاستیں تھیں انہیں ورغلا کر، ڈرا دھمکا کر، دباؤ ڈال کر یا تشدّد کے ذریعے ہندوستان میں شامل کر لیا گیا حتّٰی کہ کشمیر بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کا تعارف
۲۔ او پی رلہان (O. P. Ralhan)، ایڈیٹران چیف انسائکلو پیڈیا آف پولیٹکل پارٹیز: انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، (Encyclopaedia of Political Parties: India, Pakistan, Bangladesh)۔ جلد چہارم۔ نئی دہلی، ۱۹۹۶ء
۳۔ ''دی ایمرجینس آف پاکستان'' (The Emergence of Pakistan)، چوہدری محمد علی، لندن، ۱۹۶۱ء
۴۔ والیانِ ریاست اور ان کے نمائندوں کی کانفرنس میں لوئی ماؤنٹ بیٹن کے خطاب کیلئے دیکھئے جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۹
۵۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۲۰ کا انیکس
۶۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱
۷۔ (Sardar Patel's Correspondence, 1945-50) جلد اوّل، مصنفہ درگا داس، احمد آباد، ۱۹۷۱ء
۸۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء
۹۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۶ کا ملفوفہ
۱۰۔ (Kashmir: A Disputed Legacy, 1846-1990)، مصنفہ الیسٹیئر لیم، نیویارک، ۱۹۹۱ء
۱۱۔ دستاویز نمبر ۶.۱.۵
۱۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۹
۱۳ اور ۱۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۸ کا انکلوژر ۲
۱۵۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ دیکھئے درج بالا نوٹ ۱۵
۱۸۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۸ کا انکلوژر ۲
۱۹۔ ''دی ہندو'' (The Hindu)، مدراس، ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء
۲۰۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء
۲۱ تا ۲۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۴
۲۴ تا ۲۶۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۲۴

۶.۱
کشمیر

۶.۱.۱
جنگ سنگھ، وزیراعظم، ریاست جموں و کشمیر بنام عبدالرّب نشتر[۱]
(تار)

سرینگر
۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

سردار عبدالرّب نشتر۔ محکمہ ریاستی تعلقات۔ کراچی

حکومتِ جموں و کشمیر اُن تمام معاملات پر پاکستان سے علیٰ حالہٖ معاہدے[۲] (Standstill Agreement) کرنے کیلئے تیار ہے جن کے بارے میں یہ معاہدے برطانوی حکومتِ ہند کے ساتھ اِس وقت موجود ہیں۔ ہماری تجویز ہے کہ جزئیات پر تصفیہ اور نئے معاہدے کی تفصیلات پر سمجھوتہ اور اُس پر دستخط ہونے تک موجودہ انتظام برقرار رہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱
۲۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۸

۶.۱.۲
ایم اکرام اللہ، سیکرٹری خارجہ، حکومتِ پاکستان بنام جنک سنگھ[۱]
(تار)

کراچی
۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

آپکے ۱۲ تاریخ کے تار کے حوالے سے[۲] حکومتِ پاکستان کو اس پر اتفاق ہے کہ تفصیلات کا تصفیہ اور نئے معاہدوں کی رسمی تکمیل ہونے تک موجودہ انتظامات کے تسلسل کیلئے حکومتِ جموں و کشمیر سے ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ کرلیا جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۱.۱

۶.۱.۳

حسن علی خان بنام عبدالرّب نشتر[۱]

(تار)

گڑھی حبیب اللہ

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

باوثوق اطلاع کے مطابق کشمیر میں پنڈت نہرو کی آمد پر شیخ عبداللہ کو رہا کر دیا جائیگا۔[۲] وہ مشورہ دیں گے کہ کشمیر ہندوستان میں یا تو استصوابِ رائے کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے شامل ہو جائے۔ مسلم مفادات کیلئے یہ دونوں صورتیں خطرناک ہیں کیونکہ ووٹ دینے کا استحقاق بہت محدود ہونے کی وجہ سے مسلم آبادی کی اکثریت اس سے محروم ہے۔ مسلم کانفرنس مسلم لیگ سے مدد کیلئے درخواست کرتی ہے۔

حسن علی خان[۳]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۲

۲۔ ان کو بالآخر ۱۹ ستمبر کو رہا کر دیا گیا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ رہائی سے پہلے عبداللہ نے ۲۶ ستمبر کو مہاراجہ کی خدمت میں مشروط معافی نامہ ارسال کیا اور ماضی کے افسوسناک واقعات پر یہ عذر پیش کیا کہ ''انکا آغاز چند مفاد پرست لوگوں نے اپنا مطلب نکالنے کیلئے کیا تھا'' دیکھئے (*Heir Apparent: An Autobiography*)، مصنفہ کرن سنگھ، دہلی، ۱۹۸۲ء

۳۔ صوبۂ سرحد کی اسمبلی کے ایک مسلم لیگی رکن

۶.۱.۴

غلام محمد، پبلسٹی سیکرٹری، مسلم کانفرنس، کشمیر بنام لیاقت علی خاں[۱]

(تار)

سرینگر

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

مقامی کانگریس کے اخبار نوایگ (*Nawayug*) نے آج کے شمارے میں یہ پیشین گوئی

کی ہے کہ کشمیر یقینی طور پر ہندوستان میں شامل ہو رہا ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ جب سے نئے وزیرِ اعظم[۲] نے عہدہ سنبھالا ہے حکومت کیلئے ہندوستان میں شمولیت میں کوئی جھجک باقی نہیں رہی لیکن بعض وجوہات خصوصاً پنجاب باؤنڈری کمیشن کے فیصلے کے انتظار میں کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ اب جبکہ گورداسپور تقسیم ہو چکا اور پٹھانکوٹ ہندوستان میں چلا گیا ہے حکومت کشمیر کی پریشانی ختم ہوگئی ہے۔ اخبار نے اپنے نئی دہلی کے نامہ نگار کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہندوستان کٹھوعہ اور پٹھانکوٹ کے درمیان ریلوے لائن بچھانے کا ارادہ رکھتا ہے اور حکومتِ کشمیر سرینگر اور جموں کے درمیان نئی سڑک بنا رہی ہے جسکا سروے مکمل ہو چکا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۳
۲۔ جنگ سنگھ

۶.۱.۵
غلام محمد بنام لیاقت علی خاں[۱]
(اقتباس)

سرینگر۔ کشمیر

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

عزت مآب لیاقت علی خاں

قائداعظم کو مَیں گاہے گاہے یہاں کے سیاسی حالات سے مطلع کرتا رہتا ہوں اور اب چونکہ وہ انتہائی مصروف ہیں اور ان امور کا تعلق براہ راست آپ سے ہو گیا ہے لہٰذا آپ کو یہ خط مَیں براہ راست لکھ رہا ہوں اور اسکے ساتھ ایک رپورٹ[۲] اس امید کے ساتھ ملفوف کر رہا ہوں کہ اپنے گوناگوں فرائض کے باوجود آپ اس پر غور فرمائیں گے۔ اس خط سے پہلے مَیں نے تار کے ذریعے ایک اخبار کی رپورٹ[۳] بھیجی تھی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ کشمیر ہندوستان میں شامل ہو رہا ہے۔ مَیں نے یہ تار پبلسٹی سیکرٹری مسلم کانفرنس کے نام سے بھیجا تھا۔

مَیں نے قائداعظم کو یقین دلایا ہے کہ حکومت مجھ سے جو خدمت بھی لینا چاہے مَیں اس کیلئے تیار ہوں۔ لہٰذا اگر آپ کو یہ منظور ہو تو مَیں یہاں کے سیاسی حالات سے آپ کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرتا رہونگا کیونکہ میرے خیال میں کشمیر تمام پہلوؤں سے ایک اہم مسئلہ ہے۔[۴]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۶

۲۔ ملفوفہ

۳۔ دستاویز نمبر ۶.۱.۴

۴۔ ۲۵ اگست کو حمید اللہ خاں اور میر واعظ محمد یوسف نے ایک مشترکہ بیان میں خبردار کیا تھا کہ اگر حکومتِ کشمیر نے ''ہندوستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا'' تو ریاست کے مسلمان اس کی مزاحمت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۶ اگست ۱۹۴۷ء

۶.۱.۵ کا ملفوفہ
آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا نوٹ
(اقتباس)
(۲۵ اگست ۱۹۴۷ء)

رام چندر کاک کی سبکدوشی

پنڈت رام چندر کاک کی سبکدوشی اچانک تو تھی لیکن باعثِ حیرت نہیں تھی۔[۱] اسکی توقع کی جارہی تھی کیونکہ دو مہینے پہلے سے یہ افواہیں گرم تھیں کہ مہاراجہ اور کاک کے درمیان ایک یا دوسری مملکت میں شمولیت پر سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ قیاس ہے کاک کی ترجیح یہ تھی کہ مہاراجہ آزادی کا اعلان کر دیں اور بالفرض کسی ایک مملکت میں شمولیت ناگزیر ہو جائے تو انھیں پاکستان میں شامل ہو جانا چاہئے۔ برخلاف اسکے مہاراجہ ہندوستان سے الحاق چاہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کاک حقیقت پسند تھے اور ہندوستان سے الحاق میں جو الجھنیں اور مشکلات درپیش ہیں ان سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن کاک کو ناپسند کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچانے کیلئے

ایسا کر رہے تھے کیونکہ کشمیر کے ہندوستان میں شامل ہونے کی صورت میں انھیں شیخ عبداللہ کو رہا کرنا پڑتا اور انکی جماعت کو اقتدار میں لانا پڑتا جسکا مطلب کاک کے اقتدار کا خاتمہ ہوتا۔ بہر حال کاک کی نیت جو بھی ہو وہ مہاراجہ کے اس ریاست کو ہندوستان میں شامل کرنے کے راستے میں رکاوٹ تھے۔

کاک کی سبکدوشی کے بعد

کاک کی سبکدوشی کے فوراً بعد حکومت کی پالیسی میں نمایاں تبدیلی آ گئی۔ نیشنل کانفرنس کے ارکان کو، جنھیں اب تک قابو میں رکھا گیا تھا، غنڈہ گردی کی کھلی چھٹی دیدی گئی۔ ان کے نظر بند جیل خانوں سے باہر آنے لگے ہیں اور حکومت نے ان سے مذاکرات شروع کر دیے ہیں۔ درحقیقت حکومت نے شیخ عبداللہ سے رابطہ قائم کیا ہے اور اُن سے گفت وشنید کر رہی ہے۔ بہر حال حکومت اور نیشنل کانفرنس جوڑ توڑ میں مصروف ہیں اور کشمیر کے ہندوستان سے الحاق کا اعلان کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔

پاکستان کی بابت حکومتِ کشمیر کا رویّہ

ا۔ ڈاکخانوں پر پاکستان کا جھنڈا

ڈاکخانوں کے مقامی سپرنٹنڈنٹ کو (راولپنڈی میں متعین) پوسٹ ماسٹر جنرل کی ہدایت موصول ہوئی کہ وہ ۱۵ اگست کو تمام ڈاکخانوں کی عمارتوں پر پاکستان کا جھنڈا لہرائیں۔ جب حکومتِ کشمیر کو علم ہوا تو اُس نے اپنے انسپکٹر جنرل اور دیگر پولیس افسروں کے ذریعے سپرنٹنڈنٹ کو دھمکایا کہ وہ ایسا کرنے سے باز رہے۔ اُس نے پوسٹ ماسٹر جنرل سے دوبارہ ہدایات لے کر ۱۵ اگست کو صبح ساڑھے دس بجے پاکستانی جھنڈے لگوا دیے۔ جب یہ جھنڈے لگ چکے تو حکومتِ کشمیر نے حکومتِ پاکستان کو تشویشناک تار بھیجنے شروع کیے کہ مظاہروں کا خطرہ ہے اور اگر یہ جھنڈے اتارے نہ گئے تو حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔[۲] یہ اس قدر شر انگیز، متعصب اور غلط بیان تھا کہ کسی مہذب حکومت سے اس قدر ناروا غلط بیانی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حقیقت یہ تھی کہ جس وقت مسلمانوں کو پتہ لگا کہ پاکستانی پرچم کشائی ہو رہی ہے تو انہوں نے

ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوکر پرچم کوسلامی دی اور کہیں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔[۳]

۲۔ پاکستان ریڈیو کی نشریات

اننت ناگ میں جوسرینگر کے بعد کشمیر کا سب سے بڑا شہر ہے مقامی حکام نے حکم صادر کیا ہے کہ ٹاؤن کمیٹیوں اور پنچایتوں کے کسی ریڈیو پر پاکستان کی خبریں نشر نہیں کی جائیں گی۔

۳۔ مسلم لیگیوں اور مسلمان سیاحوں سے نازیبا سلوک

جن لوگوں نے ۱۵ اگست کو پاکستان کے جھنڈے لگائے تھے انہیں تنگ کیا جارہا ہے۔ اس سال کشمیر میں سرحد اور پنجاب سے کثیر تعداد میں لوگ آئے اور ان کی موجودگی سے ہندو حکومت کو خاصی پریشانی لاحق رہی کیونکہ وہ اتنے سارے مسلمانوں کو گھومتے پھرتے اور اپنی سواریوں پر پاکستان یا مسلم لیگ کے جھنڈے لہراتے دیکھنا گوارا نہیں کرسکتی تھی۔ ۱۵ اگست کو سرینگر میں قیامِ پاکستان کی تقریب میں ایک شاندار عشائیے کا انتظام کیا گیا جس میں ممتاز مسلمان سیاحوں کی اکثریت مدعو تھی۔ مسلمانوں کا یہ بھائی چارا اس متعصب حکومت کی برداشت سے باہر تھا پھر انہیں یہ ڈر بھی تھا کہ مسلم سیاح جہاں بھی جاتے ہیں مسلم لیگ کے نظریات بھی ساتھ لیجاتے ہیں۔ جو ایک قدرتی رجحان ہے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے مقامی سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ تاہم ریاستی حکومت خاموش نہ رہ سکی اور ایک اعلامیے میں سیاحوں کو خبردار کیا گیا کہ وہ مقامی سیاست میں حصہ نہ لیں۔ قدرتی طور پر یہ اشارہ صرف مسلمان سیاحوں کی طرف تھا کیونکہ جب جے پرکاش نرائن، ارونا آصف علی، کرپلانی، نہرو اور آخر میں گاندھی یہاں آئے تو سیاست میں ان کی برملا مداخلت کو صرف اس لئے مداخلت نہیں گردانا گیا کہ وہ ہندو تھے۔

ہندوستان میں شمولیت کی حمایت میں
حکومت کی شہ پر خبروں اور نظریات کی اشاعت

ایک مقامی ہندو اخبار نے جو سرکاری ترجمان سمجھا جاتا ہے اپنے پہلے صفحے پر جلی حروف میں یہ خبر چھاپی ہے کہ حکومتِ کشمیر نے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے[۴] اور حکومتِ ہندوستان کٹھوعہ اور پٹھانکوٹ کے درمیان ریلوے لائن بچھانے پر غور کر رہی ہے۔ حکومت کے

دیگر طرفدار اخباروں نے بھی ہندوستان سے الحاق کے فوائد اور پاکستان سے الحاق کے نقصانات پر جائزوں کی شکل میں بڑی عیّاری سے پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ بلاشبہ حکومت ان اخبارات کی سرپرستی کر رہی ہے۔ نیشنل کانفرنس کے ہندو ارکان ہندوستان میں کشمیر کی شمولیت کے نظریے کی تبلیغ کرنے میں مصروف ہیں۔

پاکستان اور ہندوستان کی بابت شیخ عبداللہ کا رویّہ

ہندوستان یا پاکستان سے کشمیر کے الحاق کے متعلق شیخ عبداللہ کے رویّے کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ شیخ عبداللہ ابھی تک جیل میں ہیں اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے حکومت نے ان سے رابطہ قائم کر رکھا ہے اور مذاکرات جاری ہیں۔ خیال ہے کہ ان کی رہائی چند ہی دنوں میں ہو جائے گی۔

بعض افراد کا خیال ہے کہ چونکہ شیخ عبداللہ کانگریس کے احسانات تلے دبے ہوئے ہیں اور پنڈت نہرو نے ان کی رہائی میں ذاتی دلچسپی لی ہے اس لئے وہ وہی کچھ کریں گے جو ان سے کہا جائے گا۔ یعنی ہندوستان میں کشمیر کی شمولیت کی غیر مشروط حمایت۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ ان کی رہائی کے فوراً بعد انہیں نئی دہلی لے جایا جائے گا جہاں سے وہ کچھ مراعات حاصل کر کے لوٹیں گے۔ پھر پنڈت نہرو کی آمد کے ساتھ ہی انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ حکومت کشمیر ہندوستان سے الحاق کا اعلان کر دے گی اور چند اصلاحات کا اعلان کر کے شیخ عبداللہ اور ان کی جماعت کو اقتدار میں لے آئے گی۔ اس طرح شیخ عبداللہ اصلاحات کے لالچ میں لوگوں کو ہندوستان کی حمایت پر آمادہ کر لیں گے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ حکومت سے کہیں گے کہ وہ پہلے ہندوستان سے الحاق کرے اور پھر انہیں رہا کرے تا کہ وہ لوگوں سے یہ کہہ سکیں کہ وہ اس کے ذمّہ دار نہیں ہیں کیونکہ یہ فیصلہ مہاراجہ نے کیا ہے جب وہ جیل میں تھے۔ ایک اور رائے یہ ہے کہ انہوں نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کریں گے اور باہر کی فضا کا اندازہ لگانے کے بعد حتمی فیصلہ کریں گے۔ شیخ کو بخوبی اندازہ ہے کہ عوام کی رائے میں نمایاں تبدیلی آ چکی ہے اور اگر وہ کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھے تو کہیں کے نہیں رہیں گے۔ انہیں اپنی لیڈری بچانے کا

زیادہ خیال ہے۔خودان کی جماعت میں پاکستان کے بارے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہےاور شیخ عبداللہ کواس مسئلے پر مخالفت کا بھی خدشہ ہے۔تیسرا نظریہ یہ ہے کہ بطور مفاہمت شیخ عبداللہ شاید کشمیر کی خودمختاری کا فیصلہ کریں۔

جہاں تک حکومتِ کشمیر کا تعلق ہےتو وہ دل وجان سے ہندوستان میں شامل ہونا چاہتی ہے اور اوپر دیے گئے حقائق سے ان کے ارادے واضح ہو جاتے ہیں لیکن اس میں انہیں بعض مشکلات کا سامنا ہے۔

حکومتِ کشمیر کے بارے میں پاکستان کا رویّہ

حکومتِ کشمیر کے تعصّب اور بدنیتی کے برعکس حکومتِ پاکستان نے حکومتِ کشمیر کو راضی رکھنے کی کوشش کی ہے اوراس کا رویّہ ہمیشہ مصالحانہ رہا ہے۔مثلاً جب حکومتِ کشمیر نے مطالبہ کیا کہ ڈاکخانوں پر سے پاکستان کے جھنڈے اتار دیے جائیں تو حکومتِ پاکستان نے اسے فوراً منظور کر لیا۔ پنجاب پولیس کسی اثاثے کی حفاظت کے سلسلے میں ضلع جہلم سے ریاست میں داخل ہوئی لیکن جب حکومتِ کشمیر نے اس کی اطلاع حکومتِ پنجاب کو دی تو اس نے معذرت کر کے یہ نفری واپس بلا لی۔حکومت کشمیر نے پنجاب سے لاہوراور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں کشمیر کی املاک کے تحفّظ کی درخواست کی تو انہیں فوراً اس کا اطمینان دلا دیا گیا۔ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن سے حکومتِ کشمیر سے حکومتِ پاکستان کا تعاون اور خیرخواہی واضح ہوتی ہے۔سوال یہ ہے کہ حکومتِ کشمیر کی مخالفانہ پالیسی کے پیشِ نظر حکومتِ پاکستان کی یہ خیرخواہی اور نرمی کی پالیسی کہاں تک درست ہے۔

مسلمانانِ کشمیر کی بابت قائداعظم، مسلم لیگ اور پاکستان کا رویّہ

قائداعظم نے ریاستوں کے بارے میں بارہا اعلان کیا ہے کہ وہ کسی ایک مملکت میں شامل ہوسکتی ہیں یا چاہیں تو آزادرہ سکتی ہیں[۵] یہاں تک کہ انہوں نے کسی ایک مملکت میں شمولیت کیلئے جغرافیائی اتصال کا بھی ذکر نہیں کیا۔اس کا یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ کشمیر ہندوستان میں شامل ہوسکتا ہےاور قائداعظم کواس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا حالانکہ کشمیر نہ صرف جغرافیائی طور پر پاکستان

سے ملحق ہے بلکہ پاکستان کے دفاع کیلئے اس کی بنیادی اہمیت ہے۔ مسلم لیگ ہمیشہ سے ریاستوں کے امور میں عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند رہی ہے۔ قائداعظم اور مسلم لیگ کی اس پالیسی کے مقابلے میں کانگریس نے ریاستوں اور خاص طور پر کشمیر کے امور میں براہِ راست دخل اندازی کی ہے۔ پچھلے سال شیخ عبداللہ نے ''کشمیر چھوڑ دو'' کی تحریک شروع کی جو اگر ان تک اور ان کی جماعت تک محدود رہتی تو شاید چند ہفتوں میں ختم ہو جاتی لیکن اس تحریک کو نہرو اور کانگریس نے زندہ رکھا۔ نہرو دو مرتبہ یہاں آئے۔ پہلی مرتبہ انہوں نے کوہالہ کے پل پر ڈرامائی انداز میں دنیا کی توجہ کشمیر کی جانب مبذول کرائی اور دوسری مرتبہ فتح مندانہ شہر میں داخل ہوئے اور شیخ عبداللہ کا قانونی دفاع بذاتِ خود کیا۔ اپنی واپسی کے بعد انہوں نے جے پرکاش نرائن، ارونا آصف علی، کانگریس کے صدر کرپلانی اور آخر میں کانگریس کے بڑے ہتھیار یعنی مہاتما گاندھی کو[۶] یہاں بھیجا۔ اس کے علاوہ ان مہینوں میں (ہندوستان سے) روپیہ مسلسل آتا رہا اور تحریک مکمل کامیابی تک جاری رکھی گئی۔ یہ کامیابی شیخ عبداللہ کی مقامی قوت سے نہیں بلکہ کانگریس کے وسیع وسائل اور ریاست کے امور میں براہ راست مداخلت سے حاصل ہوئی۔

اس کے مقابلے میں مسلم لیگ قطعی لاتعلق اور بے عمل رہی۔ البتہ کبھی کبھی ڈان یا پاکستان ٹائمز میں کوئی اداریہ یا قائداعظم کا کوئی بیان آ جایا کرتا تھا۔ ان حالات میں ریاست میں مسلم لیگ کی متبادل جماعت مسلم کانفرنس کو بھی نقصان ہوا۔ اس کے رہنما معمولی قانونی خلاف ورزی پر نو مہینوں سے بغیر مقدمہ حراست میں ہیں لیکن مسلم لیگ کا کوئی مرکزی یا صوبائی رہنما ان کی خیریت پوچھنے یہاں نہیں آیا۔ اس کے نتیجے میں مسلم کانفرنس کے حوصلے بہت پست ہو گئے ہیں اور اس میں انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ اسے ''کشمیر چھوڑ دو'' تحریک سے پہلے پنجاب اور دوسرے علاقوں میں مسلم لیگ کی کامیابی سے جو تقویت ملی تھی وہ اب زائل ہو چکی ہے۔ اب یہ ایک مردہ اور بے وقعت سیاسی جماعت بن کر رہ گئی ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان کے قیام نے لوگوں کے حوصلے پھر بلند کر دیے ہیں اور مسلم کانفرنس اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود اب بھی اس قابل ہے کہ اگر اسے باہر سے کچھ مدد ملے تو وہ لوگوں کو از سرِ نو اپنے ساتھ شامل کر سکتی ہے۔ تاہم یہ مسئلہ فوری نوعیت کا

نہیں بلکہ مسلم کانفرنس کی تنظیم کے لئے لمبی مدت کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔اس وقت زیادہ اہم اور واحد سوال یہ ہے کہ ہماری ریاست کا مستقبل کیا ہوگا۔ اس نازک وقت میں حکومتِ پاکستان اوراس کے رہنماؤں کی بے عملی نے یہاں کے مسلمانوں کو بے حوصلہ کر دیا ہے اور یہاں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی زبان پر اس طرزِ عمل کا شکوہ نہ ہو۔

داخلی فرقہ وارانہ صورتِ حال

فرقہ وارانہ صورتِ حال فی الحال تسلّی بخش ہے لیکن حکومتِ کشمیر کی شہ پر بڑی تعداد میں سکھ اور ہندو پناہ گزیں ریاست میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں کی دھمکیوں نے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ان خون آشام سکھوں، وحشی ڈوگرا فوج اور ریاستی مخالفت کی موجودگی نے اوراس کے علاوہ باہمی نفاق نے مسلمانوں کو غیر محفوظ اور دل شکستہ کر دیا ہے۔

ماحصل

موجودہ صورتِ حال کا تقاضہ ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں کے خدشات فرو کرنے کیلئے اور انہیں یہ یقین دلانے کیلئے کہ وہ بے یار و مددگار نہیں ہیں حکومتِ پاکستان اوراس کے رہنما کو چاہئے کہ اپنی توجہ فوری طور پر ان کی جانب مبذول کریں۔ مسلم کانفرنس کو ایک مشکل صورتِ حال کا سامنا ہے اور وہ چاہتی ہے کہ مہاراجہ کے ہندوستان میں شامل ہونے سے پہلے ہی کوئی کارروائی کرے ورنہ اگر مہاراجہ نے یہ فیصلہ کر لیا تو پھر کچھ نہیں ہو سکے گا مگر اسے حکومتِ پاکستان اوراس کے رہنماؤں کے طرزِ عمل کا یقین نہیں ہے۔ اگر جموں اور کشمیر کے مسلمانوں نے جدوجہد شروع کی تو دراصل وہ پاکستان کی جنگ لڑیں گے اور پاکستان پر لازم ہوگا کہ وہ ان کی مدد کرے۔ یہ بھی انتہائی اہم ہے کہ حکومتِ پاکستان چند چوٹی کے رہنما کشمیر بھیجے تا کہ یہاں کے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوں۔ خدانخواستہ اگر حکومتِ پاکستان اور مسلم لیگ نے کوئی قدم نہ اٹھایا تو پھر کشمیر ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا اوراس کی ذمّہ داری خود ان پر ہوگی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویزات نمبر ۲ اور ۵

۳۔ایضاً۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۸
۴۔دستاویز نمبر ۶.۱.۴
۵۔جناح پیپرز جلد سوم۔دستاویز نمبر ۱۰۸
۶۔جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۸

۶.۱.۶
کشمیر مسلم ایسوسی ایشن بنام لیاقت علی خاں[1]
(تار)

لاہور

۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

ریاست کے علاقے میں کشمیری مسلم رہنماؤں کے داخلے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ پونچھ میں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا۔مسلمانوں کے اس مطالبے کو کہ شہری علاقوں میں مخلوط فوج تعینات کی جائے ریاست کے حکام نے مسترد کر دیا ہے۔ڈوگرا مظالم سے مسلمان بہت پریشان ہیں۔اب تک تقریباً ایک لاکھ افراد نے ریاست سے باہر پناہ لی ہے۔سکھوں کے مسلّح جتھے بڑی تعداد میں داخل ہو رہے ہیں۔سنگین نتائج کا اندیشہ ہے۔مداخلت کی استدعا ہے۔
کشمیر مسلم ایسوسی ایشن

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۹

۶.۲

جوناگڑھ

۶.۲.۱

نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح[۱]

(تار)

جوناگڑھ

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب کے ۱۲ تاریخ والے حوصلہ افزا خط[۲] کا بہت شکریہ۔ میری حکومت نے پاکستان سے الحاق اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ کرلیا ہے۔ الحاق اور علیٰ حالہٖ معاہدے کی شرائط پر گفت وشنید کیلئے عنقریب ایک نمائندہ مقرر کیا جائیگا۔ مہربانی سے توثیق فرمائیں۔

مہابت خان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۷
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۳۱

۶.۲.۲

نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح[۱]

محل۔ جوناگڑھ

۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم صاحب

اخباری اطلاعات سے آپ کو کچھ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جوناگڑھ پر ہر سمت سے تنقید کی بوچھاڑ ہورہی ہے۔ اللہ کے فضل سے ہم اپنے ارادے پر قائم ہیں۔ توقع ہے کہ حکومتِ پاکستان بہت جلد اپنے ملک سے جوناگڑھ کے الحاق کا اعلان کردیگی۔[۲]

مَیں اپنے پرائیویٹ سیکرٹری تعظیمی سردار اسمٰعیل ایچ ایم ابراہانی کو حکومتِ پاکستان کے مختار افسروں سے علیٰ حالہٖ معاہدے کی شرائط طے کرنے کیلئے روانہ کررہا ہوں۔ انھیں اختیار

ہے کہ وہ میری حکومت کی جانب سے معاہدے پر دستخط کریں۔

ادب واحترام اور آپکی صحت، مسرت اور درازیٔ عمر کی دعا کے ساتھ

آپ کا مخلص

مہابت خان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۰
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۱

۶.۲.۳

شاہنواز بھٹو بنام محمد علی جناح[1]

(اقتباس)

نجی

جوناگڑھ

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

حضورِ والا!

آپ کو دوبارہ زحمت دینے پر بہت معذرت کے ساتھ آپ سے ذاتی درخواست ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں جوناگڑھ کی مدد فرمائیں۔ جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کے اعلان پر جو ردِعمل ہوا ہے اس کی روداد آپ جیسے زیرک اور معاملہ فہم انسان کو سنانا ضروری نہیں۔ دہلی میں[2] ہم نے اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر غور کیا تھا اور آپ نے یقین دلایا تھا کہ پاکستان نہ صرف جوناگڑھ بلکہ کسی بھی مسلم ریاست کے دشمنوں کو اس پر حملہ کرنے یا خوفزدہ کرنے کی اجازت نہیں دیگا۔[3]

پچھلے چند ہفتوں کے واقعات سے دکھائی دیتا ہے کہ ظلم و جبر کی ابتدا ہونے والی ہے۔ کانگریس نے انتہائی زہریلا پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے۔ حکومتِ ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے کاٹھیاواڑ میں اعلیٰ افسر بھیجے ہیں جنہوں نے پولیس اور پرانی ریذیڈنسی کے باقی ماندہ عملے کی مدد سے متعدد والیانِ ریاست اور جاگیرداروں کو ڈرا دھمکا کر اطاعت پر مجبور کر دیا ہے۔

حکومتِ ہندوستان نے ہمیں اشیائے خوردنی اور دیگر لوازمات کا کوٹہ فراہم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ دو دن پہلے کول کنٹرولر نے بذریعۂ تار کوئلے کی ترسیل بھی بند کر دی ہے جس کا مقصد ہماری ریلوے کو مفلوج کرنا ہے۔

اس طرح کے اقتصادی اقدامات اور پروپیگنڈا غیر مسلم رعایا پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ انھیں ان کے مذہب، مقدّس مقامات اور اداروں کی تباہی کا خوف دلایا جا رہا ہے حالانکہ نواب صاحب کی حکومت مختلف طبقات اور عقائد کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھتی۔ ہندوستان کی پشت پناہی سے کانگریس کی اِن کارروائیوں کا نتیجہ بے گناہ لوگوں کے جانی و مالی نقصان کی صورت میں ہوگا۔ پنجاب میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے وہی کچھ کاٹھیاواڑ بلکہ پورے مغربی ہندوستان میں بھی ہو سکتا ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کاٹھیاواڑ، جو جزیرہ نما کا ایک چوتھائی حصہ ہے، کی اس اہم ریاست کو آپ اپنی مضبوط حفاظت مہیا کریں۔ نواب صاحب کی موجودہ صحت ان بھاری پریشانیوں کو برداشت کرنے کی متحمل نہیں۔ آپکی برملا حمایت ان میں اور کاٹھیاواڑ کے لاکھوں پریشاں حال مسلمانوں میں نئی روح پھونک دیگی۔

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۴
۲۔ ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۱۹
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷

۶.۲.۴

محمد علی جناح بنام شاہنواز بھٹو[1]

۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر شاہنواز

آپ کا ۴ ستمبر کا خط[2] مجھے مل گیا ہے اور آپ کے نمائندے نے جونا گڑھ سے متعلق کئی

معاملات پر وزیرِ اعظم اور سیکرٹری خارجہ سے گفت وشنید کی ہے۔ جونا گڑھ اور پاکستان کے درمیان جن امور پر تصفیہ ہوا ہے اس کی رپورٹ آپ کو مل جائیگی۔

کل کابینہ کا اجلاس ہو رہا ہے جس میں اس مسئلے پر مزید غور کر کے ایک قطعی پالیسی وضع کی جائیگی۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۹

۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۴

۶.۲.۵

جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

نئی دہلی

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہم نے ابھی اخباروں میں پاکستان کی وزارتِ امورِ خارجہ کا ایک اعلامیہ دیکھا ہے جس کے مطابق پاکستان اور ریاستِ جونا گڑھ کے درمیان ایک علیٰ حالہٖ معاہدے پر ۹ ستمبر کو دستخط ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ رپورٹ[2] بھی دیکھی ہے کہ حکومتِ پاکستان نے ۹ ستمبر کو اپنے اجلاس میں ان ریاستوں کیلئے جو پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں الحاق کی شرائط طے کر لی ہیں۔

۲۔ ۲۱ اگست کو ہماری منسٹری آف اسٹیٹس نے دہلی میں پاکستان کے ہائی کمشنر کو ریاستِ جونا گڑھ کے الحاق سے متعلق حکومتِ پاکستان کی پالیسی کی نشاندہی کیلئے درخواست کی تھی اور پھر ۶ ستمبر کو یاددہانی کرائی گئی لیکن ابتک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

۳۔ یوں تو سمجھا جاتا ہے کہ کوئی ریاست دونوں مملکتوں میں سے کسی ایک میں شامل ہونے کیلئے آزاد ہے لیکن ہمارے خیال میں الحاق کا فیصلہ کرتے وقت ریاست کے جغرافیائی

اتصال کو لازمی طور پر مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ جونا گڑھ کسی طرح بھی مملکتِ پاکستان سے متصّل نہیں ہے۔ سمندر کی سمت چھوڑ کر یہ ریاست تمام اطراف سے اُن ریاستوں میں گھری ہوئی ہے جو ہندوستان کا حصہ بن چکی ہیں اور ایسی ریاستوں کا خاصا علاقہ جونا گڑھ کی حدود کے اندر بھی ہے اسی طرح جونا گڑھ کا کچھ علاقہ چند ایسی ریاستوں میں شامل ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق جونا گڑھ کی آبادی چھ لاکھ اکہتّر ہزار ہے جس میں پانچ لاکھ تینتالیس ہزار (یا اسّی فیصد) ہندو ہیں۔ ریاست کی اس اکثریت نے جونا گڑھ کے حکمران پر واضح کر دیا تھا کہ وہ پاکستان سے الحاق کے خلاف ہیں اور چاہتے ہیں کہ ریاست ہندوستان میں شامل ہو جائے۔ خود جونا گڑھ کی حکومت نے وقتاً فوقتاً ایسے نوٹیفیکیشن جاری کئے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ وہ کاٹھیاواڑ کے اتحاد اور یک جہتی کی حمایت کرتی ہے (دیکھئے نوٹیفیکیشن مورخہ ۱۱ اپریل اور ۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء)۔ تین چھوٹی ریاستوں کو چھوڑ کر کاٹھیاواڑ کی باقی تمام ریاستیں ہندوستان میں شامل ہو گئی ہیں۔

ہندوستان جونا گڑھ کے کسی ایک مملکت سے الحاق کے سوال پر ایسے جمہوری استصوابِ رائے کیلئے تیار ہے جو ہندوستان اور جونا گڑھ کی مشترکہ نگرانی میں کیا جائے۔ لوگوں نے اپنی پسند کا جو بھی اظہار کیا ہم اس کی پابندی کریں گے۔ اگر جونا گڑھ کے حکمران اس مسئلے کو استصوابِ رائے کے ذریعے حل کرنے پر آمادہ نہیں اور پاکستان اس معاملے میں لوگوں کی خواہشات اور اصولوں کو نظر انداز کر کے جونا گڑھ کو وفاقِ پاکستان کا حصہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تو حکومت ہند سے یہ توقع نہ رکھی جائے کہ وہ ایسے انتظام کو خاموشی سے قبول کر لیگی۔

جواہر لال نہرو

(وزیرِ اعظم، ہندوستان)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴۴
۲۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

۶.۲.۶

شاہنواز بھٹو بنام ایم ڈبلیو عباسی[1]

جونا گڑھ

۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

اُس خط[2] کی ایک نقل ملفوف ہے جو مَیں نے جونا گڑھ کی نازک صورت حال کے بارے میں لیاقت علی خاں کو لکھا تھا۔ مہربانی فرما کر آپ یہ قائداعظم کی خدمت میں پیش کر کے ہماری طرف سے فوری اقدام کیلئے گزارش کریں۔[3] یہ جونا گڑھ کی زندگی اور موت کا سوال ہے اور پاکستان کی جانب سے تاخیر کا مطلب ہماری تباہی ہے۔ ہمارے عوام کے حوصلے بلند رکھنے کیلئے فوری مدد کی سخت ضرورت ہے۔ میرے خیال میں حکومتِ ہندوستان کو فوری تنبیہہ بہت مددگار ثابت ہوگی۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴۹
۲۔ ملفوفہ
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷

۶.۲.۶ ملفوفہ

شاہنواز بھٹو بنام لیاقت علی خاں

(اقتباس۔ انتہائی خفیہ/فوری)

مائی ڈیئر لیاقت علی خاں

تعظیمی سردار اسمٰعیل ابراہانی کے ہاتھ بھیجے ہوئے اپنے ۱۴ ستمبر کے خط میں مَیں نے آپ کو خبردار کیا تھا کہ ہمارے ہمسائے جونا گڑھ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ تازہ

اطلاع کے مطابق چاروں طرف سے منظّم حملے کا قطعی منصوبہ بن چکا ہے اور لڑائی کسی وقت بھی چھڑ سکتی ہے۔ جدید اسلحہ سے لیس اور طاقتور ہندوستانی فوجیں جونا گڑھ کے علاقے پر قابض ہو سکتی ہیں کیونکہ ایسے حملے کو روکنا ہماری مختصر اور بیشتر بے قاعدہ فوج اور پولیس کے بس کی بات نہیں۔ ہندوستان نے ہمارے باجگزاروں اور جاگیرداروں کو خود مختاری اور انعام واکرام کے وعدوں سے خرید لیا ہے اور ان کی مدد سے اندر اور باہر سے جونا گڑھ کا گلا گھونٹنے کا پختہ منصوبہ بنایا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو دیہات کو جو ان باجگزاروں، جاگیرداروں اور شیخ منگرول کے قبضے میں ہیں، ہندوستان میں شامل ہونے اور جونا گڑھ سے بغاوت کرنے پر اکسایا جا رہا ہے۔ اطلاع کے مطابق جونا گڑھ کے ایک مسلم خراج گذار شیخ منگرول نے، جو اکّیس دیہات کا مالک ہے، ہندوستان سے الحاق کا معاہدہ کر لیا ہے اور اسے امید ہے کہ اگر ہم نے اس پر اپنے حقوق جتانے کی کوشش کی تو ہندوستان کے تین سو گورکھے اس کی مدد کریں گے۔

جیسا کہ مَیں نے پچھلے خط میں ذکر کیا تھا، ہماری رسد منقطع کر دی گئی ہے۔ جونا گڑھ کیلئے جام نگر اور دوسری بندرگاہوں سے اشیائے خوردنی اور پٹرول کی جو سپلائی آیا کرتی تھی اسے روک دیا گیا ہے۔ ہر طرف سے ہمارے مواصلاتی روابط منقطع ہونے کا خطرہ ہے۔ متوقع لڑائی کے خوف سے غیر مسلم رعایا جونا گڑھ کے علاقے سے بھاگ رہی ہے۔ اسی دوران فساد زدہ بالائی ہندوستان سے مسلمان مہاجرین اپنی درد بھری داستانوں کے ساتھ یہاں داخل ہو رہے ہیں۔

مَیں حکومتِ پاکستان سے مدد کی پُر زور استدعا کرتا ہوں۔ اولاً انہیں چاہئے کہ حکومتِ ہندوستان سے شدید احتجاج کریں تا کہ جونا گڑھ کے علاقے پر حملے کو روکا جا سکے۔ اگر کچھ حقوق متنازع فیہ ہیں تو ان کا تصفیہ دونوں مملکتیں استحقاق اور آئینی اصولوں کے مطابق کر سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان کبھی اجازت نہیں دے گا کہ ہندوستان قانون اپنے ہاتھ میں لے کیونکہ ایسی صورت میں نہ صرف کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں بلکہ برِصغیر کے دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کو سنگین عواقب کا سامنا ہوگا۔ آپ کی عملی اور فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے ایک بمبار یا لڑاکا طیارے اور ایک ڈیکوٹا جہاز کے ہمارے ہوائی اڈے پر اترنے کا خاطر خواہ اثر ہوگا۔ جدید

ہتھیاروں سے مسلح ایک پلٹن بھی سمندر کے راستے بھیجنا ضروری ہے۔

اس نازک وقت میں اگر پاکستان ہمیں بچانے کیلئے آگے نہیں آئے گا تو ہم ختم ہو جائیں گے۔ مہربانی فرما کر کم از کم اتنا بتا دیجئے کہ آپ کس قسم کی مدد کریں گے اور ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے۔ نواب صاحب کو اور مجھے قائداعظم پر مکمل اعتماد ہے کہ وہ جوناگڑھ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۶.۲.۷

محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(تار۔[2] بصیغۂ راز/فوری)

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

اطلاع ملی ہے کہ پاکستان سے الحاق شدہ ریاست جوناگڑھ اور کاٹھیاواڑ کی دوسری ریاستوں کی سرحدوں پر ہندوستانی فوجوں کا کثیر اجتماع ہو رہا ہے۔[3] امید ہے کہ یہ اطلاع غلط ثابت ہوگی۔ جوناگڑھ کی خودمختاری یا اس کے علاقے میں خلل اندازی کو معاندانہ اقدام سمجھا جائیگا۔ مہربانی فرما کر اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہندوستان یا ہندوستان میں شامل ریاستوں کی فوجیں کسی بہانے جوناگڑھ کے علاقے میں زبردستی داخل ہونے کی غلطی نہ کریں۔

(ایم اے جناح)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۲
۲۔ نقول برائے وزرائے اعظم ہندوستان و پاکستان
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۶

۶.۲.۸

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ بصیغۂ راز)

نئی دہلی

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

جونا گڑھ سے متعلق پاکستان کے تار مورخہ ۱۸ ستمبر[2] کے حوالے سے جونا گڑھ کے اردگرد فوجوں کے کثیر اجتماع کی خبر غلط ہے۔

اسّی فیصد ہندو آبادی کی سخت مخالفت کے باوجود جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق مقامی باشندوں اور ہندوستان میں شامل شدہ نواحی ریاستوں کیلئے باعث تشویش و ہراس ہے۔ جونا گڑھ کی وسیع پیمانے پر فوجی تیاریوں اور مسلم رعایا میں اسلحہ کی تقسیم نے، جس کا مقصد غیر مسلم آبادی اور نواحی ریاستوں میں دہشت پھیلانا ہے، اس علاقے کی بے چینی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ لہٰذا حکومتِ ہندوستان نے حفظِ ماتقدم کے طور پر اپنے ہی علاقے میں ایک مختصر فوجی جمعیت بھیج دی ہے کیونکہ متاثرہ علاقوں میں ہم سے الحاق شدہ اکثر ریاستوں کے پاس اپنی کوئی فوج نہیں ہے۔

۲۔ جہاں تک جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق کا تعلق ہے تو آپ وزیرِ اعظم پاکستان کے نام ہمارے اُس تار[3] کی جانب توجہ فرمائیں جو ۱۲ ستمبر کو لارڈ ازمے کے ہاتھ گورنمنٹ ہاؤس، کراچی میں دیا گیا۔ اس میں جونا گڑھ سے متعلق حکومتِ ہندوستان کے موقف کو پوری طرح واضح کر دیا گیا تھا۔ حکومتِ پاکستان نے نہ تو ہمارے اس پیغام کی وصولی کی اطلاع بھیجی اور نہ ہی اس مسئلے پر ہمارے پہلے مراسلوں کا جواب دیا۔ بر خلاف اس کے حکومتِ پاکستان نے یکطرفہ کارروائی کر ڈالی جس کے متعلق واضح کر دیا گیا تھا کہ حکومتِ ہندوستان اسے کبھی خاموشی سے تسلیم نہیں کرے گی۔ پاکستان کا اس الحاق کو اس طرح قبول کرنا حکومتِ ہندوستان کے خیال میں ہندوستان کی خود مختاری اور اس کے علاقے میں دخل اندازی کے مترادف ہے اور دونوں مملکتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے بر خلاف ہے۔ حکومتِ ہندوستان متفقہ اصولوں کے خلاف

پاکستان کے اس توسیع پسندانہ اقدام کو ہندوستان کی سالمیت میں رخنہ اندازی سمجھتی ہے۔ اِن حالات میں مجھے امید ہے کہ آپ حکومتِ پاکستان پر جونا گڑھ کے الحاق کے بارے میں دوبارہ غور کرنے کیلئے زور ڈالیں گے لیکن ایسا نہ کیا گیا تو مجھے مجبوراً آپ کو آگاہ کرنا پڑیگا کہ نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومتِ پاکستان کے کندھوں پر ہوگی۔ جونا گڑھ کے الحاق پر وہاں کے لوگوں کا فیصلہ قبول کرنے کے لیے ہندوستان اب بھی تیار ہے۔ یہ فیصلہ استصوابِ رائے کے ذریعے ہوسکتا ہے جو ہندوستان اور جونا گڑھ کی حکومتوں کی نگرانی میں کرایا جاسکتا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۷
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۵

۶.۲.۹
محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]
(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

کراچی

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲۔ آپ کے تار مورخہ ۲۲ ستمبر کے حوالے سے۔[2] ہندوستان کے اعتراضات بمع ان کے جو لارڈ ازمے کے ہاتھ ہمیں بھیجے گئے،[3] بے بنیاد اور غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ ریاستوں کی حیثیت کی واضح تشریح کردی گئی ہے اور بارہا اس پر اتفاق کیا گیا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد ہر ہندوستانی ریاست آزاد اور خودمختار ہوگی کہ اپنی مرضی سے پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہو۔ اس معاملے میں اب آپ نئے کلیات وضع کرکے ریاستوں کے آزادانہ حقِ انتخاب کو محدود کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان اتفاقِ رائے سے برطانوی ہند کی تقسیم کا ریاستوں کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ مسئلہ علیحدہ طور پر طے ہوا تھا اور اس کی نوعیت بھی

مختلف ہے۔ اِن حالات میں آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ جونا گڑھ کسی اور ریاست کی طرح پاکستان میں شامل ہونے کا حق بھی رکھتا ہے جو اس نے استعمال کیا ہے۔

۴۔ آپ کے اظہارِ رائے نے، جس میں پاکستان کیلئے دھمکی بھی پوشیدہ تھی، ہمیں حیران کر دیا ہے کہ ''پاکستان کے اس الحاق کو اس طرح قبول کرنے کو حکومتِ ہندوستان اپنی خودمختاری اور علاقائی سالمیت میں دخل اندازی سمجھتی ہے اور یہ دونوں مملکتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے خلاف ہے۔'' ہندوستان کو جونا گڑھ پر علاقائی یا کسی اور طرح کی خودمختاری کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق کس طرح ہندوستان کی خودمختاری میں دخل اندازی اور باہمی دوستانہ تعلقات کی خلاف ورزی ہے۔

۵۔ جہاں تک استصوابِ رائے کا تعلق ہے تو یہ معاملہ جونا گڑھ کے حکمران، جو آئینی طور پر مختار ہیں، اور وہاں کے عوام کے درمیان طے ہونا چاہیئے۔

۶۔ آپ کا کہنا ہے کہ ہمسایہ ریاستوں میں فوج کا اجتماع بطور حفظِ ماتقدم کیا گیا ہے تا کہ اگر اُن ریاستوں میں جو ہندوستان میں شامل ہو چکی ہیں کوئی گڑبڑ ہو تو اس پر قابو پایا جا سکے۔ جونا گڑھ نے ہمیں باوثوق اطلاع دی ہے کہ آپ کا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ جونا گڑھ نے وسیع پیمانے پر فوجی تیاریاں کی ہوئی ہیں۔ موجودہ حالات میں یہ تصور کرنا ہی مضحکہ خیز ہے کہ جونا گڑھ اپنی ہمسایہ ریاستوں کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتا ہے۔ جونا گڑھ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ اسے امن اور سکون سے رہنے دیا جائے۔

۷۔ برخلاف اس کے ہماری اطلاع یہ ہے کہ باہر کے لوگ جونا گڑھ کے اندر گڑبڑ پھیلا رہے ہیں۔ جام صاحب کا تازہ بیان[۴] گمراہ کن، شرانگیز اور بڑی حد تک صداقت سے خالی ہے۔ بادی النظر میں یہ ان کا ایک بھونڈا پروپیگنڈا ہے جس میں متصلہ ریاستوں کی مسلم رعایا کو تشدد کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں وہاں کے گھبرائے ہوئے مسلمان اپنے ہندو حکمرانوں اور ان کی ہندو رعایا کی دھمکیوں سے خوف زدہ ہو کر جونا گڑھ میں پناہ لے رہے ہیں۔ مسلمانوں اور جونا گڑھ کو ان کا یہ بلا جواز مشورہ کہ اپنے مفاد میں جونا گڑھ ہندوستان میں شامل ہو جائے انتہائی

غیر واجب ہے۔ حکومتِ ہندوستان کو چاہئے کہ وہ ایک ایسی ریاست کو جو ہندوستان میں شامل ہو چکی ہے تشدّد انگیز بیانات دینے سے باز رکھے۔

۸۔ مَیں علیحدہ سے جوناگڑھ کے دیوان کے تار کی نقل[۵] آپ کو بھیج رہا ہوں جو آج ہی موصول ہوا ہے۔ میرے پاس تمام ذرائع سے پہنچنے والی اطلاعات کے مطابق اس تار میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ صداقت پر مبنی ہے۔

۹۔ مذکورہ بالا حقائق کے مجموعی تاثر سے حکومتِ پاکستان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حکومتِ ہندوستان اپنی پالیسی اور عمل سے پاکستان کی خودمختاری میں دخل اندازی کر رہی ہے۔

۱۰۔ آپ کا یہ بیان غلط ہے کہ اس مسئلے پر ہندوستان نے جو اعتراضات بھیجے ہیں پاکستان نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آخری مرتبہ جب پاکستان کے ہائی کمشنر کے سامنے یہ مسئلہ اٹھایا گیا تو انھوں نے سردار پٹیل کو اس معاملے میں حکومت پاکستان کی پالیسی سے آگاہ کر دیا تھا اور اس کے بعد مزید مراسلت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

۱۱۔ وزیرِاعظم ہندوستان کی طرف سے وزیرِاعظم پاکستان کیلئے ۱۱ ستمبر کا ایک مبیّنہ تار[۶] لارڈ ازمے لائے تھے۔ اس کا نہ تو کوئی نمبر تھا اور نہ ہی اس کے اجراء کا کوئی ثبوت۔ بلکہ لارڈ ازمے سے معلوم ہوا کہ متعلقہ وزیر[۶] نے اس تار پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک یہ تار ہمیں باقاعدہ سرکاری طور پر نہ ملے اس پر کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۰
۲۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶.۲.۹
۳۔ ضمیمہ
۴۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۱۰
۵۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہ ہو سکا۔
۶۔ ولبھ بھائی پٹیل

۶.۲.۹ کا ضمیمہ

چارلس ڈبلیولوئس جونیئر بنام جارج مارشل

(اقتباس۔ بصیغۂ راز)

کراچی

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ستمبر ۱۹۴۷ء کے دوران پاکستان میں سیاسی سرگرمیوں کا خلاصہ

ریاستِ جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق

امن وامان کے قیام اور مہاجرین کے کٹھن مسائل کے علاوہ پاکستان اس مہینے جونا گڑھ کے اس کے ساتھ الحاق پر ہندوستان کے ساتھ تنازعے میں الجھ گیا ہے۔ ریاست کے باشندوں کی اکثریت ہندو ہے جسے پاکستان میں شمولیت کی کوئی خواہش نہیں اور خود ریاست بھی پاکستان سے کافی دور واقع ہے۔ تاہم نواب جونا گڑھ نے، جو مسلمان ہیں، ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو الحاق کی دستاویز پر دستخط کر کے ریاست کی پاکستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا جس کے تحت نواب خود مختار ہو گا لیکن بیرونی تعلقات، دفاع اور مواصلات کے امور حکومتِ پاکستان کے سپرد ہوں گے۔

جونا گڑھ کے پاکستان سے الحاق پر پورے ہندوستان میں توقع کے مطابق ناراضگی کا اظہار ہوا ہے اور اس الحاق کو آبادی کی اکثریت کی مرضی کے خلاف حکمران کا من مانا اقدام گردانا گیا۔ ۲۲ ستمبر کو جام صاحب نوانگر نے ایک بیان میں اس الحاق کی سخت مذمّت کی اور کہا کہ ''زمین کا یہ ٹکڑا پاکستان میں شامل کرنے کی کوشش دراصل ہندوستان کی سالمیت، یک جہتی اور سلامتی کو تہ و بالا کرنے کیلئے قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے صلاح کاروں کے منصوبے کا ایک حصہ ہے جسے اگر بروقت ترک نہ کیا گیا تو اس مسئلے پر دونوں ملکوں کے درمیان جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔'' جام نے یہ بھی بتایا کہ ان کی دو ہمسایہ ریاستوں گوندل اور جیٹ پور نے ہندوستان سے تحفّظ کی اپیل کی تھی لہٰذا انہوں نے اپنی فوجیں وہاں بھیج دی ہیں۔

۲۵ ستمبر کو حکومتِ ہندوستان کی منسٹری آف اسٹیٹس اور پاکستان کے وزیر اعظم،

مسٹرلیاقت علی خاں اور وزیرِ خارجہ نے بیانات جاری کئے۔ پہلے بیان میں جونا گڑھ کے ہندوؤں کی طرفداری کی گئی ہے اور دوسرے میں جام صاحب نوانگر کے بیان پر احتجاج کیا گیا ہے۔ منسٹری آف اسٹیٹس نے کہا کہ ''اصولی طور پر اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر ریاستیں کسی بھی مملکت سے الحاق کیلئے آزاد ہیں لیکن اس امر کو ہمیشہ تسلیم کیا گیا کہ عملی طور پر اس آزادی کو جغرافیائی حقائق کی روشنی میں استعمال کیا جائے گا۔'' بیان میں یہ بھی کہا گیا کہ ۸۱ فیصد آبادی غیر مسلم ہے اور ظاہر ہے کہ جونا گڑھ کے جغرافیائی محل وقوع اور قرب و جوار میں ہندوستان سے الحاق شدہ ریاستوں سے مواصلاتی وابستگی کے پیشِ نظر اس کا پاکستان سے الحاق اپنی ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ، جونا گڑھ اور ہندوستان کے مابین اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔

لیاقت علی خاں کا بیان ہے کہ قانونِ آزادیٔ ہند نے تمام ہندوستانی ریاستوں کو مکمل آزادی دی ہے اور یہ کہ قبل ازیں ''کسی ریاست کی ہندوستان میں شمولیت پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا لیکن اب جب پاکستان میں کوئی پہلی ریاست شامل ہوئی تو جام صاحب نے حقیقتِ حال کو پوشیدہ رکھ کر ہیجان پیدا کرنے کی کوشش کی۔''

جس دن لیاقت علی خاں کا بیان جاری ہوا اسی دن ایک رپورٹ ملی کہ بمبئی میں جونا گڑھ کی ایک ''عبوری حکومت'' بن گئی ہے جس نے وہ تمام اختیارات سنبھال لئے ہیں جو ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء سے پہلے نواب جونا گڑھ کے پاس تھے اور جواز یہ بتایا گیا کہ نواب نے چونکہ اپنی ہندو رعایا کی مرضی کے برخلاف ان کی وفاداریاں پاکستان کو منتقل کر دی تھیں لہٰذا وہ خود اپنی رعایا کی اطاعت سے محروم ہو چکے ہیں اور پاکستان نے نواب کی دستاویزِ الحاق کو قبول کر کے رعایا کے حقِ خودارادیت کی خلاف ورزی کی ہے۔

اس تنازع نے اس وقت تشویشناک صورت اختیار کر لی جب ہندوستان نے جونا گڑھ سے گزرنے والی ہوائی سروس معطّل کر دی اور ڈاک و تار کا نظام منقطع کر دیا۔ اسی دوران ہمسایہ ریاستوں نے معاشی ناکہ بندی کا اعلان کر دیا اور جونا گڑھ کی ''عبوری حکومت'' بمبئی سے منگرول کی

متصلہ اور ذیلی ریاست میں راجکوٹ کے مقام پر منتقل ہوگئی تا کہ ''محاذ سے قریب تر رہے'' راجکوٹ میں ''جوناگڑھ ہاؤس'' پر ہلہ بول کر اس پر قبضہ کرلیا گیا اور وہاں ہندوستان کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ پھر ''عبوری حکومت'' نے جوناگڑھ کی معاشی ناکہ بندی کی خلاف ورزی پر سخت سزائیں دینے کا اعلان کیا۔

اس تنازعے کے باعث ہندوستان اور پاکستان کے درمیان سنگین کشیدگی کے امکانات بھی موجود ہیں اور اس کا جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کا اثر ان دوسری ریاستوں پر پڑے گا جو پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں۔

۶.۲.۱۰

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[1]

(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

کراچی

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہز ہائنس نواب جوناگڑھ کے نام آپ کے تار مورخہ ۲۲ ستمبر[2] نے ہماری حیرت بڑھا دی ہے۔ بابریاواڑ اور منگرول دونوں ہی ریاست جوناگڑھ کے لازمی جزو ہیں اور ہندوستان سے ان کا الحاق باطل ہے۔ ہمسایہ ریاستوں اور ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کی اشتعال انگیز کارروائیوں کے باوجود جوناگڑھ میں رعایا کو پریشان کرنے کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ بابریاواڑ میں ہماری فوج امن وامان اور ریاست کی املاک اور عمارات کی حفاظت کیلئے رکھی گئی ہے۔ ہندوستان کے اقدامات، جوناگڑھ پر، جواب پاکستان کا حصہ بن چکا ہے، حملے کے مترادف ہیں۔ سوچنے کا وقت دیے بغیر شیخ منگرول سے ۲۰ ستمبر کو الحاق پر دستخط کرائے گئے لیکن جب انھیں اس کا احساس ہوا کہ وہ جوناگڑھ کا ایک حصہ ہیں تو انہوں نے چند گھنٹے بعد ہی راجکوٹ میں ریجنل کمشنر کو تحریری اطلاع دے کر الحاق کو مسترد کر دیا لیکن اس سے پہلے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے سیکرٹری مسٹر بچ بمبئی روانہ ہو چکے تھے۔ مَیں نے ذاتی طور پر مسٹر مینن پر واضح کیا کہ یہ مسئلہ

دونوں مملکتوں کے درمیان طے پا سکتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے علاقوں کے اندر امن برقرار رکھنے کا عہد کر رکھا ہے۔ جونا گڑھ میں مکمل سکون ہے۔ مَیں پھر کہوں گا کہ دونوں مملکتوں کے نمائندے مل بیٹھ کر متنازع فیہ مسائل طے کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہندوستان کا پاکستان کے اس حصے پر فوج کشی کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ کوئی بھی غیر جانبدار کمیٹی جونا گڑھ کے تمام علاقے کی صورتِ حال دیکھ سکتی ہے کہ وہاں ہر فرد کو تحفّظ دیا جا رہا ہے اور کسی کو تنگ نہیں کیا جا رہا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۱
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۹

۶.۲.۱۱
لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[1]

نئی دہلی

۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۲۵ ستمبر کے حوالے سے

حکومتِ ہندوستان کو جونا گڑھ سے متعلق آپ کے پیغام کے لہجے پر سخت اعتراض ہے۔ خوش خلقی کا دامن چھوڑ دینے سے نہ تو حکومتوں کے درمیان اختلافات دور ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہ سفارتی آداب کے مطابق ہے۔

۳۔ جونا گڑھ کے الحاق سے متعلق ہندوستان کا موقف حکومتِ ہندوستان کے اخباری بیان میں واضح کر دیا گیا تھا اور اس کا متن ۲۵ ستمبر[2] کو بذریعہ تار آپ کو بھیج دیا گیا تھا۔ اس میں کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ آپ نے ہز ہائنس مہاراجہ نوانگر کی جس پریس کانفرنس کا حوالہ دیا ہے اس میں وہ محض گجرات اور کاٹھیاواڑ کے حکمرانوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے جس کا انہوں نے ۲۶ ستمبر کی پریس کانفرنس میں اظہار کیا تھا۔

۵۔حکومتِ ہندوستان آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا ضروری سمجھتی ہے کہ جوصورتِ حال آپ کے پیغام کے پیرا نمبرے میں بیان کی گئی ہے وہ سراسر غلط ہے۔حکومت نے جوناگڑھ کے بارے میں بڑی محتاط تحقیقات کی ہیں اور اس کے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں کہ غیر محفوظ حالات کی بناء پر نہ صرف غیر مسلموں نے بڑی تعداد میں جوناگڑھ چھوڑ دیا ہے بلکہ متصلہ ریاستوں سے کوئی بھی مسلمان پناہ کی خاطر جوناگڑھ نہیں آیا۔

۶۔آپ کے تار کے پیرا نمبر۱۰ کے حوالے سے عرض ہے کہ منسٹری آف اسٹیٹس نے ۶ ستمبر کو آپ کے ہائی کمشنر سے اپنے ۲۱ اگست کے خط کے جواب کے متعلق دریافت کیا تھا۔ ہائی کمشنر نے ۱۲ ستمبر کو جواب دیا کہ وہ ہدایات کا انتظار کر رہے ہیں۔پھر وہ کراچی چلے گئے اور ۲۶ ستمبر کو واپس آئے۔آپ کے ہائی کمشنر نے اس مسئلے پر سردار پٹیل سے کوئی گفتگو نہیں کی اور نہ ہی اپنی غیر حاضری کے باعث وہ ایسا کر سکتے تھے۔

۷۔آپ کے تار کے پیرا نمبر۱۱ کے حوالے سے حقیقتِ حال یہ ہے: جب لارڈ ازمے کراچی جا رہے تھے، وزیرِ اعظم ہندوستان کا وزیرِ اعظم پاکستان کیلئے پیغام جو بذریعہ تار جانا تھا انہیں دیدیا گیا تاکہ جلد اور بحفاظت پہنچ جائے۔اس کے لئے نمبر اور وصولی کے اندراج کی ضرورت نہیں تھی۔اس سے پہلے کہ لارڈ ازمے ان سے ملتے، لیاقت علی خاں کراچی سے لاہور کیلئے روانہ ہو چکے تھے لہٰذا یہ پیغام خود وزیرِ اعظم پاکستان کے سپرد نہیں کیا جا سکا۔لارڈ ازمے نے اس کی تردید کی ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا ''متعلقہ وزیر نے تار پر دستخط کرنے سے انکار کیا'' بلکہ یہ وضاحت بھی کی کہ دہلی سے جانے اور وہاں واپس آنے کے دوران انکی زبان سے لفظ ''جوناگڑھ'' نہیں نکلا۔لہٰذا جو بیان ان سے منسوب کیا گیا ہے وہ بے بنیاد ہے۔حکومتِ ہندوستان صرف اپنی حیرت اور افسوس کا اظہار ہی کر سکتی ہے کہ ایک ایسے شخص پر شک کیا گیا ہے جس کی دیانتداری اور اعلیٰ خدمات مستند ہیں۔

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۷
۲۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔تاہم دیکھئے ضمیمہ

۶.۳.۲
نواب ماناودر بنام محمد علی جناح[1]
(اقتباس)

محل ماناودر

۲۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

اللہ کا شکر ہے کہ میری ریاست مملکتِ پاکستان میں شامل ہوگئی ہے۔[2] مجھے فخر ہے کہ میرا تعلق اس برادری سے ہو گیا ہے جس کی بنیاد اسلامی مساوات، اخوت اور آزادی کے ان اصولوں پر ہے جن پر ہمارے محترم آباواجداد اور آپ نے عمل کیا۔ انہی اصولوں پر دنیا کی پانچویں بڑی سلطنت پاکستان کی تشکیل تاریخِ عالم کا بے مثال واقعہ ہے جو امتِ مسلمہ اور پوری دنیا کے لئے باعثِ عزت واستحکام ہے۔ اسلام کے قابلِ قدر سپوت کی حیثیت سے آپ کی کوششوں اور اس مقدّس مقصد سے والہانہ لگاؤ کے باعث بالآخر حق وانصاف کا بول بالا ہوا جس پر مسلم قوم کو فخر ہے۔

حکومتِ پاکستان کو جس صورتِ حال کا سامنا ہے مَیں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ آزمائش کی اس گھڑی میں مَیں پاکستان کو اپنی ذاتی خدمات اور اپنی ریاست کے تمام وسائل پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ میری پُرخلوص دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں سے آپ کے ہاتھ مضبوط کرے تاکہ آپ شیطانی طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر آگے بڑھ سکیں۔

آپ کا مخلص

جی معین الدّین خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۶
۲۔ ماناودر کے حکمران نے الحاق کی دستاویز پر ۲۱ ستمبر کو دستخط کئے۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۹

۶.۳.۳
محمد علی جناح بنام نواب ماناودر[1]

کراچی

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر نواب صاحب

آپ کے ۲۱ ستمبر کے خط[2] اور پاکستان کیلئے آپ کی نیک خواہشات کا بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے عوام کیلئے آپ کی ہمدردی اور حمایت اور باہمی اتحاد، نظم وضبط اور دوستوں کی مدد سے ہم پاکستان کی تعمیر اس طرح کرسکیں گے کہ وہ دنیا کی امن پسند اقوام کے ہم پایہ ہوجائے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۴ کا انکلوژر
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۳.۲

۶.۳.۴
میر خاران بنام محمد علی جناح[1]
(تار)

نشکی

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں نے پاکستان کو اقتدار منتقل کردیا۔ ریاستِ خاران کے مستقبل کے بارے میں مَیں نے حال ہی میں آپ سے دہلی میں ملاقات کی تھی۔ ۱۹ اگست ۱۹۴۷ء کو مَیں نے خاران کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کیلئے ریاست کے رہنماؤں اور معتبرین کی ایک کانفرنس بلائی تھی۔ ان کے فیصلے کے مطابق مَیں اپنی اور اپنی رعایا کی جانب

سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ خاران بحیثیت ایک آزاد ریاست پاکستان میں شامل ہو رہا ہے اور مقدور بھر پاکستان کی خدمت کرے گا۔

ریاستِ خاران سے پاکستان کے تعاون اور مدد کی گذارش ہے۔

میر محمد حبیب اللہ خان

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱۸

۶.۳.۵

آر ای بی باور (R. E. B. Bower) بنام جارج مارشل[1]

(اقتباس)

امریکی قونصل جنرل۔ مدراس

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں حیدرآباد کی عدم شمولیت

(پیرے ا تا ۸ حذف کر دیے گئے)

۹۔ نظام کے ۱۵ اگست کے ایک فرمان کے مطابق برار کا انتظام صوبہ جات متوسط کے ایک جزو کے طور پر حسبِ سابق چلتا رہے گا اور اعلان کیا کہ ریاست کے باقی مستقل انتظامات کے لئے وہ مملکتِ ہندوستان سے گفت وشنید کر رہے ہیں۔ بظاہر وہ اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

۱۰۔ یومِ آزادی کے موقع پر اور بعد کے دنوں میں نظام کو خلفشار سے نجات نہیں مل سکی۔ ریاست میں فسادات، گولی چلنے اور گرفتاریوں کی خبریں اب آہستہ آہستہ اخباروں میں آنے لگی ہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ درجن بھر افراد مارے گئے اور سو کے قریب زخمی ہوئے ہیں۔ ۱۵ اگست سے پہلے بھی امتناعی احکامات کی خلاف ورزی میں ریاستی کانگریس کے جلسے کرنے کی کوشش کے نتیجے میں پولیس نے گرفتاریاں کیں۔ ایک مرتبہ پولیس نے یہ مسئلہ اس طرح حل کیا

کہ جلسہ گاہ کی ناکہ بندی کر کے ٹریفک کا رخ موڑ دیا۔

۱۱۔ ۱۵ اگست کو بقیہ ہندوستان کی طرح حیدرآباد میں بھی تقریبات ہوئیں لیکن ان میں نظام کی مملکت کے خودمختار ریاست بننے کا جشن منایا گیا۔ حکومت کی ہدایت کے مطابق صرف ایسے اداروں پر ہندوستان کا جھنڈا لگانے کی اجازت تھی، جو ابھی تک حکومتِ ہندوستان کے کنٹرول میں ہیں جیسے ڈاک وتار کے دفاتر۔ ایسی صورت میں بھی یہ حکم دیا گیا کہ ہندوستان کے جھنڈے کے ساتھ نظام کا جھنڈا بھی لگایا جائے۔ کانگریس کی طرف سے اس حکم کی خلاف ورزی کے سلسلے میں متعدد ہنگامے ہوئے اور ریاستی کانگریس کے صدر سوامی راما نند تیرتھ اور دیگر افراد کو حیدرآباد شہر میں گرفتار کر لیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق کئی جگہ مسلمانوں بلکہ پولیس نے بھی ہندوستانی جھنڈے کی بے حرمتی کی۔ نظام کی حکومت نے اس کی تردید کی ہے تاہم کانگریس کے رہنماؤں نے وسیع پیمانے پر اس کی تشہیر کی، سردار پٹیل کو احتجاجی تار بھیجے اور ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں بھی اس مسئلے کو اٹھایا۔ ایک ممتاز کانگریسی رہنما ایچ سی ہیڈا نے سردار پٹیل اور نظام کے نام تاروں میں احتجاج کیا کہ نظام کی فوج کے ایک دستے نے حیدرآباد شہر سے گزرتے ہوئے پاکستان زندہ باد، قائداعظم زندہ باد اور کانگریس مردہ باد کے نعرے لگائے تھے۔

۱۲۔ پوری ریاست میں درجن بھر مقامات پر ہنگامے اور گرفتاریاں ہوئیں لیکن بدترین ہنگامے سکندرآباد میں ہوئے جہاں فرقہ وارانہ تناؤ بہت زیادہ ہے۔ کئی موقعوں پر پولیس نے ہجوم کو منتشر کرنے کیلئے گولی چلائی جس سے شہر میں دس آدمی مارے گئے۔ وہاں ۲۴ گھنٹے کا کرفیو لگا دیا گیا اور ۲۰ تاریخ تک شہر میں دوبارہ سکون ہو گیا اگرچہ اخباروں کے مطابق شہر پر ویرانی چھائی ہوئی ہے۔

۱۳ تاریخ کو نظام نے ایک فرمان جاری کیا کہ وہ تمام طبقوں اور عقیدوں کے افراد کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر اکتوبر ۱۹۴۷ء تک ایسی اصلاحات نافذ کی جانی ہیں جن کے ذریعے ایگزیکٹو کونسل میں عوامی نمائندوں کی تعداد بڑھا دی جائے گی اور ان کو مزید اختیارات دیدیئے جائیں گے۔ اگرچہ اس طرح کی اصلاحات کی

ضرورت تھی لیکن یہ اتنی دوررس نہیں کہ ان سے کوئی طبقہ مطمئن ہو سکے۔

۱۴۔ ۲۱ تاریخ کے اخبار ہندو کے مطابق مسلمانوں کی جماعت اتحاد المسلمین نے ایک قرارداد منظور کی جس میں وزیرِ اعظم نواب چھتاری پر عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا اور آئینی امور کے وزیر علی یاور جنگ اور حکومت کے آئینی مشیر سر والٹر مانکٹن سے استعفیٰ طلب کیا گیا ہے۔ آج مدراس کے صبح کے اخبارات میں چھپا ہے کہ تین وزراء نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی سرکاری اعلان نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے ممکنہ جانشینوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۵۔ اس صورتِ حال کا کوئی نتیجہ نکلتا نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ کانگریس کے اس دعوے سے اتفاق کیا جائے کہ اس نے ہندوستان کو برطانیہ سے بالآخر چھین ہی لیا ہے اور یہ کہ نظام پر بھی انہی طریقوں سے قابو پا لیا جائے گا۔ فی الحال مملکتِ ہندوستان کے اندر اور باہر نظام کی ریاست کشیدگی کا باعث بنی رہے گی۔ یہاں کے لوگوں کی ترجمانی ریاستِ ٹراونکور کے ایک باشندے کے ان الفاظ میں ہوتی ہے ''ہمیں اس سے دلچسپی نہیں کہ ریاست ہندوستان میں شامل ہوتی ہے یا نہیں۔ ہمیں نمائندہ حکومت دے دی جائے تو ان باتوں کا فیصلہ ہم خود کر لیں گے۔''

احترام کے ساتھ آپ کا

آر ای بی باور
امریکی قونصل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۴

۶.۳.۶

منسٹر آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ کی رپورٹ[1]

(خفیہ)

دفتر برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ،
کنگ چارلس اسٹریٹ۔لندن
۱۳ستمبر ۱۹۴۷ء

کابینہ کمیٹی برائے ہندوستان و برما

ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں سے ریاستوں کے الحاق پر جاری مذاکرات کے بارے میں یہ معلومات کچھ تو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ۱۵ اگست تک کی رپورٹوں سے[2] اور کچھ ہندوستان اور پاکستان میں برطانوی ہائی کمشنروں کی حالیہ رپورٹوں سے حاصل کی گئی ہیں:

الف۔مملکتِ ہندوستان

مملکتِ ہندوستان نے اپنے علاقے میں تمام سلامی ریاستوں (Salute States) (یعنی چھوٹی ریاستوں کے علاوہ باقی سب) کوالحاق کی دعوت دی اور حیدرآباد اور جوناگڑھ کے سوا باقی تمام ریاستیں دفاع، تعلقاتِ خارجہ اور مواصلات کے امور ہندوستان کوسونپ کر اس میں شامل ہوگئی ہیں۔ ہندوستان کی مقنّنہ جن معاملات میں ان ریاستوں کیلئے قانون سازی کر سکے گی ان کی تفصیل الحاق کی دستاویز کے جدول میں دے دی گئی ہے (انیکشر ۱)[3]۔ حکومتِ ہندوستان کی مرتب کی ہوئی یہ دستاویز لارڈ لنلتھگو کی اس دستاویز سے بہت مشابہ ہے جوانہوں نے ۱۹۳۵ء کے قانون کے تحت وفاق سے الحاق کیلئے تجویز کی تھی۔ حیدرآباد اور جوناگڑھ کے علاوہ باقی سب ریاستوں نے اس مملکت کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدے بھی کر لئے ہیں جن کے مطابق فریقین کے مابین نئے معاہدے ہونے تک موجودہ معاہدوں اور انتظامات پر حسبِ سابق عمل ہوتا رہے گا۔ اس معاہدے کی نقل ملفوف ہے (انیکشر ۲)[4]۔

۳۔ نظام حیدرآباد ایک متحدہ ہندوستان سے الحاق پر تو تیار ہو جاتے لیکن فرقہ وارانہ

بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم نے انہیں مخمصے میں ڈال دیا ہے۔ اگر وہ ہندوستان سے الحاق کرتے ہیں تو انہیں ریاست کے مسلمانوں سے خدشہ ہے جو آبادی کا صرف ۱۳ فیصد حصہ ہوتے ہوئے بھی ریاست کا قوی ترین عنصر ہیں۔ اگر نظام پاکستان میں شامل ہوتے ہیں تو یہ جغرافیائی تقاضوں کے خلاف ہوگا اور کانگریس وہاں کی ہندو اکثریت کو بغاوت کرنے پر اکسا سکتی ہے اور ریاست پر ہندوستان کا معاشی دباؤ بھی متوقع ہے۔ لہٰذا حیدرآباد کی حکومت الحاق کے بجائے ہندوستان سے ایک ایسا معاہدہ کرنا چاہتی ہے جس کے تحت وہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ میں غیر جانبدار رہ سکے اور ہندوستان کی دولتِ مشترکہ سے علیحدگی کی صورت میں اسے ہندوستان سے قطع تعلق کرنے کا حق حاصل ہو۔ رقبے، آبادی اور غالباً دولت میں دونوں مملکتوں کے کئی صوبوں سے بڑی ہونے کی بناء پر حیدرآباد کی حیثیت دوسری ریاستوں سے مختلف ہے۔ ریاست اور ہندوستان کے درمیان مذاکرات جاری ہیں اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن بدستور ہندوستان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اب تک ہندوستان دفاع، تعلقاتِ خارجہ اور مواصلات کے امور مرکز کے سپرد کرنے کے سوا کسی اور تصفیے سے انکار کر رہا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق نظام نے ۲۱ اگست کو اعلان کیا ہے[۵] کہ وہ ۱۵ اگست سے آزاد اور خودمختار ہو چکے ہیں اور انہوں نے ''بادشاہ'' کا لقب اختیار کر لیا ہے۔

۴۔ ریاستِ جوناگڑھ کاٹھیاواڑ کے ساحل پر واقع ہے، اس کا حکمران مسلمان ہے لیکن اس کی چھ لاکھ کی آبادی میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ حکمران نے پاکستان میں شمولیت کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔[۶] ریاست اپنی بندرگاہوں کے ذریعے کراچی سے بحری رابطہ قائم رکھ سکتی ہے لیکن دیگر معاملات میں یہ معاشی طور پر اپنی ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ منسلک ہے جو ہندوستان میں شامل ہو چکی ہیں۔

۵۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں بہت سی چھوٹی ریاستیں ایسی ہیں جن کا دائرۂ اختیار معدوم یا انتہائی محدود ہے۔ چار سال پہلے حکومتِ برطانیہ کی ثالثی سے ایسی ۳۲۷ ریاستوں کو انتظامی مقاصد کی خاطر بڑودا اور نوانگر جیسی بڑی ہمسایہ ریاستوں سے منسلک کر دیا گیا تھا جن

کے ساتھ ان کے معاشی اور، بعض صورتوں میں، خاندانی تعلقات تھے۔ قانون آزادیٔ ہند کی شق نمبر ۷ کے ذریعے ان چھوٹی ریاستوں کو منسلک ہونے سے پہلے کے اختیارات واپس مل گئے ہیں۔ لیکن ہندوستان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایسے اختیارات خود اپنے ہاتھ میں لے لے جس کیلئے بقول اس کے متعلقہ تعلقہ دار اور سردار رضامند ہیں۔ ان اختیارات کی ہندوستان کو تفویض کی بنیاد پر ہی ان ''حکمرانوں'' کو الحاق کی دستاویزات پر دستخط کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان نے یہ اختیارات اس لئے حاصل کئے ہیں تا کہ مغربی ہندوستان کی ان ساحلی ریاستوں پر نظر رکھ سکے جو اندرون ملک بحری تجارت میں کسٹم کی ادائیگی سے گریز کرتی ہیں۔

۶۔ ہائی کمشنر سر ٹیرنس شون کا خیال ہے کہ ریاستیں برطانیہ کے سو سالہ اقتدارِ اعلیٰ کے تحت رہنے کی پرانی عادت سے مجبور ہو کر عملی طور پر حکومتِ ہندوستان کا اقتدارِ اعلیٰ قبول کرتی جا رہی ہیں اور اگر دستور ساز اسمبلی میں ان ریاستوں کے منتخب نمائندوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ریاستیں تمام مرکزی محکمے ہندوستان کو سونپ کر اس سے الحاق کریں تو ان کے حکمرانوں کیلئے اس دباؤ کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

ریاستوں میں کانگریس کی تنظیمیں اب یہ اشارے کر رہی ہیں کہ سال کے اندر ہی ہر حکمران کو اپنے عوام کے نمائندوں کو حکومت کی باگ ڈور دینی پڑے گی۔ اس سلسلے میں ریاستِ کوچین نے پہل کر دی ہے۔

ب۔ مملکتِ پاکستان

۷۔ ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان اپنے علاقے کی ریاستوں سے مذاکرات دھیرے دھیرے کر رہا ہے۔ بظاہر مسٹر جناح نے ہندوستان کے علاقے میں آنے والی ریاستوں کو ہندوستان میں شمولیت کرنے کے بجائے پاکستان سے الحاق کے بدلے باہمی معاہدے کے ذریعے وابستگی کی پیش کش کی تھی لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پُرزور ترغیب کے باعث پاکستان سے متصلہ ریاست جودھپور نے یہ پیش کش مسترد کر کے ہندوستان سے الحاق کر لیا ہے۔[۷] پاکستان نے ایک مذاکراتی کمیٹی[۸] تشکیل دی ہے جو ہر ریاست سے فرداً فرداً تصفیہ کرے گی۔ اب تک کسی

ریاست نے بھی پاکستان سے الحاق نہیں کیا لیکن جونا گڑھ اور پاکستان سے ملحقہ اہم ریاستوں بہاولپور، خیر پور اور چترال نے الحاق کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ بہاولپور نے پاکستان سے علیٰ حالہٖ معاہدہ بھی کرلیا ہے۔

۸۔ کشمیر نے پاکستان اور ہندوستان دونوں سے علیٰ حالہٖ معاہدے کر رکھے ہیں۔[۹] ریاست کو زیادہ دلچسپی اس میں ہے کہ وہ حسبِ سابق بغیر محصول باہر سے مال درآمد کرتی رہے۔ مہاراجہ ہندو ہے جبکہ آبادی کی اکثریت مسلمان ہے اگرچہ برہمنوں کا ایک بارسوخ حاکم طبقہ موجود ہے۔ ریاست باہر کی دنیا سے رابطے کیلئے پاکستان کی دست نگر ہے۔ مہاراجہ نے اب تک کوئی عندیہ نہیں دیا البتہ استصوابِ رائے کی بات کی ہے۔

۹۔ قلات کی خودمختاری، کوئٹہ اور پٹے پر دیے گئے دوسرے مقامات اور برطانیہ اور قلات کے درمیان پچھلے معاہدوں کو بین الاقوامی معاہدے تسلیم کرنے کے بارے میں پاکستان اور قلات کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ خان آف قلات جن کی سرحد ایران کے ساتھ ساتھ چلتی ہے ایک آزاد ملک کی بین الاقوامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل نہیں ہیں۔ ماؤنٹ بیٹن کو انتقالِ اقتدار سے پہلے ہی ان ممکنات کے خطرے سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور انہوں نے بالضرور حکومتِ پاکستان کو بھی خبردار کر دیا ہوگا۔ پاکستان میں برطانیہ کے ہائی کمشنر سے کہا جا رہا ہے کہ وہ حکومتِ پاکستان کو مشورہ دیں کہ وہ قلات کو ایک علیحدہ بین الاقوامی وجود کے طور پر تسلیم کرنے کا معاہدہ نہ کرے[۱۰] جس کے نتیجے میں حکومتِ پاکستان کو شائد یہی درجہ کشمیر کو بھی دینا پڑے۔ البتہ کشمیر کبھی بھی آزاد نہیں رہا کیونکہ سکھوں کے ساتھ جنگوں کے بعد[۱۱] برطانیہ نے یہ ریاست موجودہ شاہی خاندان کیلئے تخلیق کی تھی۔

(آرتھر ہینڈرسن)

منسٹر آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴۳
۲۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویزات نمبر ۱، ۲ اور ۴
۳۔ شائع نہیں کیا گیا۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۹

۴۔شائع نہیں کیا گیا۔ایضاً۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۹ کا انیکس ۲
۵۔ نظام نے ایک فرمان کے ذریعے اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کیا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء
۶۔حکومتِ پاکستان اور جونا گڑھ نے رسمی علیٰ حالہٖ معاہدے پر ۹ ستمبر کو دستخط کئے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء
۷۔دیکھئے ایضاً۔اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲
۸۔۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان کابینہ نے ان شرائط پر غور کیا جن کے تحت ریاستوں کا الحاق قبول کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء
۹۔۲۶ اگست ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان اور ریاست جموں و کشمیر کے درمیان رسمی طور پر ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پایا۔دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء
۱۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۲۰۱ کا انیکس
۱۱۔ برطانیہ اور سکھوں کے درمیان پہلی جنگ ۶-۱۸۴۵ء اور دوسری جنگ ۱۸۴۹ء میں لڑی گئی۔

۷

قائداعظم ریلیف فنڈ اور دیگر فنڈز[1]

قیامِ پاکستان سے پہلے اور بعد فرقہ وارانہ فسادات اور کثیر تعداد میں مہاجرین کی آمد سے جو ہنگامی حالات پیدا ہوئے تھے ان سے نمٹنے کیلئے کئی فنڈ شروع کئے گئے مثلاً بہار ریلیف فنڈ، پاکستان فنڈ، قائداعظم ریلیف فنڈ اور کشمیر فنڈ۔

کانگریس کے برعکس مسلم لیگ مالیاتی طور پر کبھی مستحکم نہیں تھی۔ جب کبھی انتخابات کرانے یا فسادزدہ مہاجرین کی کفالت جیسے کاموں کیلئے پیسوں کی ضرورت ہوئی لیگ کے صدر کو چندے کیلئے عوام سے اپیل کرنی پڑی۔ ۴۶-۱۹۴۵ء کے دوران عام انتخابات لڑنے کیلئے قائداعظم نے قوم سے ''چاندی کی گولیاں''[2] مانگیں جو انہیں قوم نے پیش کر دیں۔ انتخابات میں لیگ کی بھاری اکثریت سے کامیابی نے ثابت کر دیا کہ وہی ہندوستانی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ جب پاکستان کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو پورے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات برپا ہو گئے جن سے بہار اور یوپی جیسے مسلم اقلیتی علاقے زیادہ متاثر ہوئے۔

نومبر ۱۹۴۶ء میں بہار ریلیف فنڈ قائم کیا گیا تاکہ اس صوبے میں فسادزدہ لوگوں کی اعانت کی جائے۔ چندے قائد کو بھیجے جاتے تھے لیکن امدادی کارروائیاں بہار ریلیف کمیٹی کرتی تھی۔ اگرچہ یہ فنڈ ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء کو بند کر دیا گیا لیکن امدادی کارروائیاں دسمبر ۱۹۴۷ء تک جاری رہیں۔ بہار ریلیف فنڈ کیلئے قائد کی اپیل پر لوگوں نے اتنی فراخدلی سے چندہ دیا کہ ضرورتیں پوری کرنے کے بعد پینتیس لاکھ روپے بچ گئے تھے جن سے وکٹری لون بانڈز[3] (Victory Loan Bonds) خرید لیے گئے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جون ۱۹۴۷ء میں قائداعظم نے پاکستان فنڈ قائم کیا تا کہ ۳ جون کے منصوبے کے تحت ضروری اقدامات[۴] اور خاص طور پر صوبۂ سرحد، بلوچستان اور سلہٹ کے استصوابِ رائے کے اخراجات کو پورا کیا جا سکے۔ اس کیلئے قائد کی اپیل پر لوگوں نے دل کھول کر چندہ دیا۔ بہت سے چندہ دینے والے بیرونی ممالک[۵] اور ان علاقوں سے تھے جو پاکستان میں شامل نہیں ہونے تھے۔[۶] زیادہ تر عطیات غریب عوام نے بھیجے جن کی رقم تھوڑی تھی لیکن پاکستان کے ساتھ ان کے جذباتی لگاؤ کی آئینہ دار تھی۔ آزادی کے بعد بھی یہ چندے، خاص طور پر ہندوستان کے مختلف علاقوں سے، آتے رہے۔ ۱۹۴۷ء کے آخر تک حبیب بنک دہلی میں -/۲۲۴۸۸ روپے جمع ہو چکے تھے۔[۷]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی فرقہ وارانہ قتلِ عام شروع ہو گیا جس کے نتیجے میں سرحد کی دونوں جانب لوگوں کی وسیع پیمانے پر نقل مکانی ہونے لگی۔ اس نوخیز مملکت کو مشرقی پنجاب، دہلی اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں مسلمانوں پر ہندوؤں اور سکھوں کے ناقابلِ بیان مظالم کے باعث شدید دھچکے لگے۔ بڑی تعداد میں ان مصیبت زدہ مسلمانوں کو ذلیل اور بے مایہ کر کے گھروں سے نکال دیا گیا۔[۸] ''ان کا سارا دنیاوی ساز و سامان، ان کے پیشوں کے اوزار، زرعی آلات، مویشی، غرض کہ ان کی ملکیت کی ہر چیز پیچھے رہ گئی۔''[۹]

لاکھوں کی تعداد میں معذور اور زخمی یہ لوگ بھوکے پیاسے اور چیتھڑوں میں ڈھکے پاکستان میں داخل ہوئے۔[۱۰] طویل فاقہ کشی کے بعد سینکڑوں نے تھکن اور ناتوانی سے دم توڑ دیا اور کئی ہیضے اور دوسری بیماریوں سے جاں بحق ہو گئے۔ اس نوعمر مملکت پر اس غیر متوقع بارِ گراں سے نمٹنے کیلئے مرکزی کابینہ کی ایک ہنگامی کمیٹی تشکیل دی گئی تا کہ مہاجرین کیلئے فوراً خوراک، پوشاک، دواؤں اور رہائش کا فوری انتظام کیا جا سکے اور بعد ازاں ان کی باقاعدہ آبادکاری کا بندوبست کیا جائے۔''[۱۱] جب یہ مسئلہ بے حد وسعت اختیار کر گیا تو قائد نے ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم ریلیف فنڈ قائم کیا اور ایک مرکزی کمیٹی بنائی جس کے صدر وہ خود اور ارکان غلام حسین ہدایت اللہ، غلام محمد اور

فضل الرحمن تھے۔ زیڈ اے خان کو اعزازی سیکرٹری[۱۲] اور میسرز فرگوسن[۱۳] کو آڈیٹر مقرر کیا گیا۔ گورنر صاحبان صوبائی کمیٹیوں کے صدور اور متعلقہ صوبائی وزراء رکن نامزد ہوئے۔ مشرقی بنگال کی کمیٹی اکتوبر ۱۹۴۸ء میں تشکیل دی گئی۔ چٹاگانگ ریلیف فنڈ کو جو پہلے سے قائم تھا قائداعظم ریلیف فنڈ میں ضم کر دیا گیا۔

قائداعظم نے اس ریلیف فنڈ کیلئے قوم سے یوں اپیل کی ''فیاضی کے ساتھ عطیات دیں اور اس مقصد کیلئے کسی قربانی یا کوشش سے دریغ نہ کریں۔ آج سے ہر مرد اور عورت یہ عہد کر لے کہ وہ آئندہ خوراک، لباس اور دیگر سہولیاتِ زندگی میں سادگی اختیار کر کے روپیہ، اشیائے خوردنی اور ملبوسات پس انداز کرے گا تا کہ انہیں ستم رسیدہ لوگوں کی اعانت کیلئے کام میں لایا جا سکے۔''[۱۴] انہوں نے نظام حیدرآباد[۱۵] اور آغا خان[۱۶] سے ذاتی طور پر اپیلیں کیں۔ باہر کے ملکوں[۱۷] اور خاص طور پر مسلم ممالک مثلاً سوڈان، ترکی، عراق، سعودی عرب، اردن، یمن، عمان، بحرین، لیبیا، البانیہ، انڈونیشیا اور روس کی مسلم ریاستوں، آذربائیجان، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، کرغستان اور قزاقستان اور عراق، شام اور سعودی عرب کی ہلالِ احمر سوسائٹیوں اور ایران کی ریڈ لائن سوسائٹی (Red Lion Society) سے بھی اپیلیں کی گئی۔ بعد ازاں موسم سرما کیلئے گرم کپڑوں کی اپیل کی گئی۔

مہاجرین کی آبادکاری انتہائی کٹھن کام تھا جس کیلئے اس نوخیز مملکت کے کل وسائل بھی کافی نہ تھے۔ دواؤں، ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کے عملے اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی از حد کمی تھی۔ پاکستان کو اپنے محدود وسائل کیساتھ ہندوستان کے مقابلے میں پانچ لاکھ زاید مہاجرین کو بسانا پڑا۔[۱۸] علاوہ ازیں دو لاکھ کشمیری مہاجرین کے بوجھ کا بھی اضافہ ہوا۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو دس لاکھ روپوں سے کشمیری مہاجرین کی ریلیف کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جون ۱۹۵۰ء میں ایک علیحدہ کشمیر فنڈ قائم کیا گیا جس کے صدر قائداعظم اور ارکان وزیرِ اعظم، وزیر خارجہ اور چوہدری غلام عباس تھے۔

قائداعظم ریلیف فنڈ کے انتظام کیلئے مرکزی اور صوبائی کمیٹیوں کے علاوہ بعض مقامات پر ضلعی کمیٹیاں بھی تشکیل دی گئیں۔ قائد کی اپیلوں کا اثر اس قدر رہا کہ چار مہینے کی قلیل

مدّت میں ایک کروڑ سے زیادہ رقم جمع ہوگئی۔ قائد نے اس مدد کیلئے ''دنیا کے تمام مسلم اور غیر مسلم ہمدرد افراد اور خاص طور پر امریکہ، برطانیہ، جنوبی افریقہ اور اسلامی ممالک'' کو شکریے کا پیغام جاری کیا۔[۱۹] اور لوگوں کو مزید کوشش اور قربانی کی تلقین کی۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں چندے کی رقم تین کروڑ تک پہنچ گئی۔ بڑے بڑے عطیات میں آغا خان،[۲۰] نظام حیدر آباد[۲۱] اور امیر بہاولپور[۲۲] سے پانچ پانچ لاکھ روپے اور والیِ سوات سے چار لاکھ روپے وصول ہوئے۔ چھوٹی چھوٹی رقوم دینے والوں کی کثیر تعداد دنیا بھر کے ہمدرد افراد اور پاکستان کے غریب لوگوں پر مشتمل تھی۔ قائد نے اس پاکستانی کو بھی شکریہ کا خط[۲۳] لکھا جس نے دو روپے کا نوٹ ارسال کیا تھا۔ سامان کی صورت میں بھی عطیات آتے رہے۔ امریکن فرینڈز سوسائٹی نے استعمال شدہ کپڑوں کی ۸۵ گانٹھیں اور نئے سوتی کپڑوں کی ۸۱ گانٹھیں بھیجیں۔ اسی طرح امریکن چرچز ایسوسی ایشن نے پرانے کپڑوں کی ۸۹۳ گانٹھیں اور ۱۱۱۶ بڑے ڈبے کھانے کی چیزوں کے بھیجے۔[۲۴]

اگرچہ اس فنڈ سے کیمپوں میں رہنے والے مہاجرین ہی زیادہ مستفید ہوئے لیکن اس سے مشرقی بنگال اور سندھ کے سیلاب زدہ افراد اور فوجی مہاجرین کی بھی مدد کی گئی۔ نیز کمبل اور رضائیوں وغیرہ کی فراہمی کیلئے رقم ادا کی گئی۔ بعض اوقات دہلی کے کیمپوں میں رہنے والے مسلمانوں کیلئے روٹیاں بھی بذریعہ ہوائی جہاز بھجوائی گئیں۔ دستکاروں اور کاریگروں کیلئے پانچ لاکھ روپے، پاکستان اسپنرز اینڈ ویورز ایسوسی ایشن (Pakistan Spinners and Weavers Association) کیلئے ایک لاکھ روپے اور غریب عورتوں کے ایک اسپنرز ہوم کیلئے دس ہزار روپے دیے گئے۔

ایک نوخیز حکومت نے اس ہولناک چیلنج کا مقابلہ قابلِ تحسین جذبے، عزم اور ہمّت سے کیا۔ طالبِ علموں اور اسکاؤٹس نے رضا کارانہ طور پر آگے بڑھ کر اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کی اور بیماروں اور زخمیوں کو سہارا دیا۔ قائد کی ناقابلِ تسخیر قوتِ ارادی سے متاثر ہو کر قوم اس آفت سے نبرد آزما ہونے میں کامیاب ہوئی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کا تعارف
۲۔ خورشید احمد خان یوسفی کی کتاب (Speeches, Statements and Messages of the Quaid-i-Azam، جلد سوم، لاہور ۱۹۹۶ء)

۳۔ جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ اوّل۔ دستاویزات نمبر ۱۸۷ اور ۲۵۹
۴۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۱۲۸
۵۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۱۴۰ اور ۱۴۳/ ۸۶۱، شائع نہیں کی گئی۔
۶۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۱۴۵/ ۸۶۱، شائع نہیں کی گئی۔
۷۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۳۸۷/ ۱۵۶، شائع نہیں کی گئی۔
۸۔ دیکھئے ضمیمہ
۹ اور ۱۰۔ دستاویز نمبر ۲.۷
۱۱۔ دستاویز نمبر ۳.۷
۱۲۔ دستاویز نمبر ۶.۷
۱۳۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۳۳۲/ ۱۵۶، شائع نہیں کی گئی۔
۱۴۔ دستاویز نمبر ۵.۳
۱۵، ۱۶ اور ۱۷۔ دستاویز نمبر ۱.۷ کا منسلکہ ۱، ۲ اور ۳۔ مزید دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۷
۱۸۔ دیکھئے ایف ۸۰ (۱۷)۔ جی جی/ ۱۵ پیرا ۱۳ (ب) شائع نہیں کی گئی۔
۱۹۔ دستاویز نمبر ۵.۷
۲۰، ۲۱، ۲۲ اور ۲۳۔ دستاویز نمبر ۷.۷
۲۴۔ دیکھئے ایف ۸۰ (جلد اوّل)۔ جی جی/ ۱۲۴ اور ۱۹۳، شائع نہیں کی گئی۔

۷ کا ضمیمہ

برطانوی ہائی کمشنر نئی دہلی بنام سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ[1]

(تار۔ انتہائی خفیہ)

نئی دہلی

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۰ ستمبر کی دوپہر مجھے پاکستان کے وزیرِ اعظم کی جانب سے وزیرِ اعظم برطانیہ کے لئے مندرجہ ذیل فوری اور انتہائی خفیہ پیغام موصول ہوا اور یہ گذارش کی گئی کہ مَیں اسے ''رازداری'' سے بھیجوں کیونکہ حکومتِ پاکستان کو خدشہ ہے کہ ان کے پیغام کو کہیں راستے ہی میں نہ پکڑ لیا جائے۔

۲۔حکومتِ پاکستان کی درخواست ہے کہ یہ پیغام کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے وزرائے اعظم کو بھی ارسال کر دیا جائے لیکن ہندوستان کو ہرگز نہیں۔

۳۔مہربانی فرما کر یہ پیغام فوری طور پر وزیرِ اعظم کو پہنچا دیں اور مذکورہ بالا چار مملکتوں کے وزرائے اعظم کو بھی بھجوا دیں۔

پیغام کا متن

جو تبدیلیاں ہندوستان میں رونما ہوئی ہیں ان کے باعث ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات ایک نازک مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔حکومتِ پاکستان کے خیال میں اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ موجودہ صورتِ حال کے نمایاں پہلوؤں سے آپ کی حکومت اور برطانوی دولتِ مشترکہ کی دوسری حکومتوں کو آگاہ کیا جائے۔

۲۔ برطانوی ہند میں تقریباً ایک سال سے فرقہ وارانہ فسادات شدت سے جاری ہیں۔ کلکتہ، نواکھالی، بمبئی، بہار، گڑھ مکتیشور، یو پی، راولپنڈی، لاہور، امرتسر اور دوسرے مقامات میں یہی دیکھا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ تناؤ قتل و غارت اور لوٹ مار کے جنون میں تبدیل ہو جاتا ہے، ماسوائے بہار اور گڑھ مکتیشور کے، جہاں منصوبہ بندی سے یہ سب کچھ ایک وسیع پیمانے پر کیا گیا، دیگر مقامات پر یہ واقعات عام بلوے کی صورت میں ہوئے گو کہ ان میں شدّت معمول سے زیادہ تھی۔ ۹ اگست[۲] کو حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے خاندانوں کو دہلی سے کراچی لے جانے والی خصوصی ٹرین پر سکھوں کے حملے سے ظلم و تشدّد کا ایک نیا دور شروع ہو گیا جس سے پنجاب کے لاکھوں انسان بے پناہ مصیبتوں کی لپیٹ میں آ گئے۔ یہ سکھوں کا ایک سوچا سمجھا اور منظّم اقدام تھا، جسے ہندوؤں کی حوصلہ افزائی اور عملاً اعانت حاصل تھی، تا کہ مشرقی پنجاب کے امرتسر، گورداسپور، فیروز پور اور ہوشیار پور، جالندھر اور لدھیانہ کے اضلاع میں مسلمانوں کی جملہ آبادی کا تشدّد اور خونریزی سے صفایا کر کے مغربی پنجاب سے سکھوں کو لا کر ان کی جگہ بسایا جائے۔

۳۔اس منصوبے کا مقصد تھا کہ مشرقی پنجاب میں سکھ آبادی یکجا ہو جائے تا کہ

پٹیالہ، فرید کوٹ اور دوسری سکھ ریاستوں سے ملحقہ علاقے پر مشتمل ایک سکھ سلطنت کے قیام کے مطالبے کا جواز بن سکے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور فیلڈ مارشل آکنلک ان تیاریوں کی نوعیت اور وسعت سے بخوبی واقف تھے۔ اس کے خلاف فوری اور سخت اقدامات کے واضح اعلانات اور، وسط جولائی سے، قطعی یقین دہانیوں کے باوجود وائسرائے نے، جنہیں اختیار حاصل تھا، نامعلوم وجوہات کی بنا پر جو ہماری سمجھ سے باہر تھیں، اس تحریک کو ابتدا ہی سے کچلنے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ یہ بے عملی اسی طرح برقرار رہی یہاں تک کہ (ان کے اختیار کے خاتمے کا) مقررہ دن ۱۵ اگست آ کر گذر بھی گیا۔ اب وہ بالکل بے بس ہیں اور خود مملکتِ ہند بھی امن برقرار رکھنے میں ناکام ہو چکی ہے۔

۴۔ مسلمانوں پر حملے ۹ اگست ۱۹۴۷ء کو شروع ہوئے اور جلد ہی وسیع پیمانے پر قتل و غارت، عورتوں کی آبروریزی، ان کے اغوا، مذہب کی جبری تبدیلی، آتش زنی اور لوٹ مار کی صورت اختیار کر گئے۔ طاقتور مسلّح جتھوں نے شہروں پر حملے کئے اور مضافاتی علاقوں میں گھوم پھر کر مسلمانوں کو قتل کیا، ان کی عورتوں کو اغوا کیا، ان کے قصبوں اور دیہات کو نذرِ آتش کیا اور مسجدوں کی بے حرمتی کی اور انہیں مسمار کیا۔ ان جتھوں کے پاس (سکھ کرپانوں کے علاوہ) بے شمار جدید اسلحہ اور گاڑیاں موجود تھیں — رائفلز، برین گنیں، جیپیں اور ملٹری ٹرکس جو انہوں نے سکھ ریاستوں یا ہندو اور سکھ افسروں کے تعاون سے یا غیر قانونی طریقے سے ہندوستانی فوج کے گوداموں سے ہتھیائے تھے۔ یہ جتھے پوری طرح منظّم تھے اور ان کے ساتھ اکثر گھڑ سوار بھی ہوا کرتے تھے جو جتھے کو حملے کیلئے صحیح موقعے اور وقت سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ ان کی انسانیت سوز بربریت سے نہ ہی عورتیں محفوظ رہیں اور نہ ہی بچے۔ انسانی زندگیوں کے بھاری نقصان کے علاوہ املاک کی بھی وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی۔ موجودہ دگرگوں حالات میں ان نقصانات کا صحیح تخمینہ لگانا ممکن نہیں ہے لیکن اموات کی تعداد غالباً لاکھوں تک جا پہنچی ہے۔

۵۔ مشرقی پنجاب کی انتظامیہ اور خاص طور پر پولیس نے بیشتر موقعوں پر مسلمانوں کے جان و مال پر حملوں میں ان مسلّح جتھوں کی مدد کی یا ان کے خلاف کارروائی کرنے سے گریز کیا۔ کچھ

واقعات میں ہندواور سکھ فوجی بھی اسی طرح ملوّث ہوئے۔

۶۔ جب لاکھوں مسلمان مہاجرین اپنی دکھ بھری داستانیں لئے مغربی پنجاب میں داخل[۳] ہوئے تو بعض مقامات پر مقامی لوگوں نے انتقامی کارروائیاں کیں۔ حکومت نے عوام کو قابو میں رکھنے کی پوری کوشش کی ہے اور چند افسوسناک واقعات کے سوا اپنی کوششوں میں بڑی حد تک کامیاب رہی۔ بلاشبہ مغربی پنجاب سے ہندوؤں اور زیادہ تر سکھوں کی وسیع پیمانے پر نقل مکانی ہوئی ہے لیکن اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ سکھوں کی نقل مکانی اور خاص طور سے منٹگمری (ساہیوال) اور لائل پور (فیصل آباد) کے ضلعوں سے منظّم خروج دراصل سکھ منصوبے کا ایک حصہ تھا۔

۷۔ تشدّد کی وہ لہر جو مشرقی پنجاب کے مذکورہ اضلاع سے اٹھی تھی اب ہندوستان کے دیگر حصوں میں بھی پھیل گئی ہے۔ مشرقی پنجاب کا انبالہ ڈویژن بُری طرح متاثر ہوا ہے اور اب وہاں بھی حالات جالندھر ڈویژن کی طرح ابتر ہو رہے ہیں۔ الور اور بھرت پور کی ہمسایہ ریاستیں، جو پہلے بھی اپنی مسلم رعایا کے ساتھ معاندانہ اور جابرانہ سلوک روا رکھتی تھیں، اب مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر حملوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی مدد کر کے مختلف طریقوں سے فرقہ واریت کی اعانت کر رہی ہیں۔ دہلی میں مسلمانوں کا وسیع پیمانے پر قتلِ عام ہوا ہے۔ ان واقعات سے یہ بات واضح ہے کہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے اور بیشتر علاقوں میں ان کی جان، املاک اور آبرو محفوظ نہیں ہے۔

۸۔ امن بحال کرنے کے لئے یا تو حکومتِ ہند تیار ہی نہیں یا پھر بے بس ہے۔ اگرچہ سخت اور بلا پس و پیش کارروائی کی ضرورت ہے مگر تقریروں اور اپیلوں سے کام چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے جن کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا جو مسلمانوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حکومتِ ہند کی اپنی انتظامیہ سے حالیہ اپیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امن نافذ کرنے کے لئے اُس کے احکامات کی خلاف ورزی بڑے دھڑلے سے کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے دارالحکومت میں پچھلے سات دنوں سے دن دیہاڑے قتل و غارت کا بازار بلا کسی روک ٹوک کے گرم ہے۔[۴] دہلی میں ہمارے ہائی کمشنر بالکل بے بس ہو چکے ہیں کیونکہ حکومتِ ہندوستان انہیں مناسب تحفّظ دینے میں

ناکام رہی ہے۔ باہر کی دنیا سے ان کا رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔ اپنے آخری پیغام میں انہوں نے بتایا کہ ان کی حالت قیدیوں جیسی ہے سوائے اس کے کہ عام قیدیوں کو کم از کم خوراک اور تحفّظ تو حاصل ہوتا ہے۔"[۵]

۹۔ مندرجہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر حکومتِ پاکستان یہ محسوس کرتی ہے کہ دہلی میں اس کا نمائندہ کوئی مفید کام نہیں کر رہا ہے۔ لہٰذا بہت غور و خوض کے بعد یہ طے کیا گیا ہے کہ اگر ہندوستان کی صورتِ حال میں اور حکومتِ ہند کے رویّے میں نمایاں تبدیلی نہ آئی تو مجبوراً ان کو اپنا ہائی کمشنر دہلی سے واپس بلانا پڑے گا۔

۱۰۔ یہ بات واضح ہے کہ برطانوی دولتِ مشترکہ کے ایک رکن کی حیثیت سے ہندوستان نے اپنے شہریوں کے ایک حصے یعنی مسلمانوں کی زندگی، املاک اور عزت کی حفاظت کرنے کے لئے اپنا اوّلین فرض ادا نہیں کیا۔ لہٰذا حکومتِ پاکستان کا برطانوی حکومت اور دولتِ مشترکہ کے ارکان سے پُرزور مطالبہ ہے کہ وہ ان طریقوں پر غور کریں جن سے ہندوستان کے اندر یہ انتہائی خطرناک صورتِ حال بہتر ہو سکے جو نہ صرف اس عظیم برصغیر بلکہ پوری دنیا کے امن کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔ اگر اس قتل اور غارتگری کو روکنے اور ختم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات فوری طور پر نہ کئے گئے تو اس کا نتیجہ تصوّر سے کہیں زیادہ تباہ کن ثابت ہوگا۔

پیغام ختم ہوا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۲۵
۲۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۵
۳۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۰
۴۔ دہلی اور اس کے مضافات میں فسادات اگست کے آخر میں بھڑک اٹھے اور ان کی رپورٹیں پاکستان کے ہائی کمشنر زاہد حسین نے پہنچائیں۔ دیکھئے باب ۲
۵۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۲

۷.۱

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کی رپورٹ[1]

(اختتام ہفتہ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کیلئے)

حبیب بینک لمیٹڈ کو فنڈ کیلئے بینکار مقرر کیا گیا ہے اور اس سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی تمام شاخوں میں چندے کی وصولی کا انتظام کرے اور پھر ان رقوم کو اپنے کراچی کے دفتر منتقل کرتا رہے۔

(پیرے ۲ تا ۴ حذف کر دیے گئے)

۵۔ نظام حیدرآباد[2] اور آغا خان[3] کیلئے قائداعظم کی ذاتی اپیل جاری کر دی گئی ہے۔

۶۔ باہر کے ممالک سے عطیات کیلئے نائب صدر کی جانب سے اپیل[4] بذریعہ کیبل بھیج دی گئی ہے۔ بعد میں خطوط بھی ارسال کئے جائیں گے۔ گرم کپڑوں کیلئے ایک اپیل[5] پریس کو جاری کر دی گئی ہے جو جلد ہی شائع ہو جائیگی۔

(پیرے ۸ اور ۹ حذف کر دیے گئے)

زیڈ اے خان

اعزازی سیکرٹری

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۳

۲۔ منسلکہ ۱

۳۔ منسلکہ ۲

۴۔ منسلکہ ۳

۵۔ شائع نہیں کی گئی۔

۷.۱ کا منسلکہ ۱

محمد علی جناح بنام نظام حیدرآباد

۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

جس غیر معمولی بحران سے پاکستان کی نوخیز مملکت اور مسلمان اس وقت گزر رہے ہیں

اس کے باعث یقیناً ہماری پریشانی میں اعلیٰ حضرت بھی برابر کے شریک ہیں۔ دس لاکھ سے زائد مہاجرین مغربی پنجاب اور سندھ میں داخل ہو چکے ہیں اور مزید مہاجرین کے آنے کی توقع ہے۔ وقتاً فوقتاً اخباروں میں ان کی پریشان حالی کی داستانیں شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن ان سے مہاجرین کی مصیبت کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک ایسا المیہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اپنے موروثی گھروں سے نکالے جانے کے بعد انہیں بھوکا پیاسا اور تن ڈھانکنے کے کپڑوں کے بغیر نقل مکانی پر مجبور کر دیا گیا۔ ہزاروں کو بے دردی سے قتل کیا گیا اور ہزاروں شدید زخمی حالت میں ہیں۔ ان سب کو تحفظ، سایۂ عافیت، خوراک اور کپڑوں کی اشد ضرورت ہے۔ ہم نے عوام سے مدد کیلئے اپیلیں جاری کی ہیں لیکن اگر نقد اور اشیاء کی صورت میں فوری طور پر معقول مدد نہ پہنچی تو مغربی پنجاب اور سندھ میں متوقع سخت سردی سے ہزاروں زندگیوں کو بچانا ناممکن ہو جائے گا۔

اس نازک وقت میں مسلمانوں کی آنکھیں قدرتی طور پر اعلیٰ حضرت کی جانب دیکھ رہی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ حیدرآباد ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔ مَیں فوری[1] مدد کیلئے اعلیٰ حضرت، حیدرآباد کی حکومت، امراء اور عوام سے گذارش کرتا ہوں۔

(ایم اے جناح)

۱۔ نظام نے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

۱۰۷ کا منسلکہ ۲

محمد علی جناح بنام آغا خان

بلا تاریخ ستمبر ۱۹۴۷ء

پاکستان کی نوخیز مملکت ایک ایسی آفت سے دوچار ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ روزانہ لاکھوں خستہ حال مہاجرین مغربی پنجاب اور سندھ میں آ رہے ہیں۔ فوری مدد کی ضرورت ہے۔ مزید جانوں کا ضیاع روکنے کے لئے مَیں آپ سے اور آپ کے پیروکاروں سے فراخدلانہ مالی

مدد[1] کی اپیل کرتا ہوں۔

(ایم اے جناح)

ا۔آغا خان نے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

۷.۱ کا منسلکہ ۳

بیرونی ممالک سے قائداعظم ریلیف فنڈ کے نائب صدر کی اپیل

(تار)

بلا تاریخ ستمبر ۱۹۴۷ء

مہربانی فرما کر انسان دوست سوسائیٹوں اور افراد پر واضح کریں کہ ان لاکھوں مہاجرین کی فوری مدد[1] کیلئے جو مغربی پنجاب اور سندھ میں داخل ہو رہے ہیں نقد رقم، دواؤں اور خاص طور پر گرم کپڑوں کی ضرورت ہے تا کہ انہیں پنجاب میں متوقع سخت سردی سے بچایا جا سکے۔ ان مہاجرین کی نا قابلِ بیان خستہ حالی تمام مہذّب انسانوں کیلئے ایک چیلنج ہے۔

ا۔مختلف ذرائع سے وصول ہونے والے عطیات کیلئے دیکھئے دستاویز نمبر ۷.

۷.۲

قائداعظم ریلیف فنڈ کے نائب صدر کی امریکہ سے اپیل[1]

بلا تاریخ ستمبر ۱۹۴۷ء

دنیا کی سب سے نوخیز ریاست پاکستان کی انتظامیہ اس وقت تاریخ کے ایک مہیب بحران سے دوچار ہے۔ متصلہ مملکت ہندوستان سے تقریباً بیس لاکھ مسلمان پاکستان میں داخل ہونے والے ہیں۔ ان کی دنیاوی متاع، پیشے کے اوزار، زرعی آلات، مال مویشی غرضیکہ ہر چیز وہیں رہ گئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں یہ بے کس و بے مایہ اور معذور انسان بھوک اور پیاس سے نڈھال خشک ہونٹوں اور پھٹے کپڑوں کے ساتھ ہماری سرحدوں پر پہنچ رہے ہیں۔ طویل فاقہ کشی

کے باعث سینکڑوں افراد تھکن اور ناتوانی کے ہاتھوں راستے ہی میں دم توڑ گئے ہیں اور بیشتر ہیضے اور دوسری بیماریوں سے جاں بحق ہو رہے ہیں۔ میرا مقصد یہ نہیں کہ مَیں اس المیے کا الزام کسی پر لگاؤں۔ مَیں تو امریکہ کے عوام اور پوری دنیا سے مدد اور ہاتھ بٹانے کی اپیل کر رہا ہوں تا کہ لاکھوں انسانوں کو اس بظاہر ناگزیر ہلاکت سے بچایا جا سکے۔ ان کی جان بچانے کیلئے ہمیں نقدی، خوراک اور دواؤں کی، خاص طور پر کونین اور ہیضے سے بچاؤ کے ٹیکوں کی سخت ضرورت ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ امریکہ اپنی انسان دوستی کی شاندار روایات پر پورا اترے گا اور لاکھوں افراد کو اس عذاب سے نجات دلانے میں ہماری مدد کرے گا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ قائداعظم ریلیف فنڈ کے لئے چندہ اور دیگر عطیات بصد شکر وصول کیے جائیں گے جو مجھے گورنمنٹ ہاؤس کراچی کے پتے پر یا واشنگٹن میں پاکستان کے سفیر کو بھیجے جا سکتے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۸

۷.۳

مسلم ممالک سے محمد علی جناح کی اپیل[۱]

بلا تاریخ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مشرقی پنجاب، دہلی اور بعض ہندوستانی ریاستوں میں فسادات کی وجہ سے لاکھوں مسلمان مہاجرین پاکستان پہنچ چکے ہیں اور اتنی ہی بڑی تعداد ہندوستان کے کیمپوں میں پڑی ہوئی ہے جنہیں مغربی پاکستان کے محفوظ علاقوں میں منتقل کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

مہاجرین کی حالت بہت تشویش ناک ہے۔ اپنے آبائی گھروں سے یوں اچانک نکالے جانے کے باعث وہ اپنے تمام دنیاوی ساز و سامان سے محروم ہو کر اس طرح پہنچ رہے ہیں کہ نہ ان کے پاس کھانے کو روٹی ہے نہ تن ڈھانکنے کو کپڑا ہے۔ ان میں سے ہزاروں معذور اور زخمی ہیں۔

نئی مسلم ریاست پاکستان کو اپنے قیام کی ابتدا ہی میں ایک ایسے بحران سے دوچار ہونا

پڑا جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ہمیں فوری طور پر ان کے لئے روٹی، کپڑے، رہائش، دواؤں اور آبادکاری کا بندوبست کرنا ہے۔

اس کٹھن صورتِ حال سے نمٹنے کیلئے ہم مسلم ممالک میں اپنے بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ آگے آئیں اور پاکستان میں اپنے دینی بھائیوں کا اس مصیبت کے وقت میں ہاتھ بٹائیں اور حتی المقدور مالی اور دیگر نوعیت کی امداد فوری طور پر پہنچائیں۔ موسمِ سرما آیا ہی چاہتا ہے اور مغربی پنجاب اور شمالی سندھ کی سخت سردی مشہور ہے۔ اگر فوری مدد نہ پہنچی تو مہاجرین کی جانیں بچانا مشکل ہو جائے گا۔ ان کیلئے پرانے یا نئے کپڑوں اور کمبلوں کی فوری ضرورت ہے۔

نقدی کی صورت میں تمام عطیات براہ راست حبیب بینک لمیٹڈ، کراچی کو اور سامان کے پارسل قائداعظم ریلیف فنڈ کے اعزازی سیکرٹری کو ۱۲۴۳ اسٹاف لائنز کراچی کے پتے پر بھیجے جائیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۹

۷.۴

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کا پریس نوٹ[۱]

کراچی

۱۰ جنوری ۱۹۴۷ء

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی نے اب تک حسبِ ذیل رقوم تقسیم کی ہیں:

(۱) انیس لاکھ ۱۸ ہزار روپے مغربی پنجاب کی کمیٹی کو عام امداد، گرم کپڑوں اور رضائیوں کیلئے (۲) پانچ لاکھ روپے مرکزی کمیٹی کو برطانیہ سے ایک لاکھ تین ہزار کمبل خریدنے کیلئے۔ (۳) ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے مرکزی کمیٹی کو مشرقی بنگال سے چودہ ہزار کمبل خریدنے کیلئے (۴) آٹھ لاکھ روپے مرکزی کمیٹی کو کراچی میں رضائیاں تیار کرانے کیلئے (۵) دو لاکھ روپے مشرقی بنگال میں چٹاگانگ کے طوفان زدہ افراد کی مدد کیلئے (۶) تیس ہزار روپے مشرقی بنگال

کو جیسور میں بہاری مہاجرین کیلئے۔

جن مزید رقوم کی منظوری دی گئی وہ حسبِ ذیل ہیں:

(۱) پچیّس ہزار روپے کرسچین کمیٹی آف ریلیف ویسٹ پاکستان کیلئے (۲) پچیّس ہزار روپے برطانوی رضا کاروں، ڈاکٹروں اور نرسوں کے اخراجات کیلئے جو مغربی پنجاب میں کام کر رہے ہیں (۳) پانچ ہزار روپے سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو مہاجر طلباء کیلئے۔

فوجیوں کے خاندانوں کی اعانت کیلئے جو خصوصی رقوم منظور کی گئیں ان کی تقسیم فوجی ہیڈ کوارٹر کی ایک کمیٹی کرے گی۔ ان میں ایک لاکھ روپے پاکستان کی برّی فوج، دس ہزار روپے بحریہ اور پانچ ہزار روپے فضائیہ کیلئے ہیں۔

مندرجہ بالا کے علاوہ مرکزی کمیٹی نے پچاس ہزار کمبل اور رضائیاں مغربی پنجاب بھیجی ہیں جن میں سے تیس ہزار کراچی میں تیار کی گئی تھیں اور باقی عطیے کے طور پر آئی تھیں۔

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی اور صوبائی کمیٹیوں کو کپڑے اور دوسرے عطیات کثیر تعداد میں وصول ہوئے جنہیں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۱

۷.۵

قائداعظم کا پیغامِ تشکّر[۱]

(۱۴ جنوری ۱۹۴۸ء)

جب قائداعظم ریلیف فنڈ میں ایک کروڑ سے زیادہ کی رقم جمع ہو چکی تو قائداعظم نے حسبِ ذیل پیغام جاری کیا:

قائداعظم ریلیف فنڈ میں عطیات کے لئے میری ۱۲ ستمبر کی اپیل[۲] کی پاکستان اور دیگر ممالک کے لوگوں نے بڑی شاندار پزیرائی کی۔ فنڈ نے ایک کروڑ روپے کی حد پار کر لی ہے اور مزید عطیات ابھی تک آ رہے ہیں۔ یہ مقامِ مسرّت ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات اور مختلف

فرقوں کے لوگوں نے عطیات دیے ہیں۔ مَیں دنیا کے تمام ممالک، خاص طور پر برطانیہ، امریکہ، جنوبی افریقہ اور اسلامی ممالک کے ہمدرد لوگوں کا شکر گزار ہوں۔ اگرچہ ساٹھ لاکھ مہاجرین میں سے اکثر کو آباد کر دیا گیا ہے لیکن اس وقت بھی بہت سے ایسے ہیں جنہیں مدد کی فوری ضرورت ہے۔ آباد شدہ مہاجرین کی ضروریات میں پوشش، کمبل اور ادویات شامل ہیں۔ لہٰذا مَیں اپنے عوام، امدادی کارکنوں، منتظموں، دوستوں اور ہمدردوں سے مزید کوشش اور ایثار کی التماس کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ پاکستان میں ہر فرد اور بیرونی ممالک میں ہمارے احباب اس انسانی ہمدردی کے کام میں اپنی کوششیں جاری رکھیں گے تا کہ ان لوگوں کی زندگیوں کو قابلِ برداشت اور ممکن ہو تو آرام دہ بنایا جا سکے جنہوں نے بڑی صعوبتیں سہی ہیں اور اس المیے اور بحران میں اپنا سب کچھ کھو کر یہاں پہنچے ہیں۔۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۲
۲۔ دستاویز نمبر ۵.۳

۷.۶

قائداعظم ریلیف فنڈ کے اعزازی سیکرٹری کا پریس نوٹ[1]

کراچی
۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

مہاجرین کی امداد پر تا حال تقریباً ڈھائی کروڑ روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔
قائداعظم کی اپیل پر پاکستان اور دیگر ممالک سے دسمبر ۱۹۴۹ء کے آخر تک ملنے والے عطیات کی رقم ۴-۸-۳۰۱۶۳۰۴۲ روپے ہو گئی۔ اس رقم میں سے -/۲۳۲۸۴۹۴۸ روپے مہاجرین کے لئے امدادی کارروائیوں پر مختلف صوبائی کمیٹیوں اور مرکزی کمیٹی نے خرچ کیے اور -/۱۵۷۷۸۸۳۹ روپے گرم کپڑوں، کمبلوں اور رضائیوں کی خریداری پر خرچ ہوئے۔ سیلاب زدگان کی امداد پر -/۲۱۰۰۰۰۰ روپے صرف کئے گئے جبکہ طبی امداد پر -/۹۱۱۷۵۶ روپے

حرچ ہوئے۔

طویل فاقہ کشی کے بعد جو مہاجرین خیریت سے پہنچ گئے ان کیلئے خوراک اور بچوں کیلئے خصوصی غذا کا انتظام کرنا ضروری تھا لہٰذا اس مد میں -/۷۵۶۰۳۸ روپے صرف ہوئے۔

طلباء کی مدد

اسکول اور یونیورسٹی کے طلباء کی کثیر تعداد کو تعلیم جاری رکھنے کے لئے مدد درکار تھی۔ دسمبر ۱۹۴۹ء کے اختتام تک اس مد میں -/۱۱۵۰۰۰ روپے خرچ کئے گئے جس سے مغربی پنجاب اور سندھ کی یونیورسٹیوں کے طلباء زیادہ مستفیض ہوئے۔

فوجی خاندانوں کی آبادکاری

پاکستانی مسلّح فوج کے ارکان اور ان کے خاندان بھی مہاجرین میں شامل تھے اور انہیں نہ صرف فوری مدد کی بلکہ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرنے کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کیلئے فنڈ نے تینوں مسلّح افواج کے کمانڈرز انچیف کے توسط سے -/۷۷۰۰۰۰ روپے خرچ کئے۔ اس رقم میں سے -/۳۰۰۰۰۰ روپے فوجی خاندانوں کو بہاولپور میں آباد کرنے پر خرچ ہوئے۔

مہاجرین کی امداد اور آبادکاری کی متفرق مدوں میں -/۱۸۵۳۳۱۵ روپے مزید خرچ ہوئے۔

متفرق اخراجات

چونکہ مہاجرین کی زیادہ تعداد مغربی پنجاب میں آئی تھی اور تمام صوبوں سے زیادہ چندہ بھی یہیں سے اکٹھا ہوا تھا لہٰذا مرکزی کمیٹی نے پنجاب کو فنڈ کی آدھی رقم یعنی -/۹۴۷۷۸۴۹ روپے ادا کئے۔

مرکزی کمیٹی نے مختلف مقاصد کیلئے -/۱۶۷۱۷۹۰ روپے مختص کئے۔ مشرقی بنگال کمیٹی کو -/۱۳۱۳۱۱۵ روپے دیے گئے، صوبہ سرحد کی کمیٹی کو -/۲۶۵۶۰۰ روپے، سندھ کمیٹی کو -/۱۹۴۰۶۲۵ روپے، بلوچستان کمیٹی کو -/۲۹۵۰۰۰ روپے اور کراچی کمیٹی کو -/۴۲۶۰۰۰ روپے دیئے گئے۔

بعدازاں اس فنڈ سے (۱) پانچ لاکھ روپے، دستکاروں اور کاریگروں کیلئے، (۲) ایک

لاکھ روپے پاکستان اسپنرز اینڈ ویورز ایسوسی ایشن کیلئے (۳) دس ہزار روپے صوبۂ سرحد میں نادار عورتوں کے اسپننگ ہوم کیلئے دیے گئے۔

کمیٹی نے کراچی میں جناح سنٹرل ہسپتال میں ۵۰ بستروں اور مہاجرین کے علاج معالجے کیلئے -/۱۲۰۰۰۰ روپے ادا کئے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۳

۷.۷

قائداعظم ریلیف فنڈ میں عطیہ دینے والوں کی فہرست[1]

چونکہ عطیات کی متفرق فہرستیں بیسیوں صفحات پر مشتمل ہیں لہٰذا صرف چیدہ چیدہ عطیات کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ بیرونی ممالک سے عطیات

نمبر شمار	تاریخ	نام	رقم
۱۔	۲۷-۹-۴۷	مسلم لیگ، وولور ہیمپٹن۔ برطانیہ	-/۱۷-۱۰۰۵ پاؤنڈ
۲۔	۱۱-۱۰-۴۷	مسلم ویمین کمیٹی، ٹرانسوال۔ جنوبی افریقہ	-/۲۴۲۳ روپے
۳۔	۱۶-۱۰-۴۷	حق نواز مہل۔ اعزازی سیکرٹری، پاکستان ریلیف کمیٹی۔ ہانگ کانگ	-/۳۰۰۰۰ روپے
۴۔	۲۲-۱۰-۴۷	مسلم لیگ مانچسٹر۔ برطانیہ	-/۲۵۰۰۰ روپے
۵۔	۵-۱۱-۴۷	مسلم لیگ، گلاسگو۔ برطانیہ	-/۷۲۵ پاؤنڈ
۶۔	۱۷-۱۱-۴۷	اے ایم مولا، اعزازی سیکرٹری۔ پاکستان ریلیف کمیٹی، نیٹال۔ جنوبی افریقہ	-/۱۳۱۲۷ روپے اور -/۴۰۰۰۰ ڈالر
۷۔	۴-۱۲-۴۷	مسلم ملازمین، اینگلو ایرانین آئل کمپنی۔ ایران	-/۸۳۷۳ روپے

۸۔ ۴۷-۱۲-۴ برٹش ریڈ کراس سوسائٹی -/۱۰۰۰۰۰ پاؤنڈ

۹۔ ۴۷-۱۲-۱۲ مریم خاتون، اعزازی سیکرٹری مسلم لیگ۔ پریٹوریا۔جنوبی افریقہ -/۹۲۳۶۲ روپے

۱۰۔ ۴۷-۱۲-۱۲ ایم مایت، جوہانسبرگ۔جنوبی افریقہ -/۶۷۶۲ روپے

۱۱۔ ۴۷-۱۲-۱۲ صوبیدار اللہ دتا، جاہور باہرو۔ملایا (موجودہ ملیشیا) -/۳۱۸۲ روپے

۱۲۔ ۴۸-۱-۱۳ داؤد حاجی، اعزازی سیکرٹری مسلم جماعت لنڈنبرگ، جرمنی -/۱۵۳۶۶ روپے

۱۳۔ ۴۸-۲-۲ اعزازی سیکرٹری، مسلم ایسوسی ایشن۔ٹانگانیکا (موجودہ تنزانیہ) -/۱۰۶۷۹ روپے

۱۴۔ ۴۸-۲-۲۰ ماریشس کے مسلمانوں کے عطیات -/۲۵۰۰۰ روپے

۱۵۔ ۴۸-۲-۲۳ پاکستان فنڈ، کمپالا۔یوگنڈا -/۱۴۲۷۵ روپے

۱۶۔ ۴۸-۴-۱ پاکستان ریلیف فنڈ، نیروبی۔کینیا -/۳۳۲۷۴ روپے

۱۷۔ ۴۸-۵-۱۷ پاکستان ریلیف فنڈ۔کیپ ٹاؤن۔جنوبی افریقہ -/۲۶۴۳۷ روپے

۱۸۔ ۴۸-۸-۳ امپیریئل بینک لندن کے ذریعے عطیات -/۲۵۰۰۰ روپے

۱۹۔ ۴۸-۸-۲۷ عبدالستار اسحاق، ڈربن۔جنوبی افریقہ -/۶۵۹۸ روپے

۲۰۔ ۵۰-۸-۱۸ سیکرٹری مسلم جماعت، ٹرانسوال۔جنوبی افریقہ -/۴۵۰۰۰ روپے اور -/۲۰۰ پاؤنڈ

۲۱۔ ۵۳-۱-۸ عبداللہ السلیم الصباح۔امیر کویت -/۳۰۰۰۰ روپے

ب۔اہم اور بڑے عطیات

۱۔ ۴۷-۹-۲۹ امیر بہاولپور -/۵۰۰۰۰۰ روپے

۲۔ ۴۷-۱۰-۶ حاجی احمد ناگرا۔کراچی -/۲۰۰۰۰ روپے

۳۔ ۴۷-۱۰-۱۳ ایک ہمدرد -/۱۰۰۰۰ روپے

۴۔	۱۴-۱۰-۴۷	ابراہیم یوسف گاردی معرفت مولانا شبیر احمد عثمانی۔کراچی	-/۱۰۰۰۰روپے
۵۔	۱۵-۱۰-۴۷	نظام حیدرآباد	-/۵۰۰۰۰۰روپے
۶۔	۲۵-۱۰-۴۷	پاکستانی باشندے۔کابل	-/۱۲۰۰۰۰افغانی
۷۔	۱-۱۱-۴۷	سرمراتب علی۔لاہور	-/۵۰۰۰۰روپے
۸۔	۲۶-۱۱-۴۷	الحاج شیخ مصطفےٰ بن عبداللطیف، کراچی	-/۵۰۰۰۰روپے
۹۔	۱۱-۱۲-۴۷	والیِ سوات	-/۴۰۰۰۰۰روپے
۱۰۔	۲۲-۱۲-۴۷	محکمۂ تعلیمات مغربی پنجاب	-/۱۰۰۰۰۰روپے
۱۱۔	۱۶-۲-۴۸	ایگزیکٹو آفیسر۔کوئٹہ میونسپلٹی	-/۲۰۰۰۰روپے
۱۲۔	۱۸-۴-۴۸	فرنٹیئر فورس رائفلز	-/۱۵۶۰۰روپے
۱۳۔	۲۰-۴-۴۸	افواجِ پاکستان	-/۱۱۷۷۹۸روپے
۱۴۔	۲۵-۴-۴۸	صدر ایگزیکٹو کونسل۔ریاست خیرپور	-/۵۰۰۰۰روپے
۱۵۔	۱۶-۱۰-۴۸	نواب سر غیبی خاں چانڈیو۔لاڑکانہ	-/۱۸۰۰۰روپے
۱۶۔	۸-۱۱-۴۸	آغا خان	-/۵۰۰۰۰۰روپے
۱۷۔	۲-۱۲-۴۸	بنگال آئل ملز لمیٹڈ۔کراچی	-/۲۵۰۰۰روپے
۱۸۔	۴-۱۲-۴۸	شیخ غلام حسین ہدایت اللہ۔گورنر سندھ	-/۲۵۰۰۰روپے
۱۹۔	۱۳-۱۲-۴۹	ضلع مظفر گڑھ	-/۱۰۰۰۰۰روپے

ج۔دیگر عطیات

(چند نمایاں نام دیے گئے ہیں)

۱۔	۲۸-۸-۴۷	برٹ انسٹیوٹ کے اینگلو انڈین ارکان	-/۴۰۰۰روپے
۲۔	۶-۱۰-۴۷	فرسٹ بٹالین۔۱۴ پنجاب رجمنٹ	-/۶۸۰۰روپے
۳۔	۱۴-۱۰-۴۷	حاجی علی محمد، مدرّس۔لاڑکانہ	-/۲روپے

۴۔	۱۴-۱۱-۴۷	مستری دھرم چند۔سیالکوٹ	ایک روپیہ چار آنے
۵۔	۱۶-۴-۴۸	ٹوچی اسکاؤٹس۔میران شاہ	-/۸۰۰۰روپے
۶۔	۳-۸-۴۸	دارالسلام کی مسلم ایسوسی ایشن۔کراچی	-/۵۶۷۹روپے
۷۔	۱۵-۲-۴۹	ایک پارسی خاندان۔کراچی	-/۱۰روپے

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۴



قائداعظم جواہر لال نہرو کے ہمراہ، شملہ، ۱۹۴۶ء



قائداعظم ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے صدر منتخب ہونے کے بعد باہر آتے ہوئے

۸

متفرقات

۸.۱

وائسرائے کی نجی رپورٹ

۸.۱.۱

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل[1]

(اقتباس۔انتہائی خفیہ/نجی)

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں برطانوی راج کا یہ آخری ہفتہ انتہائی ہیجان میں گذرا۔نہایت صبر آزما حالات میں ہر روز، بلکہ کبھی کبھی تو دن میں کئی کئی بار، بدلتے ہوئے مسائل سلجھانے میں ہم دیر تک مصروف رہے۔ میرا زیادہ وقت ریاستوں کے مسئلے پر صرف ہوتا رہا، خصوصاً ان حکمرانوں کے معاملے میں جو آخری وقت تک فیصلہ نہیں کر پائے کہ وہ الحاق ہندوستان سے کریں یا پاکستان سے یا کسی ایک سے بھی نہیں۔ مَیں کراچی کو الوداع کہنے گیا[2] اور انتقالِ اقتدار کے دن دہلی میں غیر معمولی تقریبات میں حصہ لیا۔

(پیرے ۲ تا ۷ حذف کر دیے گئے)

۸۔۲۲ جولائی کے اجلاس میں پارٹیشن کونسل نے ایک بیان[3] جاری کیا جس میں ممبران نے عہد کیا کہ وہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ، جیسے بھی ہوں، قبول کر لیں گے اور جب بھی ان ایوارڈز کا اعلان ہوا ان پر غیر جانبداری سے عمل کرائیں گے۔

۹۔ان ایوارڈز پر اندیشے سے کہیں زیادہ برے ردِعمل کا اندازہ لیاقت علی خاں کے اس

پیغام سے ہو گیا تھا جو پاکستان کے سیکرٹری کابینہ محمد علی نے دہلی میں ازمے کو دیا۔ نہایت سخت الفاظ میں پیغام تھا کہ اگر یہ سچ نکلا کہ شمالی پنجاب کے ضلع گورداسپور یا اس کے کسی بڑے حصے کو باؤنڈری کمیشن نے مشرقی پنجاب میں شامل کر دیا ہے تو جناح اور حکومتِ پاکستان اسے ایک سنگین امر تصوّر کریں گے اور اگر یہ ثابت ہوا کہ یہ فیصلہ قانونی کے بجائے سیاسی عوامل پر مبنی تھا تو برطانیہ پر پاکستان کے اعتماد کو شدید ٹھیس پہنچے گی جس کی وجہ سے دونوں ممالک کے دوستانہ تعلقات خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔

۱۰۔ اپنے ۱۱ اگست کے جواب[۴] میں ازمے نے لیاقت کو بتایا کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز تب تک خود وائسرائے کو وصول نہیں ہوئے تھے اور یہ کہ وائسرائے کا ان فیصلوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور وہ اس سارے معاملے سے الگ تھلگ رہنے کا تہیّہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جتلایا کہ خود ہندوستانی رہنماؤں نے باؤنڈری کمیشنوں کے اراکین منتخب کئے، ان کی شرائطِ کار کا تعیّن کیا ہے اور ان کے فیصلوں پر عملدرآمد کا وعدہ بھی کیا۔

۱۱۔ ۱۲ اگست کو ریڈکلف نے مجھے حتمی طور پر بتایا کہ ایوارڈز اگلے دن مکمل ہو جائیں گے۔[۵] کچھ عرصے سے ہم اس سوال پر غور کر رہے ہیں کہ ان ایوارڈز کو کب اور کس طرح شائع کیا جائے۔[۶] انتظامی نقطۂ نگاہ سے ان کی فوری اشاعت سے یہ فائدہ ہوتا کہ ۱۵ اگست سے پہلے نئی سرحدوں کا تعیّن ہو جاتا اور تفویض شدہ اضلاع کی دیکھ بھال کیلئے متعلقہ مملکتوں کے عہدیدار اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاتے۔ تاہم ہمیں شروع سے یہ احساس بھی تھا کہ اشاعت میں جتنی دیر کی جائے اتنی ہی انگریزوں سے ناگزیر نفرت میں کمی آ جائے گی۔

(پیرے ۱۲ اور ۱۳ حذف کر دیے گئے)

۱۴۔ ۱۳ اگست کو مَیں نے جناحؒ اور نہرو کو لکھا کہ کراچی روانہ ہونے سے پہلے مجھے کوئی بھی ایوارڈ وصول نہیں ہوا اور یہ تجویز کیا کہ ۱۶ اگست کو گورنمنٹ ہاؤس میں ایک اجلاس منعقد کر کے ایوارڈز کی اشاعت کے مناسب وقت اور طریقِ کار کا فیصلہ کیا جائے اور پارٹیشن کونسل نے ایوارڈز تسلیم کرنے کا جو عہد کیا تھا اس پر عمل درآمد اور ایوارڈز کے فیصلوں کے نفاذ کے طریقوں کا

تعیّن کیا جائے۔

(پیرے ۱۵ تا ۱۹ حذف کر دیے گئے)

۲۰۔ باؤنڈری کمیشن کے فیصلوں کے بارے میں افواہوں سے پنجاب میں وسیع پیمانے پر فسادات شروع ہو گئے اور اگر مخلوط پنجاب باؤنڈری فورس موجود نہ ہوتی (جو مَیں نے پارٹیشن کونسل کے ذریعے قائم کی تھی) تو یہ فسادات ایک وسیع فرقہ وارانہ جنگ میں تبدیل ہو جاتے۔ امرتسر اور اس کے نواح میں سکھوں نے مضبوط مسلّح جتھے بنا لئے ہیں جو مسلم اکثریتی دیہات پر ہر رات تین چار حملے کرتے ہیں۔[8] یہ جتھے بہت منظّم ہیں اور ان کے ساتھ اکثر گھڑ سوار بھی ہوتے ہیں جن کو مناسب موقع تاکنے کیلئے بطور اسکاؤٹ استعمال کیا جاتا ہے۔ ضلع لاہور میں اسی مقصد کیلئے مسلمانوں کے جتھے بھی بنائے گئے ہیں لیکن ان کی تعداد کم اور افرادی قوت مختصر ہے اور وہ اتنے منظّم بھی نہیں ہیں۔ مسلّح جتھوں سے فوج کی چند موقعوں پر کامیاب مڈھ بھیڑ بھی ہوئی جب یہ جتھے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے اور انہیں کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ صرف ایک ٹینک نے جتھے کے ۶۰ سے زیادہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۱۲۔ امرتسر میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت زیادہ ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر کی پولیس کمزور پڑ گئی ہے کیونکہ نئے ہندو پولیس سپرنٹنڈنٹ نے مسلمان پولیس والوں کو نہتا کر دیا تھا۔[9] لاہور میں گڑبڑ امرتسر کے قتل عام پر مسلمانوں کے ردِ عمل کا نتیجہ ہے۔ یہاں کی سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ پولیس والوں نے جو زیادہ تر مسلمان ہیں[10] اپنے فرائض چھوڑ دیے ہیں۔ آکنلک نے اطلاع دی ہے کہ اس کے ٹھوس ثبوت موجود ہیں کہ پولیس اپنے ہندوستانی افسروں کے احکامات کی پرواہ نہیں کر رہی ہے۔ بچے کھچے یورپی افسر ۱۴ تاریخ کو چلے گئے ہیں اور بعض موقعوں پر پولیس خود بھی فسادیوں کے ساتھ مل گئی ہے۔[11]

۲۲۔ مقامی مسلم رہنما اس کوشش میں ہیں کہ مسلمان فوجی بھی پولیس کے نقشِ قدم پر چلیں لیکن انہیں تا حال اس میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ ۱۳ اگست تک پنجاب کے تمام علاقوں میں تقریباً ۱۵۰۰ شہری قتل یا زخمی ہوئے ہیں۔ فوج کی کارروائی میں ۲۰۰ سے کچھ کم فسادی مارے

گئے یا زخمی ہوئے۔

(پیرے ۲۳ تا ۲۷ حذف کر دیے گئے)

۲۸۔ صوبۂ سرحد کے نئے لیکن آزمودہ کار گورنر سر جارج کنگھم نے ۱۱ کی رات جناح کے ساتھ اور ۱۲ کی رات دہلی میں میرے ساتھ گذاری اور ۱۴ تاریخ کو لوک ہارٹ سے اپنے عہدے کی ذمّہ داری سنبھال لی۔ انہیں میرے اس خیال سے پورا اتفاق ہے کہ خان صاحب کی وزارت کی برطرفی ایک غیر آئینی اور غیر دانشمندانہ عمل ہوگا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے جناح کو آمادہ کیا ہے کہ انہیں یہ موقع دیا جائے کہ وہ انتہائی اقدام سے پہلے خان صاحب سے بات کر کے کوئی تسلّی بخش تصفیہ کرا سکیں۔[۱۲]

(پیرا ۲۹ حذف کر دیا گیا)

۳۰۔ اپنی پچھلی رپورٹ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ مَیں نے اپنے آئینی مسوّدہ نویس ککک (Cooke) اور پاکستان کے سیکرٹری کابینہ محمد علی کو جو اس وقت دہلی میں تھے کراچی بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہاں انہوں نے اثاثوں کی تقسیم کے ایک ترمیم شدہ فارمولے پر تصفیہ کرایا جس سے ہندوستان کو وہ کچھ مل گیا جو وہ چاہتا تھا اور کسی حد تک پاکستان کی ساکھ بھی برقرار رہی۔ قرضوں کی ذمّہ داری پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا لیکن مَیں نے ولبھ بھائی پٹیل[۱۳] کو تیار کیا ہے کہ مجھے یہ تجویز بھیجیں کہ سرکاری قرضوں کی ذمّہ داری ہندوستان پر ہوگی اور وہ پاکستان کے حصّے کے تقریباً دو ارب روپے پچاس سال کے عرصے میں، جواب سے تین یا چار سال بعد شروع ہوگا، وصول کرے گا۔

۳۱۔ مجھے تو یہ بہت مناسب لگا اور مَیں نے سیکرٹری آف اسٹیٹ کو تار دیا[۱۴] کہ ان حالات میں آیا مَیں وہ حکم نامہ جاری کر دوں جس کا متن پہلے ہی انہیں بھیج دیا گیا تھا، گو عبوری حکومتوں کے درمیان سمجھوتے کے مطابق اثاثوں کے فارمولے میں ترمیم ہو سکے گی۔ مَیں نے ککک کو لندن روانہ کر دیا ہے تا کہ وہ زبانی صورتِ حال بتا سکیں۔ مجھے یقین تھا کہ یہ حکم نامہ جاری کرنے کا کہا جائے گا۔ ممکن ہے پاکستان ۱۵ اگست کے بعد اسے منسوخ کر دے لیکن اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ ایک غیر معقول فعل لگے گا۔

۳۲۔ کراچی میں قیام کے دوران مَیں نے اس مسئلے پر پہلے لیاقت سے بات کر کے انہیں اپنا طرفدار بنایا پھر ہم دونوں نے جناح سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا کہ فی الحال وہ شدید مصروفیت کے باعث اس مسئلے پر غور نہیں کر سکتے اور یہ کہ وہ اس بارے میں اپنا جواب ہفتے دس دن میں دے دیں گے۔ مَیں نے ان سے کہہ دیا کہ مَیں مزید انتظار نہیں کر سکتا اور مجھے اس کیلئے ان کی منظوری کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اس حکم نامے کا اجراء میری صوابدید پر ہے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ سیکرٹری آف اسٹیٹ جیسا حکم نامہ بھی چاہیں گے مَیں جاری کر دوں گا۔ بالآخر مَیں نے اپنے اس موقف پر لیاقت کی حمایت بھی حاصل کر لی کہ پٹیل کے خط کے پیشِ نظر اس طرح کے حکم نامے سے پاکستان کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اس سے ہندوستان کے ساتھ معاشی چپقلش کا تدارک ہو گا۔ آخرکار جناح نے کہا ''اگر آپ نے یہ معاملہ سیکرٹری آف اسٹیٹ کے ہاتھ میں دے ہی دیا ہے تو مَیں اس کے متعلق اور کیا کر سکتا ہوں۔'' جب سیکرٹری آف اسٹیٹ کا تار[۱۵] موصول ہوا کہ مَیں یہ حکم نامہ جاری کر سکتا ہوں تو مَیں نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اگر یہ حکم نامہ جاری نہ ہوتا تو پارٹیشن کونسل کا گذشتہ دو مہینوں کا قابلِ قدر کام ضائع ہو جاتا۔[۱۶]

۳۳۔ ۱۵ اگست کی ایک رپورٹ[۱۷] کے مطابق سکھ رہنما تارا سنگھ نے دہلی سے کراچی جانے والی پاکستان اسپیشل ٹرینوں کو تباہ کرنے، کراچی میں جناح کے سرکاری جلوس پر بم پھینکنے اور بعض کنال ہیڈ ورکس پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے ہیں۔ ایک ایسی ہی ٹرین کو بارودی سرنگ بچھا کر پٹڑی سے اتار دینے کے واقعے سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

۳۴۔ جنکنز، موڈی اور ترویدی (پنجاب کے موجودہ گورنر اور مغربی اور مشرقی پنجاب کے آئندہ گورنر) نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ جب تک حد بندی کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان نہ ہو اور امن کے قیام کی ذمّہ داری نئی حکومتوں کی نہ ہو جائے گرفتاریاں نہیں کرنی چاہئیں۔ مَیں نے اس فیصلے سے اتفاق کیا کیونکہ پیشگی گرفتاریوں سے سکھوں کی طرف سے مزید ہنگامہ آرائی کا امکان تھا۔[۱۸]

(پیرے ۳۵ تا ۴۰ حذف کر دیے گئے)

۴۱۔ بعض ہندوستانی ریاستوں کے فرمانرواؤں کا طرزِ عمل انتہائی حیرت انگیز ہے۔

میں نے اپنی پچھلی رپورٹ[19] میں ذکر کیا تھا کہ مَیں نے ۸ اگست کو مہاراجہ جودھپور کو بلایا اور اگلی صبح ان سے ملاقات کی[20] انہوں نے صاف مان لیا کہ وہ جناح کے ساتھ پاکستان سے الحاق کا محض ڈھونگ رچا رہے ہیں۔

۴۲۔ اس معاملے کی اہمیت یہ ہے کہ جودھپور کے الحاق سے دیگر متصلہ ریاستوں مثلاً جے پور، اودے پور وغیرہ کی پاکستان میں شمولیت کا امکان پیدا ہو جاتا (مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان ریاستوں کو جودھپور کا ساتھ دینے کی دعوت دی گئی تھی جو انھوں نے مسترد کر دی)۔ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کو اس کی بھنک پڑ گئی اور پٹیل اس کے تدارک کیلئے ہر حربہ استعمال کرنے کو تیار ہو گئے۔ انہوں نے اس بات کا ذمّہ لیا کہ جودھپور کے راجپوتوں کو اسلحہ رکھنے اور بغیر کسی رکاوٹ کے اسلحہ درآمد کرنے کی اجازت ہوگی اور وہاں کے قحط زدہ اضلاع میں ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے اشیائے خوردنی پہنچائی جائیں گی اور مزید برآں وہ جودھپور سے کچھ تک ریلوے لائن ترجیحاً بچھائیں گے تا کہ ان کے لئے ایک بندرگاہ کھل جائے اور کچھ کو اجازت دی جائے گی کہ وہ ہندوستان کی کسٹم یونین میں شامل ہو جائے۔[21] ان باتوں سے مہاراجہ کو تسلّی ہو گئی اور ان کو احساس ہو گیا کہ وہ ایک کلّی طور پر ہندو ریاست کو پاکستان میں شامل نہیں کر سکتے۔

۴۳۔ دہلی میں کام کا دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ اس ہفتے مَیں نے کبھی کبھی ایک ہی وقت میں دو اور ایک مرتبہ تین ملاقاتیں مختلف کمروں میں کیں۔ مَیں نے وی پی مینن کے سپرد یہ کام کیا تھا کہ وہ میرے مطالعے کے کمرے میں جودھپور سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کروالیں جب کہ مَیں اس وقت اپنی اہلیہ کے مطالعے کے کمرے میں حیدرآباد کے وفد سے گفت وشنید کر رہا تھا۔ میری غیر موجودگی میں جودھپور کے نوجوان راجہ نے ریوالور نکال کر مینن سے کہا کہ اگر اس نے جودھپور کے بھوکے عوام سے غدّاری کی تو اسے کتّے کی طرح گولی ماردی جائے گی۔[22] بہرحال راجہ نے دستخط کر دیے۔

(پیرے ۴۴ تا ۴۶ حذف کر دیے گئے)

۴۷۔ اپنی پچھلی رپورٹ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ نواب بھوپال اپنے منصب سے

دستبردار ہونے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ مَیں نے دوبارہ ملاقات میں ان پر زور دیا کہ وہ اس موقع پر ایسی بزدلانہ حرکت نہ کریں۔[۲۳] اب انہوں نے لکھا ہے کہ دہلی سے واپسی پر ان کی رعایا کے پچاس ہزار افراد ہوائی اڈّے پر ان سے ملنے آئے اور انہیں تب تک وہاں سے نکلنے نہیں دیا جب تک انہوں نے دستبردار نہ ہونے کا وعدہ نہ کرلیا۔ وہ بہرحال فی الوقت دستبردار نہیں ہوں گے۔[۲۴]

۴۸۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ انہیں دس دن کی مہلت دی جائے تا کہ وہ ۱۵ اگست تک طے شدہ شرائط پر الحاق کی دستاویز پر دستخط کرسکیں۔[۲۵] پٹیل نے کہا کہ وہ کسی ریاست کو مستثنیٰ نہیں کرسکتے لیکن انہوں نے مجھے یہ اجازت دی کہ مَیں بھوپال سے ایک نجی بندوبست کرلوں جس کے مطابق نواب بھوپال الحاق کی دستاویز اور علیٰ حالہٖ معاہدے پر دستخط کر کے ایک سربمہر لفافے میں میری تحویل میں دے دیں جو مَیں ۲۵ اگست تک اپنے پاس ہی رکھوں اور اگر وہ اس تاریخ سے پہلے مجھے اور کوئی ہدایت نہ دیں تو مَیں کاغذات اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے حوالے کردوں۔[۲۶]

۴۹۔ مہاراجہ اندور نے اپنے کئی ساتھی حکمرانوں کو تار بھیجے تھے کہ وہ آخری وقت تک الحاق کی دستاویز پر دستخط نہ کریں کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ اس طرح وہ بہتر شرائط حاصل کرسکیں گے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ ان شرائط میں کیا بہتری چاہتے ہیں تو وہ کوئی خاص تجویز نہیں دے سکے۔ متعدّد حکمرانوں مثلاً جام صاحب، مہاراجہ جودھپور، مہاراجہ بھرت پور وغیرہ نے مجھے مہاراجہ اندور کے تار کی نقول بھیجی تھیں جنہیں پڑھ کر پٹیل بہت غصے ہوئے۔ مہاراجہ اندور نے ۱۵ اگست سے پہلے اپنی دستخط شدہ الحاق کی دستاویز نہیں بھیجی لیکن ۱۵ اگست کو بھیج دی۔ اس پر ۱۴ اگست کی تاریخ درج تھی۔[۲۷] پٹیل اسے قبول نہ کر کے اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا چاہتے تھے لیکن پھر انہوں نے کہا کہ وہ اس معاملے پر مہاراجہ سے خود گفتگو کریں گے۔[۲۸] وہ یہ شرط لگانے کا سوچ رہے ہیں کہ مہاراجہ اپنے انتہائی ناموزوں انگریز دیوان کو برطرف کردیں اور میرے خیال میں یہ عمل سب کے مفاد میں ہوگا۔

(پیرا ۵۰ حذف کردیا گیا ہے)

۵۱۔ لہٰذا اب کوئی ریاست بغیر الحاق کے باقی نہیں رہی ہے (حیدرآباد[۲۹] اور بھوپال کے

مسلم حکمرانوں کو وقت کی توسیع سے قطع نظر) سوائے کشمیر کے جہاں مہاراجہ نے بالآخر اپنے دیوان کاک[۳۰] کو برطرف کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اب وہ پاکستان یا ہندوستان میں شمولیت کیلئے استصوابِ رائے کی بات کررہے ہیں بشرطیکہ باؤنڈری کمیشن انہیں کشمیر اور ہندوستان کے درمیان زمینی رابطہ مہیا کردے۔ ایسا لگتا ہے کہ برطانوی اقتدار کے آخری تین ہفتوں میں ریاستوں کا مشکل مسئلہ تسلّی بخش طور پر حل ہوگیا ہے۔

۵۲۔ تاجِ برطانیہ کے نمائندے کی حیثیت سے میری خواہش تھی کہ مَیں ان حکمرانوں کو اپنی ریاستوں میں آئینی اصلاحات نافذ کرنے کی رغبت دلاؤں لیکن ریاست ریوا کے سوا وقت نے مجھے اس کی مہلت نہیں دی۔ اس ریاست کے سابقہ حکمران کو بمبئی میں ایک قتل کرانے پر برطرف کردیا گیا تھا۔ اس کے جانشین بیٹے نے مجھے بتایا کہ اسے خوف ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد کہیں اس کا باپ زبردستی آکر اقتدار نہ چھین لے۔ مَیں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ وسیع آئینی اصلاحات کا اعلان کرے۔ اس نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور میرے پبلسٹی اتاشی نے اس کی ضروری تشہیر کا منصوبہ بنالیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ نہ صرف دوسری ریاستوں کیلئے اچھی مثال ہو گی بلکہ پرانے راجہ کی واپسی کا راستہ بھی رک جائے گا۔

۵۳۔ مَیں اور میری اہلیہ اہل پاکستان کو دعائے خیر اور الوداع کہنے ۱۳ اگست کی شام کراچی روانہ ہوئے۔[۳۱] ہوائی اڈے سے تمام راستوں پر استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا اور جناح کے نئے ملٹری سیکرٹری کرنل برنی (Col. Birnie) نے جو ہماری موٹر میں تھے کہا کہ یہ ہجوم اس سے کہیں زیادہ ہے جو جناح کے پہنچنے پر تھا۔ گو مجھے اس پر یقین نہیں آرہا تھا لیکن دوسرے ذرائع سے اس کی توثیق ہوگئی۔ برنی نے مجھے بتایا کہ ایک سازش کا انکشاف ہوا ہے کہ جب دوسرے روز سرکاری جلوس نکلے گا تو جناح پر بم پھینکا جائیگا۔ (دیکھئے پیراگراف ۳۲) اور اب اس پر غور کیا جارہا ہے کہ آیا اس جلوس کو منسوخ کردیا جائے یا اس کا راستہ بدل دیا جائے لیکن جناح نے کہا کہ اگر مَیں جلوس میں شرکت پر تیار ہوں تو وہ بھی تیار ہیں۔ لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

۵۴۔ اسی شام مَیں نے پاکستان کابینہ کی صدارت کی جس میں پاکستان کے لئے

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی ترمیم کے احکام منظور کئے گئے۔ لیکن اس موقعے پر ایک آخری اختلاف کھڑا ہو گیا۔ پاکستان کابینہ کی خواہش تھی کہ مَیں یہ حکم بھی شامل کر دوں کہ مرکزی حکومت کے مشورے پر گورنر جنرل ایک صوبائی گورنر کو اپنی وزارت برطرف کرنے کا حکم دے کر صوبے کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔ یہ مجوزہ ترمیم دفعہ ۹۳ کی طرح تھی جس پر بہت زیادہ تنقید ہو چکی ہے۔ لہٰذا میرے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ مَیں اس طریقِ کار کے تسلسل کو برطانوی انتقالِ اقتدار کے ساتھ منسلک کر دوں۔ لیکن وہ اس بات پر اس قدر مُصر تھے کہ بغیر جھگڑا بڑھائے میرے لئے یہی راستہ تھا کہ مَیں ان سے کہوں کہ اس مسئلے کو سیکرٹری آف اسٹیٹ کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے نقطۂ نظر کی حمایت کریں گے۔[۳۲]

۵۵۔ ۱۳ تاریخ کی رات کو ۶۰ افراد کیلئے ایک سرکاری عشائیہ ہوا جس کیلئے دو باتوں پر اتفاق ہوا تھا اوّل یہ کہ دو جامِ صحت تجویز کیے جائیں گے اور دوم یہ کہ کوئی تقریر نہیں ہو گی اور رات ۷ بجے اس کی توثیق بھی کر دی گئی۔ آپ میری پریشانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں جب مَیں نے یہ دیکھا کہ جناح نے اپنی جیب سے چھ سات ٹائپ شدہ کاغذات نکال کر تقریر کرنی شروع کر دی[۳۳] اور آخر میں ملک معظّم کا جامِ صحت تجویز کیا۔ مجھے بھی ایک برجستہ تقریر کرنی پڑی جس میں مَیں نے پاکستان کیلئے جامِ صحت تجویز کیا۔ اس عشائیے کے بعد پاکستان کے ۱۵۰۰ سرکردہ شہریوں پر مشتمل ایک استقبالیہ تھا جس میں بعض عجیب حلیوں والے لوگ بھی شامل تھے۔

(پیرا ۵۶ حذف کر دیا گیا)

۵۷۔ دوسرے دن مَیں نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کیا جس کی ایک نقل ملفوف ہے۔[۳۴] دستور ساز اسمبلی کے صدر کے طور پر جناح کرسی صدارت پر بیٹھنا چاہتے تھے لیکن مَیں نے بھی بطور وائسرائے اپنا حق چھوڑنے سے انکار کر دیا اور جناح بالآخر ایک جیسی کرسی پر بیٹھنے کیلئے تیار ہو گئے۔[۳۵]

۵۸۔ سرکاری جلوس کھلی گاڑیوں میں نکلا۔ آگے کی کار میں مَیں اور جناح تھے اور دوسری میں میری اہلیہ اور مس جناح۔ پورے راستے پُر جوش عوام کا ہجوم تھا جسے فوج اور پولیس کی

قطاروں نے بے قابو ہونے سے روک رکھا تھا۔ جونہی ہم گورنمنٹ ہاؤس کے پھاٹک میں داخل ہوئے تو جناح نے اپنے ہاتھ میرے گھٹنے پر رکھ کر دلی جذبے سے کہا ''خدا کا شکر ہے آپ کو زندہ واپس لے آیا ہوں'' مَیں نے جواباً کہا کہ اگر خود جناح کو مار دیا جاتا تو معاملہ زیادہ سنگین ہو جاتا۔

۵۹۔ شہر سے ہوائی اڈے جاتے ہوئے[۳۶] (جلوس سے مختلف راستے پر) پُر جوش ہجوم کی تعداد ہماری آمد کے مقابلے میں دگنی تھی۔ پاکستان کے عوام نے جس طرح ہمارا خیر مقدم کیا وہ بڑا حیران کن ہے۔ ہمیں الوداع کرتے وقت مس جناح کی آنکھوں میں آنسو تھے اور جب انہوں نے میری اہلیہ کے دونوں گال چومے تو وہ حیران رہ گئیں۔ یہاں تک کہ سنجیدہ جناح بھی الوداع کے وقت جذباتی ہو گئے تھے۔

۶۰۔ کراچی کا پورا پروگرام بڑی عمدگی سے انجام دیا گیا اور اس کا سہرا میرے عملے کے سر ہے جنہوں نے جناح کے لئے ایک انگریز ملٹری سیکرٹری اور کمپٹرولر فراہم کئے تھے۔ مَیں نے انہیں اپنا بہترین ہندوستانی اے ڈی سی[۳۷] اور اپنے باڈی گارڈ کا ایجوٹنٹ[۳۸] (جو دونوں مسلمان تھے) بھی دے دیے۔ وائسرائے ہاؤس کے مسلمان کلرک کراچی منتقل کر دیے گئے ہیں لہٰذا یقین ہے کہ یہ گورنمنٹ ہاؤس بھی صحیح روایتی خطوط پر چلتا رہے گا۔

(پیرے ۶۱ تا ۸۱ حذف کر دیے گئے)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۶
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۷ کا منسلکہ
۳۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۴ کا منسلکہ
۴۔ دستاویز نمبر ۴.۱.۳
۵۔ دیکھئے ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۸۹
۶۔ ۱۹ اگست کو اپنے عملے کے ساتھ وائسرائے کی انتیسویں میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب کے ایوارڈز کے اعلان اور اشاعت کے بارے میں جنکنز سے گفتگو کی جائے گی۔
۷۔ دستاویز نمبر ۷.۱.۳
۸۔ آکنلک نے ۱۴ اگست کو لاہور کا دورہ کیا اور پنجاب باؤنڈری فورس کے علاقے کی صورتِ حال پر مشترکہ دفاعی کونسل کیلئے اپنی رپورٹ بھیجی جس کا اجلاس ۱۶ اگست کو ہونے والا تھا۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲۷ کے ملفوفے ۱ اور ۲
۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۹

۱۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۸
۱۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۳ اور ۱۸
۱۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۹
۱۳۔ دیکھئے مندرجہ بالا کا ملفوفہ
۱۴۔ مزید دیکھئے ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۴۲۲ اور ۴۴۷
۱۵۔ دیکھئے مندرجہ بالا کی دستاویز نمبر ۴۶۹
۱۶۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۶ کے انیکس کا انکلوژر
۱۷۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۸ اور اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱۴
۱۸۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۴
۱۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲
۲۰۔ ماؤنٹ بیٹن اور مہاراجہ جودھپور کی ملاقات کی روداد نہیں مل سکی۔
۲۱ اور ۲۲۔ دی گریٹ ڈیوائیڈ: برٹین-انڈیا-پاکستان، (*The Great Divide: Britain-India-Pakistan*)، مصنفہ ایچ وی ہڈسن، لندن، ۱۹۹۹ء
۲۳ تا ۲۶۔ ۱۴ اگست کو نواب بھوپال نے ماؤنٹ بیٹن کے مشورے پر دستبردار نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ نواب نے اپنے الحاق کی دستاویز اور علیٰ حالہ معاہدے بھی بھیج دیے جو ۲۵ اگست تک نہ کھولے جانے تھے اور نہ ہی اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کو دیے جانے تھے۔
۲۷۔ دیکھئے آئی او آر۔ آر/۳/۱/۱۳۹
۲۸۔ ۱۴ اگست کو ہندوستان سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کرنے کے بعد بھی مہاراجہ اندور پاکستان سے باہمی دلچسپی کے معاملات پر کھوج لگا رہے تھے۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۹۹، ۲۱۸، ۲۵۶، ۳۰۷، ۳۲۹ اور ۳۳۰۔ بعد ازاں یکم ستمبر کو مہاراجہ نے ماؤنٹ بیٹن کو ایک تار بھیجا کہ ان کے اور سردار پٹیل کے درمیان تمام معاملات تسلی بخش طریقے پر طے ہو گئے ہیں۔
۲۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۶
۳۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کا انیکس
۳۱۔ تقریبات کے پروگرام کیلئے دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۹۵
۳۲۔ ۱۳ اگست کو ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کابینہ کے اس مطالبے پر کہ پاکستان اڈاپٹیشن آرڈر میں ترمیم شدہ دفعہ ۹۳ شامل کی جائے لسٹوویل کا مشورہ طلب کیا۔ لسٹوویل نے دوسرے ہی دن اپنے جواب میں اس مطالبے کی قانونی حیثیت پر شبہ ظاہر کرتے ہوئے واضح کیا کہ کابینہ کیلئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کے اختیارات پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے مانگے جس کا اجلاس اس وقت ہو رہا ہے۔
۳۳۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۴۷
۳۴۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۷ کا انیکس۔ وائسرائے کے خطاب پر جناح کے جواب کیلئے دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۷
۳۵۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۷۴۔ درحقیقت وائسرائے کو دستور ساز اسمبلی کے صدر یعنی جناح کے دائیں جانب کرسی دی گئی تھی۔

۳۶۔ راستے کے پلان کے مطابق یہ فاصلہ ۲۰ منٹ میں طے ہونا تھا۔ وائسرائے گورنمنٹ ہاؤس سے گیارہ بج کر دس منٹ پر نکل کر دہلی کیلئے ساڑھے گیارہ بجے ہوائی جہاز میں سوار ہوئے۔

۳۷۔ ایس ایم احسن

۳۸۔ صاحبزادہ ایم یعقوب خان

۸.۲
فلسطین پر ہندوستانی نمائندے کی رپورٹ

۸.۲.۱
عبدالرّحمٰن بنام محمد علی جناح[1]

(اقتباس۔ خفیہ)

یو این ایس سی او پی،

ہوٹل میٹروپول، جنیوا۔ سوئٹزرلینڈ

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

جناب عالی!

مجھے اقوام متحدہ کی خصوصی کمیٹی برائے فلسطین میں ہندوستان کی نمائندگی کیلئے بھیجا گیا تھا۔ پہلے نیویارک میں اور پھر فلسطین میں، جہاں کمیٹی نے مختلف مقامات کے معائنے اور شہادتیں قلمبند کرنے میں پانچ ہفتے گزارے، ہم نے طے کیا کہ بحث مباحثے اور رپورٹ لکھنے کیلئے جنیوا جائیں گے۔ سوفار (بیروت) میں میرے کہنے پر کمیٹی نے عرب ممالک کو دعوت دی تھی کہ وہ اپنے نقطہ ہائے نظر کی وضاحت کریں۔ وہاں میرا شام، مصر، عراق، سعودی عرب، لبنان اور یمن کے متعدد وزارء سے رابطہ ہوا۔

مَیں نے پیش بندی کے طور پر اپنی تجاویز قلمبند کر کے ایک تشریحی خط کے ساتھ ایک سربمہر لفافے میں چیئرمین کے حوالے کر دی ہیں۔ اگر ہندوستان اقوامِ متحدہ کا بدستور رکن رہا تو اس کے وفد کو ان تجاویز میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار ہوگا وگرنہ کم از کم میری تجاویز سے عربوں کو جو

فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ تو ضائع نہیں ہوگا۔ اپنی رپورٹ[۲] (جو فی الحال خفیہ دستاویز ہے) کی نقل آپ کے ملاحظے کے لئے بھیج رہا ہوں۔

کمیٹی کے زیادہ تر ارکان یہودیوں کے حامی ہیں اور میری اور ان کی روزانہ کھٹ پٹ رہتی ہے۔ لیکن مجھے یہ امید بھی ہے کہ یوگوسلاویہ (جو روس کے زیرِ اثر ہے) وفاق کی تجویز پر اتفاق کر لے گا جو تقسیم سے کہیں بہتر حل ہے اور اس سے یہودیوں کی ایک علیحدہ ریاست قائم نہیں ہوگی جو آئندہ مشرقِ وسطیٰ کے امن کیلئے خطرہ بن سکتی ہے۔

اگرچہ آپ تقسیمِ ہند کے امور میں بے حد مصروف ہیں لیکن اس معاملے میں آپ کی رہنمائی کا شکر گذار ہوں گا۔

آخر میں آپ کے کارنامے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جو ابتدا میں ناممکن نظر آتا تھا اور دعا گو ہوں کہ آپ کی رہنمائی میں پاکستان خوشحال اور اپنے نام کے شایانِ شان ہو جائے۔

آپ کا فرمابردار خادم
عبدالرحمٰن[۳]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۶۷
۲۔ ملفوفہ
۳۔ ۱۹۴۳ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج اور ۱۹۴۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے۔

۸.۲.۱ کا ملفوفہ
اقوام متحدہ کی خصوصی کمیٹی برائے فلسطین کی تجاویز
منجانب جسٹس عبدالرحمٰن

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

حصہ اوّل۔ آزادی
الف۔ اصولوں کی روشنی میں

آزادی دنیا کی ہر قوم کا پیدائشی حق ہے اور پہلی جنگِ عظیم ختم ہونے سے پہلے ۴ جولائی ۱۹۱۸ء کو صدر ولسن نے اپنے خطاب میں مندرجہ ذیل اصول پیش کرتے ہوئے کہا کہ

یہ ''ان چار عظیم مقاصد میں سے ایک ہے جن کیلئے دنیا کی اتحادی اقوام جنگ کر رہی ہیں'':

''ہر مسئلے کا تصفیہ چاہے وہ رقبے کا ہو، خود مختاری کا ہو، معاشی بندوبست کا یا سیاسی تعلقات کا، متعلقہ لوگوں کی رضامندی سے ہونا چاہئے نہ کہ کسی اور ملک یا قوم کی مادی اغراض اور مفادات کی بنیاد پر جو اپنے اثر ورسوخ اور برتری کی خاطر کوئی دوسرا بندوبست چاہتے ہیں۔''

حق خودارادیت، جس پر لیگ آف نیشنز کے میثاق کے پہلے چار پیراگراف مبنی ہیں،[1] فیصلہ کن عنصر ہے اور اگر سامراجی عزائم کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے تو منطقی طور پر انتقالِ اقتدار کے عبوری انتظامات کے ساتھ فلسطین کو فوری طور پر ایک آزاد ریاست تسلیم کر لیا جانا چاہئے۔ ۲۵ فروری ۱۹۴۷ء کو برطانیہ کے وزیرِ خارجہ مسٹر بیون نے اعتراف کیا تھا کہ فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کا ثقافتی معیار دوسری عرب ریاستوں کے ہم پلّہ ہے۔ اب جب کہ مشرقِ وسطیٰ کی دوسری تولّیتی عرب ریاستوں میں خود مختار حکومتیں بن چکی ہیں فلسطین کے لوگوں کو خود مختاری دینے سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں فلسطین کو آزادی نہ دینے اور موجودہ صورتِ حال برقرار رہنے سے نہ صرف مشرقِ وسطیٰ کے امن کو خطرہ لاحق ہے بلکہ بڑی طاقتوں سے عالمِ عرب کے تعلقات بدستور کشیدہ رہیں گے۔

ب۔ عربوں سے کئے گئے وعدے

عربوں سے وقتاً فوقتاً آزادی کے واضح وعدے کئے گئے ہیں۔ مثلاً لارڈ کچنر (Kitchener) نے شریف مکہ حسین ابن علی (جو ۱۹۱۶ء میں شاہِ حجاز بنے) سے ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو یہ وعدہ کیا کہ تمام عربوں کو اپنی آزادی کی جدوجہد میں ہماری مدد حاصل ہو گی بشرطیکہ وہ ترکی سے جنگ میں انگلستان کا ساتھ دیں۔ اب جب کہ عربوں نے اپنے حصے کی کارروائی مکمل کر لی ہے، آزادی حاصل کرنا ان کا حق بنتا ہے۔ انگلستان کے لارڈ ہائی چانسلر لارڈ ماہم (Maugham) اور حکومتِ برطانیہ کے دوسرے نمائندوں نے تسلیم کیا کہ فلسطین اس علاقے میں شامل ہے جس کا شریف مکہ نے اپنے ۱۴ جولائی ۱۹۱۵ء کے خط میں دعویٰ کیا تھا اور ۱۹۱۸ء کے اینگلو

فرنچ[۲] اعلامیے یہ واضح ہے کہ ملک معظّم کی حکومت فلسطین کے عوام کی خواہشات اور مفادات کو مدِ نظر رکھے بغیر فلسطین کو تقسیم کرنے کی مجاز نہیں ہے۔"

بے شک عربوں نے درج ذیل برطانوی بیانات اور مراسلت سے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ ان سے غیر مشروط وعدہ کیا گیا ہے کہ جب ترکی کو شکست ہوگئی تو تمام عرب ممالک بمع فلسطین آزاد ہو جائیں گے:

۱۔ ۸ فروری ۱۹۱۸ء کو حکومتِ برطانیہ نے شاہ حجاز کو ایک خط لکھا:

"ترکی کا مقصد اتحادی طاقتوں اور ان عربوں کے درمیان شک کا بیج بونا ہے جو اعلیٰ حضرت کی قیادت اور رہنمائی میں اپنی گم گشتہ آزادی واپس لینے کی کوشش کر رہے ہیں اور عربوں کو یہ باور کرانا ہے کہ ان کے ممالک کے بارے میں اتحادی طاقتوں کی نیت خراب ہے.... ملک معظّم کی حکومت اور اس کے اتحادیوں کا مقصد جبر کی شکار اقوام کو آزادی دلانا ہے اور ان عرب عوام کی حمایت کرنا ہے جو عالمِ عرب میں سلطنتِ عثمانیہ کی ناانصافی کے بدلے قانون کی حکمرانی چاہتے ہیں۔ ملک معظّم کی حکومت عرب اقوام کی آزادی کے متعلق اپنے پہلے وعدوں کا اعادہ کرتی ہے اور اس پالیسی پر کاربند ہے کہ وہ ان لوگوں کو آزاد کرانے میں مدد دے گی جو ابھی تک جابروں کے زیرِ نگیں ہیں۔"

۲۔ اس کے بعد ۱۶ جون ۱۹۱۸ء کو حکومتِ برطانیہ نے یہ اعلان جاری کیا:

"ملک معظّم کی حکومت ان علاقوں میں رہنے والے عربوں کی مکمل آزادی اور خود مختاری کو تسلیم کرتی ہے اور آزادی کی جدوجہد میں ان کی حمایت کرتی ہے۔"

حصہ دوم۔ تولّیت اور اعلانِ بالفور (Balfour Declaration)

"نومبر ۱۹۱۷ء میں حکومتِ برطانیہ کی جانب سے جاری کردہ مشہور "اعلانِ بالفور" میں کہا گیا:

"ملک معظّم کی حکومت یہودی قوم کیلئے فلسطین میں ایک قومی وطن کے قیام کے حق میں ہے اور اس مقصد کے حصول کیلئے اپنی تمام تر کوششیں جاری رکھے گی لیکن فلسطین میں ایسا کوئی کام

نہیں کیا جائے گا جو غیر یہودی باشندوں کے مذہبی اور شہری حقوق کے خلاف ہو اور نہ ہی اس سے دوسرے ممالک میں رہنے والے یہودیوں کے موجودہ حقوق اور سیاسی حیثیت پر کوئی اثر پڑے گا۔"

اعلان کے مندرجہ بالا حصے میں یہودی ریاست بنانے میں مدد کیلئے قومی وطن کی اصطلاح گھڑی گئی ہے جسے مَیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں اور ۴ جنوری ۱۹۱۸ء کو کمانڈر ہوگارٹ (Hogarth) نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا جب وہ شاہ حسین کیلئے حکومتِ برطانیہ کا پیغام لے کر گئے تھے۔

اصل تصفیہ طلب مسائل یہ ہیں:

الف۔ کیا فلسطین کی عثمانی سلطنت سے علیحدگی سے پہلے حکومتِ برطانیہ کی جانب سے بالفور اعلان جاری کرنا جائز تھا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ برطانیہ نے یہودیوں سے کئے ہوئے وعدوں کے پیش نظر ہی تولّیت نامہ حاصل کیا تھا۔

ب۔ آیا یہ تولّیت نامہ درحقیقت لیگ آف نیشنز کے منشور سے مطابقت رکھتا ہے؟ اگر ان دو کے درمیان اختلاف ہے تو ان میں سے فوقیت کس کو حاصل ہوگی؟

ج۔ متولّی طاقت نے فلسطین کے عمومی انتظام اور خاص طور پر اس ملک میں یہودیوں کی باہر سے ہجرت کے بارے میں جو اقدامات کئے ہیں ان کی قانونی حیثیت کیا ہے؟

پہلی عالمی جنگ کے موقع پر جرمنی اور آسٹریا میں موجود ایک طاقتور صیہونی عنصر اتحادیوں سے مذاکرات کر رہا تھا اور چاہتا تھا کہ یہودیوں کو فلسطین میں چند مراعات دی جائیں تاکہ وہ محوری طاقتوں کے خلاف اتحادی فتح کی حمایت کریں۔ قدرتی طور پر برطانیہ بھی یہودیوں کی حمایت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس صیہونی گروہ نے جن کی رہنمائی دو با اثر افراد، معروف سرمایہ دار بیرن روتھس چائلڈ (Baron Rothschild) اور ممتاز سائنسدان ڈاکٹر وائزمین (Weizmann)، کر رہے تھے، وقت ضائع کئے بغیر فلسطین پر صیہونی دعوے کی پُرزور حمایت شروع کر دی۔ تاہم برطانوی

وزیرِ اعظم ایسکوئتھ (Asquith) نے ۱۳ جنوری ۱۹۱۵ء کو اپنی ڈائری میں لکھا:

''ہربرٹ سیموئیل نے اپنی جذباتی یادداشت میں مشورہ دیا ہے کہ ترکوں کی ایشیائی سلطنت کے حصے بخرے کرتے وقت ہمیں چاہیے کہ فلسطین پر قبضہ کرلیں جہاں دنیا کے تمام حصوں میں بکھرے ہوئے یہودی جمع ہوکر اپنی حکومت قائم کرسکیں۔''

خود برطانیہ میں یہودیوں کی کثیر تعداد اس تجویز کے خلاف تھی۔ وہ لوگ سیاسی صیہونیت اور اس پر مبنی قومیت سے خائف تھے اور انہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ اپنے ہی ملک میں اجنبی نہ بن جائیں۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۷ء کو ''ٹائمز'' اخبار میں ایک بیان شائع ہوا جس پر بورڈ آف ڈپٹیز آف برٹش جیوز (Board of Deputies of British Jews) کے صدر ڈیوڈ الیگزانڈر (David Alexander) اور اینگلو یہودی (Anglo-Jewish) ایسوسی ایشن کے صدر کلاڈ جی مانٹی فیوری (Claude G. Montefiore) کے دستخط تھے جس میں انہوں نے کہا کہ فلسطین کو ایک ایسا روحانی مرکز بنایا جائے جہاں یہودیوں کی تخلیقی قوت اپنے خطوط پر نشوونما پا سکے۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے سیاسی صیہونیت کے اس نظریے پر سخت اعتراض کیا کہ فلسطین میں یہودی نوآبادیوں کو سیاسی طور پر ایک قومی وحدت تسلیم کیا جائے اور ان آبادکاروں کو سیاسی حقوق اور معاشی ترجیحات کی بنیاد پر خاص رعایتیں دی جائیں۔ ان کے خیال میں فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کے نتیجے میں باقی دنیا میں یہودی اپنے ہی ملک میں اجنبی ٹھہریں گے اور اس مقام سے جو انہوں نے بڑی محنت سے حاصل کیا ہے محروم ہوجائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی برطانیہ کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ اتحادی ممالک کے یہودیوں کی روس سے عداوت میں تخفیف کرائی جائے۔ فلسطین یا اس کے ایک حصے کو اپنے قبضے میں رکھنے کا سامراجی مقصد یہ بھی تھا کہ اسے مصر میں برطانوی اقتدار کی پشت پناہی کیلئے استعمال کیا جائے اور ہندوستان سمیت مشرق کو جانے والے خشکی کے راستے کو محفوظ کردیا جائے۔

میرے خیال میں مذکورہ بالا اسباب کی بناء پر اعلان بالفور کیا گیا گو طویل مدّت تک

اس کے متن پر یہودیوں اور حکومتِ برطانیہ کے درمیان گفت وشنید ہوتی رہی۔

بہرحال اعلان میں یہودیوں سے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا کہ وہ فلسطین میں اپنی ایک ریاست بنالیں اور باہر سے یہودی لاکر یا دوسرے ہتھکنڈوں سے وہاں کی عرب اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کردیں۔ درحقیقت اعلان میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ''کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جائے جس سے فلسطین کی غیر یہودی اقوام کے شہری اور مذہبی حقوق کو نقصان پہنچے۔'' یہ اہم استثناء عربوں سے کئے گئے وعدوں کی بناء پر مبنی تھا۔ ڈاکٹر وائزمین نے یکم مارچ ۱۹۱۸ء کو ''ٹائمز'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا ''یہودی قومی وطن قائم کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ فلسطین میں ہم یہودیوں کی بڑی تعداد بسا سکیں تاکہ یہ ملک جتنی جلد ممکن ہوسکے اتنا ہی یہودی بن جائے جتنا انگلستان انگریز ہے۔'' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر ونسٹن چرچل نے، جو یہودیوں کے دوست ہیں، کہا ''ملک معظّم کی حکومت ان توقعات کو ناقابلِ عمل سمجھتی ہے اور اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔''

جب ترکی جنگ میں جرمنی کے ساتھ شامل ہوگیا اور خلیفہ[۳] نے جہاد کا اعلان کردیا تو حکومتِ برطانیہ کیلئے اپنی قلمرو میں مسلمانوں کی بغاوت کا تدارک لازمی ہوگیا۔ اس سلسلے میں جو مراسلت ہوئی اس کا واضح نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ دوسرے عرب ممالک کے ساتھ موجودہ فلسطین کو بھی آزادی دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ان وعدوں کے پیشِ نظر قانونی اور اخلاقی طور پر بالفور اعلان کا کوئی جواز نہیں۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد اتحادی طاقتوں نے ازخود ان اصولوں کا منشور بنایا جس کے تحت ترکی کے سابقہ علاقوں بمع فلسطین میں آئندہ نظم ونسق چلایا جائے گا۔ عرب ممالک کا دعویٰ ہے کہ بالفور اعلان منشور کی دفعات سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ:

الف۔ متولّی کے انتخاب میں فلسطین کے عربوں سے مشورہ نہیں لیا گیا

ب۔ سین ریمو سے جاری کردہ تولّیت نامے کی دفعات نہ صرف خودارادیت کے بنیادی اصول سے ٹکراتی ہیں بلکہ منشور کی دفعہ ۲۲ کے خلاف بھی ہیں۔

صیہونیوں نے جو کامیابیاں حاصل کیں انہیں ذہن میں رکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہیں ہو

گا کہ ان کا ارادہ شروع ہی سے یہ تھا کہ فلسطین میں سیاسی اقتدار حاصل کریں اور عربوں اور حکومتِ برطانیہ کی مخالفت سے بچنے کیلئے انہوں نے اس وقت اس کا مطالبہ نہیں کیا۔

صدر ولسن نے ترک علاقوں میں تولّیت کا جائزہ لینے کیلئے ایک کمیشن مقرر کیا جو اس نتیجے پر پہنچا کہ صیہونیوں کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین سے غیر یہودی باشندوں کو مکمل طور پر بے دخل کر دیا جائے۔ ان کی تجویز تھی کہ ''یہودیوں کی باہر سے ہجرت محدود کر دی جائے اور فلسطین کو خالصتاً یہودی دولتِ مشترکہ بنانے کا منصوبہ ترک کر دیا جائے۔'' اپنی رپورٹ میں انہوں نے خبردار کیا تھا کہ فلسطین اور شام میں صیہونیوں کے خلاف ''شدید جذبات پائے جاتے ہیں جنہیں آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا'' اور یہ کہ ''متعلقہ عوام کی خواہشات کے مطابق یہ تولّیت امریکہ کو ملنی چاہئے'' اس کمیشن کی رپورٹ پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور فلسطین کی تولّیت برطانیہ کے سپرد کر دی گئی۔

متولّی طاقت نے یکم جولائی ۱۹۲۰ء سے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ساتھ ہی دنیا کے تمام حصوں سے یہودیوں کو، جن میں سے اکثر مغربی تمدن اور طرزِ زندگی میں پلے بڑھے تھے، فلسطین آنے کی اجازت دے دی جو ایک مشرقِ وسطیٰ کا ایشیائی تمدن والا ملک تھا اور دنیا کے تین عظیم مذاہب کا مرکز تھا۔ دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے یہودیوں اور فلسطینی یہودیوں کے درمیان سوائے مذہب کے اور کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ یورپ سے لائے گئے بیشتر یہودی آریائی نسل سے ہیں اس لئے صیہونیوں سے ناپسندیدگی کو سامی نسل کے خلاف تعصّب قرار دینا خلافِ حقیقت ہے۔ عالمِ عرب میں یہودی بغیر کسی پریشانی کے چین سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ گڑبڑ اس وقت شروع ہوئی جب ان میں سے کچھ سیاسی اقتدار کے حصول اور فلسطین کے ایک حصے میں یہودی ریاست بنانے کیلئے ایک جارح صیہونی گروہ میں تبدیل ہو گئے۔

برطانوی رائل کمیشن[۴] نے اپنی رپورٹ میں ۱۹۳۶ء کے ہنگامے اور اس سے پہلے کے فسادات کیلئے حسبِ ذیل اسباب کا ذکر کیا ہے:

۱۔ قومی آزادی کیلئے عربوں کی آرزو

۲۔ یہودی قومی وطن کے قیام کا خوف اور اس سے ان کی نفرت

رائل کمیشن کے مطابق یہودی قومی وطن کے نظریے کی ترویج سے عرب سیاسی اور معاشی طور پر یہودیوں کے دست نگر بن جائیں گے اور اس کے باعث جب تولّیت ختم ہوگی اور فلسطین آزاد ہو جائے گا تو یہ عربوں کیلئے آزادی نہیں ہوگی بلکہ یہودی اکثریت کی خودمختار حکومت ہوگی۔

حکومتِ برطانیہ نے اپنے موقف کی توضیح کیلئے ۱۹۲۹ء میں پہلا اور ۱۹۳۹ء میں دوسرا قرطاسِ ابیض جاری کیا۔ ۱۹۳۹ء کا قرطاس ابیض انتہائی اہم دستاویز ہے کیونکہ اس میں ۱۹۲۰ء سے فلسطین میں ہونے والے واقعات کے پیشِ نظر برطانوی پالیسی کی وضاحت اور بالفور اعلان کی مستند تشریح کی گئی ہے۔ یہودیوں نے اس قرطاس کی شدید مذمّت کی لیکن اس کو برطانوی پارلیمان نے منظور کرلیا۔ بہرحال اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ جب سے فلسطین کا انتظام برطانیہ کے ہاتھ آیا یہودیوں کی آبادی دس گنا زیادہ ہوگئی۔ گویا جس قومی وطن کا وعدہ بالفور اعلان اور تولّیت نامے میں کیا گیا تھا وہ عملاً وجود میں آرہا تھا۔

۱۹۳۹ء کے قرطاس ابیض کے بعد یہودیوں نے دہشت گردی شروع کردی اور کثیر تعداد میں باہر سے مزید یہودیوں کو بلانے لگے۔ دوسری عالمی جنگ چھڑنے کے بعد بھی محدود پیمانے پر یہودیوں کی غیر قانونی ہجرت اور دہشت گردی جاری رہی جس میں جنگ کے اختتام پر تیزی آگئی جواب تک جاری ہے۔ ان سب واقعات کے باوجود تولیتی طاقت نے ہر سال ۱۵۰۰۰ مہاجرین کے داخلے کی اجازت دیدی اگرچہ وہ پانچ سال کی مدت اور ۷۵۰۰۰ مہاجرین کا کوٹہ جن کا ذکر قرطاسِ ابیض میں کیا گیا تھا، پورے ہو چکے تھے۔

جرمنی کی یہود دشمنی اور جنگ کے دوران یہودیوں پر وحشیانہ مظالم اور ان کے قتلِ عام کو جواز بنا کر صیہونیوں نے فلسطین میں سیاسی حقوق کیلئے شور مچانا شروع کردیا اور ان یہودیوں کو بھی ہم خیال بنالیا جو پہلے ایک یہودی ریاست کے حق میں نہیں تھے۔ اس کے نتیجے میں مسلمان اور عیسائی عرب متحد ہو کر ان کی مزاحمت کیلئے تیار ہو گئے۔ جب صیہونیوں نے منظّم پروپیگنڈے کے ذریعے تولّیتی طاقت اور امریکہ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تو حکومتِ برطانیہ نے اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ وہ فلسطین کے مسئلے پر غور کرے۔

۱۹۳۹ء میں قرطاسِ ابیض جاری ہونے تک سینکڑوں عرب قتل کئے گئے، بے شمار گھر مسمار ہوئے اور ہزاروں عربوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ عربوں کیلئے یہ ایک خوف و دہشت اور بے سکونی کا دور تھا۔ اس عرصے میں یہودیوں نے تولیتی طاقت کی حمایت سے اپنی پوزیشن اور مضبوط کر لی اور اس کثیر سرمائے کو، جو ساری دنیا اور خاص طور پر امریکہ کے یہودی بطور امداد بھیج رہے تھے، صنعتوں کے قیام اور ان زمینوں کو آباد کرنے پر خرچ کیا جو مفلس عربوں سے اونے پونے داموں حاصل کی گئی تھیں۔

متولّی طاقت نے پچھلے ستائیس سالوں میں ملک کے اصلی باشندوں کی فلاح کیلئے کوئی خاص کام نہیں کیا جو اس کا فرض تھا۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا تو ذکر ہی کیا ابتدائی تعلیم کو بھی نظر انداز کر دیا گیا اور تیس سال گزرنے کے بعد بھی ہزاروں عرب لڑکے تعلیم سے محروم ہیں۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر جو سوالات ابتداء میں اٹھائے گئے تھے ان کے جوابات حسب ذیل ہونے چاہئیں:

الف۔ یہ کہ بالفور اعلان نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔

ب۔ یہ کہ تولّیت نامہ لیگ آف نیشنز کے منشور سے متصادم ہے۔

ج۔ فاتح اقوام کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ فلسطین کے باشندوں کی رضامندی کے بغیر ان پر ایک تولّیت مسلّط کر دیتے۔

حصہ دوم کا ملفوفہ

تھیوڈور ہرزل (Theodore Herzl) بنام ایم یوسف ضیاء الخالدی

وین وہارنگ،

کارل لڈوگ اسٹارس ۵۰

۱۹ مارچ ۱۸۹۹ء

جنابِ عالی!

مسٹر زیڈک کاہن (Zadok Kahn) کے نام خط میں آپ نے یہودیوں کے ساتھ

دوستی کے جن جذبات کا اظہار کیا ہے مَیں اس کے لئے آپ کا احسان مند ہوں۔ جس دن سے سلطان سلیم نے اسپین کے مظلوم یہودیوں کیلئے اپنی سلطنت کے دروازے کھول دیے تھے اسی دن سے یہودی ترکی کے بہترین دوست ہیں اور یہ دوستی محض لفظی نہیں بلکہ ہم عملی طور پر مسلمانوں کی مدد کیلئے تیار ہیں۔

صیہونی تحریک کو، جس کا مَیں ایک حقیر خادم ہوں، حکومتِ عثمانیہ سے کسی قسم کی عداوت نہیں بلکہ یہ اس کیلئے نئے وسائل پیدا کرنے پر غور کر رہی ہے۔ اگر یہودی پناہ گزینوں کو آنے کی اجازت دی جائے تو وہ اپنی ذکاوت، مالیاتی مہم جوئی اور وسائل سے پورے ملک کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ راہبِ اعظم سے اپنے خط میں آپ نے خوب کہا کہ ''یہودیوں کی پشت پر نہ تو کوئی جنگی طاقت ہے اور نہ وہ خود جنگجو ہیں۔'' واقعی وہ مکمل طور پر امن پسند ہیں بشرطیکہ انہیں امن سے رہنے دیا جائے۔ لہٰذا ان کی باہر سے ہجرت پر کسی قسم کا خوف نہ کیا جائے۔

مقدّس مقامات کا مسئلہ

یہ مقدّس مقامات مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح تمام عالم کیلئے مقدّس رہیں گے اور عالمی امن کیلئے برادرانہ اتحاد کی علامت ہوں گے۔

ہم فلسطین سے غیر یہودی آبادی کو نکالنے کا سوچ بھی نہیں سکتے بلکہ ان کی خوشحالی اور دولت میں یہودی سرمائے کی آمد سے اضافہ ہی ہوگا۔ کون سا فلسطینی عرب اس بات پر ناراض ہوگا کہ چند مہینوں میں اس کی اراضی کی قیمت پانچ سے دس گنا زیادہ ہو جائے؟ مقامی باشندوں کو اچھے ہموطن اور سلطان کو وفادار اور شریف رعایا مل جائے گی جو ان علاقوں کو جو ان کا تاریخی وطن ہے ترقی دے گی۔

جو اس صورتِ حال کو اس تناظر میں دیکھے گا وہ صیہونیت کا بھی ویسا ہی دوست بن جائے گا جیسا وہ ترکی کا ہے۔

آپ نے مسٹر زیڈک کاہن سے کہا ہے کہ یہودیوں کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ کہیں اور چلے جائیں۔ گویا ترکی کو یہ اندازہ ہی نہیں کہ ہماری تحریک سے اس کو کتنے فائدے پہنچ سکتے

ہیں۔ ہم نے اپنے نصب العین کی وضاحت علانیہ طور پر خلوصِ دل سے اور وفاداری سے کر دی ہے۔ مَیں نے سلطانِ معظّم کو کچھ عمومی تجاویز پیش کی ہیں اور امید ہے کہ ان کا ذہنِ رسا ہمارے نقطۂ نظر کو اصولی طور پر قبول کر لے گا۔ اگر انہوں نے قبول نہ کیا تو ہم ضرور کوئی اور جگہ تلاش کر لیں گے لیکن ترکی اپنے مالیاتی احیائے نو اور معاشی قوت کی بازیابی کا آخری موقع گنوا بیٹھے گا۔

یہ ترکوں کا ایک پُر خلوص دوست ہے جو آپ سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ جناب میری تعظیم قبول فرمائیں۔

ڈاکٹر تھیوڈور ہرزل

یوسف ضیاء الخالدی

خدیویل ہوٹل، پیرا۔ قسطنطنیہ

حصہ سوم۔ طرزِ حکومت

اب مَیں سب سے اہم سوال پر پہنچ رہا ہوں کہ فلسطین میں آئندہ کس طرز کی حکومت ہونی چاہئے۔ اس کیلئے عربوں اور یہودیوں کے مطالبات کا ایک مختصر جائزہ ضروری ہے۔

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ پورے فلسطین پر یا اس کے بڑے رقبے پر ایک یہودی ریاست قائم ہونی چاہئے۔ اس کے لئے ان کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

الف۔ فلسطین سے انکا تاریخی تعلق

ب۔ ان کے مذہب میں فلسطین کی اہمیت

ج۔ کثیر سرمائے سے فلسطین کی معاشی خوشحالی میں ان کا کردار

د۔ یہودیوں کی بے وطنی

ہ۔ بالفور اعلان میں کئے گئے وعدے جنہیں بعد میں تولّیت نامے میں شامل کیا گیا

و۔ پوری دنیا میں یہودیوں پر ظلم و ستم اور دوسری عالمی جنگ کے دوران ہٹلر کے ہاتھوں ان کا قتلِ عام

فلسطین یا ارضِ اسرائیلؑ سے یہودیوں کا تاریخی رابطہ ۱۴۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوا جب

حضرت ابراہیمؑ کا قبیلہ وادیٔ فرات کے شہر اُر (Ur) سے ہجرت کر کے فلسطین میں آباد ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی آل میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی حکومت فلسطین کے ایک چھوٹے حصے پر قائم تھی لیکن اس کے بعد لمبے عرصے تک یہودی روم، بابل اور اَشور کے محکوم رہے۔ عہدِ عیسوی کے شروع ہی میں یہودیوں کو اس ملک سے نکال دیا گیا تھا۔ اب دو ہزار سال بعد اس ملک پر ان کا دعویٰ قطعی بے بنیاد ہے چاہے انہیں اپنے پیغمبروں کے علاقے سے کتنا ہی مذہبی لگاؤ کیوں نہ ہو۔ اس طرح تو مسلمان بھی اسپین پر دعویٰ کر سکتے ہیں جہاں انہوں نے اس سے زیادہ طویل عرصے تک حکومت کی تھی جتنا عرصہ یہودیوں نے فلسطین کے ایک حصے پر کی۔

بہر حال جس ملک سے ان کے آباواجداد کو نکالا گیا وہاں ان کی واپسی کے دعوے میں وہ لوگ شریک نہیں ہو سکتے جو بعد میں یہودی ہوئے۔ جیسے مشرقی یورپ کے خزار (Khazars) جنہوں نے ۶۹۰ عیسوی میں بطور قوم یہودی مذہب اختیار کیا۔

مَیں مذہبی اہمیت کے بارے میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہودیوں کے نبیوں کو عیسائی اور مسلمان بھی اپنا نبی مانتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو ایک نبی مانتے ہیں۔ یہودیوں کیلئے یہ ملک حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اسحاقؑ وغیرہ کی وجہ سے مقدّس ہے تو عیسائیوں اور مسلمانوں کیلئے بھی انہیں کی نسبت سے اتنا ہی مقدّس ہے اور جس علاقے میں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے پلے بڑھے وہ مسلمانوں کیلئے بھی مقدّس ہے گو کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو نبی نہیں مانتے۔

محض اس بناء پر کہ ۱۹۲۰ء کے بعد پوری دنیا سے یہودیوں کو فلسطین آنے کی اجازت دے دی گئی اور انہوں نے فلسطین کے ایک حصے کی ترقی پر کثیر رقم خرچ کی ہے انہیں سیاسی حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص کرائے کے گھر یا زمین کی بہتری پر کچھ رقم صرف کرے تو وہ اس کا مالک بھی بن جائے گا۔ فلسطین میں تو یہ سرمایہ عربوں کے احتجاج کے باوجود لگایا جا رہا تھا اور اس کا اصلی مقصد یہودیوں کی بڑی تعداد کو باہر سے لا کر بسانا تھا تا کہ اسے ایک یہودی ریاست بنایا جا سکے۔ چند عارضی فوائد کے عوض عربوں کو پورے ملک سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

اس دلیل میں کہ یہودیوں کو اس لئے ایک ملک کی ضرورت ہے کیونکہ وہ بے خانماں ہیں اور ان کا کوئی اپنا ملک نہیں، کوئی وزن نہیں۔ کیا وہ اس دلیل کے تحت نیویارک کی ریاست مانگ سکتے ہیں جہاں ان کی آبادی تیس لاکھ ہے یا پھر انگلستان کا کوئی حصہ؟ لیکن متولّی طاقت کی مدد سے یہودی، جو کہ نہ تو ایک قوم ہیں اور نہ ایک نسل، پورے فلسطین یا اس کے ایک حصے کو یہودی ریاست بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ چونکہ وہ فی الحال اقلیت میں ہیں اس لئے اقوام متحدہ کی مدد چاہتے ہیں تا کہ باہر سے ہجرت کے ذریعے پہلے انہیں اکثریت بننے دیا جائے اور پھر ان پر خود ارادیت کے اصول کا اطلاق کیا جائے۔ یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ ہٹلر نے یہودیوں پر بہت ظلم ڈھائے تھے لیکن ان سے ہمدردی کا ایک یہی طریقہ نہیں کہ انہیں فلسطین میں کھپا دیا جائے۔

دوسری جانب عربوں کا یہ بنیادی دعویٰ ہے کہ وہ ان باشندوں کی اولاد ہیں جو فلسطین میں حضرت ابراہیمؑ کی آمد سے پہلے موجود تھے اور یہ کہ ساتویں صدی میں اسلامی فتوحات کے بعد بھی فاتحین فلسطین کے باشندوں کی زبان، تمدن اور مذہب تبدیل کرنے میں تو کامیاب رہے لیکن وہ خود بھی مقامی باشندوں میں ضم ہو گئے۔ سولہویں صدی کے وسط میں ترکوں نے یہ ملک فتح کر لیا پھر بھی مقامی باشندے حکومت چلانے میں حصہ لیتے رہے۔

خود ارادیت کے مسلّمہ بین الاقوامی اصول کے مطابق، جو اقوام متحدہ کے منشور کا کلیدی حصہ ہے، لازم ہے کہ ہر ملک کے امور اس کے باشندوں کی مرضی سے چلائے جائیں۔ اس اصول کے پیشِ نظر فلسطین پر عربوں کے دعوے کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

یہودی ایجنسی کا مطالبہ ہے کہ پورے فلسطین پر یہودی ریاست قائم ہو جبکہ ڈاکٹر وائزمین (Weizmann) نے ہمارے سامنے اپنی شہادت میں کہا تھا کہ تقسیم اس کا بہترین حل ہے دوسری جانب ڈاکٹر میگنیس (Magnes) نے دوقومی ریاست کا مطالبہ کیا ہے جس میں عربوں اور یہودیوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں حالانکہ یہودیوں کی تعداد اس وقت کُل آبادی کا ایک تہائی حصہ ہے۔ بہر حال مختلف نقطۂ ہائے نظر کے یہودی اس بات پر مُصر ہیں کہ فلسطین میں یہودی مہاجرین کو بلا روک ٹوک آنے کی اجازت دی جائے۔ ہزاروں یہودیوں نے انفرادی

طور پر یروشلم میں مختلف قونصل خانوں میں نقل مکانی کی درخواستیں دے رکھیں ہیں۔
مسٹر سومر فیلٹ (Sommerfelt) نے ہمارے سامنے اعتراف کیا کہ یہودی تنظیم بے خانماں یہودیوں کے کیمپوں میں فلسطین جانے کے لئے پروپیگنڈا کر رہی ہے۔ان مہاجرین کی آمد، کفالت اور بحالی پر یہودی تنظیم کثیر رقم خرچ کرتی ہے جس کیلئے امریکہ اور دوسرے ممالک سے افراط چندہ آتا ہے۔

ہماری کمیٹی کے سامنے وفاق کی تجویز بھی رکھی گئی جس کے مطابق مختلف اختیارات اور تصرّفات مرکز اور خود کفالتی اضلاع میں بانٹ دیے جائیں گے۔

دوسری طرف عرب ممالک اس پر زور دے رہے تھے کہ موجودہ آبادی کی بنیاد پر، اور ان یہودیوں سمیت جنہیں فلسطین کی شہریت حاصل ہے، فلسطین میں ایک وحدانی طرز کی ریاست بنائی جائے۔

عربوں نے فلسطین میں مزید یہودیوں کی آمد کو روکنے پر زور دیا اور حکومتِ برطانیہ اور اقوام متحدہ پر اعتراض کیا کہ وہ مقامی باشندوں کی مرضی کے خلاف یہودی پناہ گزینوں کو آنے دے رہے ہیں جس کا مقصد عربوں کو اپنے ملک سے محروم کرنا ہے۔

دوقومی حل جمہوریت کے بنیادی اصول کے خلاف ہے کیونکہ ڈاکٹر میگنیس نے اس کی بنیاد حکومت کے تمام اداروں میں عربوں اور یہودیوں کی مساوی نمائندگی پر رکھی تھی اور ملک کی موجودہ آبادی میں عربوں کی اکثریت کو نظر انداز کر دیا تھا۔

وفاقی انتظامیہ کا مطلب یہ ہے کہ ملک کو کثیر تعداد میں عربوں اور یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے تقریباً ۲۰۰ اضلاع میں بانٹ دیا جائے جہاں انہیں اپنے انتظام کا اختیار ہوگا۔

تقسیم کی تجویز رائل کمیشن نے دی تھی لیکن اسے وڈہیڈ پارٹیشن کمیشن (Woodhead Partition Commission) نے اور خود حکومتِ برطانیہ نے ناقابلِ عمل کہہ کر مسترد کر دیا تھا۔ حسب ذیل وجوہات کی بناء پر مَیں تقسیم کو ایک معقول حل نہیں سمجھتا:

الف۔ دو قابلِ عمل ریاستیں قائم کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

ب۔ یہودی ریاست میں بھی ایک بڑی عرب اقلیت موجود ہوگی۔ غیر مطمئن عربوں کی اتنی بڑی تعداد سے ایسے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں جن کی موجودگی میں ملک کی حکومت چلانا ناممکن ہوگا۔

ج۔ فلسطین اس قدر چھوٹا ملک ہے کہ وہ دو حکومتوں کے انتظامی اخراجات کا بار نہیں اٹھا سکتا۔

د۔ یہودی ریاست مخالف عرب ممالک سے گھری ہوگی جن سے ہمیشہ جنگ کا خطرہ رہے گا۔

ہ۔ چونکہ عربوں اور یہودیوں کے درمیان کسی تعاون کی امید نہیں لہٰذا عرب ملکوں کے بائیکاٹ میں مزید سختی کا احتمال ہے۔ یہودی ریاست کو اپنی درآمد برآمد کیلئے دور دراز کے ملکوں سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔

و۔ تقسیم سے دوسرے ممالک میں یہودیوں کی موجودہ شہریت ختم ہو جائے گی اسی لئے کئی بااثر یہودی مثلاً مسٹر مان ٹیگو اور عام یہودیوں کی کثیر تعداد اس کے خلاف ہے۔

ز۔ خودارادیت کا حق پورے ملک کو بحیثیت مجموعی دیا گیا ہے لہٰذا تقسیم کا منصوبہ اس اصول کے منافی ہے۔

اب وحدانی اور وفاقی ریاست میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ہے۔

میرے خیال میں عربوں کے حق خودارادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اکثریت کو اپنی حکومت بنانے سے منع کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اقلیت کے مذہبی، لسانی، تعلیمی اور تہذیبی حقوق کی ایک مستحکم دستور کے ذریعے مکمل حفاظت ہونی چاہئے۔ جب دستور کے ذریعے حقوق کی حفاظت ہو جائے گی تو یہودیوں کو یہ خوف نہیں ہونا چاہئے کہ اکثریت ان کے ساتھ ناروا سلوک کرے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فلسطین کے اکثر حصے تین عظیم مذاہب کے کروڑوں ماننے والوں کیلئے بہت کشش رکھتے ہیں۔ مثلاً دیوارِ گریہ، مقدّس روضہ، کوہِ زیتون، حرم الشریف اور

مسجدِ اقصیٰ — توقع ہے کہ کوئی بھی فلسطینی ریاست مختلف مذاہب کے افراد کو اپنے مذہبی حقوق اور مقدّس عمارتوں میں مذہبی رسومات ادا کرنے سے نہیں روکے گی اور ان وجوہات کی بناء پر یروشلم، بیت اللحم، الخلیل، گلیلی (Galilee) وغیرہ کو علیحدہ کر دینا ضروری نہیں۔ مقدّس مقامات کو دستور میں تحفّظ دینا ہوگا۔

میری رائے میں اب سیاسی وجوہات کی بناء پر باہر سے یہودیوں کی ہجرت بند ہو جانی چاہیے اور آئندہ داخلے کی اجازت صرف ان درخواست گزاروں کو ملنی چاہئے جو مذہبی اعتقاد یا خاندانی وجوہات کی بناء پر فلسطین میں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ اجازت دینے کیلئے ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں ایک تہائی عرب، ایک تہائی یہودی اور ایک تہائی اقوام متحدہ کے نمائندے شامل ہوں۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر ایک وحدانی ریاست نہ صرف اصولی طور پر ایک صحیح حل ہے بلکہ اس سے دونوں اقوام کے درمیان تعاون کی فضا پیدا ہوگی۔

حصہ چہارم۔ عبوری دور کیلئے تجویز

میری اطلاع کے مطابق ڈیڑھ لاکھ کے قریب بے خانماں یہودی ابھی یورپ کے مختلف حصوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ان کیلئے مناسب ٹھکانے تلاش کرنا صرف فلسطین ہی کا کام نہیں بلکہ پوری دنیا کا فرض ہے۔ اقوامِ متحدہ کو چاہئے کہ وہ پوری دنیا سے اپیل کرے کہ جتنی جلدی ہو سکے ان لوگوں کیلئے مناسب ٹھکانوں کا انتظام کیا جائے۔

حصہ پنجم: ماحصل

مندرجہ بالا معروضات کے پیشِ نظر مَیں حسبِ ذیل تجاویز پیش کر رہا ہوں:

۱۔ پورے فلسطین کو آزادی عطا ہونی چاہئے اور اس کا اعلان بھی فوراً ہو جانا چاہئے۔

۲۔ توّلیت نامہ ختم کر دینا چاہئے۔

۳۔ فلسطین کی ایک ایسی ریاست قائم کی جائے جس کے دونوں قانون ساز ایوانوں میں عربوں کی دو تہائی اور یہودیوں کی ایک تہائی رکنیت ہو۔

۴۔یہودیوں کے گروہی،ثقافتی،لسانی اور مذہبی حقوق کو دستور کے ذریعے تحفّظ دیا جائے۔
۵۔تمام مقدّس مقامات کی مکمل حفاظت ہونی چاہئے اور اس مقصد کیلئے بورڈ تشکیل دینے چاہئیں۔
۶۔باہر سے ہجرت کا سلسلہ ختم ہو جانا چاہئے اور جب نئی حکومت قائم ہو تو اسے چاہیے کہ وہ آئندہ داخلے کے ضابطے بنائے۔
۷۔تین سال کیلئے فلسطین ایک ٹرسٹی کی امانت میں رہے جس کے دوران فلسطینیوں کو اپنے ملک کی باگ ڈور سنبھالنے اور حکومت قائم کرنے کیلئے تیار کیا جائے۔

۱۔اس پر جون ۱۹۱۹ء میں دستخط ہوئے تھے۔اس میں سابقہ سلطنت عثمانیہ (ترکی) کے عرب صوبوں کی عارضی آزادی کو تسلیم کیا گیا تھا جو ایک تولیتی طاقت کے ذریعے حاصل ہو جسے متعلقہ اقوام کی خواہشات پر منتخب کیا جائے گا۔
۲۔اس میں یہ وعدہ شامل تھا کہ شام اور عراق آزاد اور خودمختار ریاستیں بن جائیں گی۔
۳۔جناح پیپرز کے انگریزی نسخے میں مذکورہ ''رپورٹ'' ترکی کے ''بابِ عالی'' کی رپورٹ کا ترجمہ ہے۔
۴۔۷ اگست ۱۹۳۶ء کو تقرر ہوا اور جولائی ۱۹۳۷ء میں اس کی تحقیقات شائع ہوئیں جس میں دیگر امور کے ساتھ فلسطین کی تقسیم اور مجوزہ یہودی ریاست سے عربوں کی بالجبر منتقلی کا مشورہ دیا گیا تھا۔
۵۔یہ دوسرا قرطاسِ ابیض تھا جو ۱۷ مئی ۱۹۳۹ء کو جاری کیا گیا۔
۶۔یہ وہی رائل کمیشن ہے جس کا ذکر نوٹ نمبر ۴ میں آ چکا ہے۔
۷۔فلسطین کا عبرانی نام

۸.۳
نمائندہ کولیئرز ویکلی سے محمد علی جناح کا انٹرویو
۸.۳.۱
ایف امین کا نوٹ[1]

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

رسالہ ''کولیئرز ویکلی''[2] (Collier's Weekly) کے مسٹر ویلڈن جیمز کو ایک خصوصی

انٹرویو دیتے ہوئے قائداعظم نے مندرجہ ذیل نکات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا:

پاکستان کے مستقبل کے امکانات

''ہمیں امید ہے کہ ہم بتدریج اسلامی تعلیمات کے مطابق انسانی مساوات پر مبنی ایک ترقی پسند اور جمہوری نظامِ حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور عالمی امن کے قیام کیلئے بھی کام کریں گے۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں، پاکستان تمام شہریوں یعنی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ مساوی اور منصفانہ سلوک کا ضامن ہے۔ انہیں عبادت، اظہارِ خیال اور اجتماع کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔

ہم نے لازمی ابتدائی تعلیم کا اہتمام کر لیا ہے اور یہ ہمارے اہم مقاصد میں سے ہے کہ ملک میں تعلیمی سہولتوں میں اضافہ کیا جائے، مزید اسکول اور یونیورسٹیاں قائم کی جائیں جو سب کے لئے ہوں، جس قدر جلد ہو سکے اپنے تقریباً ۹۰ فیصد عوام کی ناخواندگی کو ختم کیا جائے اور دستکاروں، سائنس دانوں، تاجروں، ڈاکٹروں اور سرکاری عہدیداروں کو بہترین تربیت کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

پاکستان میں عورتوں کی حیثیت

قانون کے مطابق عورتوں کی حیثیت پہلے سے ہی مردوں کے برابر ہے۔ توقع کی جاسکتی ہے کہ شہری معاملات اور روزگار کے شعبوں میں ان کی شرکت میں اضافہ ہوتا جائے گا اور پردہ، جو قرآن کی تعلیم پر نہیں بلکہ رواج پر مبنی ہے، بتدریج ختم ہو جائے گا۔ قدیم زمانے میں یہ ایک مفید احتیاط تھی کیونکہ ماضی کے استبدادی دور میں ایک بادشاہ یا سردار کسی حسین عورت کو اپنے تصرّف میں لاسکتا تھا اور اپنی عورتوں کو چھپا کر رکھنا ہی عقلمندی تھی۔ کئی رواج اپنا جواز ختم ہونے پر بھی جاری رہتے ہیں اور یہ ان میں سے ایک ہے۔ جدید ملکوں میں یہ رواج مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ سرحد کے حالیہ استصوابِ رائے میں ہماری عورتوں نے ہزاروں کی تعداد میں ووٹ ڈالے۔ پچھلے موسم بہار میں پشاور اور پورے صوبۂ سرحد میں ہزاروں بُرقعہ پوش اور غیر برقعہ پوش عورتوں نے پہلی مرتبہ مسلم اتحاد کے سیاسی مظاہروں میں حصّہ لیا۔ وقت کے ساتھ

ساتھ عورتیں ملک کے تمام معاملات میں زیادہ سے زیادہ شریکِ کار ہوتی چلی جائیں گی۔

بین الاقوامی تعلقات

اس سوال کا کہ آیا پاکستان برطانوی دولتِ مشترکہ کا رکن رہے گا آسان سا جواب ہے۔آپ برطانیہ اور امریکہ کی مثال لیجیے جن کے درمیان عملاً ایک اتحاد موجود ہے کیونکہ یہ دونوں کیلئے فائدہ مند ہے اور جب تک اس کی افادیت باقی رہے گی یہ اتحاد بھی اسی طرح قائم رہے گا۔ ہر دولت مشترکہ اس نوع کی ہوتی ہے جس میں تمام ارکان کو باہمی مفاد حاصل ہوتا ہے اور جب بھی ایک شریکِ کار کا فائدہ دوسرے سے زیادہ ہو جائے تو قدرتی طور پر موخّر الذکر یہ اشتراک ختم کرنا ہی پسند کریگا۔

داخلی سیاست

اقوامِ عالم کے خاندان میں پاکستان ابھی کمسن ہے اور اسے کچھ عرصے تک داشت و پرداخت کی ضرورت ہے۔ مَیں چاہتا تو ہوں کہ رخصت پر چلا جاؤں اور جملہ فرائض سے سبکدوش ہو جاؤں لیکن ابھی بہت کام ہے اور بہت دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ ملک کیلئے مستقل آئین مکمل ہونے میں شاید دو سال لگ جائیں۔ مجھے پوری توقع ہے کہ اس آئین کے تحت کم از کم دو بڑی سیاسی جماعتیں ابھریں گی۔اس دوران میں قدرتی طور پر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مسلم لیگ کی آواز ملک میں سب سے نمایاں ہوگی کیونکہ مسلم لیگ نہ صرف ایک سیاسی جماعت ہے بلکہ ایک عوامی تحریک بھی ہے جس نے مطالبۂ پاکستان کیلئے مسلمانوں کو متحد کیا۔ جب نئے آئین کے تحت ملک منظّم ہو کر کام کرنا شروع کر دے گا تو پھر مَیں اپنے فرائض سے دستبردار ہونے کی امید کر سکتا ہوں۔

تشکیلِ پاکستان کا جواز

ہر اس دور میں جب ہندوستان کی آزادی قریب نظر آئی، ہندو-مسلم فسادات میں اضافہ ہو گیا۔اس کی وجہ صاف ہے۔ دونوں یہ تو چاہتے تھے کہ انگریز چلا جائے اور اس ایک نکتے پر دونوں متحد تھے لیکن ہندو ہمیں کبھی یہ یقین نہیں دلا سکے کہ آزادی کے بعد برطانوی راج ہم پر ہندو راج سے تو نہیں بدل جائے گا۔ ۱۹۲۰ء کے بعد یہ واضح ہوتا جا رہا تھا کہ ہندوستان کی دو بڑی

قومیتیں ایک ایسے آزاد ملک میں یکجا نہیں ہو سکتیں جس میں ہندو، جن کا قدیم طبقاتی نظام ان کی سیاسی سوچ اور سیاسی عمل پر اثر انداز ہوتا ہے، مسلمانوں سے تین گنا ہوں جن کا انسانی مساوات اور اخوّت کا عقیدہ ہندوؤں کے انسانی عدم مساوات کے عقیدے سے متصادم ہو— خصوصاً ان کا یہ عقیدہ کہ وہ انسان جو ہندوؤں کی اونچی ذات میں پیدا نہیں ہوئے کمتر ہیں۔

اسی لئے مَیں نے ۱۹۴۲ء میں کانگریس کی بغاوت کی حمایت نہیں کی تھی جس کا مقصد برطانیہ کی جنگی تیاریوں کو مفلوج کرنا اور اسے ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کرنا تھا۔ ہم بھی یہ چاہتے تھے کہ انگریز یہاں سے چلے جائیں لیکن کانگریس کے رہنماؤں کے برعکس مجھے یہ دکھائی دے رہا تھا کہ اگر کانگریس کامیاب ہو جاتی تو اس کا فوری نتیجہ یہ ہوتا کہ جاپانی ہندوستان میں داخل ہوتے اور ان کے سائے تلے سبھاش چندر بوس کی قیادت میں اونچی ذات کے ہندوؤں کی ریاست قائم ہوتی جس سے نہ صرف اتحادیوں کی جنگی کوششوں پر بُرا اثر پڑتا بلکہ مسلمانوں اور دیگر ہندوستانیوں کے حالات پہلے سے بھی بدتر ہو جاتے۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں ہم نے پاکستان کا مطالبہ پیش کیا تا کہ ہندوستان سے انگریزوں کے اخراج کے فوراً بعد اس کا قیام عمل میں آ جائے۔ اس مطالبے کو بے معنی اور ناممکن گردان کر شدید تنقید کی گئی اور اس کا مذاق اڑایا گیا۔ کانگریس کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس پیسہ بہت کم تھا اور ذرائع ابلاغ اور اخبارات تو سرے سے تھے ہی نہیں۔ بہر حال وقت کے ساتھ ساتھ کانگریسی رہنماؤں کو اور ان سے پہلے انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسائل کا یہی واحد حل ہے اور یوں بظاہر ''ناممکن'' پاکستان ''ممکن'' ہو گیا۔

سیاسی مسائل کا کوئی بھی حل سو فیصد کامل نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ برصغیر کی پاکستان اور انڈین یونین میں تقسیم سے ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ پاکستان میں شاید ڈھائی کروڑ ہندو اور ہندوستان میں تین سے چار کروڑ تک مسلمان آباد ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ لوگ اپنے اپنے ملک میں مفید اور وفادار شہری بن کر رہیں گے۔ ایک مضبوط اور آزاد مسلم سلطنت کے قیام سے دس کروڑ مسلمانوں کے سر سے یہ خطرہ ٹل گیا کہ وہ اتنی بھاری

ہندو اکثریت والے ملک میں ایک بے وقعت اور غیر محفوظ اقلیت ہوں گے۔ دونوں ملکوں میں اقلیتوں کی کثیر تعداد اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفّظ کیلئے روشن خیال حکمت عملی اختیار کریں۔ پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کے درمیان باہمی تعاون اور اچھی ہمسائیگی کی ضرورت کیلئے یہ اقلیتیں ایک طرح کی ضمانت ہیں۔

معاشی ترقی

پاکستان کے خلاف سب سے پسندیدہ دلیل یہ ہوا کرتی تھی کہ یہ ایک انتہائی غریب ملک ہوگا۔ ہمارا جواب یہ تھا کہ اگر ہم اپنی مرضی سے غربت میں رہنا پسند کریں تو اس پر ہندوؤں یا کسی اور کو کیا اعتراض ہے۔ دراصل ہمارے امکانات تسلّی بخش ہیں۔ پاکستان کی زمین زرخیز ہے اور ہمارا ملک نہ صرف خوراک میں خود کفیل ہے بلکہ ہندوستان کے بیشتر حصے کو بھی خوراک مہیا کرسکتا ہے۔ اپنے آبپاشی کے نظام اور زرخیز زمین کی بدولت وہ ہر قسم کی فصل فراوانی کیساتھ پیدا کرسکتا ہے۔ یہ باقی برصغیر سے کم ترقی یافتہ ضرور ہے لیکن قدرتی وسائل سے مالا مال ہے جنہیں ہم فوری استعمال میں لاکر صنعتوں کو فروغ دے سکیں گے۔ ہم نے ان کاموں میں مدد کیلئے پہلے ہی مغربی ممالک کے فنی ماہرین اور تاجروں کو خوش آمدید کہا ہے اور مزید ماہرین کا خیر مقدم کریں گے۔ پاکستان اور مغربی دنیا کے درمیان کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ خود ہندوستان کئی لحاظ سے، مغرب سے ابھی پانچ سو سال پیچھے ہے۔

متفرق

پچاس سال پہلے جب مَیں انگلستان میں زیرِ تعلیم تھا تو کئی معاملات میں وہاں کی عورتیں مسلم دنیا کی عورتوں سے پیچھے تھیں۔ اور شاید ۱۹۱۹ء تک تو امریکیوں نے بھی عورتوں کو ووٹ کا حق نہیں دیا تھا.... 'ہندوستان میں برطانوی نظام ایک گہوارے جیسا تھا۔ نرس نے بچوں کو ایک بازی گاہ میں رکھا ہوا تھا۔ کبھی بازی گاہ کو ذرا وسیع کر دیا کرتی اور انہیں پورے کمرے میں بھاگنے دوڑنے کی اجازت بھی دے دیتی تھی۔ کبھی انہیں اپنے معاملات میں ایک گونہ آزادی بھی مل جاتی لیکن نرس اور اس کی ہمہ وقت نگرانی وہاں یا قریب ہی موجود رہتی تھی'.... انتہا پسند لوگ کس ملک

میں نہیں ہوتے اور کچھ ہم میں بھی ہیں۔ صوبۂ سرحد میں حالیہ گڑبڑ دراصل پرانی سیاسی وابستگیوں اور جھگڑوں کی باقیات میں سے ہے جسے باہر سے شہ ملتی رہی ہے۔ تاہم مجھے پاکستان کے کسی حصے میں غیر معمولی مشکلات کی توقع نہیں ہے.... انگریزوں نے پچھلے سو سال میں کبھی اس سے انکار نہیں کیا کہ ہندوستان کو بھی آزاد ہو جانا چاہئے لیکن گاہے گاہے انہیں ان کے وعدے یاد ضرور دلانے پڑتے تھے۔ آخر کار سیاسی جدوجہد نے انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اگرچہ وہ تساہل میں ابھی مزید بیس سال رہنے کا سوچ رہے تھے۔ بہرحال اب پاکستان قائم ہو گیا ہے اور ہم ایک خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنی خواہشات کے مطابق ملک کی تعمیرِ نو کر سکتے ہیں۔ اس اہم کام میں ہمیں تمام عظیم ممالک اور خاص طور پر امریکہ کی خیر سگالی اور رفاقت کی ضرورت ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۱۲

۸.۴
سائنسی تحقیق کے اداروں کیلئے آغا خان کی تجویز

۸.۴.۱
غلام حسین ہدایت اللہ بنام محمد علی جناح[۱]

گورنر ہاؤس۔ کراچی

۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم!

مَیں نے ہز ہائنس آغا خان کو اُن اداروں کے متعلق ایک خط لکھا تھا جن میں انہیں دلچسپی ہے۔ ان کے جواب[۲] کی ایک نقل آپ کے ملاحظے کیلئے بھیج رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

غلام حسین ہدایت اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۲۷

۲۔ ملفوفہ

۸.۴۱ کا ملفوفہ
آغا خان بنام غلام حسین ہدایت اللہ

معرفت

لائڈز این پی ایف بینک ۔جنیوا

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

دیرینہ اور عزیز دوست

آپ کا ۲۷ اگست کا خط[1] مجھے ابھی ملا ہے۔ میرے خیال میں فضیلت مآب قائداعظم کو نواب بھوپال کے نام میرے خط[2] میں درج واضح شرائط یاد نہیں ہیں۔ آپ کی اطلاع کیلئے وہ شرائط ذیل میں درج کی جارہی ہیں اور جب فضیلت مآب بہت مصروف نہ ہوں تو انہیں ان تک پہنچادیں:

۱۔ مغربی پاکستان کیلئے ۲۰ لاکھ روپے دیے جائیں گے بشرطیکہ حکومتِ پاکستان مزید ایک کروڑ کا بندوبست کر سکے۔ یہ ادارے کراچی یا اس کے قریب کسی صحت افزا مقام پر قائم کئے جاسکتے ہیں مگر پنجاب یا سرحد میں نہیں۔ البتہ کوئٹہ بھی مناسب رہے گا۔

۲۔ مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ اور چٹاگانگ کے درمیان اسی طرح کے ادارے کیلئے بھی ۲۰ لاکھ روپے دیے جائیں گے جبکہ حکومتِ پاکستان کو بھی ایک کروڑ مزید فراہم کرنے پڑیں گے۔

یہ ادارے علاج معالجے کیلئے نہیں بلکہ اہم سائنسی تحقیق کیلئے ہوں گے۔ ان میں اور شعبوں کے علاوہ طب پر بھی تحقیق کی جائے گی۔ بنیادی طور پر یہ ادارے مشہور زیورخ پولی ٹیکنیک کے خطوط پر چلائے جائیں گے جو انجینئر، معدنی، زرعی اور برقی ماہرین، سائنسی تحقیق کے اعلیٰ کارکن اور طبی تحقیق کے ماہرین تیار کرتا ہے۔

آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ نظریاتی سائنس میں ہم ہندوؤں سے بہت پیچھے ہیں اور عملی سائنس بہرحال نظریاتی سائنس کے بعد آتی ہے۔

مزید شرائط یہ ہیں کہ یہ پورا سرمایہ صرف عمارتوں، سائنسی آلات کی خریداری اور دوسرے بنیادی اخراجات کیلئے ہی استعمال ہوگا جبکہ ان کی نگہداشت کے مصارف پاکستان خود برداشت کرے گا۔ یہ مالی انتظامات آدھے مغربی اور آدھے مشرقی پاکستان کے لئے ہوں گے۔

میرے راستے میں کچھ طریقۂ کار کی مشکلات حائل ہیں جن کی وضاحت مَیں نے سر ظفر اللہ سے اس وقت کر دی تھی جب وہ لندن میں مجھ سے ملنے آئے تھے۔ انہوں نے یہ ساری باتیں نواب بھوپال کو بتا دی ہیں اور مجھے امید ہے کہ جب آپ اور آپ کے مشرقی بنگال کے رفقاء کو یہ احساس ہوگا کہ ان مشکلات کو دور کرنا کس قدر ضروری ہے تو ان پر ضرور قابو پا لیا جائے گا۔

ان ہی دنوں میں شاید ظفر اللہ سے آپ کی ملاقات ہو جائے اور وہ یا نواب بھوپال آپ کو ان مشکلات کی تفصیل بتا دیں۔

بیگم صاحبہ کو میرا اسلام اور اہل و عیال کیلئے نیک خواہشات

آغا خان

۱ اور ۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکے۔

۸.۴.۲
محمد علی جناح بنام غلام حسین ہدایت اللہ[1]
(اقتباس)

۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر شیخ غلام حسین

آپ کا ۱۲ ستمبر کا خط ہز ہائنس آغا خان[2] کے خط کی نقل کے ساتھ مجھے موصول ہوا۔

مجھے ہز ہائنس کی تجویز اور شرائط سے اتفاق ہے اور پاکستان میں اس طرح کے اداروں کی ضرورت کا پورا احساس ہے۔ اگر ہز ہائنس اپنی تجویز کے مطابق ہر ایک ادارے کیلئے ۲۰ لاکھ کی رقم مجھے بھیج دیں تو ان کی ابتدائی امداد کے بعد عوام سے میری اپیل پر مزید ایک

ایک کروڑ روپے آسانی سے جمع کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کی ابتدا انہی کی طرف سے ہونی چاہیے اور خود انہی کو ان اداروں کے کردار کا تعین کرنا ہے۔ ان کی خواہش کے مطابق ان اداروں کی نگہداشت کیلئے حکومتِ پاکستان کو معتد بہ رقم فراہم کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ ہز ہائنس کے راستے میں وہ کونسی فنی مشکلات ہیں جن کا ذکر انہوں نے کیا ہے لیکن ان مشکلات کو دور کرنے میں اگر مَیں کسی قسم کی مدد کر سکتا ہوں تو ضرور کروں گا۔

مجھے معلوم نہیں کہ آیا آپ نے ظفر اللہ یا نواب بھوپال سے دریافت کر لیا ہے کہ یہ مشکلات کیا ہیں۔

ہز ہائنس آغا خان کو میری نیک تمنائیں پہنچا دیں اور مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ اب وہ صحت مند ہیں۔

آپکا مخلص

ایم اے جناح

فضیلت مآب شیخ غلام حسین ہدایت اللہ

گورنر ہاؤس۔ کراچی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۰۹

۸.۵

پاکستان و افغانستان تعلقات[۱]

۸.۵.۱

سعید اللہ خان کا نوٹ[۲]

(اقتباس)

۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

افغانستان کے قائم مقام وزیرِ اعظم شاہ ولی خان کے ساتھ انٹرویو

مَیں ۳۰ ستمبر کو ہز رائل ہائنس شاہ ولی خان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تقریباً دو گھنٹے ان

سے ملاقات رہی۔ یہ ملاقات اس لحاظ سے اہم تھی کہ موصوف نے تکلّفات سے بالا ہوکر مجھ سے چند دوٹوک سوالات کیے۔

ابتدا میں مَیں نے ہز رائل ہائنس کو کابل میں اپنی آمد کے مقاصد سے آگاہ کیا اور ۲۷ ستمبر کو وزیر خارجہ (علی محمد خان) کے ساتھ اپنی ملاقات کی روداد مختصراً سنائی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اس گفتگو سے باخبر ہیں لیکن چونکہ کئی اہم وضاحت طلب معاملات پر تبادلۂ خیال نہیں ہوا تھا اس لئے وہ کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے کچھ مزید نکات کی وضاحت چاہتے تھے۔

ہز رائل ہائنس کا سوال

نواب صاحب آپ افغان سرحد کی دوسری جانب قائداعظم جیسے عظیم رہنما کے ذاتی نمائندے کے طور پر ایک انتہائی نازک اور اہم سفارت پر آئے ہیں لہٰذا قدرتی طور پر آپ یہی چاہیں گے کہ یہ کام اس طرح انجام پائے کہ اس سے دونوں حکومتوں کو فائدہ پہنچے۔ نہ صرف قائداعظم کے ترجمان کی حیثیت سے بلکہ پوری دنیا کی نظروں میں آپ ایک بہت اہم منصب کے حامل ہیں۔ ایسے حالات میں جبکہ دونوں ممالک (افغانستان اور پاکستان) کے نقطہ ہائے نظر بالکل مختلف ہیں آپ کی کوششیں دو عظیم ملکوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں بہت مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔[۳] ان عوامل کی روشنی میں کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گے کہ افغانستان ایک تونگر اور خوشحال ملک بنے جو دنیا کے کسی بھی ملک کی برابری کر سکے؟

جواب

مَیں نے قائداعظم اور اپنے لئے ان کے مخلصانہ اور برادارانہ جذبات کا شکریہ ادا کیا اور انہیں یقین دلایا کہ ایک اسلامی ملک ہونے کے ناتے حکومتِ پاکستان کا یہ اوّلین فرض ہوگا کہ افغانستان کی ہر طرح مدد کرے اور اسے نہ صرف ایک تونگر اور خوشحال ملک بلکہ دنیا کی بڑی طاقتوں میں شمار ہوتا دیکھے کیونکہ افغانستان کا استحکام پاکستان کا استحکام ہے۔ ان دونوں مسلمان ملکوں کے درمیان خوشگوار تعلقات باقی دنیا کیلئے باعث رشک ہوں گے۔ انہی تعلقات کو قائم کرنے اور ممکنہ بدگمانیوں کو دور کرنے کیلئے ہی مَیں کابل آیا ہوں۔ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ افغانستان اور پاکستان کے دو عظیم ملکوں کے درمیان خیر خواہی کی فضا پیدا ہو۔

ہزرائل ہائنس کا سوال

ایک پٹھان بھائی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر مجھے خوشی ہوئی ہے اور قائداعظم کے نمائندے سے مجھے اسی جواب کی توقع تھی۔ایسی صورتِ حال میں جس کی وضاحت آپ نے کی ہے یہ زیادتی تو نہ ہوگی اگر افغانستان کی موجودہ طاقت میں اضافے کیلئے مَیں پورا صوبۂ سرحد اور قبائلی علاقہ آپ سے مانگ لوں اور کیا آپ اپنی کشادہ دلی کے ثبوت کے طور پر میری خواہش پوری کریں گے۔

جواب

آپ کے سوال پر مجھے ایک قصہ یاد آیا ہے۔ایک سادہ دل اور دیانت دار نوجوان کئی روز اس مقولے کے بارے میں سوچتا رہا کہ ''دولت دولت کو کھینچتی ہے۔'' پھر ایک روپیہ ہاتھ میں لئے ،اس مقولے کی سچائی معلوم کرنے وہ صرافہ بازار پہنچا اور روپوں کی سب سے بڑی ڈھیری کے اوپر اپنا روپیہ پھینک دیا۔اس کارروائی پر صراف نے متوجہ ہوکر پوچھا ''عزیز نوجوان تم یہ کیا کر رہے ہو؟'' نوجوان نے جواب دیا ''آپ پریشان نہ ہوں مَیں کوئی غلط کام نہیں کر رہا۔مَیں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا ''دولت دولت کو کھینچتی ہے'' والا مقولہ سچ ہے۔صراف نے مسکرا کر نوجوان کو سمجھایا ''اصولاً تو یہ صحیح ہے لیکن دراصل ہمیشہ بڑی چیز چھوٹی کو کھینچتی ہے نہ کہ چھوٹی بڑی کو۔''

یہ واقعہ سنانے کے بعد مَیں نے ہزرائل ہائنس سے پوچھا کہ کیا میرا مطلب واضح ہو گیا۔ہزرائل ہائنس نے کہا کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔

ہزرائل ہائنس کا سوال

عظیم رہنما کے نمائندے کی حیثیت سے آپ مجھے یہ بتائیں کہ سر جارج کنگھم کو صوبۂ سرحد کا گورنر مقرر کر کے ایک انگریز کو پٹھانوں پر کیوں ترجیح دی گئی ہے جبکہ وہاں آپ سمیت موزوں افراد کی کمی نہیں تھی؟ مَیں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ اس تقرری سے ڈیورنڈ لائن کے دونوں طرف پٹھانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔

جواب

مجھے معلوم ہے کہ سر جارج کنگھم کے تقرر پر بہت سے پٹھانوں کو مایوسی اور پریشانی

ہوئی ہے۔ درحقیقت یہی سوال ایک وفد نے قائداعظم سے بھی کیا۔ قائداعظم نے پوچھا کہ کیا انہیں اپنے قائد کی ایمانداری اور نیک نیتی پر شک ہے یا وہ محض یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سر جارج کا تقرر کیوں کیا گیا ہے۔ وفد کے ترجمان نے فوراً جواب دیا کہ وہ قائداعظم کی دیانتداری اور راست بازی کو شک وشبہ سے بالاتر سمجھتے ہیں لیکن اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ اکثر پٹھان ان سے بار بار اس تقرر کی وجوہات پوچھ رہے ہیں۔ قائداعظم نے جواب دیا کہ غیر ملکیوں کے بارے میں ان کے تجربے کا ماحصل یہ ہے کہ انگریز اچھے ملازم اور برے حاکم ہوتے ہیں اور یہ کام حاکم کا ہے کہ وہ اپنے ملازم سے صحیح طرح کام لے۔ اگر حاکم یعنی پاکستان کے عوام ایسے ملازم سے پوری طرح کام لینے کے قابل نہیں تو قائداعظم بھی ایسے لوگوں کیلئے کچھ نہیں کر سکتے۔ قائداعظم نے مزید کہا کہ بہت سے ملکوں میں غیر ملکیوں کو ملازمت دی گئی ہے اور ان سے خوب کام لیا جاتا ہے۔ پاکستانیوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ انہیں چند ایسے انگریزوں کی خدمات حاصل ہوگئی ہیں جو یہاں حاکم کے طور پر آئے تھے اور اب ان کے نوکر چاکر کی طرح کام کرنے پر تیار ہیں۔ بہر حال اگر ایک ملازم اپنے آقا کے فیصلوں اور احکامات کی پابندی نہیں کرتا تو اسے برخاست کیا جا سکتا ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی کرتا چلوں کہ قائم مقام وزیراعظم کے چھوٹے بھائی اور مستقل وزیراعظم ہز رائل ہائنس شاہ محمود خان کو ایک بڑے اجتماع کے سامنے یہ کہتے سنا گیا ہے کہ فضلیت مآب محمد علی جناح نے ماؤنٹ بیٹن کی جگہ لے کر فاش غلطی کی ہے کیونکہ ان کے جانے پہچانے انگریزوں میں ماؤنٹ بیٹن یقیناً سب سے بہتر ہیں۔

ہز رائل ہائنس نے نسبتاً کم اہمیت کے کئی اور سوالات کئے جن کے مَیں نے مناسب جواب دے دیئے۔ ہز رائل ہائنس نے اس گفتگو پر اطمینان کا اظہار کیا اور میرے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اس بات پر فخر ہے کہ ڈیورنڈ لائن کی دوسری جانب مجھ جیسے پٹھان رہتے ہیں۔

نوابزادہ سعیداللہ خان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۳۱
۲۔ کابل میں قائداعظم محمد علی جناح کے ذاتی نمائندے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء
۲۔ پاکستان کے بارے میں افغان رویّے کیلئے دیکھئے ضمیمہ جات

۸.۵.۱ کا ضمیمہ ۱

جائلز اسکوائر[1] (Giles Squire) بنام ارنسٹ بیون (Ernest Bevin)

برطانوی لیگیشن (نیابت)

کابل

۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

جناب عالی!

مَیں نے آج ہی کے مراسلے[2] میں کابل میں آزادی کی سالانہ تقریبات اور نئی مملکتِ پاکستان کیلئے عمومی دوستانہ جذبات کا ذکر کیا ہے۔ مَیں نے اور میرے عملے کے اراکین نے کئی اعلیٰ افغان عہدیداروں سے غیر رسمی بات چیت کی ہے۔ آپ کے تار[3] مورخہ ۲۰ اگست میں درج ہدایات کا ذکر مَیں نے مختصراً وزیرِ خارجہ سے کر دیا ہے لیکن اگلے ہفتے جب افغانستان کے سرکاری دفاتر کھلیں گے تو اس موضوع پر ان سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔

میری سب سے اہم گفتگو ۲۶ اگست کو قائم مقام وزیرِاعظم ہز رائل ہائنس شاہ ولی خان سے ہوئی۔ وہ یہ ظاہر کرنے کی پوری کوشش کرتے رہے کہ افغانستان اس پر بہت خوش ہے کہ درۂ خیبر تک کا علاقہ ایک دوست مسلم حکومت کے قبضے میں ہے۔ ساتھ ہی انہوں امید ظاہر کی کہ سویت روس کے جارحانہ عزائم کے خلاف اپنی آزادی برقرار رکھنے کی کوششوں میں افغانستان کو برطانیہ کی حمایت بدستور حاصل رہے گی اور یہ کہ افغانستان کی خوشحالی میں حکومتِ برطانیہ کی دلچسپی برقرار رہے گی۔ مَیں نے ان کی ان توقعات پر انہیں اطمینان دلانے کی پوری کوشش کی۔ مقامی اخبارات میں آزاد پٹھانستان کی تشہیر کی مہم پر معذرت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ داخلی وجوہات کی بناء پر ان کی حکومت اس مہم کی حمایت پر مجبور ہے۔ وہ خاص طور پر میرا ردِّعمل اُس تقریر[4] پر جاننا چاہتے تھے شاہ افغانستان نے تقریباتِ یومِ آزادی کے افتتاح پر کی تھی جس میں پاکستان کے حوالے سے کہی گئی باتوں کا مقصد غلط فہمیاں دور کرنا اور نئی مملکت سے قریبی تعلقات قائم کرنا تھا۔

یومِ آزادی کی تقریریں[5] اور ایک روز پہلے اخباروں میں مسٹر جناح کے نام ایک کھلا خط[6]

اس ہفتے کے اہم موضوعات تھے جن سے صوبۂ سرحد کے بارے میں افغانستان کے عزائم کی غمازی ہوتی ہے۔اس موضوع پر مختلف بیانات کا ترجمہ ملفوف ہے۔شاہ افغانستان کی تقریر سے اس عام تاثر کی تردید ہوتی ہے کہ افغانستان کچھ سرحدی علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے یا پھر کسی بیرونی طاقت کے دباؤ کے تحت عمل کر رہا ہے۔اس تقریر میں ان الزامات کی بھی تردید کی گئی ہے کہ پٹھانستان کے حق میں مظاہرے افغانستان سے لاتعلق معاملات میں ناروا مداخلت ہے۔ گو یہ تقریر بنیادی طور پر افغان عوام کیلئے اور ان کے جذبات کی مظہر تھی لیکن مجھے امید ہے کہ اس سے ان معاملات پر دوستانہ گفت وشنید کی راہ ہموار ہو جائے گی جن سے یقیناً افغانستان کا مفاد وابستہ ہے۔صاف ظاہر ہے کہ اگر حکومتِ پاکستان نے آزاد پٹھانستان کے مطالبے کا کوئی حل نکال لیا تو نہ صرف سرحد کے تمام طبقات کو اطمینان ہو جائے گا بلکہ یہ سرحدی مسئلے کے پُرامن حل کی جانب ایک انتہائی اہم قدم ثابت ہوگا۔

آپ کا فرمانبردار خادم

جی ایف اسکوائر

۱۔کابل میں برطانوی لیگیشن کے وزیر

۲اور۳۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکے۔

۴۔ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۱

۵۔ضمیمہ ۱ کے ملفوفہ ۱ اور ملفوفہ ۲

۶۔ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۳

۸.۵.۱ کے ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۱

افغانستان کی آزادی کی انتیسویں سالگرہ کے موقع پر شاہ محمد ظاہر شاہ کی تقریر

(اقتباس۔بصیغۂ راز)

ہمارے ملک کے مشرق میں ہندوستان کا وسیع برِصغیر آزادی کی نعمت سے سرفراز ہو چکا ہے اور اس قدیم سرزمین پر پاکستان اور ہندوستان کی دو خودمختار مملکتیں وجود میں آئی ہیں۔

اپنی آزادی کی سالگرہ کے اس پُرمسرت موقع پر ہم پاکستان میں اپنے ہم مذہب اور

ہمسایہ بھائیوں کواور ہندوستان کے عظیم اور دوست عوام کوحصولِ آزادی کی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پوری افغان قوم ان کی آزادی کا خیر مقدم کرتی ہے۔

اس مبارک موقع پر جبکہ ہماری بہادر اور آزاد قوم اپنی آزادی کا جشن منا رہی ہے ہمارے دل ان پٹھان بھائیوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں جو اپنے جائز حقوق کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

ہماری خواہش ہے کہ وہ ہمارے عزائم کو بخوبی سمجھ لیں اور انہیں نہ تو زیادہ پُرکشش معنی دیں اور نہ ان کی کوئی غلط تعبیر کریں تا کہ پٹھانوں اور برصغیر ہند کے مسلمانوں کے درمیان، جن کے باہمی مفادات ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں، کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

جب ان کے جائز حقوق اصولی طور پر یوں تسلیم کر لئے جائیں کہ ان علاقوں کے لوگ مطمئن ہو جائیں تو ہم ان کی اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہم آہنگی اور ریاستِ پاکستان کے ساتھ تعاون کا خیر مقدم کریں گے۔ ہماری یہ خواہش نہیں ہے کہ ہمارے ہمسایہ اسلامی ملک (پاکستان) کے مفادات یا سلامتی کو کسی قسم کا ضرر پہنچے۔

ہمیں امید ہے کہ خیر سگالی پر مبنی ہماری پالیسی سب پر واضح ہو جائے گی اور اس کی جو غلط تشریحات عمداً یا لاعلمی سے کی گئی ہیں وہ ہمارے نیک ارادوں کی روشنی میں کالعدم ہو جائیں گی اور سب کو یہ احساس ہو جائے گا کہ یہ پالیسی پاکستان، افغانستان، اور ڈیورنڈ لائن کے اس پار بسنے والے پٹھانوں یعنی ہم سب کیلئے سودمند ہے۔

ہمارے ملک نے ہندوستان کی جماعتی سیاست سے کبھی سروکار نہیں رکھا اور نہ ہی ہم کسی اور کے ہاتھ میں کٹھ پتلی یا دوسرے ممالک کے آلۂ کار بن سکتے ہیں۔

ہماری خارجہ پالیسی واضح ہے۔ اپنے ہمسایوں اور دوست ممالک سے ہمارے تعلقات پہلے بھی اور آئندہ بھی باہمی دوستی، اپنے حقوق اور سیاسی آزادی کے تحفّظ، اقوامِ متحدہ کے وضع کردہ اصولوں اور امن سے ہماری محبت کی بنیاد پر استوار ہیں۔

۸.۵.۱ کے ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۲

افغان قوم کے تمام طبقات کی جانب سے افغان قومی اسمبلی کے صدر سردار سلطان احمد خان کی تقریر

(اقتباس)

بلا تاریخ

اگست ۱۹۴۷ء

اعلیٰ حضرت! ہم پاکستان میں اپنے ہمسایہ مسلمان بھائیوں اور ہندوستان کے دوست عوام کی آزادی پر اپنی مسرّت کا اظہار کرتے ہیں۔ سرحد پار ہمارے پٹھان بھائیوں کے حقوق کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ بیشک ارفع اور گراں قدر ہیں۔ درحقیقت پوری افغان قوم کو اعلیٰ حضرت کے نقطۂ نظر سے اتفاق ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ سرحد پار ہمارے تمام پٹھان بھائی اپنے جائز حقوق حاصل کر کے ایک قوم کی طرح رہیں اور اپنے سیاسی مستقبل کے تمام فیصلے کرنے میں آزاد ہوں تا کہ مشرق کے اس حصے میں حقیقی خیر سگالی کی فضا برقرار رہے اور اسے مستقل ترقی اور خوشحالی کے مواقع حاصل ہو سکیں۔

۸.۵.۱ کے ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۳

سیّد قاسم رشتیا بنام محمد علی جناح[1]

(اصل فارسی میں)

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

کچھ عرصہ پہلے ریڈیو پر جناب کی مختصر تقریر سن کر مجھے خوشی ہوئی۔[2] بعدازاں مجھے پاکستان کی آزاد مملکت کے افتتاح کی خبر ملی۔ ایک افغان کی حیثیت سے میرا فرض بنتا ہے کہ اپنے عزیز وطن افغانستان کیلئے آپ کے خیر سگالی کے ان جذبات کا شکریہ ادا کروں کہ پاکستان مشرقِ وسطیٰ کے تمام اسلامی ممالک اور خصوصاً افغانستان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنا چاہتا ہے۔

فضیلت مآب کو معلوم ہونا چاہیے کہ افغانستان کے سوا کروڑ عوام کی خواہش بھی یہی ہے جس کا اظہار انہوں نے قیامِ پاکستان کے بعد مختلف موقعوں پر سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر کیا ہے۔ فضیلت مآب کو ہماری اس خواہش کے خلوص پر اعتبار ہونا چاہئے، کیونکہ خوش قسمتی سے ہمارے درمیان ہمسائیگی اور مذہب کے علاوہ دیگر مادی اور اخلاقی رشتے موجود ہیں جن پر ہماری تاریخی دوستی قائم ہے جو ہمارے ذہنوں سے باہمی شکوک وشبہات اور نفرت دور کر کے ہمارے دلوں کو نیک خواہشات سے بھر دیتی ہے۔

بے شک ہم نوخیز مملکت پاکستان کے اچھے ہمسائے بننا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام باہمی مسائل مفاہمت اور دوستانہ جذبے سے حل کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر دونوں فریق اس پالیسی پر عمل کریں تو نہ صرف اس سے ہم دونوں کو فائدہ پہنچے گا بلکہ مشرق کے اس اہم خطّے میں امن کو تقویت حاصل ہو گی اور خدانخواستہ اگر شکوک اور اختلافات نے سر اٹھایا تو ہم دونوں کو مساوی نقصان پہنچے گا اور ایشیا کے اس مرکز میں امن خطرے میں پڑ جائے گا۔

ریڈیو پر فضیلت مآب کے نئے اعلان کے بعد ہم آپ کو دوبارہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم دل سے پاکستان کی نئی اسلامی مملکت کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس باہمی خواہش کا عملی طور پر اظہار کیا جائے جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہمارے پٹھان بھائیوں کا مسئلہ حل کیا جائے۔ یہ مسئلہ عرصے سے ہمارے اور برطانوی اور ہندوستانی اربابِ اقتدار کے درمیان گفت وشنید کا موضوع رہا ہے لیکن ابھی تک ہمیں کہیں سے بھی کوئی تسلّی بخش جواب نہیں ملا۔ اگرچہ اس مسئلے کا تعلق حکومتِ برطانیہ سے ہے جو ان کے اور ہمارے درمیان طے ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر پاکستان اپنے ہمسائے یعنی افغانستان سے اچھے تعلقات رکھنا چاہتا ہے جیسا کہ فضیلت مآب نے خود کہا ہے تو اسے چاہیے کہ سرحد پار پٹھانوں کی خودمختاری کے بارے میں اپنے نیک ارادوں کو عملی جامہ پہنائے تا کہ افغان عوام کو پاکستان اور اس کے عظیم رہنما کی نیک خواہشات کا یقین ہو جائے۔ ہم بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ ہمارا مطالبہ خودغرض مفادات یا کسی علاقے کے حصول کیلئے نہیں ہے بلکہ اپنے نئے ہمسائے پاکستان کیلئے نیک خواہشات پر مبنی ہے۔

ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ افغانستان اور برِ صغیر کے درمیان صدیوں سے جو دوستانہ تعلقات چلے آ رہے ہیں وہ نہ صرف بہتر سطح پر برقرار رہیں بلکہ روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جائیں۔ ہماری دانست میں اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اوّلین شرط یہ ہے کہ سرحد پار کے پٹھانوں کا مسئلہ خیر سگالی اور انصاف سے طے کیا جائے۔ اگر یہ مسئلہ ان پٹھانوں کے جائز حقوق کا احترام کرتے ہوئے حل کر لیا گیا تو یہ دونوں ملکوں کے لئے سود مند ہوگا ورنہ یہ ہمیشہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان مشکلات پیدا کرتا رہے گا اور ایشیا کے اس اہم حصے میں امن و سلامتی، جس کا برقرار رکھنا افغانستان اور پاکستان دونوں کی ذمّہ داری ہے، درہم برہم ہوتی رہے گی۔

لہٰذا ہم پورے خلوص کے ساتھ قائداعظم کی توجہ اس اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جس طرح خود انہوں نے افغانستان اور پاکستان کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قیام کی خواہش کی ہے اسی طرح وہ ہمارے بے غرض مطالبے کو جو دراصل سرحد پار پٹھانوں کی اکثریت کا مطالبہ ہے، منظور کرتے ہوئے اپنے نیک جذبات کا عملی ثبوت دیں گے۔

نیک تمنّاؤں کے ساتھ

سیّد قاسم رشتیا

۱۔ ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کابل کے اخبار ''انیس'' میں شائع شدہ ایک کھلا خط
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱

۸.۵.۱ کا ضمیمہ ۲

جوزف پامر (Joseph Palmer) بنام جارج مارشل

(تار۔ خفیہ)

امریکی سفارت خانہ، کابل

۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

کل مجھے وزیرِ خارجہ سے معلوم ہوا کہ عبدالغفّار خان کے معاون عاشق حسین نے کابل میں، قائم مقام وزیرِ اعظم، وزیرِ خارجہ اور افغان حکومت کے دوسرے وزراء سے گفت و شنید کی۔

وزیرِ خارجہ نے بصیغہ رَاز مجھے بتایا کہ وہ اس مہمان سے متاثر نہیں ہوئے کیونکہ وہ متوازن شخصیت کا حامل نہیں ہے اور اس کے بیانات انتہا پسندانہ ہیں۔ انہیں اس کے آنے کی خوشی بھی ہے اور افسوس بھی۔

اس کی وضاحت انہوں نے یوں کی کہ وہ خود اور افغان حکومت میں ان کے ساتھی ایسے موقع کا خیر مقدم کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ کسی تشدّد آمیز کارروائی کی اعانت نہیں کرتے اور عبدالغفّار خان کو بحیثیت ایک پٹھان رہنما یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ افغان حکومت سے کسی جارحانہ کارروائی میں مدد کی توقع نہ رکھیں۔ تاہم افغان حکومت اپنے عوام کی خواہشات کے مطابق اس حقیقت پر زور دیتی رہے گی اور اسے پُرامن طریقے سے تسلیم کرانے کی کوشش کرتی رہے گی کہ تہذیبی یا کسی اور حوالے سے پٹھان کبھی ہندوستان کا حصہ نہیں رہے۔ لہٰذا ہندوستان میں حالیہ سیاسی تبدیلیوں کے پیشِ نظر پٹھانوں کو بھی اپنی خواہشات کے اظہار کا موقع ملنا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگرچہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو یہ موقع مل گیا ہے کہ پٹھانوں کے طاقت کے استعمال پر حکومتِ افغانستان کی ناگواری کا اظہار کر سکیں، لیکن ساتھ ہی افغان حکومت کو خوف تھا کہ ایسے مہمان کی آمد، جو افغان حکومت کی دعوت پر کابل نہیں آیا تھا، اور اس کی وزیرِ اعظم اور دوسرے وزراء سے ملاقاتوں سے یہ غلط تاثر نہ لیا جائے کہ افغان حکومت عبدالغفّار خان اور ان کے پیروکاروں کی جارحانہ کارروائی کی حمایت یا اس سے چشم پوشی کرتی ہے۔

آخر میں وزیر خارجہ نے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا کہ پاکستان میں جس طرح مسلمانوں، سکھوں اور ہندوؤں میں فرقہ وارانہ قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے وہ کہیں آگے چل کر پٹھانوں اور پنجابیوں یا دوسرے پاکستانیوں کے درمیان تباہ کن تصادم میں تبدیل نہ ہو جائے۔ تاہم انہوں نے امید ظاہر کی کہ پٹھان سمجھداری سے کام لیں گے۔

پامر

۹
اضافی دستاویزات
۹.۱
لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹووِیل[1]
(تار)

نئی دہلی

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

باؤنڈری کمیشن کے فیصلوں پر ایک بحران پیدا ہو گیا ہے۔ مَیں اپنی ہفتہ وار رپورٹ میں ان واقعات کی مکمل تفصیل پیش کروں گا جن سے موجودہ صورتِ حال پیدا ہو رہی ہے۔ اس دوران میں یہ ضروری ہے کہ اس معاملے کے حسبِ ذیل حقائق کا ایک خاکہ ملک معظّم کی حکومت کے پیش نظر رہے۔

۲۔ مَیں نے پوری دیانتداری سے باؤنڈری کمیشن کے ساتھ ہر قسم کے رابطے سے اجتناب کیا ہے اور اس احتیاط میں ان کی شرائطِ کار کی تشریحات اور ان تک پہنچانے کیلئے وہ نقطہ ہائے نظر بھی شامل ہیں جو مجھے پیش کئے گئے۔

۳۔ آئندہ حکومتوں کی نمائندگی کرنے والے رہنماؤں نے بذاتِ خود:

الف۔ ریڈکلف سمیت ان کمیشنوں کے ارکان منتخب کئے ہیں اور ان کی شرائط کار متعین کی ہیں۔

ب۔ آزادیٔ ہند کے مسودے کی ذیلی شق ۳ (۴) اور ۴ (۳) کو شامل کرنے کی منظوری دی ہے جن کی بناء پر چیئرمین کا فیصلہ واجب العمل ہو جاتا ہے۔

ج۔ پارٹیشن کونسل کے ایک بیان کے مطابق انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ کمیشن کا جو

فیصلہ بھی ہوگا اسے وہ قبول کریں گے اور اس کی تعمیل غیر جانبداری سے کی جائے گی۔

۴۔ ۱۱ اگست کو ازمے کو لیاقت کا ایک زبانی پیغام موصول ہوا کہ گورداسپور یا اس کا بیشتر حصہ باؤنڈری کمیشن نے مشرقی پنجاب کو دیدیا ہے اور یہ ایک قانونی نہیں بلکہ سیاسی فیصلہ ہے اور اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہ ایک سنگین ناانصافی ہوگی اور برطانیہ کی جانب سے اعتماد شکنی تصوّر کی جائے گی۔

۵۔ اپنے جواب میں ازمے نے واضح کیا کہ ابھی ایوارڈ نہیں بھیجا گیا ہے اور ان نکات کا بھی ذکر کیا جو اس تار کے پیرے ۲ اور ۳ میں دیے گئے ہیں۔

۶۔ ریڈکلف نے بنگال ایوارڈ ۱۲ اگست کو بھیج دیا تھا۔ اس میں چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کو پاکستان میں شامل کیا گیا ہے اور مجھے خبردار کیا گیا کہ کانگریس کے رہنماؤں میں اس کا شدید ردعمل ہوگا۔

۷۔ ۱۳ تاریخ کو مجھے پٹیل نے لکھا کہ انہوں نے چٹاگانگ ہل قبائل کے ایک وفد سے ملاقات میں انہیں بتایا تھا کہ ان ہل ٹریکٹس کی پاکستان میں شمولیت اسقدر عجیب تجویز ہے کہ ان کا یہ حق بنتا ہے کہ اس کی مخالفت پوری قوت سے کریں اور وہ اس مخالفت میں ان کی پوری مدد کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کوئی ایوارڈ جو مقامی رائے اور شرائط کار کے خلاف ہو یا متعلقہ عوام کی مرضی معلوم کرنے کیلئے استصوابِ رائے کے بغیر کیا گیا ہو تو وہ سازش کا نتیجہ اور جانبدارانہ تصور کیا جائے گا اور اسے تسلیم کرانے سے انکار ضروری ہوگا۔

۸۔ مَیں نے حسبِ ذیل اقدامات کئے ہیں:

الف۔ یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان ایوارڈوں کی اشاعت مَیں خود نہیں کروں گا۔

ب۔ نئے صوبوں کے متعلقہ گورنروں کو ہدایت کی ہے کہ جب تک ایوارڈ شائع نہیں ہو جاتے اور ان پر عمل درآمد نہیں ہو جاتا اس وقت تک وہ فرضی تقسیم پر مبنی حدوں کے مطابق کام کرتے رہیں۔

ج۔ مَیں نے دونوں حکومتوں کے نمائندوں کی ایک میٹنگ بلائی ہے تا کہ:

(ا)۔ ایوارڈ کی اشاعت کے وقت اور طریقۂ کار کا فیصلہ کیا جائے۔

(۲)۔ پارٹیشن کونسل نے ایوارڈ قبول کروانے اور اس کے فیصلوں کی تعمیل کروانے کا جو بیڑا اٹھایا ہے اب یہ طے کیا جائے کہ اس عہد پر عمل کس طریقے سے ہوگا۔

۹۔ میرے آئندہ تار میں باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا خلاصہ شامل ہوگا۔[۲]

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ دستاویز نمبر ۹.۶

۹.۲

ڈینس شا بنام محمد علی جناح[۱]

ملیر کینٹ۔ کراچی
۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

اجازت ہو تو مَیں اپنی تہنیت بھی ان ہزاروں تہنیت ناموں میں شامل کر دوں جو آپ کو ابھی تک موصول ہوئے ہیں۔

مَیں تقریباً دو سال قبل ہندوستان آیا تھا اور اس کے داخلی امور سے کم ہی واقف تھا۔ جب میرا تقرر ایک انڈین ملٹری کالج میں بطور سینئیر انگلش ماسٹر ہوا تو میری جہالت اور لاتعلقی کا جلد ہی ازالہ ہو گیا اور مَیں دل سے اس شخص کا مداح ہو گیا جو یکہ و تنہا مسلم ہندوستان کو ایک ریاست میں ڈھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

یہ کام جو پہلے ناممکن نظر آتا تھا آپ نے ممکن کر دکھایا۔ تاریخ میں یقیناً آپکا نام گیری بالڈی[۲] اور بولیوار[۳] کے ناموں کے ساتھ لیا جائے گا جنہوں نے منتشر ڈھیر میں سے قوموں کی تشکیل کی تھی۔

مجھے صرف اُس وقت کے پاکستان کے بارے میں تشویش ہے جب وہ آپ سے محروم

ہو جائیگا کیونکہ بدقسمتی سے یہ ایک لابدی امر ہے۔آپ نے انتھک محنت کی ہے اور اپنے مقصد سے ایسی لگن کا اظہار کیا کہ آپ لوگوں سے مختلف ایک ذیشان ہستی بن چکے ہیں اور یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ کوئی شخص آپ کی جگہ کامیابی سے پُر کرسکتا ہے۔تاہم میری مخلصانہ امید ہے کہ کئی سالوں تک یہ مسئلہ درپیش نہیں ہوگا۔

آپ کی ایک تصویر ملفوف کررہا ہوں جس پر براہ کرم اپنے دستخط ثبت فرما کر ممنون فرمائیں۔

آپ کا
ڈینس شا

وارنٹ افسر II۔آر اے ای سی
۱۴ برٹش فیلڈ رجمنٹ سے منسلک رائل آرٹلری

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۸
۲۔اٹلی کا مشہور لیڈر جس نے کئی منتشر ریاستوں کو ایک قوم میں ڈھال دیا۔
۳۔وینزویلا کا ایک محبِ وطن جسے ''جنوبی امریکہ کا نجات دہندہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

۹.۳

ٹی ڈبلیو ریز بنام کلاڈ آکنلک[۱]

لاہور

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

منجانب ریز برائے سپریم کمانڈر۔میری اطلاع[۲] کے مطابق جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع اور اب گورداسپور میں بھی وہی واقعات رونما ہو رہے ہیں جو پچھلے دو تین ہفتوں سے لاہور اور امرتسر میں ہوتے رہے ہیں اور جالندھر اور ہوشیار پور وغیرہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اثر مہاجرین کی مشتعل کرنے والی رودادوں کے باعث لاہور اور مغربی پنجاب پہنچ رہا ہے جس کا قدرتی ردِعمل بھی ہو رہا ہے۔اگر جنوبی اور مشرقی پنجاب میں ہلاکتوں کو روکا نہ گیا تو یہ خطرہ یقینی ہے کہ مسلمان مغربی پنجاب میں سکھوں اور ہندوؤں سے اس کا بدلہ لیں گے۔اس اثناء میں مغربی پنجاب کے سکھ رہنما مشرقی پنجاب کے سکھ رہنماؤں سے قتل کی وارداتوں کو روکنے کی اپیل کر رہے

ہیں کیونکہ ڈر ہے کہ مغربی پنجاب میں سکھ وسیع پیمانے پر انتقامی کارروائیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ تاہم صورتِ حال اس حد تک خراب نہیں ہوئی ہے جتنا کہ مغربی پنجاب کے مسلم رہنماؤں کو ڈر تھا۔ اس عرصے میں پنجاب باؤنڈری فورس کے جوان قتل و غارت روکنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں جیسا کہ وہ اب تک کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ مَیں جنوب میں کمک بھیج رہا ہوں اور مغربی پنجاب کے مسلم رہنماؤں نے بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ بھی یہی کریں گے اور کر بھی رہے ہیں۔ واقعتاً ضرورت اس بات کی ہے کہ مشرقی پنجاب میں قتلِ عام کو روکا جائے۔ مَیں نے یہ پیغام میسروی (Messervy) کو بھی دکھایا ہے اور وہ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں اور میرا ارادہ ہے کہ مغربی پنجاب کے دو وزیروں کے ساتھ کل صبح جالندھر جا کر ترویدی (Trivedi) سے ملاقات کروں بشرطیکہ وہ ہمیں وہاں مل سکیں۔[۳]

ٹی ڈبلیو ریز

کمانڈر پنجاب باؤنڈری فورس

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱

۲۔ فرینک میسروی نے لاہور کا دورہ کرنے کے بعد اس رپورٹ کے مندرجات کی توثیق کی اور بتایا ''لاہور اور امرتسر تو جل چکے ہیں۔ اصل خطرہ مشرقی پنجاب میں جالندھر، لدھیانہ اور ہوشیار پور کے اضلاع کو ہے۔''

۳۔ آکِنلک اپنے ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کے خط میں ماؤنٹ بیٹن کو تجویز کرتے ہیں کہ ''اس کا حل مشرقی پنجاب میں ہے۔ وہاں قتلِ عام روکنے کیلئے رہنماؤں کو پوری کوشش کرنی چاہئے۔''

۹.۴

سلمیٰ تصدّق حسین بنام محمد علی جناح[۱]

۲۷ ایمپریس روڈ۔ لاہور

۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

دُکھتے دل سے مَیں بطور ایک بیٹی کے اپنے باپ کو مشرقی پنجاب کے سینکڑوں ہزاروں

مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی جانب سے یہ خط لکھ رہی ہوں جو سکھوں اور باؤنڈری فورس کے غیر مسلم فوجیوں کے انتہائی ہولناک، وحشیانہ اور غیر انسانی حملوں کا شکار ہوئے اور یہی وحشی لوگ وسیع پیمانے پر آتش زنی، قتل، زنا بالجبر اور اغوا کے بھی مرتکب ہوئے ہیں۔

مَیں مرکزی پنجاب مسلم لیگ ریلیف کمیٹی کی سیکرٹری ہوں اور مجھے روزانہ ایسے ہزاروں معاملات نمٹانے پڑتے ہیں۔ صورتِ حال اب قابو سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔ لاہور ہی میں مجھے روزانہ سینکڑوں لوگوں کیلئے رہائش کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کا خوف و ہراس حوصلہ شکن ہے۔ یہ نہیں کہ مَیں حالات سے مایوس ہوں۔ دشواریوں پر بالآخر قابو پا لیا جائے گا لیکن ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا قتل ناقابلِ برداشت ہے۔ ہمارے صوبائی رہنما پوری کوشش کر رہے ہیں تاہم اگر آپ کا دورہ ممکن نہ ہو سکے تو ہماری حوصلہ افزائی کیلئے آپ کا ذاتی پیغام بھی کافی ہوگا۔ آج ہمیں آپ کی رہنمائی کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ پاکستان کے حصول کیلئے پنجاب نے مقدور بھر کام کیا ہے۔ مہربانی فرما کر بہادر پنجابیوں کو بچا لیجئے اور ان ہزاروں مسلمان لڑکیوں کی بازیابی کیلئے، جنہیں زبردستی اغواء کر کے سکھ بنا لیا گیا ہے، اپنی حکومت کا اثر و رسوخ استعمال کیجئے۔

آپ کی

غمزدہ سلمٰی تصدّق حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۸۲

۹.۵

بلدیہ کراچی کے سپاسنامے پر محمد علی جناح کا جواب[1]

کراچی

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

بلدیہ کراچی کے میئر اور کونسلر حضرات! مَیں آپ کے پُرخلوص سپاسنامے اور ان تعریفی کلمات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے ازراہِ عنایت میرے اور میری بہن کے

بارے میں ارشاد فرمائے۔ آپ کے نیک جذبات اور خیالات کو بھی سراہتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ میری آرزو اور امید ہے کہ انہیں عملی جامہ پہنایا جائے۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ سب سے اور اہلِ کراچی سے ملاقات کا یہ موقع میسر آیا۔ بلاشبہ میرے دل میں اس خوبصورت شہر کی بہت محبت اور قدر ہے۔ محض اس لئے نہیں کہ اس سے میرا پرانا تعلق ہے اور نہ ہی اس لئے کہ یہ میری جائے پیدائش ہے بلکہ اس لئے کہ اب یہ ایک نئی خود مختار اور آزاد مملکتِ پاکستان کی جائے پیدائش بن گیا ہے۔ تمام حریت پسند لوگوں کی نظر میں کراچی نہ صرف خصوصی اہمیت کی علامت بن جائے گا بلکہ تاریخ میں بھی وہ مقام پائے گا جس کی کوئی اور نظیر موجود نہیں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ مَیں وہ پہلا شخص ہوں جسے شہریوں کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔

غیر معمولی فوائد

کراچی کوئی عام شہر نہیں ہے۔ قدرت نے اسے غیر معمولی نعمتیں عطا کی ہیں جو خصوصاً جدید تقاضوں کیلئے ضروری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ابتداء اگرچہ معمولی سطح پر ہوئی لیکن اب وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہے اور یہ بات اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ اس کا شمار دنیا کے ممتاز ترین شہروں میں ہوگا۔ یہ نہ صرف اس کے ہوائی اڈے اور بندرگاہ بلکہ خود شہر کی رونق کا باعث ہوگا۔ کراچی کی ایک خاص خوش کن بات یہ ہے کہ اگرچہ کئی بڑے شہر بلند و بالا عمارتوں کے ہجوم سے گنجان ہو گئے ہیں لیکن کراچی میں کشادہ جگہیں اور پہاڑی مقامات کی طرز پر عمارتوں کی چھتیں ہیں جو آنے والے کو کھلی فضا اور آسائش کا احساس دلاتی ہیں۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا موسم خوشگوار ہے اور پورے سال صحت افزا اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ مَیں کراچی کا ایک عظیم مستقبل دیکھ رہا ہوں۔ یہ شہر ہمیشہ سے وسیع امکانات کا حامل رہا ہے اور اب پاکستان کا دارالحکومت[۲] بن جانے کے بعد اور حکومتِ پاکستان اور اس کے عملے کی یہاں آمد اور اس کے نتیجے میں تجارت، صنعت و حرفت اور کاروبار میں بے پناہ اضافے کے سبب اس کے لئے بیشمار مواقع کا دروازہ کھل گیا ہے۔ آیئے ہم سب مل جل کر

کوشش کریں کہ یہ خوبصورت شہر کاروبار، صنعت وحرفت اور تجارت کا ایک عظیم مرکز اور علم و ثقافت کا گہوارہ بن جائے۔

جیسا کہ آپ نے کہا ہے، اس شہر کی اہمیت کے ساتھ ساتھ کراچی بلدیہ کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ انہیں احسن طریقے سے نبھائے گی۔ بلدیہ کے تمام شعبوں کی سرگرمیوں میں مزید اضافہ ہو جائیگا لیکن مجھے اعتماد ہے کہ شہر کے منتظموں کی دانشمندانہ رہنمائی اور تمام شہریوں کے تعاون سے اس کام کو مستعدی اور لگن کے ساتھ انجام دیا جائے گا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ کو درپیش مشکلات اور مسائل حل کرنے میں حکومت کی اعانت حاصل رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ حکومت کے متعلقہ شعبے مناسب وقت پر بطریق احسن بلدیہ اور اس کے میئر کے اختیارات اور حیثیت کے معاملات بھی نمٹا دیں گے جن کے بارے میں آپ فی الحال فکرمند دکھائی دے رہے ہیں۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی

کراچی کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہ واحد اہم شہر ہے جہاں لوگوں نے فرقہ وارانہ فسادات کے دوران اپنے دل و دماغ کو ٹھنڈا رکھا اور امن و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے اور مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی ایسا ہی کریں گے۔

پاکستان حکومتِ سندھ، بلدیہ اور کراچی کے شہریوں کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنانے کے مرکزی حکومت کے فیصلے کا خیر مقدم کیا اور ساری سہولتیں فراہم کیں۔ حکومتی عملے کی یہاں آمد کے ساتھ ساتھ پاکستان اور ہندوستان کے اطراف و جوانب سے لوگ کراچی پہنچ گئے ہیں۔ یہ لوگ اصل شہریوں کی طرح یہاں رہیں گے اور عظیم مواقع سے استفادہ کرنے کیلئے اپنی صلاحیتیں صرف کریں گے اور اپنی خدمات پاکستان کی تعمیر نو کیلئے فراہم کریں گے تاکہ برادر اقوام ہمیں احترام کی نظر سے دیکھیں اور ہم دنیا کی جلیل القدر قوموں کی صف میں عزت کا مقام حاصل کرلیں۔

ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ نہ صرف طمع بلکہ جملہ اقسام کے ڈر اور خوف کو بھی دور کریں

اورحریت، اخوت اور مساوات کے اسلامی احکامات پر عمل کریں۔

میئر اور کونسلر حضرات! مَیں ایک بار پھر آپ کے خیر مقدمی سپاسنامے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۲

۲۔ ۱۶ جون ۱۹۴۷ء کو لیاقت علی خاں نے وائسرائے کو مطلع کیا کہ مسلم لیگ نے فیصلہ کیا ہے کہ فی الحال حکومتِ پاکستان کا صدر مقام کراچی ہوگا۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۱۵۸ کا انیکس ۴

۳۔ ۷ اگست ۱۹۴۷ء تک حکومت پاکستان کے ۲۹۰۰ ملازمین اپنے اہل خانہ سمیت کراچی پہنچ چکے تھے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۹ اگست ۱۹۴۷ء

۹.۶

پنجاب کی عصمت دری[1]

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

بنگال کی تقسیم کے متعلق سر سِرل ریڈکلف کے ایوارڈ[2] کا تفصیلی جائزہ ہم پہلے ہی لے چکے ہیں۔ پنجاب کے بارے میں حقائق اور اعداد کے جائزے سے یہ نظر آتا ہے کہ اگر باؤنڈری کمیشن کے یہ ''غیر جانبدار'' چیئرمین مشرقی بنگال کے سلسلے میں جانبدار تھے تو اس سے کہیں زیادہ مغربی پنجاب کے بارے میں تھے۔ اس فرضی تقسیم نے پنجاب کے ساتھ اتنی ہی ناانصافی کی ہے جتنی بنگال کے ساتھ کی تھی۔ امید تھی کہ جب حدود کی حتمی نشاندہی ہوگی تو انصاف ہو جائیگا لیکن سر سِرل ریڈکلف نے اس سے بالکل الٹا کام کیا ہے۔ انکا واحد مقصد یہ نظر آتا ہے کہ وہ کتنا کچھ مغرب سے مشرق کو دے سکتے ہیں۔ یعنی وہ پاکستان کو اور کتنا کاٹ پیٹ سکتے ہیں۔ گورداسپور کی چار تحصیلوں میں سے انہوں نے تین مشرقی پنجاب کو دیدی ہیں اور لاہور کی تین تحصیلوں میں سے دو کو تقسیم کر کے دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ اگر کوئی ان پانچ تحصیلوں کی آبادی کے فرقہ وار اعداد و شمار کو دیکھے تو ان کی ناانصافی اور بدنیتی کھل کر سامنے آجائے گی۔

گورداسپور تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۱۷۱۴۹۸ ہے جبکہ ہندو اور سکھ دونوں ملا کر

۱۳۳۶۷۴ بنتے ہیں۔ بٹالہ تحصیل میں مسلمان ۲۰۷۲۷۱ ہیں اور ہندو سکھ ۱۴۹۸۴۶ ہیں۔ پٹھان کوٹ تحصیل میں مسلم اکثریت ۱۴۹۶۰۰ ہے جبکہ ہندوؤں اور سکھوں کو اکٹھا کر کے ان کی تعداد ۸۶۷۰۰ بنتی ہے۔ لاہور کے دوسرے تقسیم شدہ ضلع، قصور کی تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۲۳۷۰۳۸ ہے اور اس کے مقابلے میں ہندوؤں اور سکھوں کی تعداد ۱۵۸۰۳۱ ہے جبکہ چونیاں تحصیل میں مسلمانوں کی اکثریت ۲۳۷۸۲۹ ہے اور غیر مسلم ۱۴۰۱۱۰ ہیں۔ تاہم سر سِرل ریڈکلف کو ان دو اضلاع میں سے تقریباً ۲۳۰۰ مربع میل کا انتہائی زرخیز علاقہ مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب منتقل کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوا۔

ان کی رپورٹ چاہے کتنے ہی غور سے پڑھی جائے اس میں ایسی کوئی دلیل نظر نہیں آئے گی جس کے سہارے متصل اکثریت کے اصول سے سنگین انحراف اور واضح شرائط کار کی خلاف ورزی ثابت نہ ہوتی ہو۔ سر سِرل ریڈکلف نے صرف یہ کہنے کا تردّد کیا کہ ''اپنی استعداد کے مطابق ان دوسرے عناصر کی جانچ پڑتال کے بعد، جو اکثریتی علاقوں کے اصول پر اثر انداز ہوتے ہیں، مَیں اس فیصلے پر پہنچا ہوں۔'' انہوں نے کن دوسرے عوامل کا اندازہ لگایا ہے؟ آخر وہ کیا وجوہات تھیں جن سے یہ ناقابلِ بیان عوامل اسقدر اہم نظر آئے کہ ان کے لئے متصلہ اکثریت کے بنیادی اصول سے انحراف کرنا بھی جائز ہو گیا؟ سر سِرل ریڈکلف اب اس ملک سے چلے گئے ہیں ورنہ ان کے روبرو ان نکات کے بارے میں سوال کیا جاتا۔ اپنی رپورٹ لکھنے کے بعد اور پنجاب بنگال اور سلہٹ کے نقشے پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچنے کے بعد یہ ''ممتاز'' کے سی (کنگز کونسل) اپنے عدالتی گمراہی کے منظر سے رخصت ہو گیا۔ لیکن اس کی سطحی، ناقابل یقین اور مبہم رپورٹ ان لوگوں کا مذاق اڑانے کیلئے باقی ہے جنہوں نے ریڈکلف پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کیا تھا۔

جہاں مغرب کی پانچ مسلم اکثریتی تحصیلوں کو مکمل طور پر یا حصوں بخروں میں مشرق کے حوالے کیا گیا وہاں مشرق کی ایک بھی تحصیل یا اس کا کوئی بھی حصہ، جس میں مسلم اکثریت تھی اور اتصال کے اصول پر پورا اترتا تھا، مغرب کی طرف منتقل نہیں کیا گیا۔ یہاں بھی چند اعداد و شمار سے

واضح ہو جائے گا کہ یہ کس قدر غیر منطقی ایوارڈ تھا۔ فیروز پور تحصیل میں ۱۶۰۳۷۱ مسلمان ہیں جبکہ ہندو اور سکھ ۱۲۳۳۸۷ ہیں۔ زیرا تحصیل میں مسلم اکثریت ۱۳۷۵۶۳ ہے اور ہندو اور سکھ ۶۹۰۷۳ ہیں۔ امرتسر ضلع کی انبالہ تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۱۳۰۹۳۹ ہے اور ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی ۸۳۴۰۱ ہے۔ جالندھر ضلع کی نکودر تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۱۳۵۹۱۸ ہے جبکہ ہندوؤں اور سکھوں کی تعداد ۹۱۸۰۲ ہے۔ یہ ساری تحصیلیں اور دوسرے مختلف وسعت کے علاقے مغربی پنجاب کے مسلم اکثریتی علاقوں کے ساتھ متصل حلقہ بناتے ہیں۔ لیکن یہاں پر برطانوی عدلیہ کے ''غیر جانبدار'' عالی مرتبت رکن تحصیل وار حد بندی کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ جب مسلمانوں سے غیر مسلموں کو علاقے دینے کا سوال آتا ہے تو تحصیل کو اہمیت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جب اسی اصول پر مشرقی پنجاب سے بعض علاقے مسلمانوں کو دینے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس اصول سے چشم پوشی کر لی جاتی ہے۔ ایوارڈ کے مصنف اس بارے میں صرف اتنا ہی کہتے ہیں ''مَیں نے ستلج کے مشرق میں واقع مسلم اکثریت والے علاقے کے بارے میں کافی تامل کے بعد مجموعی طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ دونوں ممالک کے مفاد میں نہیں کہ مغربی پنجاب کے علاقے کو ستلج کی دوسری جانب ایک پٹی تک وسیع کر دیا جائے۔ اس میں دوسرے عوامل بھی شامل ہیں مثلاً ریلوے، مواصلات اور آبی نظام میں خلل جن سے متصلہ اکثریت کا بنیادی مطالبہ مسترد ہو جاتا ہے۔''

جو الفاظ ہم نے واوین میں دیے ہیں ان سے اس شخص کی ذہنیت اور اصول سے انحراف نمایاں ہو جاتا ہے جو اس برصغیر کے اہم علاقائی مسئلے کو نمٹانے کیلئے ایک ماہر تصور کیا جاتا تھا۔ کیا کوئی شخص سر سِرل ریڈکلف کے فقرے ''مجموعی طور پر'' کی وضاحت کر سکتا ہے؟ کیا کوئی شخص قیاس کر سکتا ہے کہ وہ بھاری وجوہات کیا تھیں جن سے تسلیم شدہ مسلم اکثریتوں کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا اور جن سے وہ کم بھاری وجوہات منسوخ ہو گئیں جو ان علاقوں کی پاکستان میں منتقلی کے حق میں تھیں۔ سر سِرل ریڈکلف نے ''مجموعی طور پر'' کے الفاظ سے یہ اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے ذہن میں دلائل کا موازنہ کیا تھا۔ لیکن وہ یہاں کے عوام کی ذہانت کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں کہ انہیں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتے کہ ان کے فیصلے کے حق میں اور اس کے خلاف کون سی اور وجوہات تھیں۔ پنجاب

کے بارے میں تو انہوں نے اعتراف کیا کہ انہیں ریلوے اور آبی نظام کے متعلق تشویش تھی لیکن بنگال میں مغربی بنگال کو دارجلنگ اور جل پائیگوڑی دیتے ہوئے انہوں نے ریلوے مواصلات کو اور شمالی بنگال کے آبی نظام کو درہم برہم کرتے ہوئے کوئی پس وپیش نہیں کیا۔

سر سِرل ریڈکلف کی رپورٹ کا جتنا مطالعہ کیا جائے اور ان کے ایوارڈ کا جتنا جائزہ لیا جائے اتنا ہی زیادہ تعجب ہوتا ہے کہ وہ بعد میں تخلیق کئے گئے ''دیگر عوامل'' کیا تھے جنہوں نے حد بندی کے کام میں اتنا اہم کردار ادا کیا اور ایک قابلِ اعتماد جج کو جانبدار بنا دیا۔ بیشک عوام قیاس کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۱
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۰
۳۔ وہ اعداد وشمار جو ''پارٹیشن آف پنجاب ۱۹۴۷ء'' کی جلد سوم میں دیئے گئے ہیں ان سے مختلف ہیں۔

۹.۷

پونچھ کے مسلمان بنام محمد علی جناح[1]

(تار)[2]

مری

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

قائداعظم محمد علی جناح۔ لاہور

پونچھ، ریاست کشمیر کے بے یار و مددگار مسلمانوں کو ریاستی فوج بے دردی سے قتل کر رہی ہے۔ مہربانی سے فوراً مداخلت کر کے ان کی زندگیاں بچایئے۔

پونچھ کے مسلمان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۷
۲۔ اس زمانے میں ریاست کے حکام پونچھ کی سیاسی صورت حال سے متعلق تاروں کا سنسر کیا کرتے تھے۔

۹.۸

شاہ پسند خان اور دیگر بنام محمد علی جناح[1]

ٹانک

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب قائداعظم محمد علی جناح۔ کراچی

تقریباً دس ہزار مسعودی، وزیری، بھٹانی، جتاتری وغیرہ ٹانک میں یکم ستمبر ۱۹۴۷ء کو نواب قطب الدین خان آف ٹانک کی صدارت میں جمع ہوئے اور متفقہ طور پر اولاً یہ تجویز منظور کی کہ ہم لوگوں کو مشرقی پنجاب کے غمناک اور وحشیانہ واقعات سے صدمہ پہنچا ہے اور مشرقی پنجاب کے مسلم بھائیوں کی مدد کیلئے ہم نواب ٹانک کی رہنمائی میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کیلئے تیار ہیں۔ ثانیاً یہ کہ گورنر جنرل قائداعظم کو معلوم ہونا چاہئے کہ پانچ ہزار مسلّح قبائلی فوراً روانگی کیلئے تیار ہیں اور باقی بیس ہزار بعد میں جائیں گے۔ انہیں صرف سواری اور راشن کی ضرورت ہے۔ ثالثاً یہ کہ جب سے سرحد کو پنجاب سے جدا کیا گیا ہے ہمارے قبیلے نظر انداز ہو رہے ہیں اور ہمارے رہنماؤں کو کابینہ میں جگہ نہیں ملی ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ نواب آف ٹانک کو کابینہ میں لیا جائے تا کہ وہ ہمارے اضلاع اور قبیلوں کی نمائندگی کر سکیں۔ اگر چہ انہیں اس کی خواہش نہیں ہے لیکن انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ ہمارے مفاد کیلئے کام کریں اور اپنے ذاتی اور اپنی سرداری کے مسائل فی الحال پسِ پشت ڈالیں۔

شاہ پسند خان مسعود

اور دیگر افراد[2]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۹۰

۲۔ ان میں یہ لوگ شامل تھے: ملک ولی زئی خان وزیری، صوبیدار گیاز گل خان بھٹانی آف جندولہ، دوست محمد خان ٹانک کے نمبردار، خان ارسلان خان توتور، محمد بخش چغتائی اور سیکرٹری مسلم لیگ ٹانک۔ پیر مشہر آف کانیگرم

۹.۹

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[1]

(اقتباس۔ بصیغۂ راز)

نئی دہلی

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

امید ہے کہ جو رپورٹ کل ارسال کی گئی تھی مل چکی ہوگی۔ آج کی خبروں کے مطابق صورتِ حال بہت تیزی سے خراب ہو رہی ہے جیسا کہ کل کی رپورٹ میں قیاس کیا گیا تھا۔ بہادر گڑھ میں، جو یہاں سے ۱۷ تا ۱۸ میل دور ایک بڑا گاؤں ہے، ہماری مال گاڑی کو دو روز قبل جلایا اور لوٹا گیا تھا۔ کل رات اسی گروہ نے اس پر پھر حملہ کیا۔ مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد کے متعلق کوئی واضح اطلاع نہیں۔ سنا ہے کہ گھر جل رہے ہیں۔ عورتوں اور بچوں کی بڑی تعداد کو پولیس اسٹیشن پہنچا دیا گیا ہے لیکن وہ سنگین خطرے میں ہیں۔ یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ نجف گڑھ میں، جو دہلی سے تقریباً ۱۶ میل پر ایک قصبہ ہے، آج کی رات حملے کا خطرہ ہے۔ جو ٹولیاں قرب و نواح میں کارروائیاں کر رہی ہیں وہ اب آزاد پور پہنچ چکی ہیں جو دہلی سے ۵ میل دور ایک گاؤں ہے۔

۲۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ سکھوں کے بعض گروہ یہاں آ کر برلا مندر اور باڑا ہندو راؤ کے قریب بظاہر بطور پناہ گزیں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ انہی ٹولیوں کے ارکان ہیں جو مشرقی پنجاب میں کارروائیاں کر رہے تھے اور جو اب صوبۂ دہلی میں خفیہ طور پر داخل ہو رہے ہیں۔

[پیرے ۳، ۴ اور ۵ خذف کر دیے گئے ہیں]

۶۔ ہوائی جہاز کے ذریعے اپنے لوگوں کی منتقلی کا کام جاری ہے لیکن حکومتِ ہندوستان نے ان تین ہوائی جہازوں پر قبضہ کر لیا ہے جو ٹاٹا کمپنی نے تجارتی بنیادوں پر ہمیں دیئے تھے۔ یہ ہمارے انتظامات میں مداخلتِ بیجا ہے۔ مَیں اس کے خلاف حکومتِ ہندوستان سے احتجاج کر رہا ہوں اور حکومتِ پاکستان سے بھی گذارش ہے کہ وہ بھی اس پر احتجاج کرے۔ بدقسمتی سے ہمارے

انتظامات میں اس سے رخنہ پڑ گیا ہے۔ تاہم دوسرے معاملات میں منصوبے کے تحت عمل درآمد ہو رہا ہے۔

[پیرے ۷ تا ۹ حذف کر دیے گئے ہیں]

زاہد حسین

پاکستان ہائی کمشنر متعینہ ہندوستان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۴

۹.۱۰
محمد علی جناح بنام کلیمنٹ ایٹلی[1]

۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر ایٹلی

اس خط کا مقصد محض آپ سے میر لائق علی کا تعارف کرانا ہے جو حیدرآباد میں ایک عظیم صنعت کار کے طور پر مشہور ہیں اور اب پاکستان کی صنعتی ترقی میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ میرے ذاتی دوست بھی ہیں۔

وہ برصغیر کے تجارتی اور صنعتی حلقوں میں ایک قابل ترین ماہر سمجھے جاتے ہیں اور اس وقت حیدرآباد میں بڑی صنعتوں کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ مَیں نے سوچا کہ آپ کچھ وقت نکال کر ان سے ملاقات کر لیجئے۔ ۱۶ ستمبر کو منعقد ہونے والے اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں شرکت کیلئے وہ ہمارے ایک نمائندے کی حیثیت سے جا رہے ہیں اور انہیں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ راستے میں کچھ دنوں کیلئے انگلستان میں بھی رک جائیں۔ ان کا تعلق حیدرآباد سے ہے اور اعلیٰ حضرت نظام حیدرآباد بھی انہیں عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور میرے خیال میں آپ کیلئے نظام کا ذاتی خط بھی وہ ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ان کو آپ

سے ملنے کا موقع بھی دستیاب ہو گا اور آپ سے برطانیہ اور پاکستان کے مابین تجارتی تعلقات کے بارے میں گفت وشنید ہو سکے گی کیونکہ پاکستان کی صنعتی اور تجارتی ترقی میں وہ لازمی طور پر اہم کردار ادا کریں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۱۹

۹.۱۱

یو پی، بہار، سی پی وغیرہ کے
پاکستان کا انتخاب کرنے والے سرکاری ملازمین بنام محمد علی جناح[1]

کراچی

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

عزیز ترین قائداعظم، اسلام علیکم

انتہائی ناچاری کی حالت میں ہم نے آپ کو یہ خط بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مدد اور رہنمائی کیلئے ہماری توجہ غیر ارادی اور قدرتی طور پر صرف ایک فرد کی جانب مبذول ہوتی ہے۔ آپ کو پنجاب اور دہلی کے المیے کے بارے میں کچھ بتانا محض لفظوں کا ضیاع ہو گا کیونکہ آپ خود اس سے بخوبی واقف ہیں اور رنجیدہ بھی ہیں۔ حکومتِ پاکستان اور خاص طور پر آپ نے ان مصیبت زدگان کی بہت مدد کی ہے اور انہیں وہاں سے نکالا ہے لیکن ہم یو پی، بہار وغیرہ کے فراموش شدہ لوگوں کے متعلق کچھ تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہ کوئی راز نہیں ہے کہ حکومتِ پاکستان کو مفلوج کرنے کیلئے ہمارے ہندو اور سکھ دشمنوں نے یہ اپنا 'مقدّس' فریضہ بنالیا تھا کہ اس کے ملازمین کو قتل، آتش زنی اور لوٹ مار کے ذریعے کسی طرح

پاکستان جانے سے روک دیا جائے۔انہوں نے ریل گاڑیوں کو پٹری سے اتارا اور ہر طرح سے کوشش کی کہ انہیں اس ارضِ موعود کو جانے نہ دیا جائے۔حالیہ خونریزی میں حکومتِ پاکستان کے ملازمین ان ظالموں کا خاص نشانہ بنے ہوئے تھے۔ہم لوگ، جو یہاں سخت اور بے لوث محنت کرنے کے ارادے سے آئے تھے،ان حالات میں کس طرح اپنے فرائض تندہی سے انجام دے سکتے ہیں۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ یوپی، بہار،سی پی وغیرہ میں ابھی تک کوئی گڑبڑ نہیں ہے لیکن کون جانتا ہے کہ تشدّد کے اس آتش فشاں پہاڑ پر جمی ہوئی امن کی برف کی باریک تہہ کتنی دیر قائم رہ سکتی ہے۔اور اس وقت بھی ان ''پُرامن مقامات'' میں حکومت پاکستان کے ملازمین کے اہل خانہ کو تنگ کیا جارہا ہے اور دھمکایا جارہا ہے۔لہٰذا فوری عمل کیلئے آپ کی توجہ حسبِ ذیل تجاویز کی جانب مبذول کرارہے ہیں:

۱۔دو تین روز کے اندر تمام وزارتوں میں سرکاری ملازمین کے خاندانوں کی مکمل ضلع وار فہرستیں تیار کی جائیں جس میں ملازم کا نام،صوبہ،گھر کا مکمل پتہ،اس شخص یا سرپرست کا نام جس سے رابطہ کرنا ہے،خاندان کے ارکان کی تعداد ریلوے اسٹیشن اور دوسری تفصیلات،درج ہوں۔

۲۔ان فہرستوں کو وزارتِ مہاجرین و بحالیات میں اکٹھا کیا جائے۔

۳۔منتقل ہونے والے افراد کی تعداد کا اندازہ لگانے کے بعد ان کے انخلاء کیلئے خصوصی ٹرینوں کا بندوبست کیا جائے اور حکومتِ ہندوستان سے کہا جائے کہ وہ ان ٹرینوں کو حفاظت سے منزل تک پہنچانے کی ضمانت دے۔اگر یہ ممکن نہیں ہے تو یہ ٹرینیں پاکستانی فوج کے مضبوط دستوں کی نگرانی میں چلائی جائیں۔

۴۔اگر حکومتِ ہندوستان خصوصی ٹرینوں کا انتظام نہ کر سکے تو حکومتِ پاکستان کو چاہئے کہ وہ پاکستانی علاقے میں غیر ضروری سروس میں کمی کر کے انخلا کیلئے ٹرینیں مہیا کرے۔

پہلے مرحلے میں ان سرکاری ملازمین کے خاندانوں کو منتقل کیا جائے جو ٹرانسفر آفس کی اپیل پر اپنے اہل خانہ کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں کیونکہ یہ سرکاری ملازمین بڑی پریشانی میں دن گذار رہے ہیں اور ان کیلئے اپنے فرائض دلجمعی سے ادا کرنا ممکن نہیں ہے۔سرکاری ملازمین کے خاندانوں کے انخلاء کے بعد وسیع پیمانے پر مسلم آبادی کی منتقلی کے بارے میں بھی غور کیا جائے۔

یہ واضح ہے کہ اس وقت حکومتِ پاکستان صرف دہلی اور مشرقی پنجاب سے انخلاء میں مصروف ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اس کے بعد ہی دوسرے مقامات سے انخلاء کا کام شروع کیا جائے۔ جیسا کہ جنابِ عالی کو علم ہے کہ دوسری جانب حکومتِ ہندوستان پورے مغربی پاکستان سے یعنی صوبہ سرحد، بلوچستان، سندھ اور مغربی پنجاب سے ہندوؤں اور سکھوں کو نکالنے میں مشغول ہے۔ ہر محبِ وطن کو جاننا چاہئے کہ حکومتِ پاکستان کو ابتداء ہی سے غیر متوقع مسائل کا سامنا ہے لیکن ہنگامی حالات کا تقاضہ ہے کہ دہلی اور مشرقی پنجاب کے ساتھ ساتھ دوسرے مقامات کی طرف بھی توجہ دی جائے تا کہ انہیں قتلِ عام اور لوٹ مار سے بچایا جا سکے جس کا منظر غیر مسلموں نے مشرقی پنجاب اور دہلی میں پیش کیا تھا اور خاص طور پر دہلی میں جہاں لوگ لاعلمی میں مارے گئے۔

امید ہے کہ ہماری اس اپیل پر آپ فوری اور پوری توجہ فرمائیں گے۔

فضیلت مآب کے جان نثار خادم

پاکستان کا انتخاب کرنے والے یو پی، بہار، سی پی وغیرہ کے سرکاری ملازمین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۵۰

۹.۱۲

کلیمنٹ ایٹلی بنام محمد علی جناح[1]

۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ،

وہائٹ ہال۔لندن

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

آپ کے ۱۱ ستمبر کے خط[2] کا شکریہ جس میں آپ نے اپنے دوست میر لائق علی کا مجھ

سے تعارف کرایا ہے۔ان سے مل کر مَیں بہت لطف اندوز ہوا اور ہمارے درمیان بہت دلچسپ گفتگو رہی۔

میرے رفقاء اور مَیں خود پاکستان میں ہونے والے واقعات کو بہت غور اور ہمدردی کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ ہماری پُرخلوص تمنا اور دعا ہے کہ جن مشکلات سے آپ اس وقتِ گذر رہے ہیں وہ بہت جلد دور ہو جائیں گی تا کہ اس عظیم نئی مملکت کے عوام امن و امان سے اپنی زندگی گذار سکیں۔

آپ کا مخلص

سی آر ایٹلی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۹۰

۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۱۹

۹.۱۳

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر[1]

(تار[2]۔انتہائی خفیہ)

نئی دہلی

۲۸ فروری ۱۹۴۸ء

۱۔سر ظفر اللہ خان کی تقریروں سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن پر الزامات کی بابت اقتباسات حسب ذیل ہیں:

۲۔۱۶ جنوری ۱۹۴۸ء: حکومتِ پنجاب کی خفیہ رپورٹوں سے، جنہیں اب عام کر دیا گیا، ظاہر ہوتا ہے کہ سکھوں کے اس منصوبے سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن پہلے ہی واقف تھے جس پر بعد میں عمل کیا گیا۔''

۳۔۲۴ جنوری ۱۹۴۸ء: ''ایک نوٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک منصوبہ تھا جس سے

بلاشبہ اصحابِ اقتدار واقف تھے۔ اس نوٹ میں چند واقعات درج ہیں جن کا ذکر پاکستان کے وزیراعظم نے کیا تھا۔ جولائی ۱۹۴۷ء کے اوائل[۳] میں وائسرائے ہاؤس میں ایک میٹنگ ہوئی تھی تاکہ پنجاب میں وسیع پیمانے پر ہنگامہ آرائی کے سکھ منصوبے کے تدارک کے لئے ضروری اقدامات سوچے جائیں۔ اس میٹنگ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور دیگر حضرات نے شرکت کی تھی۔ میٹنگ میں پنجاب سی آئی ڈی کے ایک انگریز افسر نے تفصیل سے بتایا کہ سکھ کس طرح پنجاب میں وسیع پیمانے پر تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس بارے میں وافر اور معتبر ثبوت موجود ہیں اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ سکھ رہنما اور بعض سکھ ریاستیں کس پیمانے پر تیاریاں کر رہے ہیں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صاف کہا تھا کہ وہ فسادات کو کچلنے میں اپنی پوری طاقت استعمال کریں گے۔ تمام موجود حضرات نے فوراً اور سردار پٹیل نے کچھ تامل کے ساتھ اس پر اتفاق کیا تھا کہ حفظِ ماتقدّم کے طور پر سکھ رہنماؤں اور برہنہ تلوار کے دھنی، ماسٹر تارا سنگھ کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ جولائی کے وسط میں پارٹیشن کونسل میں بھی اس مسئلے پر گفتگو ہوئی تھی اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے دوبارہ بیڑا اٹھایا تھا کہ وہ اس قسم کی کسی تحریک کو کچلنے کیلئے اپنی پوری قوت، ہوائی جہاز، ٹینک، توپیں وغیرہ استعمال کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے مہاراجہ پٹیالہ اور دوسرے سکھ رہنماؤں کو واشگاف الفاظ میں خبردار کر دیا ہے۔ تاہم کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے۔ کچھ عرصے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ سکھ رہنماؤں کو فوراً گرفتار نہ کیا جائے۔ بعد میں انہوں نے پھر پینترا بدلا اور کہا کہ ۱۳ اگست[۴] کو جب باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان ہوگا تو اسی وقت وہ ان پر وار کریں گے۔"

۴۔ بلاشبہ ان تقاریر کا مکمل ریکارڈ آپ کو دستیاب ہوگا۔

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۸

۲۔ اس تار کی نقول وزیراعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری اور لارڈ پریوی سیل کو بھیجی گئیں۔

۳۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳

۴۔ ریڈکلف نے پنجاب باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن کی خدمت میں پیش کیا۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۴.۴.۳

PCPPI—2697()4)QAPP—16-04-05—2000



قائداعظم محمد علی جناح

جناح پیپرز

جلد پنجم

پاکستان۔ کربِ تخلیق



مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچرڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

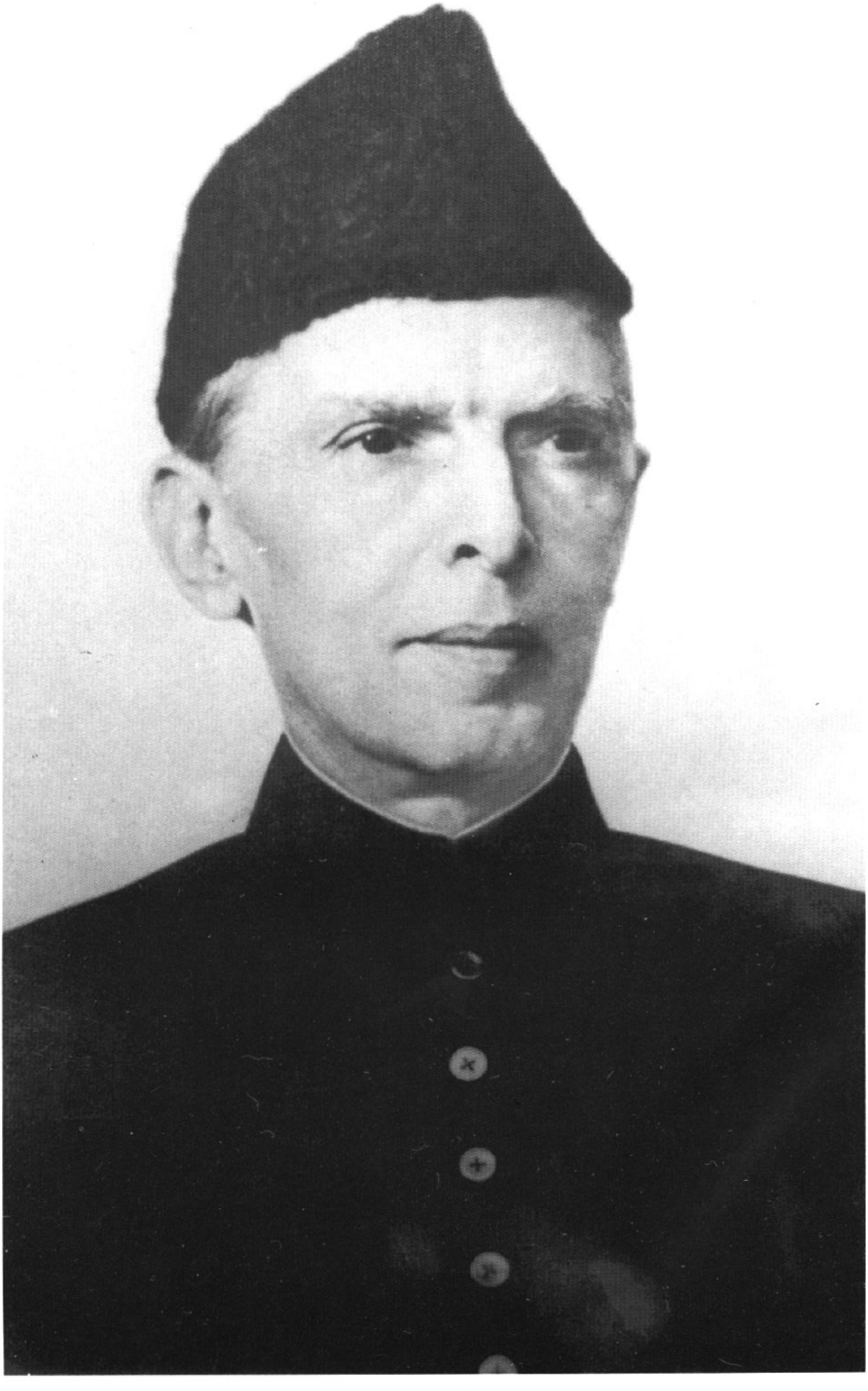

قائداعظم محمد علی جناح

قائداعظم

محمد علی جناح پیپرز

جلد پنجم

پاکستان۔ کربِ تخلیق

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

فہرست

	پیش لفظ	۱۳
	تعارف	۱۶
	آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء	۳۵
	اہم اداروں کے عہدیدار	۳۶
	جوائنٹ ڈیفنس کونسل	۳۷
۱	تہنیت نامے بنام محمد علی جناح	۳۸
	منجانب:-	
۱.۱	ہیرلڈ میکملن (Harold Macmillan)	۳۸
۱.۲	حبیب بورقیبہ	۳۹
۱.۳	شاہ عبداللہ	۳۹
۱.۴	شاہ فاروق	۴۰
۱.۵	محمد علی جناح بنام ایویلین رینچ (Evelyn Wrench) بمع ضمیمہ	۴۰
	منجانب:-	
۱.۶	لنڈن بی جانسن (Lyndon B. Johnson)	۴۱
۱.۷	مئیر کولمبو	۴۲
۱.۸	پیتھک لارنس (Pethick-Lawrence)	۴۳
۱.۹	جان مسارِک (Jan Massaryk)	۴۳
۱.۱۰	محمد امین الحسینی	۴۴

۱.۱۱	شہزادہ فیصل	۴۵
۱.۱۲	اسمٰعیل صدقی اوغلی	۴۶
۲	**فرقہ وارانہ فسادات**	۴۷
۲.۱	**پنجاب میں فسادات**	۵۳
۲.۱.۱	لیاقت علی خاں بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ جات	۵۳
۲.۱.۲	لیاقت علی خاں بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع منسلکہ	۵۹
۲.۱.۳	مشترکہ دفاعی کونسل کا اعلامیہ	۶۱
۲.۱.۴	قائداعظم کا نشریہ	۶۴
۲.۱.۵	زاہد حسین بنام ولبھ بھائی پٹیل بمع ملفوفہ	۶۷
۲.۱.۶	حسن البنّا بنام محمد علی جناح	۶۹
۲.۱.۷	سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ	۷۰
۲.۱.۸	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ	۷۱
۲.۱.۹	زاہد حسین بنام جواہر لال نہرو	۷۴
۲.۱.۱۰	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ بمع ضمیمہ	۷۵
۲.۱.۱۱	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو	۸۰
۲.۱.۱۲	سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ	۸۱
۲.۱۱۳	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ	۸۲
۲.۱.۱۴	سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ	۸۴
۲.۱.۱۵	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح	۸۵
۲.۱.۱۶	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ ومنسلکہ	۸۶
۲.۱.۱۷	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح	۹۹
۲.۱.۱۸	ماسٹر تارا سنگھ اور اُدھم سنگھ نگو کے (Udham Singh Nagoke) کا بیان	۹۹

۲.۱.۱۹	فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۱۰۱
۲.۱.۲۰	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو بمع ضمیمہ جات	۱۰۵
۲.۲	**بلوچستان میں فسادات**	۱۰۹
۲.۲.۱	جیوفری پرائر (Geoffrey Prior) بنام ایم اکرام اللہ	۱۰۹
۲.۲.۲	جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح	۱۱۰
۲.۲.۳	" " ایضاً " "	۱۱۱
۲.۲.۴	" " ایضاً " "	۱۱۲
۲.۲.۵	" " ایضاً " "	۱۱۴
۲.۲.۶	" " ایضاً " "	۱۱۵
۲.۲.۷	" " ایضاً " "	۱۱۶
۲.۲.۸	" " ایضاً " "	۱۱۶
۲.۲.۹	" " ایضاً " "	۱۱۷
۲.۲.۱۰	" " ایضاً " "	۱۱۸
۲.۲.۱۱	" " ایضاً " "	۱۱۸
۲.۲.۱۲	" " ایضاً " "	۱۱۹
۲.۲.۱۳	" " ایضاً " "	۱۲۰
۲.۲.۱۴	" " ایضاً " "	۱۲۰
۲.۲.۱۵	" " ایضاً " "	۱۲۱
۲.۲.۱۶	" " ایضاً " "	۱۲۱
۲.۲.۱۷	" " ایضاً " "	۱۲۲
۲.۲.۱۸	" " ایضاً " "	۱۲۲
۳	**باؤنڈری کمیشن**	۱۲۴
۳.۱	**تعارفی تبصرہ**	۱۲۴
۳.۱.۱	جارج ایبل بنام ایس ای ایبٹ (S. E. Abbott)	۱۳۰

۳.۱.۲	ایون جنکنز کی یادداشت	۱۳۱
۳.۱.۳	مہاراجہ بیکانیر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۳۲
۳.۱.۴	ایچ ایل ازمے بنام لیاقت علی خاں	۱۳۳
۳.۱.۵	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ایون جنکنز	۱۳۵
۳.۱.۶	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام فریڈرک بروز وایون جنکنز	۱۳۵
۳.۱.۷	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح	۱۳۶
۳.۱.۸	لوئی ماؤنٹ بیٹن اور پاکستان و ہندوستان کے نمائندوں کا اجلاس	۱۳۸
۳.۲	**باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز کا متن بمع ضمیمہ جات**	۱۴۳
۳.۳	**باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز پر اخباروں اور سیاسی رہنماؤں کے تبصرے**	۱۶۰
۳.۳.۱	پاکستان ٹائمز کا اداریہ	۱۶۰
۳.۳.۲	سیاسی رہنماؤں کے تبصرے	۱۶۳
۳.۴	**ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف کا کردار**	۱۶۴
۳.۴.۱	نوئل بیکر بنام دفتر خارجہ لندن	۱۶۴
۳.۴.۲	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام کلیمنٹ ایٹلی بمع ملفوفہ	۱۶۵
۳.۴.۳	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر	۱۷۰
۳.۴.۴	ایچ ایل ازمے بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۷۱
۴	**صوبۂ سرحد کے معاملات**	۱۷۳
۴.۱	جارج کنگھم بنام محمد علی جناح	۱۷۳
۴.۲	" " ایضاً " "	۱۷۵
۴.۳	" " ایضاً " "	۱۷۵
۴.۴	" " ایضاً " " بمع ضمیمہ جات	۱۷۶
۴.۵	" " ایضاً " " بمع ضمیمہ	۱۷۸
۴.۶	محمد علی جناح بنام جارج کنگھم	۱۸۰

۴.۷	" " ایضاً " "	۱۸۱
۴.۸	محمد علی بنام ایف امین بمع ملفوفہ جات ومنسلکہ	۱۸۲
۵	**قائداعظم کے پیغامات وبیانات**	۲۱۱
۵.۱	عیدالفطر کے موقع پر قائد کا پیغام	۲۱۱
۵.۲	فسادات کے بارے میں قائداعظم کا بیان	۲۱۲
۵.۳	ریلیف فنڈ کے لئے قائداعظم کی اپیل	۲۱۴
۵.۴	دہلی کے حالات کے بارے میں قائداعظم کا بیان	۲۱۷
۵.۵	ولیکا ٹیکسٹائل ملز میں قائداعظم کی ایک تقریر کی رپورٹ	۲۱۸
۶	**ریاستوں کا الحاق**	۲۲۰
۶.۱	**کشمیر**	۲۲۶
۶.۱.۱	جنک سنگھ، وزیراعظم، ریاست جموں وکشمیر بنام عبدالرّب نشتر	۲۲۶
۶.۱.۲	ایم اکرام اللہ، سیکرٹری خارجہ، حکومتِ پاکستان بنام جنک سنگھ	۲۲۶
۶.۱.۳	حسن علی خان بنام عبدالرّب نشتر	۲۲۷
۶.۱.۴	غلام محمد، پبلسٹی سیکرٹری، مسلم کانفرنس، کشمیر بنام لیاقت علی خاں	۲۲۷
۶.۱.۵	غلام محمد بنام لیاقت علی خاں بمع ملفوفہ	۲۲۸
۶.۱.۶	کشمیر مسلم ایسوسی ایشن بنام لیاقت علی خاں	۲۳۶
۶.۲	**جوناگڑھ**	۲۳۷
۶.۲.۱	نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح	۲۳۷
۶.۲.۲	نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح	۲۳۷
۶.۲.۳	شاہنواز بھٹو بنام محمد علی جناح	۲۳۸
۶.۲.۴	محمد علی جناح بنام شاہنواز بھٹو	۲۳۹
۶.۲.۵	جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں	۲۴۰
۶.۲.۶	شاہنواز بھٹو بنام ایم ڈبلیو عباسی بمع ملفوفہ	۲۴۲

۶.۲.۷	محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۲۴۴
۶.۲.۸	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح	۲۴۵
۶.۲.۹	محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ضمیمہ	۲۴۶
۶.۲.۱۰	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو	۲۵۱
۶.۲.۱۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ	۲۵۲
۶.۳	**دیگر ریاستیں**	۲۵۵
۶.۳.۱	ایف امین کا نوٹ	۲۵۵
۶.۳.۲	نواب ماناودر بنام محمد علی جناح	۲۵۶
۶.۳.۳	محمد علی جناح بنام نواب ماناودر	۲۵۷
۶.۳.۴	میر خاران بنام محمد علی جناح	۲۵۷
۶.۳.۵	آر ای بی باور (R. E. B. Bower) بنام جارج مارشل	۲۵۸
۶.۳.۶	منسٹر آف اسٹیٹ برائے تعلقات دولتِ مشترکہ کی رپورٹ	۲۶۱
۷	**قائداعظم ریلیف فنڈ اور دیگر فنڈز بمع ضمیمہ**	۲۶۶
۷.۱	قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کی رپورٹ بمع منسلکہ جات	۲۷۵
۷.۲	قائداعظم ریلیف فنڈ کے نائب صدر کی امریکہ سے اپیل	۲۷۷
۷.۳	مسلم ممالک سے محمد علی جناح کی اپیل	۲۷۸
۷.۴	قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کا پریس نوٹ	۲۷۹
۷.۵	قائداعظم کا پیغامِ تشکر	۲۸۰
۷.۶	قائداعظم ریلیف فنڈ کے اعزازی سیکرٹری کا پریس نوٹ	۲۸۱
۷.۷	قائداعظم ریلیف فنڈ میں عطیہ دینے والوں کی فہرست	۲۸۳
۸	**متفرقات**	۲۸۷
۸.۱	**وائسرائے کی نجی رپورٹ**	۲۸۷
۸.۱.۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۲۸۷

۸.۲	فلسطین پر ہندوستانی نمائندے کی رپورٹ	۲۹۸
۸.۲.۱	عبدالرحمٰن بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۲۹۸
۸.۳	نمائندہ کو لیئرز ویکلی سے محمد علی جناح کا انٹرویو	۳۱۵
۸.۳.۱	ایف امین کا نوٹ	۳۱۵
۸.۴	سائنسی تحقیق کے ادارّوں کیلئے آغا خان کی تجویز	۳۲۰
۸.۴.۱	غلام حسین ہدایت اللہ بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۳۲۰
۸.۴.۲	محمد علی جناح بنام غلام حسین ہدایت اللہ	۳۲۲
۸.۵	پاکستان وافغانستان تعلقات	۳۲۳
۸.۵.۱	سعید اللہ خان کا نوٹ بمع ضمیمہ جات وملفوفہ جات	۳۲۳
۹	اضافی دستاویزات	
۹.۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۳۳۴
۹.۲	ڈینس شا بنام محمد علی جناح	۳۳۶
۹.۳	ٹی ڈبلیو ریز بنام کلاڈ آ کنلِک	۳۳۷
۹.۴	سلمٰی تصدّق حسین بنام محمد علی جناح	۳۳۸
۹.۵	بلدیہ کراچی کے سپاسنامے پر محمد علی جناح کا جواب	۳۳۹
۹.۶	پنجاب کی عصمت دری	۳۴۲
۹.۷	پونچھ کے مسلمان بنام محمد علی جناح	۳۴۵
۹.۸	شاہ پسند خان اور دیگر بنام محمد علی جناح	۳۴۶
۹.۹	زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ	۳۴۷
۹.۱۰	محمد علی جناح بنام کلیمنٹ ایٹلی	۳۴۸
۹.۱۱	یو پی، بہار، سی پی وغیرہ کے سرکاری ملازمین بنام محمد علی جناح	۳۴۹
۹.۱۲	کلیمنٹ ایٹلی بنام محمد علی جناح	۳۵۱
۹.۱۳	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر	۳۵۲

پیش لفظ

زیرِ نظر مجموعہ جس کا عنوان ''پاکستان۔ کربِ تخلیق'' ہے دراصل جناح پیپرز کے سلسلۂ اوّل کی پانچویں جلد ہے۔ اس سلسلے کی پہلی چار جلدیں، ''تمہیدِ پاکستان''، ''پاکستان تشکیل کے مراحل میں''، ''پاکستان تخلیق کی دہلیز پر'' اور ''بالآخر تخلیقِ پاکستان'' مجموعی طور پر ۲۰ فروری سے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے عرصے پر محیط ہیں جب قائداعظم تحریکِ آزادی کے فیصلہ کن مرحلے میں اپنا کلیدی کردار ادا کر رہے تھے۔ یہ جلد ۱۵ اگست سے ۳۰ ستمبر کے تاریخ ساز دور پر مشتمل ہے۔ یہ پاکستان کے اس اوّلین عہد سے متعلق ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح بحیثیت گورنر جنرل ملک کی سربراہی کر رہے تھے اور یہ عظیم سیاسی رہنما ایک مدبّر اور ملک کے بانی کے طور پر ابھرے۔ یہ جلد پاکستانی قوم کی امنگوں اور درپیش مشکلات اور آزمائشوں سے اس کی نبردآزمائی کی عکاسی کرتی ہے۔ اس دور میں قائداعظم بیرونی خطرات اور اندرونی افراتفری سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنی قوم کو عزت اور وقار سے جینے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کتاب میں منتخب دستاویزات شامل ہیں جن میں سے بیشتر پچھلی کتابوں میں شامل اہم موضوعات کا تسلسل ہیں جبکہ باقی ماندہ کچھ نئے موضوعات مثلاً باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ اور فلسطین سے متعلق ہیں۔ موضوعاتی تناظر کے لئے دیسی ریاستوں سے متعلق تمام بنیادی اور اضافی دستاویزات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ پارٹیشن کونسل اور مشترکہ دفاعی کونسل کی کارگزاری اور شمال مغربی صوبۂ سرحد و پٹھانستان کے مسائل کا ذکر جو پچھلی جلدوں میں آیا ہے اس جلد میں بھی جاری رہا ہے۔

اس جلد میں شامل بنیادی دستاویزات قائداعظم پیپرز اور گورنر جنرل پیپرز سے لی گئی

ہیں جو نیشنل آرکائیوز آف پاکستان اور فارن آفس آرکائیوز میں دستیاب ہیں۔ انہیں تاریخ وار تسلسل سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اضافی مواد زیادہ تر برٹش لائبریری کی اورینٹل اینڈ انڈیا آفس کلیکشن، برٹش پبلک ریکارڈ آفس، امریکی نیشنل آرکائیوز، نیشنل ڈاکیومینٹیشن سنٹر، اسلام آباد اور اس عہد کے جرائد اور مطبوعات سے لیا گیا ہے۔ جو دستاویزات ''جناح پیپرز'' کے انگریزی ایڈیشن میں شامل ہیں ان کا حوالہ ترجمے میں درجِ ذیل طریقے سے دیا گیا ہے:

جناح پیپرز جلد نمبر، دستاویز نمبر اور جناح پیپرز جلد نمبر، اپنڈکس نمبر اور دستاویز نمبر۔ زیرِ نظر کتاب کے حوالہ جات اسی کتاب کے دستاویزات نمبر سے دیے گئے ہیں۔ ایک ہی نوعیت کی متعدد دستاویزات، اکثر تہنیت نامے اور انٹرویوز کی درخواستیں وغیرہ اس جلد سے خارج کر دی گئی ہیں۔ شامل شدہ دستاویزات کے علاوہ کچھ ایسے مراسلات بھی ہیں جو قائداعظم نے بحیثیت گورنر جنرل بھیجے یا جن میں انہیں مخاطب کیا گیا تھا جو اگرچہ سرکاری ریکارڈ میں موجود ہیں لیکن صیغۂ راز میں ہونے کے سبب فی الحال ان تک رسائی ممکن نہیں۔

وہ علم جو دائمی افادیت کا حامل ہو صبر آزما تحقیق کا متقاضی ہوتا ہے۔ ٹھوس تحقیق کے بغیر علم مضبوط اور پائیدار عمارت کے بجائے ایک کمزور ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ ایک مدیر کا کام انتھک محنت اور مستقل مزاجی سے دستاویزات کی تلاش اور ان کا کھوج لگانا ہے جو بعض اوقات سعیِ رائیگاں ثابت ہوتا ہے۔ قائداعظم پیپرز پروجیکٹ جیسے ادارے کا طریقۂ کار وسیع النظری، غیر جانبداری، منصفانہ غور و خوض اور آزادانہ تبادلۂ خیال پر مبنی ہے۔

ادارتی اور تحقیقی کام کے لئے عملے کی تربیت پر کافی وقت لگتا ہے۔ پروجیکٹ کی عارضی نوعیت کے باعث بڑی تعداد میں ریسرچ آفیسرز مستقل ملازمت کی تلاش میں اس ادارے کو چھوڑنے پر مجبور ہوتے رہے ہیں۔ چونکہ خالی اسامیوں کو پُر کرنا ایک دشوار مرحلہ ہے لہٰذا یہاں عملے کی صورتِ حال کبھی تسلّی بخش نہیں رہی ہے۔ بعض اسامیاں کالعدم ہو گئیں اور انہیں بحال

کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ کام کی رفتار بار بار سست روی کا شکار ہوتی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میرے رفقائے کار کرنل (ریٹائرڈ) مسعود ضیغم، پروفیسر حبیب فخری اور مسٹر عبدالحامد کی انتھک اور مسلسل محنت کی مرہونِ منت ہے جنہوں نے منتخب دستاویزات کے اُردو ترجمے کی ترتیب وتدوین کی اور اس کی نوک پلک سنوار کر اسے زیرِ نظر کتاب کے قالب میں ڈھالا — اس کے لئے میں انکا ممنون ہوں۔

زوّار حسین زیدی

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچرڈویژن، اسلام آباد

۲۸ مئی ۲۰۰۰ء

تعارف

حکومتِ برطانیہ کی طرف سے تقسیمِ ہند کے منصوبے کا اعلان ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ہوا جبکہ برطانوی پارلیمان نے ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو قانونِ آزادیٔ ہند منظور کیا۔ اس کے تحت یہ طے ہوا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد مملکتوں کا قیام عمل میں آئے گا۔ نتیجتاً پاکستان دنیا کے نقشے پر عالمِ اسلام کی سب سے بڑی اور دنیا کی پانچویں بڑی سلطنت کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ اسی دن بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے ملک کے پہلے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا اور لیاقت علی خاں کی سربراہی میں پاکستان کی سات رکنی کابینہ کی تشکیل اور صوبائی گورنروں اور وزرائے اعلیٰ کی حلف برداری عمل میں آئی۔

برصغیر کے مسلمانوں کیلئے خصوصاً اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے عموماً پاکستان کا ظہور ایک عہد آفریں واقعہ تھا جس کیلئے سب نے یک زبان ہو کر قائداعظم کو شاندار خراجِ تحسین پیش کیا اور تہنیت ناموں کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ جن اہم ہمعصر سیاست دانوں نے قائداعظم اور پاکستانی قوم کو ہدیۂ تبریک پیش کیا ان میں فرانس کے صدر ونسنٹ آرویول (Vincent Auriol)، چین کے صدر چیانگ کائی شیک (Chiang Kai-Shek)، امریکی پارلیمان کے رکن لِنڈن بی جانسن (Lyndon B. Johnson)، برطانوی پارلیمان کے رکن ہیرلڈ میکملن (Harold Macmillan)، سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے ہندوستان و برما پیتھک لارنس (Pethic-Lawrence)، تیونس کی دستور تیونیشیا پارٹی کے صدر حبیب بورقیبہ، مفتی اعظم فلسطین محمد امین الحسینی، سعودی عرب کے شہزادہ فیصل، اخوان المسلمین کے شیخ حسن البنا وغیرہ شامل تھے۔ ایک ماہر تعلیم نے قائد کی تعریف میں لکھا کہ وہ ''بونوں میں دیوقامت''[۱] تھے اور یقین ظاہر کیا کہ ''ان کا نام گیری بالڈی (Garibaldi)[۲] اور بولیوار (Bolivar)[۳] کے ساتھ لیا جائے گا۔'' ایران نے پاکستان کے وجود کو آسمانِ سیاست میں ایک

''درخشندہ ستارہ'' سے تعبیر کیا۔ مختصر یہ کہ دنیا نے پاکستان کی تشکیل کو جدید عہد کا ایک معجزہ گردانا جو یکّہ وتنہا محمد علی جناح نے برپا کیا۔ ممتاز امریکی مورّخ اسٹینلی والپرٹ (Stanley Wolpert) نے لکھا:

''بہت کم افراد تاریخ کا رخ موڑ سکے ہیں۔ ان سے بھی کم لوگوں کو دنیا کے نقشے کو بدلنا نصیب ہوا اور پھر ایسے لوگ تو شاید انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جنہیں ایک قومی ریاست کی تشکیل کا شرف حاصل ہوا ہو۔ محمد علی جناح نے یہ تینوں معرکے اکیلے سرانجام دیئے۔''

یومِ آزادی پر قوم کو مبارکباد دیتے ہوئے قائد نے کہا'' ۱۵ اگست ہماری آزاد اور خودمختار مملکت، پاکستان، کے وجود میں آنے کا دن ہے۔ یہ مسلم قوم کی تقدیر کی برآوری کی صبح ہے جس نے اپنا آزاد وطن حاصل کرنے کیلئے گذشتہ کئی برسوں میں عظیم قربانیاں دی ہیں۔'' انہوں نے مزید فرمایا: ''اس نئی مملکت کے قیام سے پاکستان کے شہریوں پر زبردست ذمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہیں اب یہ موقع حاصل ہوا ہے کہ دنیا کو ثابت کر دکھائیں کہ کس طرح ایک قوم، جو مختلف عناصر پر مشتمل ہے، آپس میں مل جل کر صلح و آشتی کے ساتھ، مذہب اور ذات پات کا امتیاز کئے بغیر اپنے تمام شہریوں کی یکساں فلاح و بہبود کے لئے کام کرسکتی ہے۔''

ایک نئی قوم کو درپیش کٹھن آزمائشوں کا احساس کرتے ہوئے قائد نے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ یہ کہہ کر بڑھایا'' پاکستان کی سرزمین عظیم وسائل سے مالا مال ہے لیکن اسے ایک ایسا ملک بنانے کے لئے جو ہر طرح سے مسلم قوم کے شایانِ شان ہو ہمیں اپنی تمام تر توانائی بروئے کار لانی ہوگی۔''

نئی مملکت کی پالیسی کے خدّ وخال واضح کرتے ہوئے قائد نے اعلان کیا'' پاکستان اپنے پڑوسیوں کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتا ہے اور کسی کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتا۔'' انہوں نے فرمایا'' ہم اقوامِ متحدہ کے منشور کے پابند ہیں اور عالمی امن اور خوشحالی کے فروغ کے لئے ہمہ تن کوشاں رہیں گے۔''

ہفتہ وار کولیئر (Collier's Weekly) کے نمائندے ویلڈن جیمز (Weldon James) کو انٹرویو دیتے ہوئے قائد نے پاکستان کے مستقبل کے بارے میں اپنے تصوّر کی وضاحت ان الفاظ میں کی:

''ہم ایک ایسی ترقی پسند اور جمہوری حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جو انسانی مساوات کے اسلامی عقیدے کے عین مطابق ہو۔''

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پاکستان کے قیام پر قوم نے پورے جوش و خروش سے اظہارِ مسرّت کیا لیکن مشرقی پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کے خلاف وحشیانہ جارحیت نے ان کی خوشیوں میں مہیب اندیشوں اور رنج و ملال کی کڑواہٹ شامل کر دی۔ بلاشبہ ماؤنٹ بیٹن سکھوں کے اُن ناپاک منصوبوں سے بے خبر نہیں تھا جن میں مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو ختم کرنا اور اُن اسپیشل ٹرینوں کو بم سے اڑانا شامل تھا جن میں حکومتِ پاکستان کے اہلکار اور مہاجرین پاکستان جا رہے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن کے چیف آف اسٹاف ایچ ایل ازمے (H. L. Ismay) نے گورنر پنجاب کی ایک رپورٹ کا حوالہ دیا ہے جس میں پاکستان جانے والی ٹرینوں پر حملے کرنے کے سکھ منصوبے کی تفصیل دی گئی تھی۔[۵] چنانچہ تمام جماعتوں کی رضامندی سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ انتقالِ اقتدار سے پہلے ماسٹر تارا سنگھ سمیت تمام گروہی سرغنوں کو نظر بند کر دیا جائے لیکن ماؤنٹ بیٹن ٹال مٹول کرتا رہا اور بالآخر پٹیل کے ایماء پر اس نے یہ فیصلہ منسوخ کر دیا۔ قائد کا یہ خیال تھا کہ اگر وائسرائے حوصلے سے کام لیتا اور متفقہ فیصلے پر عمل کراتا تو فساد کی شروع میں ہی روک تھام ہو جاتی....[۶]

برج لال نہرو نے بھی گاندھی کو اطلاع دی کہ پاکستان جانے والے مہاجرین کی ٹرینوں پر مسلّح گروہ منظّم طریقے سے حملے کر کے جان و مال کا بھاری نقصان کر رہے ہیں۔[۷] ان مہاجرین نے غول در غول مسلّح سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں قتل، زنا بالجبر، اغوا، آتش زنی اور لوٹ مار کی دردناک داستانیں سنائیں جن کو مشرقی پنجاب کی ریاستوں کی افواج کی حمایت حاصل تھی۔ درحقیقت مشرقی پنجاب اور دوسرے علاقوں میں نہتے اور بے کس مسلمانوں کے تحفّظ

میں مشرقی پنجاب اور ہندوستان کی حکومتوں کی بے حسی اور نا اہلی ثابت ہوگئی تھی۔[۸] اس قتل و غارت اور لوٹ مار میں ہندوستانی فوج اور پولیس بھی برابر کی شریک تھی۔

دہلی میں بھی فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے اور شہر کے مضافات میں بھی حالات تیزی سے بگڑنے لگے۔ پاکستانی ہائی کمشنر زاہد حسین بگڑتی ہوئی صورتِ حال کی رپورٹیں متواتر کراچی بھیجتے رہے۔ دہلی کے قتلِ عام کا ذکر کرتے ہوئے زاہد حسین نے لکھا ''یہ تباہی اس سے کہیں زیادہ ہے جو مسلم دنیا پر منگولوں کے حملے سے آئی تھی۔''[۹] انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ ''آج ہم انسانی تاریخ میں اولادِ آدم پر کئے جانے والے بدترین جرائم کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔''[۱۰] ۸ ستمبر تک فسادیوں نے شہر کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ گھرے ہوئے مسلمان شہری اور وہ سرکاری عہدیدار جنہوں نے پاکستان کا انتخاب کیا تھا مگر جو ابھی تک دہلی میں ہی مقیم تھے اپنی جان بچانے کے لئے جوق در جوق ہائی کمیشن کی حدود میں پناہ لینے لگے جس میں بہت جلد مزید پناہ گزینوں کی گنجائش باقی نہ رہی۔[۱۱] آنے والے مہاجرین کیلئے خوراک تقریباً ناپید تھی اور ہائی کمیشن کے اہلکاروں میں موت کے خوف سے باہر نکلنے کی ہمّت نہیں تھی۔ ''یہ جگہ ایک ایسا مہاجر کیمپ بن گئی تھی جہاں خوراک اور صحت و صفائی کی سہولتیں موجود نہیں تھیں۔''[۱۲] پورے کا پورا ہائی کمیشن ''ایک قید خانہ بن گیا تھا جس میں عام قید خانوں کی طرح سلامتی اور خوراک کی ضمانت بھی میسر نہیں تھی۔''[۱۳] مسلم علاقوں میں کوئی گلی کوچہ ایسا نہ تھا جس میں لاشوں کے انبار نہ لگے ہوں ''جنہیں اٹھانے اور ٹھکانے لگانے والا کوئی نہ تھا اور جو کوّوں اور گِدھوں کی خوراک بن رہے تھے۔''[۱۴] بقول زاہد حسین دہلی میں جو کچھ ہو رہا تھا مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے المیے کی مثال نہیں ملتی۔[۱۵] جو لوگ قاتل کے چھرے یا گولی سے بچ نکلے تھے بھوک اور بیماریوں کا لقمہ بن گئے۔[۱۶] دہلی میں واقع پرانے قلعے میں پچاس ہزار مہاجرین ایسے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے کہ وہاں سے کسی کا باہر نکلنا یا اندر آنا تقریباً ناممکن ہوگیا تھا۔[۱۷] غلاظت اور عُسرت میں گھری ہوئی یہ فاقہ کش اور نیم برہنہ مخلوق بیچارگی کی منہ بولتی تصویر تھی۔

مایوسی کے عالم میں لیاقت علی خاں نے ۱۲ ستمبر کو ایک تار کے ذریعے برطانوی وزیرِ اعظم

ایٹلی (Attlee) اور کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے وزرائے اعظم کو لکھا کہ مشرقی پنجاب کے شدید فسادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی سازباز سے سکھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قلع قمع کر دینا چاہتے ہیں تا کہ ان کی جگہ مغربی پنجاب سے آنے والے سکھوں اور ہندوؤں کو بسایا جا سکے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مشرقی پنجاب کی حکومت نے تشدّد کو روکنے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ پٹیالہ اور فرید کوٹ کی سکھ افواج نے تشدّد کی آگ کو مزید بھڑکایا۔ اس خطرناک صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے، جو بے پناہ تباہی کا پیش خیمہ بن سکتی تھی، انہوں نے دولتِ مشترکہ کے ممالک سے اپیل کی کہ وہ اس کے تدارک کے لئے کوشش کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس کا امکان ہے کہ پاکستان اپنے محصور ہائی کمشنر کو دہلی سے واپس بلانے پر مجبور ہو جائے۔[۱۸]

دور اندیش قائد کو نظر آ رہا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر تشدّد دراصل مسلم اقلیت کی تعداد کم کرنے کی ایک سازش ہے۔ انہیں یہ بھی احساس تھا کہ سرحد پار سے طاقتور عناصر ہندوستان اور پاکستان کو دوبارہ یکجا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ گاندھی نے یہ دھمکی دی کہ ''اگر پاکستان (کشمیر کے بارے میں) اپنی واضح غلطی ماننے سے انکار کرتا رہا تو حکومتِ ہندوستان کو اس کے خلاف جنگ کرنی پڑے گی''[۱۹] حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ دھمکی اس بین المملکتی معاہدے کے فوراً بعد دی گئی تھی جس میں جنگ کی مذمت ''نہ صرف اخلاقی بنیاد پر'' کی گئی تھی بلکہ یہ اعتراف بھی کیا گیا تھا کہ جنگ دونوں ممالک کیلئے تباہ کن ثابت ہوگی۔[۲۰] اس بیان پر لیاقت علی خاں نے جواہر لال نہرو سے شدید احتجاج کیا۔ نہرو نے دبے لہجے میں اس خبر کو ''گمراہ کن'' قرار دیا اور جنگ نہ کرنے کے اعلان سے ہندوستان کی وابستگی کی یقین دہانی کرائی۔ بعدازاں پاکستان نے ہندوستان کو یہ تجویز پیش کی کہ دونوں ممالک اقوامِ متحدہ سے اپنے یہاں غیر جانبدار مبصّرین تعینات کرنے کی درخواست کریں جو فرقہ وارانہ صورتِ حال کا جائزہ لے کر اس کی رپورٹ بھیج سکیں۔ ہندوستان نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔[۲۱]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جیسا کہ جلد دوم کے تعارف میں ذکر کیا گیا ہے قائد کی توقع کے خلاف ریڈکلف (Radcliffe) دیانتدار اور غیر جانبدار ثابت نہیں ہوئے۔ ہندوستان کے لئے کابینہ مشن کے رکن اسٹیفورڈ کرپس (Stafford Cripps) کے ذاتی معاون میجر جے ایم شارٹ (J. M. Short) نے انہیں ۳ اگست کو لکھا ''میں اس قوی اور عام خدشے کو درست سمجھتا ہوں کہ ہز ایکسیلنسی (وائسرائے) جو حکم دیں گے ریڈکلف اس کے مطابق ایوارڈ دے دینگے''۔[۲۲]

فرقہ وارانہ فسادات کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر ہونے والی تباہی کے بعد باؤنڈری کمیشن کا صریحاً غیر منصفانہ ایوارڈ اس نوخیز مملکت پر بجلی کے کوندے کی طرح گرا اور لوگوں نے اس پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا۔ باؤنڈری کمیشن کی شرائطِ کار میں ''دیگر عوامل'' کی شق کا بدنیتی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور حق و انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ریڈکلف نے کئی مسلم اکثریتی علاقے مثلاً گورداسپور، فیروز پور، زیرا وغیرہ ہندوستان کو عنایت کر دیے۔[۲۳]

بنگال کے باؤنڈری ایوارڈ میں مرشد آباد کا پورا مسلم اکثریتی ضلع، ضلع ندیا کا دو تہائی مسلم اکثریتی علاقہ، پورا مالدہ اور جیسور کے دو تھانے ہندوستان کو دے دیے گئے حالانکہ ابتدائی منصوبے کے مطابق ان کو پاکستان میں شامل ہونا تھا۔ ایوارڈ میں آسام کے لئے مغربی بنگال (دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی) سے دیناج پور (مشرقی بنگال) کے راستے ہندوستان کو ایک راہداری فراہم کر دی گئی۔ مزید ناانصافی یہ ہوئی کہ پاکستان کو کلکتے سے محروم کر دیا گیا اس کے باوجود کہ یہ مشرقی بنگال کی معیشت کیلئے انتہائی اہم تھا جہاں کلکتے کی ملوں کے لئے ساری خام پٹ سن پیدا ہوتی تھی۔ ''دیگر عوامل'' کی بنیاد پر کلکتے کو پاکستان میں شامل کرنا زیادہ حق بجانب تھا۔ دوسری جانب اسی بنیاد پر اور بہت کم جواز کے ساتھ امرتسر، گورداسپور، فیروز پور اور زیرا ہندوستان کے حوالے کر دیے گئے تھے۔

جہاں تک سلہٹ کا سوال ہے، تین تھانوں کے علاوہ اس سے متصل مسلم اکثریتی علاقوں، گوال پاڑہ، کچھار اور نوگاؤں سے مشرقی بنگال کو محروم کر دیا گیا۔ تاہم چٹاگانگ کے پہاڑی قطعے مشرقی بنگال میں شامل کئے گئے کیونکہ ان علاقوں کو بہرحال اسی مملکت کا حصہ بننا تھا جس میں

چٹاگانگ کا ضلع شامل تھا۔[۲۴] ڈان اخبار نے اپنے ۱۲ اگست کے اداریے میں لکھا:

''پاکستان کو دھوکے سے پنجاب، بنگال اور سلہٹ کے وسیع حصوں سے محروم کر دیا گیا جن پر اس کا حق بنتا تھا۔''

شارٹ کو جس بات کا خوف تھا اسے بعد میں ملنے والی شہادتوں نے ثابت کر دیا۔ اس سلسلے میں سب سے معتبر اور مستند بیان کرسٹوفر بومانٹ (Christopher Beaumont)، ریڈکلف کے سیکرٹری کا ہے۔ برطانوی مورخ انڈریو رابرٹس (Andrew Roberts) نے ۱۹۹۴ء میں اپنی کتاب ''چرچل کے ممتاز رفقا'' (*Eminent Churchillians*) کے ایک باب ''لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ان کے جذباتی ہیجان کے خطرات'' (*Lord Mountbatten and the Perils of Adrenalin*) میں ماؤنٹ بیٹن کے سرکاری سوانح نگار فلپ زیگلر (Philip Ziegler) کا حوالہ دیا ہے کہ ''ماؤنٹ بیٹن کی غیر جانبداری پر رائی برابر شبہ، مسٹر بومانٹ کا بیان پڑھنے کے بعد اب پہاڑ بن گیا ہے۔''[۲۵] ریڈکلف نے اس ڈر سے کہ کہیں اس کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے اپنے کاغذات تلف کر دینے ہی میں عافیت سمجھی تا کہ اصلی حقیقت ظاہر نہ ہونے پائے۔[۲۶] برطانوی مصنفہ وکٹوریہ شوفیلڈ (Victoria Schofield) اپنی کتاب ''ہندوستان، پاکستان اور نا تمام جنگ'' (*India, Pakistan and Unfinished War*) میں بیان کرتی ہیں کہ جب زیڈ ایچ زیدی نے ۱۹۶۷ء میں اس مسئلے پر ریڈکلف سے گفتگو کی تو ان کا جواب تھا کہ انہوں نے اپنے کاغذات اس لئے تلف کئے ہیں تا کہ ''ایوارڈز کا قانونی جواز برقرار رہے۔'' قائد نے معقول وجوہات کی بناء پر ہی کہا تھا کہ ریڈکلف ایوارڈ ''غیر منصفانہ، نا قابلِ فہم بلکہ بد نیتی پر مبنی ہے'' اور یہ ''ایک قانونی نہیں بلکہ سیاسی ایوارڈ ہے۔''[۲۷]

اس بات کے ٹھوس شواہد ملتے ہیں کہ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف دونوں کا کانگریس کی قیادت سے گٹھ جوڑ تھا جس کی پوری کوشش یہی تھی کہ پاکستان کو جتنا ممکن ہو سکے ''مختصر اور نا قابلِ قبول''[۲۸] بنا دیا جائے۔ یہ ''عام نظریہ'' کہ ریڈکلف کے فیصلے ''ہز ایکسیلنسی کے حکم'' کے مطابق ہوا کرتے تھے بعد میں صحیح ثابت ہوا۔[۲۹] پنجاب کی تقسیم سے متعلق باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ تقسیم ہند

سے ایک ہفتہ پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا۔ بعدازاں اس میں ایسا من مانا ردوبدل کیا گیا جس سے ہندوستان کو فائدہ اور پاکستان کو نقصان پہنچا۔[۳۰]

قائد ایک شریف آدمی کی طرح اپنی زبان دے چکے تھے کہ مسلم لیگ ان ایوارڈز کی تعمیل کرے گی۔ گو کہ یہ ایوارڈز غیر منصفانہ، ناقابلِ فہم اور انصاف کے تقاضوں کے بجائے سیاسی مصلحت پر مبنی تھے پھر بھی انہوں نے اپنی زبان کا پاس رکھتے ہوئے ان کی منظوری کا مشورہ دیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تقسیم سے پیدا ہونے والے مسائل ہی کچھ کم حوصلہ شکن نہ تھے کہ اس پر مستزاد یہ کہ قائد کو سرحد کے سرخپوشوں جیسے پاکستان مخالف عناصر کی پیدا کردہ مشکلات سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا۔ ان لوگوں نے پہلے تو کانگریس سے مل کر تقسیمِ ہند کی مخالفت کی اور پھر پٹھانستان کے قیام پر زور دینا شروع کر دیا۔ جب جولائی کے استصوابِ رائے میں بھاری اکثریت نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دے دیا تو ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کو چاہئے تھا کہ رضا کارانہ طور پر اسی وقت یا پاکستان کے قیام کے فوراً بعد مستعفی ہو جاتی کیونکہ تب اس کے پاس حکومت کرتے رہنے کا کوئی اخلاقی جواز باقی نہیں رہا تھا۔ ان کا ۱۵ اگست کو پرچم کشائی کی تقریب کا بائیکاٹ دراصل نئے سیاسی نظام کی مزاحمت تھی۔ سرخپوشوں نے اکثر مقامات پر انتقاماً پٹھانستان کے جھنڈے لہرائے۔ کراچی میں امریکی قونصل خانے نے اس فعل کو ''حکومتِ پاکستان سے نمایاں سرکشی کا مظاہرہ'' قرار دیا۔[۳۱] ایسے حالات میں گورنر کننگھم (Cunningham) کیلئے وزارت کو برطرف کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا انہوں نے قائد کے مشورے سے ۲۲ اگست کو یہ قدم اُٹھایا[۳۲] اور حزبِ مخالف کے رہنما خان عبدالقیوم خان کو طلب کر کے انہیں نئی وزارت بنانے کی دعوت دی۔

افغانستان واحد ملک تھا جس نے اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی شمولیت کے خلاف ووٹ دیا۔ اس ملک سے، جس نے چنداں دوستی کا اظہار نہیں کیا تھا، تعلقات کی بہتری کی خاطر قائد نے سعید اللہ خان کو بطور اپنے ذاتی نمائندے کے کابل روانہ کیا۔ ان کے ساتھ پہلی ہی ملاقات میں

افغان وزیراعظم نے کہا:

''اگر برا نہ مانیں تو درخواست ہے کہ اپنی فراخدلی کے ثبوت کے طور پر آپ پورا صوبۂ سرحد اور قبائلی علاقہ ہمارے حوالے کر دیں کیونکہ اس سے افغانستان کی موجودہ طاقت بہت بڑھ جائیگی۔''[۳۳]

سعید اللہ خان نے جواباً کہا:

''پاکستان کے مقابلے میں افغانستان ایک چھوٹا ملک ہے لہٰذا اسے چاہئے کہ پاکستان سے الحاق کر کے اسے مضبوط تر کر دے۔''

افغان وزیراعظم کے جارحانہ اور نامناسب خیالات سے پریشان ہوئے بغیر سعید اللہ خان نے افغان حکومت سے اپنے حساس اور پیچیدہ مذاکرات جاری رکھے اور بالآخر انہیں دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرنے پر آمادہ کر لیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ہندوستان میں مسلمانوں پر دل ہلا دینے والے مظالم کے باوجود قائد کو کبھی انتقام کا خیال نہیں آیا بلکہ انہوں نے ہمیشہ پاکستان میں رہنے والے ہندوؤں اور دوسری اقلیتوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت پر زور دیا۔ مسلمانوں کی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ روایتی شفقت اور رواداری کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے رسول ﷺ کی مثال دی جنہوں نے ''صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عملی طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے مذاہب اور عقائد کا بہت احترام کیا تھا۔''[۳۴]

قائد نے پُر جوش الفاظ میں مسلمانوں سے اپیل کی:

''ہمیں چاہئے کہ اپنے قول و فعل اور رویّوں سے اقلیتوں کو یہ یقین دلائیں کہ وہ جب تک پاکستان کے وفادار شہری کی حیثیت سے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں پوری کرتی رہیں گی تب تک انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔''[۳۵]

اقلیتوں نے بھی نئی مملکت کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ انڈین کرسچین ایسوسی ایشن کے سیکرٹری آئی پی مل (I. P. Mall) نے قائد کو سندھ کے عیسائیوں کی پاکستان سے مکمل وفاداری

کی یقین دہانی کرائی۔ پاکستان کے بہت سے غیر مسلموں نے بھی ہندوستانی مسلمانوں پر ظلم کے خلاف رنج وغم کا اظہار کیا۔ایک پنشن یافتہ ہندو سرکاری ملازم ڈی ناتھ (D. Nath) نے اعتراف کیا کہ حالیہ فسادات میں متصلہ قصبوں کے با اثر مسلمانوں کے تعاون سے راولپنڈی ڈویژن میں ہندوؤں کا گاؤں لوٹ مار سے بچا رہا۔[۳۶] ۱۴ اگست کو اپنے عید کے پیغام میں قائد نے برصغیر کی مسلم اقلیت کو فراموش نہیں کیا جس نے پاکستان کے حصول میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ''وہ ہماری تاریخی اور دلیرانہ جدوجہد کا ہراول دستہ تھے''۔[۳۷] قائد مُصر تھے کہ تشدّد اور لوٹ مار کرنے والوں سے پوری سختی سے نمٹا جائے۔اس کی مثال بلوچستان کی حکومت کو ان کی سخت ہدایات تھیں جن کے نتیجے میں وہاں بہت جلد حالات پُرامن ہو گئے۔[۳۸]

ایک ممتاز عیسائی رہنما سی ای گبن (C. E. Gibbon) نے قائد کو یقین دلایا:

> ''جو رنج اور اندیشہ آپ کے دل میں ہے اس میں میرے ہم مذہب برابر کے شریک ہیں۔ہم اس مصیبت کے ازالے کیلئے حتی الامکان کوشش کر رہے ہیں اور امن وامان برقرار رکھنے کے لئے انتظامیہ کی مدد کر رہے ہیں۔''[۳۹]

قائد نے پاکستان کے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ انتقامی کارروائیوں سے باز رہیں کیونکہ ''یہ عمل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔''[۴۰] نہوں نے مزید کہا:

> ''یہ بات ہمارے مفاد میں بھی نہیں ہے اور ایسے عمل سے ہندوستان یا برِصغیر کے دوسرے علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کی تکالیف دور نہیں ہو سکتیں۔''[۴۱]

انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو پُرزور الفاظ میں سمجھایا کہ:

> ''اپنے جذبات کو دانائی سے قابو میں رکھیں۔اگر آپ کے طرزِ عمل پر موجودہ جذبات غالب آ گئے تو ان خطرات سے خبردار رہیں جو اس نوخیز مملکت کو گھیر لیں گے۔''[۴۲]

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتلِ عام پر مغربی پنجاب اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں غیر مسلموں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔قبائلی پٹھانوں نے درخواست کی

کہ قائد انہیں بدلہ لینے کی اجازت دیں لیکن[۴۳] قائد نے انہیں صبر کی تلقین کی۔ پنجاب اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں غیر مسلموں کے قتل اور انہیں اعضا سے محروم کرنے کی وارداتوں نے قائد کو بہت آزردہ کیا۔ انہوں نے شروع ہی میں ماؤنٹ بیٹن پر زور دیا تھا کہ وہ لاہور اور امرتسر کے فسادات کا سختی سے انسداد کریں اور یہ بھی کہا ''مجھے پرواہ نہیں خواہ آپ کو مسلمانوں پر بھی گولی چلانی پڑے۔ مگر یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے''۔[۴۴] مغربی پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں المناک واقعات رونما ہوئے۔ غیر مسلم تارکینِ وطن کی ٹرینوں پر شدید حملے ہوئے اور قتل، لوٹ مار اور آتش زنی کی وارداتیں ہوئیں۔[۴۵] آگے چل کر سندھ کے گورنر اور صوبائی مسلم لیگ نے غیر مسلموں سے اپیل کی کہ وہ نقل مکانی نہ کریں۔

تارکینِ وطن کی کثیر تعداد پر دلخراش اور ناگفتہ بہ مظالم کے واقعات نے قائد کی حسّاس طبیعت میں اضطراب پیدا کر دیا۔ جب وہ لاہور میں بے گھر اور نادار مہاجرین کے مسائل سے نمٹ رہے تھے اور ان کی بحالی کے انتظامات کی نگرانی میں مصروف تھے انہیں یکم ستمبر کو اپنے بھائی احمد علی کی وفات کی خبر ملی۔ انہوں نے یہ خبر بہت ضبط و تحمل سے سنی کیونکہ ان کے پاس نجی صدمے پر سوگ منانے کا وقت نہیں تھا۔ انہوں نے مہاجرین کے دکھ درد کو اس طرح اپنا لیا تھا کہ ان کا دکھ انہیں ذاتی غم سے زیادہ محسوس ہونے لگا تھا۔

لاکھوں مفلوک الحال مسلمان مہاجرین کو خوراک کی فراہمی اور ان کی دیکھ بھال کا بوجھ اس نوخیز مملکت کیلئے بڑا صبر آزما کام تھا۔ موجودہ وسائل میں اضافے کیلئے قائداعظم ریلیف فنڈ قائم کیا اور بے مایہ اور ضرورت مند مہاجرین کی مدد اور بحالی کے لئے کشادہ دلی سے چندہ دینے کی اپیل کی۔[۴۶] انہوں نے تلقین کی:

> ''آج کے دن ہر فرد یہ تہیّہ کر لے کہ وہ غذا، اور زندگی کی دوسری ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لے گا اور بچا ہوا کھانا، کپڑا اور روپیہ مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری کے لئے اس مشترک فنڈ میں جمع کرائے گا۔''[۴۷]

اس اپیل پر قوم نے لبیک کہا اور فنڈ میں جمع شدہ رقم تین لاکھ پچاس ہزار کے ابتدائی

عطیات سے شروع ہوکر تین کروڑ تک پہنچ گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائد کو ہمیشہ سے مسلم ہندوستان کی معاشی اور صنعتی ترقی میں دلچسپی تھی۔ بہت عرصہ قبل انہوں نے جولائی ۱۹۴۴ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی تھی تا کہ مجوزہ مملکت کی معاشی اور سماجی ترقی کا ایک جامع پنج سالہ منصوبہ بنایا جاسکے۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان سے ناخواندگی کی لعنت جلد از جلد ختم ہو جائے۔ انہوں نے فنی ماہروں، سائنس دانوں، تاجروں، ڈاکٹروں اور سرکاری عہدیداروں کو بہترین تربیت دینے کی سہولتیں مہیا کرنے پر زور دیا تا کہ انسانی وسائل کی نشوونما معاشی ترقی کا ذریعہ بن سکے۔[۴۸]

وہ جانتے تھے کہ پاکستان میں کوئی خاص صنعتی بنیاد نہیں ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ صنعتوں کو ترقی دی جائے اور اس مقصد کیلئے انہوں نے تربیت یافتہ افراد کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے زیورخ کے مشہور پولی ٹیکنیک کے نمونے پر اعلیٰ سائنسی اور تکنیکی تعلیم کے لئے دو ادارے قائم کرنے کے سلسلے میں آغا خان کی چالیس لاکھ روپے کی پیش کش کا خیر مقدم کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ وہ اس مقصد کے لئے اندرونِ ملک بھی دو کروڑ روپے کی رقم جمع کرلیں گے۔[۴۹]

آرچیبالڈ رولینڈز (Archibald Rowlands) کو، جو ۱۹۴۶ء تک وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر رہ چکے تھے اور ملکی قتصادیات اور معاشی انتظام کا وسیع تجربہ رکھتے تھے، قائد نے اگست کے آخر میں اپنا مالی مشیر مقرر کیا تا کہ وہ نوخیز مملکت کی معیشت کا جائزہ لے کر اسے مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے اقدامات تجویز کریں۔ حصولِ آزادی سے بہت پہلے قائد نے کئی منصوبوں کا آغاز کروادیا تھا مثلاً محمدی اسٹیم شپ کمپنی، اورینٹ ایئرویز، مسلم چیمبر آف کامرس اور کچھ بینک۔ آزادی کے فوراً بعد کراچی میں ولیکا ٹیکسٹائل ملز کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے انہوں نے کہا:

''اگر پاکستان دنیا میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہتا ہے، جس کیلئے اس کے پاس کافی

ومسائل ہیں، تو اسے چاہئے کہ زراعت کے ساتھ ساتھ صنعتی استعداد میں بھی اضافہ کرے اور اپنی معیشت میں صنعتی رجحان پیدا کرے۔ اپنے ملک میں صنعتیں قائم کرنے سے بیرونی دنیا پر ہمارا انحصار کم ہو جائے گا۔"[۵۰]

پاکستان میں اقتصادی اور صنعتی ترقی کی ضرورت کے پیشِ نظر قائد نے حیدرآباد (دکن) کے ایک نامور صنعت کار میر لائق علی کے بارے میں جو امریکہ جاتے ہوئے لندن میں کچھ دن قیام کا ارادہ رکھتے تھے ایٹلی،[۵۱] چرچل (Churchill)[۵۲] اور میکملن (Macmillan)[۵۳] کو تعارفی خطوط لکھے۔ قائد کا خیال تھا کہ پاکستان کی صنعتی ترقی میں لائق علی بہت مددگار ثابت ہو سکتے ہیں لہٰذا ان کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ اس مقصد کیلئے لندن میں امکانات کا جائزہ لیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

غیر منصفانہ باؤنڈری ایوارڈز کے ساتھ ہی ساتھ پاکستان کو ریاستوں کے الحاق کا پیچیدہ مسئلہ درپیش تھا۔ آزادی کی جدوجہد کے دوران مسلم لیگ ریاستوں کے بارے میں باقاعدہ غور وخوض کی بنیاد پر کوئی واضح اور مربوط پالیسی وضع نہ کر سکی۔ اس دور میں قائد اور ان کے نائبین پاکستان کے مطالبے سے متعلق معاملات میں بری طرح الجھے ہوئے تھے۔ ریاستوں کے بارے میں برطانوی پالیسی بھی مبہم اور تذبذب کا شکار تھی اور وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد آیا یہ ریاستیں آزاد ہو جائیں گی یا ان کو کسی ایک مملکت سے الحاق کرنا ہوگا۔ یہ پالیسی عملی سیاست سے میل نہیں کھاتی تھی۔ دوسری جانب کانگریس کا رویّہ حقیقت حال کے مطابق تھا۔ وہ ریاستوں کی آزادی کی سخت مخالف تھی اور اس کا اصرار تھا کہ ہر ریاست کو لازماً ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ ملحق ہونا ہوگا۔

حیدرآباد، کشمیر، جوناگڑھ اور قلات کے ماسوا بیشتر ریاستوں نے کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق کر لیا۔ نظام حیدرآباد نے کسی بھی مملکت کے ساتھ الحاق نہیں کیا بلکہ اخبارات اور دیگر ذرائع کے مطابق اسے ایک آزاد اور خودمختار ریاست کی حیثیت دے دی تھی۔ بہر حال ہندوستان حیدرآباد کے اپنے ساتھ الحاق پر زور دیتا رہا اور ستمبر ۱۹۴۸ء میں قائد کے انتقال کے

فوراً بعد اُس نے فوج کشی کر کے اس پر قبضہ کرلیا۔

۱۵ ستمبر کو نواب جونا گڑھ نے پاکستان سے الحاق کیا لیکن ہندوستان نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ریاست کے گرد اپنی فوج جمّع کر کے نواب سے دستبرداری کا مطالبہ کیا۔[۵۴]

دوسری طرف مہاراجہ کشمیر کے ہاتھ میں اپنی ۸۵ فیصد مسلم آبادی کی تقدیر کا فیصلہ تھا۔ اس نے پاکستان کے ساتھ ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ کرلیا لیکن سردار پٹیل کشمیر پر مسلسل دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ ہندوستان سے الحاق کر لے۔[۵۵]

کشمیر کے کچھ علاقوں نے اور خاص طور پر پونچھ کے مسلمانوں نے جو انتقالِ اقتدار سے پہلے بھی بہیمانہ ظلم و تشدّد کا شکار تھے، قائد سے اپیل کی کہ وہ ریاستی افواج کے جبر و تشدّد سے انہیں نجات دلوائیں۔[۵۶] اس ظلم کے نتیجے میں یہ لوگ کثیر تعداد میں اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

اسی دوران ہندوستان نے کشمیر سے ٹیلی مواصلات اور زمینی رابطہ قائم کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔ ریاست میں راجپوت اور سکھ مسلّح گروہ چوری چھپے داخل ہونے لگے اور ان پریشان کن حالات میں ریاست کے لوگ انتظار کرتے رہے کہ یہ تعطّل کسی طرح خوش اسلوبی سے ختم ہو جائے۔

پاکستان کے جغرافیائی حلقۂ اثر میں آنے والی ریاستیں اس کے ساتھ الحاق پر مائل تھیں سوائے قلات کے جس کو قائد نے ایک آزاد اور خود مختار ریاست تسلیم کیا تھا اور جس کی حیثیت ہندوستانی ریاستوں سے مختلف تھی۔[۵۷] بلوچستان کی چھوٹی ریاستیں لسبیلا[۵۸] اور خاران[۵۹] پاکستان سے الحاق پر رضامند تھیں لیکن ان کا دعویٰ تھا کہ وہ ریاست قلات کے ماتحت نہیں ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مسلمانوں کے مفاد کی، اور خاص طور پر فلسطینی عربوں کے مفادات کی، آل انڈیا مسلم لیگ اور قائد ہمیشہ سرگرمی سے، حمایت کرتے رہے تھے۔ جب فلسطین پر برطانیہ کی عارضی تولّیت ختم ہونے والی تھی تو اس علاقے پر یہودیوں اور عربوں کے دعووں کا جائزہ لینے کیلئے اقوام متحدہ نے

مئی ۱۹۴۷ء میں ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی جس میں ہندوستان کی نمائندگی لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس عبدالرحمٰن کر رہے تھے۔ تقسیمِ ہند کے پیشِ نظر انہوں نے اپنی انفرادی رپورٹ پہلے بھجوا دی۔ اس[۶۰] میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ تجویز بھی تھی کہ برطانوی تولّیت کو ختم کر کے فلسطین کو آزادی دے دی جائے اور جس کی مقنّنہ میں یہودیوں کو ایک تہائی اور عربوں کو دو تہائی نمائندگی دی جائے۔ انہوں نے فلسطین کی تقسیم کی مخالفت کی۔ اس کے برخلاف مجموعی طور پر کمیٹی نے فلسطین کی تقسیم کی سفارش کی۔

فلسطین کے مفتیٔ اعظم امین الحسینی نے قائداعظم کے نام اپنے ایک تار میں فلسطین کے بارے میں اقوامِ متحدہ کی کمیٹی کی رپورٹ کو جانبدارانہ، ناجائز، اور یکطرفہ قرار دیا اور فلسطینی مسلمانوں کیلئے ان سے پُر جوش حمایت کی استدعا کی۔ قائد نے ۱۱ ستمبر کو اپنے جواب میں انہیں یقین دلایا:

> ''عربوں کے قومی مطالبے کے حصول کیلئے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان دل و جان سے آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے دوش بدوش رہیں گے اور ہر ممکن مدد دیتے رہیں گے۔''[۶۱]

بہر حال اقوامِ متحدہ کی کمیٹی کی سفارشات کے پیشِ نظر فلسطین کو بالآخر تقسیم کر دیا گیا۔ عربوں نے اس تقسیم کو مسترد کر دیا اور پاکستان نے عربوں کے نقطۂ نظر کی پُر زور حمایت کی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائد غیر معمولی بصیرت اور فراست کے مالک تھے۔ وہ کسی بھی صورتحال کو اس کی اصلیت کے مطابق جانچ لینے کی اہلیت رکھتے تھے۔ یہ ان کی دور اندیشی تھی کہ انہوں نے کانگریس کی ۱۹۴۲ء کی تحریکِ نافرمانی کی حمایت نہیں کی جس کا مقصد برطانیہ کی جنگی کوششوں میں رخنہ اندازی کرنا اور انہیں ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کرنا تھا۔ ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کی کامیابی کا یہ نتیجہ ہوتا کہ ملک میں جاپانی فوجیں در آتیں اور ان کے سائے میں سبھاش چندر بوس ایک طبقاتی

ہندو سلطنت کے سربراہ مقرر ہو جاتے جس سے مسلمانوں کے لئے صورتحال مزید خراب ہو جاتی۔[۶۲] جواہر لال نہرو کے بارے میں ان کی رائے تھی کہ وہ ہندوستان کے برائے نام وزیراعظم تھے اور اصل طاقت سردار پٹیل کے پاس تھی جنہیں ''گاندھی کی حمایت اور ترغیب حاصل تھی۔'' قائد نے زیرکی سے جان لیا تھا کہ گاندھی اور ہندوستان کی حکومت ''پاکستان کو تباہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔'' گاندھی کے متعلق انہوں نے کہا:

''برادرانہ محبت اور رواداری کی تلقین کے پردے میں گاندھی دراصل پاکستان کو تباہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ان کی ہر تقریر میں زہر کی ایک بوند شامل ہوتی ہے۔ظاہر ہے کہ آپ اس زہر کو محسوس نہیں کر سکتے لیکن ہندوؤں کو، جن کو سمجھانے کیلئے اسے ٹپکایا جا رہا ہے، اور مجھ کو جو ان کی رگ رگ سے واقف ہے، اس کا مطلب سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔''

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائد ہمیشہ سے مالیاتی معاملات میں نظم وضبط کے قائل تھے۔ان کے نزدیک سرکاری مصارف میں احتیاط، نگہداشت اور کفایت شعاری کے مسلّمہ اصولوں سے کوئی مستثنیٰ نہیں تھا۔ان اصولوں کی انہوں نے خود ہر حال میں پابندی کی۔انہوں نے بروقت حساب نہ دینے پر ڈان اخبار کے محمود حسن کی سرزنش کی اور ہدایت کی کہ مزید تاخیر کے بغیر حساب پیش کیا جائے۔[۶۳] یہاں تک کہ انہوں نے خواجہ ناظم الدّین اور فیروز خان نون جیسے نامور رہنماؤں کے ساتھ بھی رعایت نہیں برتی اور انہیں تاکید کی کہ بہار کے فسادزدگان کی اعانت کیلئے جو پیشگی رقم انہیں دی گئی تھی وہ اس کا مکمل حساب پیش کریں۔[۶۴]

قائد نے خود اپنی محنت سے ترقی کی تھی۔وہ ایک نہایت کامیاب بیرسٹر تھے اور دانش مندانہ سرمایہ کاری کے باعث کافی امیر ہو گئے تھے۔وہ اپنے مالیاتی وسائل کے انتظام میں بہت محتاط اور دوراندیش تھے۔چونکہ انہیں یہ احساس تھا کہ نوخیز مملکت کی ابتداء انتہائی محدود وسائل سے ہو رہی ہے وہ بحیثیت سربراہِ مملکت کفایت شعاری پر خاص نظر رکھتے تھے۔اسی جذبے کے تحت سندھ کے ڈائریکٹر سول سپلائی نے گورنر جنرل کے کمپٹرولر کو لکھا کہ وہ سرکاری دعوتوں میں

چینی کے استعمال میں کمی کرے کیونکہ یہ شے بہت کمیاب ہے۔[۶۵] فلیگ اسٹاف ہاؤس کے عملے کی تعداد کا قائد نے خود جائزہ لیا اور حکم دیا کہ صرف ضروری عملہ برقرار رکھا جائے اور اس طرح ۱۱۰ روپے ماہوار کی بچت ہوئی۔ انہوں نے گورنمنٹ ہاؤس کے عملے کا بھی جائزہ لیا اور خانگی امور، دفتر، موٹر خانوں اور باغات میں کام کرنے والے منظور شدہ ملازمین کی تعداد ۲۳۰ سے گھٹا کر ۱۴۳ کر دی۔

سرکاری دعوتوں میں کھانے کی چیزیں عموماً کم قیمت اشیاء پر مشتمل ہوتی تھیں۔ گورنمنٹ ہاؤس میں چائے کی دعوت پر مہمانوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن (YMCA) سے چھتریاں مستعار لی گئیں۔[۶۶] یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ پہلے سربراہِ مملکت کو کفایت شعاری کی ضرورت کا کس قدر احساس تھا۔ بعد میں آنے والے پاکستانی حکمرانوں کی پُر تکلف اور بیش قیمت دعوتیں ایک تکلیف دہ تقابل پیش کرتی ہیں۔ نام ونمود کی خاطر سرکاری خزانے سے ان کی فضول خرچیوں نے قائد کے اس اصول کو بے اثر کر دیا کہ قومی سرمائے کو دیانت داری اور کفایت شعاری سے استعمال کرنا چاہیے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

شدید مخالفت کے باوجود آزادی اور پاکستان کے لئے ان کی عظیم جدوجہد نے قائد کو جسمانی طور پر تھکا کر چور کر دیا تھا اور انہیں نہ صرف آرام اور سکون کی سخت ضرورت تھی بلکہ بالآخر سرکاری فرائض سے بھی سبکدوش ہو جانا ضروری تھا۔ تاہم جن غیر معمولی مشکلات کے درمیان پاکستان نے جنم لیا اور جن پریشان کن اور کٹھن مسائل کا اس نوخیز مملکت کو سامنا تھا انہوں نے قائد کو سبکدوش ہونا تو کجا آرام تک کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ہفتہ وار کولیئر کے ویلڈن جیمز کو انٹرویو دیتے ہوئے قائد نے اگست میں کہا ''اقوامِ عالم میں پاکستان کی حیثیت ایک بچے کی سی ہے اور اس کو کچھ عرصے کیلئے مشفقانہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ مَیں اب رخصت پر جانا اور سبکدوش بھی ہونا چاہتا ہوں لیکن ابھی کام بہت ہے۔''[۶۷] بہرحال انہیں امید تھی کہ ''جیسے ہی ملک اچھی طرح منظّم ہو کر نئے آئین کے تحت کام کرنے لگے گا وہ اپنے منصب سے دستبردار ہو جائیں گے۔''[۶۸] لیکن ایسا کو سبکدوش ہونا تو کجا آرام تک کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ہفتہ وار کولیئر کے ویلڈن جیمز کو انٹرویو دیتے ہوئے قائد نے اگست میں کہا ''اقوامِ عالم میں پاکستان کی حیثیت ایک بچے کی سی ہے اور اس کو کچھ عرصے کیلئے مشفقانہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ مَیں اب رخصت پر جانا اور سبکدوش بھی ہونا چاہتا ہوں لیکن ابھی کام بہت ہے۔''[۶۷] بہرحال انہیں امید تھی کہ ''جیسے ہی ملک اچھی طرح منظّم ہو کر نئے آئین کے تحت کام کرنے لگے گا وہ اپنے منصب سے دستبردار ہو جائیں گے۔''[۶۸] لیکن ایسا

ممکن نہ ہوسکا کیونکہ ان کے جانشین آئین سازی میں ٹال مٹول کرتے رہے جو کہیں نو سال بعد جا کر تیار ہوا۔

زوّار حسین زیدی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۸
۲۔ اٹلی کی آزادی اور اتحاد کیلئے چلائی جانے والی تحریک رس آرجیمنٹو ''Risorgimento'' کا ہیرو
۳۔ وینز ویلا کا وطن پرست جو "The Liberator of South America" جنوبی امریکہ کو آزادی دلوانے والے کے طور پر جانا جاتا ہے۔
۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۱۶
۵ اور ۶ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۰
۷ اور ۸ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۶ کا ملفوفہ
۹ اور ۱۰ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۸
۱۱ تا ۱۳ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۲
۱۴ اور ۱۵ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۰
۱۶ اور ۱۷ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۰
۱۸ ۔ باب ۷ کا ضمیمہ
۱۹ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۲۰
۲۰ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۲۰ کا ضمیمہ ۱
۲۱ ۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء
۲۲ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۱
۲۳ ۔ دستاویز نمبر ۲.۳.۲ کا ضمیمہ ۱ اور ۲
۲۴ ۔ دستاویز نمبر ۲.۳.۲ کا ضمیمہ ۲ اور دستاویز نمبر ۳.۱
۲۵ اور ۲۶ ۔ دیکھئے ''Eminent Churchillians''، مصنفہ اینڈریو رابرٹس، لندن، ۱۹۹۴ء
۲۷ ۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۴
۲۸ ۔ جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ دوم ۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۰
۲۹ ۔ دیکھئے درج بالا نوٹ ۲۲
۳۰ ۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۱
۳۱ ۔ دستاویز نمبر ۴.۴ کا ضمیمہ ۲
۳۲ ۔ دستاویز نمبر ۴.۴
۳۳ ۔ دستاویز نمبر ۸.۵.۱
۳۴ ۔ جناح پیپرز جلد چہارم ۔ دستاویز نمبر ۲۵۷
۳۵ ۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۱
۳۶ ۔ ایضاً ۔ دستاویز نمبر ۱۹

۳۷۔دستاویز نمبر۱.۵

۳۸۔دستاویز نمبر۲.۲.۲

۳۹۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۵۸

۴۰اور۴۱۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۱۶۶ کا انیکس ۲

۴۲۔دستاویز نمبر۲.۵

۴۳۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۵۷

۴۴۔جناح پیپرز جلد دوم۔اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۲۱

۴۵۔دستاویز نمبر۲.۱.۱۶

۴۶اور۴۷۔دستاویز نمبر۳.۵

۴۸۔دستاویز نمبر۱.۳.۸

۴۹۔دستاویز نمبر۱.۵.۸ کا ملفوفہ

۵۰۔دستاویز نمبر۵.۵

۵۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۱۹

۵۲۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۲۳۰

۵۳۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۲۲۱

۵۴۔دستاویز نمبر۶.۲.۸

۵۵۔جناح پیپرز جلد سوم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱

۵۶۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویزات نمبر ۲۸ اور ۲۹

۵۷۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۲۰۱ کا انیکس

۵۸۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱۱

۶۰۔دستاویز نمبر۲.۱.۸ کا ملفوفہ

۶۱۔دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

۶۲۔دستاویز نمبر۳.۱.۸

۶۳۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۳۱

۶۴۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۳۱۵

۶۵۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۸۶

۶۶۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۰۹

۶۷اور۶۸۔دیکھئے درج بالا نوٹ ۶۲

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء[1، 2]

صدر	محمد علی جناح
سیکرٹری	لیاقت علی خاں
ناظم مالیات	محمد امیر احمد خاں (راجہ صاحب محمود آباد)

اراکین

آسام	عبدالمتین چوہدری
بلوچستان	قاضی محمد عیسٰی
بمبئی	اسمٰعیل ابراہیم چندریگر
بنگال	مرزا ابوالحسن اصفہانی، خواجہ ناظم الدّین، محمد اکرم خاں، حسین شہید سہروردی
بہار	سیّد حسین امام، ایس ایم لطیف الرحمٰن
پنجاب	میاں بشیر احمد، شیخ کرامت علی، افتخار حسین خان ممدوٹ
سندھ	محمد ایوب کھوڑو، غلام حسین ہدایت اللہ
سی پی اینڈ برار (C.P. &Berar)	سیّد عبدالرؤف شاہ
صوبہ سرحد	سردار عبدالرّب نشتر، سردار محمد اورنگ زیب خان
صوبہ جات متحدہ (U.P.)	نواب محمد اسمٰعیل خاں، چودھری خلیق الزماں
مدراس	حاجی عبدالستار اچ اسحاق سیٹھ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم، صفحات XXV، XXVI

۲۔ اراکین مجلس عاملہ کے نام بہ لحاظ صوبہ ہیں اور صوبوں کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔

اہم اداروں کے عہدیدار

گورنر جنرل	قائداعظم محمد علی جناح
گورنر جنرل کے پرائیوٹ سیکرٹری	ایم ڈبلیو عباسی (تا ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء)
	ایس ایم یوسف (از ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء)

کابینہ

وزارتِ عظمیٰ، امور خارجہ و دولت مشترکہ، دفاع	لیاقت علی خاں
تجارت، صنعت و تعمیراتِ عامہ	آئی آئی چندریگر
مالیات	غلام محمد
مواصلات	عبدالرب نشتر
خوراک و زراعت، صحت عامہ	غضنفر علی خاں
قانون و محنت	جوگندر ناتھ منڈل
داخلہ، اطلاعات و تعلیم	فضل الرحمٰن

دستور ساز اسمبلی

صدر	محمد علی جناح
نائب صدر (از ۲۳ فروری ۱۹۴۸ء)	تمیز الدین خاں
سیکرٹری	ایم بی احمد

جوائنٹ ڈیفنس کونسل[۱]

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں — بلدیو سنگھ

کلاڈ آکنلک (Claude Auchinleck)

گورنر صاحبان

مشرقی بنگال — فریڈرک بورن (Frederick Bourne)

مغربی پنجاب — فرانسس موڈی (Francis Mudie)

سندھ — غلام حسین ہدایت اللہ

صوبہ سرحد — جارج کننگھم (George Cunningham)

ایجنٹ، گورنر جنرل

بلوچستان — جیوفری پرائر (Geoffrey Prior)

وزرائے اعلیٰ

مشرقی بنگال — خواجہ ناظم الدّین

مغربی پنجاب — افتخار حسین خان ممدوٹ

سندھ — محمد ایوب کھوڑو

صوبہ سرحد — عبدالقیوم خان (از ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء)

۱۔ اس کا قیام ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو گورنر جنرل کے حکم مجریہ ۱۱ اگست عمل میں آیا۔ اس سے قبل پارٹیشن کونسل، جوائنٹ ڈیفنس کونسل کے فرائض عارضی طور پر انجام دیتی رہی تھی۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۲۳۵ کا انکلوژر

۱

تہنیت نامے

۱.۱

ہیرلڈ میکملن (Harold Macmillan) بنام محمد علی جناح[۱]

میکملن اینڈ کمپنی لمیٹڈ،

سینٹ مارٹن اسٹریٹ۔لندن

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

محترمی

آپ کو یاد ہوگا کہ اسی سال فروری میں مجھے آپ کے گھر آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ مَیں نے آپ کی گفتگو دلچسپی سے سنی اور اسکی تفصیل سے مسٹر چرچل اور اپنے رفقائے کار کو بھی آگاہ کر دیا تھا۔

آج ۱۵ اگست کے دن مَیں اس خط کے ذریعے آپ کو اس اعلیٰ منصب کی مبارکباد اور آپ کی اور مملکتِ پاکستان کی کامیابی کیلئے اپنی نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

آپکا مخلص

ہیرلڈ میکملن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰

۱.۲

حبیب بورقیبہ بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

(اصل فرانسیسی میں)

۱۰ دریب سعد۔ قاہرہ

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

محمد علی جناح، گورنر جنرل پاکستان، کراچی

اس یادگار دن پر جو تمام لوگوں کیلئے امیدیں لے کر آیا ہے مَیں تیونس کے عوام کی جانب سے سلام، مبارکباد اور خوشحالی اور اقبال مندی کی نیک تمنائیں پیش کرتا ہوں۔

حبیب بورقیبہ

صدر

دستور تیونیشیا پارٹی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۵

۱.۳

شاہ عبداللہ بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

(اصل عربی میں)

مکار۔ عمان

۱۸ اگست ۱۹۴۷ء

بہت بہت مبارک باد اور عید مبارک

عبداللہ

شاہ شرق اردن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۸

۱.۴

شاہ فاروق بنام محمد علی جناح[۱]

(تار)

(اصل عربی میں)

قاہرہ

۲۰ اگست ۱۹۴۷ء

بڑی مسرّت سے عید کے مبارک موقع پر مَیں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

فاروق

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۵۵

۱.۵

محمد علی جناح بنام ایویلین رینچ[۱] (Evelyn Wrench)

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر ایویلین

پاکستان کے قیام پر آپ کی مبارکباد اور نیک خواہشات کا مَیں بہت ممنون ہوں۔

آپکا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۲

۱.۵ کا ضمیمہ
ایویلین رینچ بنام محمد علی جناح[1]

دی اسپیکٹیٹر، ۹۹ گاور اسٹریٹ۔لندن

۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

حالیہ مذاکرات میں آپ نے جو عظیم کردار ادا کیا ہے مَیں اس پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ جن منصوبوں پر ہم اکثر گفتگو کیا کرتے تھے اب وہ عملی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ مَیں اس موقع پر آپ کی اور پاکستان کی آسودہ حالی کیلئے دعا گو ہوں۔ خدا کرے کہ برطانوی دولتِ مشترکہ کے اندر پاکستان اور ہندوستان کا رشتہ بطور رفقاء قائم رہے۔

میری اور میری اہلیہ کی جانب سے مس جناح اور آپ کیلئے نیک خواہشات کے ساتھ

آپکا مخلص

ایویلین رینچ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۲ کا انیکس

۱.۶
لِنڈن بی جانسن (Lyndon B. Johnson) بنام محمد علی جناح[1]

میامی ۳۶۔ فلوریڈا

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر

احترام اور تحسین کے ساتھ مَیں آپ کی عظیم کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آج ہندوستان آزاد ہے لیکن آزادی کیلئے آپ کی پُر جوش اور مسلسل جدوجہد کے بغیر یہ مقصد حاصل ہونا ممکن نہیں تھا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے تمام باشندے اور خاص طور پر نو آبادیات میں رہنے والے آپ کی کامیابی پر مسرور ہیں۔ ہم مغربی کرۂ ارض کے لوگ آپ کو سلام کرتے ہیں اور

دنیا بھر میں غیر ملکی اقتدار سے نجات کے منتظر ہیں۔

نیاز مند

ایل بی جانسن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۳

۱۰۷

میئر کولمبو بنام محمد علی جناح[1]

ٹاؤن ہال۔ کولمبو

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

ہماری میونسپل کونسل نے اپنے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:

کولمبو کے شہریوں کی جانب سے یہ کونسل پاکستان کی نئی آزاد مملکت کو مبارکباد پیش کرتی ہے اور اپنے اس یقینِ راسخ کا اظہار کرتی ہے کہ دنیا میں امن کے قیام اور تمام ملکوں کے درمیان خیر سگالی کا جذبہ برقرار رکھنے کے لئے ایشیاء کے ممالک کا آزاد اور خود مختار ہونا ضروری ہے۔

کولمبو کے میئر کی حیثیت سے مجھے خوشی ہے کہ مَیں یہ قرارداد آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اس تاریخی موقع پر میری طرف سے بھی مبارک باد قبول فرمایئے۔

آپکا مخلص

میئر کولمبو

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۶

۱.۸

پیتھک لارنس (Pethick-Lawrence) بنام محمد علی جناح[1]

۱۱۔ اولڈ اسکوائر

لنکنز ان۔ لندن

۲۶ اگست ۱۹۴۷ء

اب جب کہ انتقالِ اقتدار کا ہیجان گذر گیا ہے مجھے اجازت دیجیے کہ مَیں آپ کو اور پاکستان کے عوام کو اپنی نیک خواہشات پیش کروں۔

آپ سے اپنی دیرینہ وابستگی کی بناء پر مجھے یقین ہے کہ پاکستان کو اپنے پہلے گورنر جنرل کی صورت میں ایک ایسا شخص میسر ہوا ہے جو انتہائی دیانتدار اور پختہ شعور کا مالک ہے اور جس کی سیاسی محرکات پر گرفت مضبوط ہے۔

خدا کرے آئندہ سالون میں آپ کی اور میرے ملک کی شراکت بارآور اور مفید ثابت ہو۔

آپکا مخلص

پیتھک لارنس[1]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۲۵

۲۔ برطانوی وزیرِ ہند

۱.۹

جان مساریک (Jan Massaryk) بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

میریانسکے لیزنے۔ چیکوسلاواکیہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

چیکوسلاواکیہ میں ورلڈ فیڈریشن آف یونائٹڈ نیشنز کے مکمل اجلاس میں جو پچیس ممالک شرکت کر رہے ہیں وہ ہندوستان کو اس کی آزادی پر اور خوشحالی کیلئے پُرتپاک نیک تمنّائیں

پیش کرتے ہیں۔

جان مسارک

صدر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۲۸

۱.۱۰
محمد امین الحسینی بنام محمد علی جناح[1]

قاہرہ

۱۸ ستمبر

عزت مآب!

پوری عرب دنیا کے مسلمان نہ صرف خوش ہیں بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ سب سے طاقتور نئی مسلم مملکت پاکستان قائم ہوگئی ہے۔ لہٰذا ہم آپ کو اور پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک آزاد مسلم سلطنت کے قیام کے عظیم مقصد کے حصول پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ہم مسرّت کے ساتھ آپ کو یہ اطلاع بھی دے رہے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں نے قاہرہ میں ''پاکستان ایسوسی ایشن'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کر لی ہے۔ اس کے صدر الہ آباد کے محمد علیم اللہ صدیقی اور سیکرٹری بھوپال کے ڈاکٹر ایس محمد یوسف ہیں اور کچھ افراد مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔

اس تنظیم کے مقاصد میں پاکستان اور مصر اور دوسرے مسلم ممالک کے درمیان ثقافتی، معاشی، مذہبی اور سماجی تعلقات کو فروغ دینا شامل ہے۔ اس تنظیم کا رابطہ ہم سے قائم ہے اور ہم اس کے ساتھ تعاون اور اشتراکِ عمل کر رہے ہیں۔ اسے ہماری جانب سے ہر قسم کی مدد دی جائے گی۔

ہمیں امید ہے کہ آپ بھی اس تنظیم کی توثیق کریں گے تاکہ یہ اپنے مقاصد میں

کامیاب ہو سکے۔

محمد امین الحسینی

مفتی اعظم۔ فلسطین

چیئرمین عرب ہائر کمیٹی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۵۳

۱.۱۱

شہزادہ فیصل بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

(اصل عربی میں)

جدّہ۔ حجاز

بلا تاریخ (اگست ۱۹۴۷ء)

پاکستان کی آزادی کے موقع پر مَیں سعودی عرب کی حکومت اور اپنی جانب سے فضیلت مآب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہماری حکومت آپ کی آزادی کو تسلیم کرنے کا اعلان کرتی ہے اور اس نئی مملکت کی خوشحالی اور ترقی کی آرزومند ہے۔ ہم اس نوخیز مملکت اور اپنی حکومت کے درمیان قریبی اور دوستانہ تعلقات کے قیام کیلئے تمام ممکن اقدامات کریں گے۔

فیصل

وائسرائے برائے حجاز اور

وزیرِ خارجہ سعودی عرب

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۸۵

۱.۱۲

اسمٰعیل صدقی اوغلی بنام محمد علی جناح[1]

(اصل عربی میں)

استنبول

بلا تاریخ (اگست ۱۹۴۷ء)

فضلیت مآب محمد علی جناح

مؤدبانہ تسلیمات

اخباروں میں آزاد اور خودمختار مملکتِ پاکستان کے قیام کی اطلاع پڑھ کر ہمیں انتہائی خوشی ہوئی اور ہمارے دل اور آنکھیں مسرّت سے لبریز ہو گئے ہیں۔ اپنی اوّلین فرصت میں ہم آپ کو پُر خلوص مبارک باد اور نیک خواہشات پیش کر رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ پاکستان کو ایک خوشحال ملک بنانے میں آپ کی کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے جو پورے عالم اسلام کی بھی خواہش ہے۔ ہم اپنے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کیلئے ہر قسم کی خوشحالی کے آرزومند ہیں۔ ضرورت پڑنے پر مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے میں ہم کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

یہاں ہم ترکوں کو آپ کی آزادی پر بڑا فخر ہے اور ہمارے دل مسرّت سے لبریز ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اور آپ کی حکومت کو روز بروز خوش حالی سے ہمکنار کرے۔

مَیں بحیثیت رئیس الجنت الدفاع النیل (چیئرمین ڈیفینس کمیٹی فار نائیل) آپ کو مبارک باد اور نیک تمنّائیں پیش کرتا ہوں۔

المہامی اسمٰعیل صدقی اوغز بیگ اوغلی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۸۶

۲

فرقہ وارانہ فسادات[1]

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ ہی حوادث کے طوفان برپا ہو گئے۔ پنجاب میں سرحد کی دونوں جانب کشت وخون نے بہت جلد نسل کشی کی صورت اختیار کر لی جس کے نتیجے میں انسانی تاریخ کی سب سے بڑی نقلِ مکانی ہوئی۔ اسّی لاکھ سے زیادہ مسلمان، ہندو اور سکھ بے گھر ہو کر نقلِ وطن پر مجبور ہوئے۔ وائسرائے کے مشیر ازمے مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب اور مغربی سے مشرقی پنجاب کیلئے پناہ گزینوں کے سیلاب کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

۱۹۴۶ء کے اواخر میں بنگال اور شمالی ہند کے بعض علاقوں میں فرقہ وارانہ تصادم نے بہیمانہ تشدّد، قتلِ عام، لوٹ مار اور آتش زنی کی شکل اختیار کر لی۔ گڑھ مکتیشور، گڑگاؤں، کلکتہ اور بہار میں ہندوؤں کے ہاتھوں ہزاروں مسلمانوں کے قتلِ عام کے ردِعمل کے طور پر کلکتہ، نواکھالی، راولپنڈی، ملتان، لاہور، امرتسر اور ہزارہ میں جنوری اور مارچ ۱۹۴۷ء کے درمیان کئی ہزار ہندو اور سکھ قتل کر دیے گئے۔

اگست اور ستمبر ۱۹۴۷ء کے دوران پنجاب، دہلی اور اسکے مضافات میں فسادات زوروں پر تھے جن میں سکھوں اور ہندوؤں نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا اور ان گنت لوگوں کو بے گھر کر دیا جنہیں سرحد کی دوسری جانب پناہ لینی پڑی۔

تعجب کی بات ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ فرقہ وارانہ تشدّد کا خدشہ ہے انتظامیہ نے اس سیلاب کو روکنے یا اس پر بند باندھنے کیلئے سنجیدگی سے کوئی تیاری نہیں کی۔ گو مغربی پنجاب کے گورنر فرانسس موڈی کے مطابق مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے باہر دھکیلنے کے منصوبے کا ماؤنٹ بیٹن اور آکنلک کو علم تھا لیکن اس کو ناکام بنانے کیلئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ فرقہ وارانہ فسادات کی

ابتداء سکھوں نے کی اور ازمے کے مطابق جناح کو یقین تھا کہ اگر پٹیل چاہتے تو سکھوں کی اس تحریک کو حکومتِ ہندوستان ایک ہفتے میں کچل سکتی تھی۔ اس کے برعکس نہرو کا خیال تھا کہ ''ان انتہائی منظم سکھوں کو ماسٹر تارا سنگھ روک سکتے ہیں'' اور دو سے تین ہزار دہشت گرد تنظیموں کو، جنکی زیادہ تر مدد سکھ ریاستیں کر رہی تھیں، سکھوں کے مذہبی پیشوا ہی قابو کر سکتے تھے۔ یوں نہرو نے اس اہم مسئلے سے نمٹنے میں حکومتِ ہند کی بے بسی کا اعتراف کیا۔

بقول ازمے ''سول انتظامیہ کمزور تھی۔ جبکہ اس کارروائی میں ملوث قوتیں بہت طاقتور تھیں۔ تخریبی عناصر بے لگام چھوڑ دیے گئے تھے۔ لاکھوں پناہ گزیں جو حالتِ سفر میں تھے آسانی سے انتقام کا نشانہ بن سکتے تھے۔''

ایک جنگجو ہندو تنظیم راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی جارحیت میں مدد کر رہی تھی اور خود دہلی اور دوسرے مقامات پر مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہی تھی۔ ہندوستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر زاہد حسین کے مراسلوں سے پتہ چلتا ہے کہ دہلی اور اس کے مضافات میں کس قدر شدید فرقہ وارانہ خونریزی ہو رہی تھی۔ بڑی تعداد میں مرد، عورتیں اور بچے آفت زدہ علاقوں سے بھاگ کر ہائی کمشنر کی رہائش گاہ میں پناہ لینے آ گئے تھے جہاں ان کے لئے خوراک، طبی امداد اور صفائی کا انتظام میسر نہیں تھا۔ فرقہ وارانہ خون ریزی کی ایک بھیانک مثال ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن نے نہرو کو دی جبکہ کالکا سے دہلی جانے والی ٹرین کو متواتر دو راتوں تک روکے رکھا گیا اور فوجی حفاظتی دستے کی آنکھوں کے سامنے تمام مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اعتراف کیا کہ ''ان حالات نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔''

اگست میں، خصوصاً باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کے بعد، پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ امن بحال کرنے کیلئے لیاقت علی خاں اور جواہر لال نہرو نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور کئی اور ہندوستانی اور پاکستانی رہنماؤں کے مشترکہ دوروں کا انتظام بھی کیا گیا۔

فرقہ وارانہ تشدد پر قابو پانے کیلئے جناح نے اپنے پختہ عزم کا اظہار کرتے ہوئے جون میں ماؤنٹ بیٹن کو لاہور اور امرتسر میں ان ہنگاموں کو سختی سے کچل دینے کا کہا اور واضح کیا کہ

''اگر آپ مسلمانوں پر بھی گولی چلائیں تو مجھے پروا نہیں لیکن ان فسادات کو ہر حالت میں بند ہونا چاہئے۔''[۲] ایک اور موقع پر انہوں نے کہا کہ اگر کسی وقت مسلمانوں نے سکھوں کے خلاف ناجائز کارروائی کی تو وہ ان کے مقابلے میں سکھوں کی حمایت کریں گے۔[۳] انہوں نے تمام فرقوں کو یقین دلایا، کہ ۲۹ اگست کی مشترکہ دفاعی کونسل کے فیصلے کے مطابق، پاکستان اور ہندوستان کی حکومتیں تہیہ کر چکی ہیں کہ تشدد کی ان زیادتیوں کو سختی سے روک دیا جائے جن کے نتیجے میں ہزاروں انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور لاکھوں بے گناہ لوگ در بدر ہوئے۔[۴]

۳۱ اگست کو اپنی نشری تقریر میں جناح نے ایک بار پھر فرقہ وارانہ قتل و غارت پر اپنے گہرے غم و غصے کا اظہار کیا اور تشدد کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ پاکستان ''بغیر کسی خونریز جنگ کے بلکہ صلح اور پُر امن ذرائع سے اصولوں اور فراست کے زور پر حاصل کیا گیا ہے۔'' انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا '' کیا ہم اس عظیم کارنامے کو جنون، وحشت اور بربریت سے ملوث اور داغدار کرنا چاہتے ہیں''؟[۵]

ستمبر میں جناح نے ازمے سے دہلی کے مسلمانوں کی دل دوز خستہ حالی پر تبادلۂ خیال کیا جو خوراک اور لباس کے بغیر شدید خوف و ہراس کی حالت میں کیمپوں میں رہنے پر مجبور کر دیے گئے۔ ان پناہ گزینوں کیلئے روٹی بھی کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز بھیجی گئی۔ ازمے کو بھی دہلی کی انتہائی نازک صورتِ حال کا احساس تھا۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا:

> ''مسلمانوں کو باقاعدہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں یہ لوگ کیمپوں میں دھکیل دیے گئے جہاں ان کی حالت ناقابلِ بیان تھی۔ گلیوں میں لاشیں پڑی سڑ رہی تھیں جہاں نہ کوئی انہیں اٹھانے والا تھا اور نہ دفن کرنے والا۔ ہسپتال قریب المرگ لوگوں اور زخمیوں سے اٹے پڑے تھے جہاں مسلم عملے اور مسلم مریضوں کو ہر وقت حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔ وسیع پیمانے پر آتش زنی اور لوٹ مار ہو رہی تھی۔ اشیائے خوردنی کی تھوک اور پرچون فراہمی میں خلل پڑ چکا تھا کیونکہ اولاً مزدوروں کے بغیر ٹرین

سے مال نہ اتارا جا سکتا تھا اور نہ ہی تقسیم کیا جا سکتا تھا اور ثانیاً تمام منڈیاں اور اشیائے خوردنی کی دکانیں خوف کی وجہ سے بند تھیں۔ دہلی پولیس کے مسلمان ملازمین یا تو بھاگ گئے یا انہیں نہتا کر دیا گیا۔ ہندو پولیس کے ملازمین کو یا تو قتل و غارت میں شامل کر لیا گیا یا وہ خوف سے اپنے فرض کی انجام دہی نہیں کر سکتے تھے۔''

اس صورتحال کے پیشِ نظر قائد نے حکومتِ ہند سے مطالبہ کیا:

''حکومت کی نظروں کے سامنے جاری اس لاقانونیت کو پوری قوت سے ختم کرنا ہوگا۔ جو لوگ حکومت کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے وہ ملک کے دشمن ہیں اور انہیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔''[۶]

ستمبر میں جناح نے ایک بار پھر پاکستان کے عوام پر زور دیا کہ وہ کوئی انتقامی کارروائی نہ کریں کیونکہ یہاں تشدّد سے ہندوستانی مسلمانوں کو کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ اور یہ کہ ''ایسی کارروائی نہ صرف اسلامی احکامات کے منافی ہے بلکہ ایسا کرنا خود ہمارے مفاد میں بھی نہیں۔''[۷]

ہندوستانی قیادت کی کوشش کے باوجود ہندوستانی پنجاب میں صورتِ حال ابتر ہی رہی۔ نہرو نے اعتراف کیا کہ حکومتِ ہندوستان نے فرقہ وارانہ مسئلے کی سنگینی کا صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا[۸] اور خصوصاً حد بندی کمیشن کے ایوارڈ کے بعد صورتِ حال کے اسقدر بگڑ جانے کا انہوں نے تصوّر بھی نہیں کیا تھا۔ ماسٹر تارا سنگھ نے جنہوں نے سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف تشدّد پر ابھارا تھا ۲۴ ستمبر کے اپنے بیان میں اعتراف کیا:

''ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی جھجھک نہیں کہ ہمارے سکھ اور ہندو بھائی اس فرقہ وارانہ جنگ میں مسلمان عورتوں اور بچوں پر شرمناک حملوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔''[۹]

اتنے وسیع فرقہ وارانہ قتل و غارت نے لیاقت علی خاں کو مجبور کر دیا کہ وہ اس معاملے کے بارے میں برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے وزرائے اعظم سے کہیں

کہ وہ ''ایسے طریقے اختیار کریں جن سے ہندوستان میں برپا شدید بحران پر قابو پایا جا سکے جو نہ صرف برصغیر کیلئے بلکہ ساری دنیا کیلئے سنگین خطرہ تھی''۔[۱۰]

ان قیامت خیز ہنگاموں کے علاوہ ہندوستان نے دانستہ کوششیں کیں کہ کسی طرح پاکستان کی نوخیز معیشت کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ ۱۹۴۷ء کے فرمانِ آزادی کے مطابق اثاثوں اور ذمہ داریوں کا مالیاتی تصفیہ ہونا تھا لیکن ہندوستان نے تقسیم سے قبل کے اثاثہ جات میں سے پاکستان کے ۷۵ کروڑ روپے کے حصے میں سے ۵۵ کروڑ روپے دینے سے بھی انکار کر دیا۔ علاوہ ازیں پاکستان کو کوئی فوجی ساز و سامان نہیں ملا۔ جو آرڈننس فیکٹریاں پاکستان کو ملنی تھیں یا ان کے عوض جو ۶ کروڑ روپیہ ادا کیا جانا تھا وہ بھی نہیں دیا گیا۔ مشرقی بنگال کی معاشی ناکہ بندی کیلئے نئی سرحد کے اس پار ایک ہزار ریل کے ڈبوں کو روکے رکھا گیا جس کی وجہ سے فوری ضرورت کے کپڑے، کوئلے اور دیگر اشیاء کی فراہمی بند ہو گئی اور مسائل میں مزید اضافہ ہو گیا۔ خود پاکستان میں ایک ناقص انتظامی ڈھانچے اور ضروری وسائل پیدا کرنے کی اہلیت سے عاری بے ترتیب مالیاتی نظام کے باعث حالات مزید ابتر ہو گئے۔

ان حالات میں اس نوخیز مملکت کا معاشی مستقبل مشکوک اور تاریک نظر آ رہا تھا کیونکہ اسے ایک غیر ترقی یافتہ معاشی اور مادی نظام ورثے میں ملا تھا۔ زراعت پر حد درجہ انحصار، ایک محدود صنعتی شعبہ اور ۵۰ ڈالر فی کس سالانہ آمدنی ایک مایوس کن نظارہ پیش کر رہے تھے۔ امریکی سفارت خانے کے ۲۹ اگست کے جائزے کے مطابق '' پاکستان ... جو سب سے بڑی مسلم ریاست اور امکانی طور پر سب سے طاقتور ہے اگر اپنی داخلی ابتری سے جانبر نہ ہو سکے تو یہ دورِ حاضر کا ایک بے مثل المیہ ہو گا۔''

پاکستان نے ہمّت اور حوصلے سے معاشی بحالی کے اس غیر معمولی چیلنج کو قبول کیا۔ ۱۵ اگست کو کابینہ کے اجلاس میں لیاقت علی خاں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ ''اللہ پر پختہ ایمان اور اس کی رہنمائی سے ہم اپنے فرض میں کامیاب ہو جائیں گے۔'' کابینہ نے اس مشکل کام میں اپنی پوری اعانت کا یقین دلایا۔ قوم کو اس دشوار فرض کی ادائیگی کیلئے تیار کرنے کیلئے ۲۷ اگست کو ہنگامی

حالت کا اعلان کر دیا گیا۔ وسائل کے استعمال میں کفایت شعاری کیلئے سخت اقدامات کئے گئے۔ مالی مسائل پر قابو پانے کیلئے نظام حیدر آباد، آغا خان اور دوسرے افراد نے بروقت مالی امداد کی۔ چھ مہینے بعد قائد نے فخر اور طمانیت سے اعلان کیا کہ نئی مملکت کا پہلا بجٹ معیشت کے مستحکم ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

معاشی تباہی کی پیشین گوئی کرنے والے حیران رہ گئے کیونکہ پاکستان کی حکومت اور عوام نے اس چیلنج کا نمایاں کامیابی سے مقابلہ کیا تھا۔

اب وہ وقت آ گیا تھا کہ عظیم قدرتی وسائل کے عملی استعمال سے سماجی اور معاشی ارتقاء کو تیز تر کیا جائے۔ اس قومی نصب العین کو حاصل کرنے کیلئے قائد کا مشورہ تھا کہ:

> ''اگر پاکستان کو اپنی وسعت، افرادی قوت اور وسائل کے مطابق دنیا میں اپنا جائز کردار ادا کرنا ہے تو اسے زراعت کے ساتھ ساتھ صنعت کو ترقی دے کر اپنی معیشت کو صنعتی رجحان دینا ہوگا''۔[11]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کا تعارف
۲۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۲۱
۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۲۹ کا ملفوفہ ۴ اور ۵۔ دستاویز نمبر ۱۷۵
۶۔ دیکھئے ایچ ایل ازے کی ''آپ بیتی'' (Memoirs)، لندن، ۱۹۶۰ء
۷۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۶ کا انیکس ۲
۸۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۲
۹۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۸
۱۰۔ باب ۷ کا ضمیمہ
۱۱۔ دستاویز نمبر ۵.۵

۲.۱

پنجاب میں فسادات

۲.۱.۱

لیاقت علی خاں بنام محمد علی جناح[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔نئی دہلی

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

مشترکہ دفاعی کونسل کا ایک اجلاس ۱۶ اگست کی صبح منعقد ہوا جس کی روداد[۲] اور سپریم کمانڈر کی رپورٹ کی نقل ملفوف ہے۔[۳] مَیں کل ایک اجلاس میں شرکت کیلئے انبالہ جا رہا ہوں جس میں پنڈت نہرو، مشرقی اور مغربی پنجاب کے گورنر اور وزراء اور پنجاب باؤنڈری فورس کے کمانڈر میجر جنرل ریز (Rees) شامل ہونگے۔

دوپہر کو مَیں اور پنڈت نہرو لاہور جائیں گے اور وہاں رات گزار کر اگلے دن امرتسر کا دورہ کریں گے۔ اس طرح مَیں ۱۸ کی رات کو کراچی پہنچ جاؤں گا۔ پنجاب کی صورتِ حال بہت تشویشناک ہے۔ مجھے امید ہے کہ انبالہ کے اس اجلاس سے اور لاہور اور امرتسر کے دوروں سے اعتماد بحال کرنے اور امن و امان قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

آپ کا مخلص

لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۸

۲۔ ملفوفہ ۱

۳۔ ملفوفہ ۲

۱.۱.۲ کا ملفوفہ نمبر ۱

مشترکہ دفاعی کونسل کے اجلاس کی روداد

گورنمنٹ ہاؤس۔نئی دہلی

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں — جواہر لال نہرو

فضل الرحمٰن — ولبھ بھائی پٹیل

بلدیو سنگھ

کلاڈ آکنلک

سپریم کمانڈر نے پنجاب کی صورتِ حال بیان کی اور امن و امان قائم کرنے میں پنجاب باؤنڈری فورس کے کردار کا ذکر کیا۔اس فورس کے کمانڈر میجر جنرل ریز سپریم کمانڈر کی وساطت سے مشترکہ دفاعی کونسل کو جواب دہ ہیں۔کونسل نے حسبِ ذیل فیصلے کئے:

۱۔ پنجاب میں موجود فوج میں فوری طور پر اضافہ کیا جائے گا۔

۲۔ چونکہ پنجاب کی صورتِ حال کے اس مرحلے پر فسادات کی اصل وجوہات کی جستجو کرنا لاحاصل ہے اس لئے حاضرین نے اس پر اتفاق کیا کہ ۱۵ اگست سے پہلے ہونے والے واقعات کے لئے ایک دوسرے پر الزام تراشی کا وقت گذر چکا ہے۔لہٰذا سب کی کوشش موجودہ بدامنی کو فوری طور پر ختم کرنے پر مرکوز ہونی چاہئے۔

۳۔ ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم ۱۷ اگست کو انبالہ کے اجلاس میں، جس میں مشرقی اور مغربی پنجاب کے گورنر اور وزراء بھی موجود ہوں گے، اس صورتِ حال سے نمٹنے کے اقدامات پر بھی گفت و شنید کریں گے۔ اس اجلاس میں میجر جنرل ریز اور سپریم کمانڈر کے نمائندے میجر جنرل ہاتھرن (Hawthorn) بھی شریک ہوں گے۔سکھ رہنماؤں، ماسٹر تارا سنگھ

اور گیانی کرتار سنگھ کو بھی انبالہ آنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۲.۱.۱ کا ملفوفہ نمبر ۲

مشترکہ دفاعی کونسل کیلئے علاقے کی صورتحال پر پنجاب باؤنڈری فورس کے سپریم کمانڈر کا نوٹ

خفیہ

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

کراچی سے دہلی واپس جاتے ہوئے مَیں نے لاہور کا دورہ کیا اور گورنر سر ایون جنکنز (Evan Jenkins) اور میجر جنرل ریز سے صورتِ حال پر تفصیلی تبادلۂ خیال کیا۔

میرے اخذ کردہ نتائج میری ذاتی رائے کی عکاسی کرتے ہیں اور لاہور میں میرے مذاکرات اور خفیہ اداروں کی رپورٹوں پر مبنی ہیں جو پچھلے عشرے میں موصول ہوئیں۔

۲۔ **امرتسر اور قرب وجوار:** تصادم سکھوں نے شروع کیا جنہوں نے خاصے طاقتور جتھے بنا رکھے ہیں اور وہ مسلمانوں کے دیہات یا ایسے دیہات پر جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے حملے کرتے ہیں۔ ہر رات اوسطاً تین یا چار حملے ہوتے ہیں۔ یہ جتھے پوری طرح منظّم ہوتے ہیں اور ان میں اکثر گھڑ سوار گروہ بھی شامل ہوتے ہیں جو حملے کیلئے مناسب موقع اور وقت تلاش کرتے ہیں۔

چند روز پہلے ایک ایسے ہی جتھے نے ایک ہی گاؤں میں دو سو مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سکھ ریاستوں کے لوگوں کے ان جتھوں میں ملوث ہونے کے قوی شبہات ہیں۔ مسلمانوں کے جتھے بھی ہیں مگر وہ تھوڑی تعداد میں اور سکھوں کی نسبت کم منظّم اور چھوٹے ہیں۔

ان میں سے کچھ جتھوں سے فوج کی مڈھ بھیڑ ہوئی جس نے انہیں رنگے ہاتھوں جا لیا اور انہیں خاصا نقصان پہنچایا۔ اصل مشکل ان جتھوں کو مار دھاڑ کرتے پکڑنا ہے کیونکہ بلاوجہ تو پُرامن دیہات کے خلاف مہلک اسلحہ استعمال نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ فوج کی کارروائی میں

رکاوٹ نہ ڈالیں یا اس پر حملہ نہ کریں، جیسا کہ بعض موقعوں پر ہو چکا ہے۔

مسلسل اور متواتر گشت کی جا رہی ہے مگر علاقہ وسیع ہے جس کے لئے فوج کم ہے۔ اگر ممکن ہوتا تو ہر گاؤں میں فوجی دستے متعیّن کئے جاتے لیکن یہ نہ قابلِ عمل ہے اور نہ ہی مناسب۔

امرتسر شہر میں زیادہ تر ہلاکتیں مسلمانوں کی ہوئیں کیونکہ نئے ایس پی نے مسلمان پولیس سے ہتھیار رکھوا لئے۔ جب مَیں نے امرتسر کے اوپر پرواز کی تو کئی گھروں کو جلتے دیکھا۔ شہر کے دس سے پندرہ میل کے علاقے میں کئی دیہات جل کر راکھ کا ڈھیر بن چکے تھے اور بعض ابھی سلگ رہے تھے۔ فوج کی خاصی تعداد شہر میں متعین ہے۔

۳۔ لاہور: یہاں پر حملہ آور زیادہ تر مسلمان ہیں۔ ان کے حملوں کو امرتسر میں مسلمانوں کے قتلِ عام کا بدلہ بتایا جا رہا ہے۔ سب سے پریشان کن بات پولیس خصوصاً اسپیشل پولیس کا ڈیوٹی سے فرار ہے جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اس کی مضبوط شہادت موجود ہے کہ پولیس اپنے افسروں کے حکم کی پرواہ نہیں کرتی (یورپین افسر سارے کے سارے رخصت ہو چکے ہیں)۔ بعض موقعوں پر پولیس بھی فسادیوں کے ساتھ شامل ہو گئی ہے۔ اگر فوج موجود نہ ہوتی تو سارا شہر غارتگری کا شکار ہو جاتا۔ مقامی مسلمان رہنما فوجیوں کو پولیس کی بری مثال کی تقلید کرنے کی ترغیب دیتے ہیں مگر ابھی تک انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ مسلم لیگ نیشنل گارڈ خلفشار کو بڑھانے کا موجب بن رہی ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ لاہور شہر میں مکانات کا دسواں حصہ نذرِ آتش ہو چکا ہے۔ شہر کے اوپر پرواز کے دوران نقصان کی وسعت واضح نہیں ہوتی کیونکہ لاہور جیسے گنجان شہر میں جلے ہوئے مکانات کو دوسرے مکانوں سے الگ شناخت کرنا آسان نہیں۔ بہت سے مکانات جل رہے تھے اور شہر پر دھوئیں کے گھنے بادل چھائے ہوئے تھے۔ قریبی بستیوں اور دیہات میں بھی بہت سے مکانات جل رہے تھے۔ سڑکیں اور گلیاں ویران تھیں۔

باؤنڈری فورس کے علاقے میں ۱۳ اگست تک جانی نقصان کا تخمینہ ۱۵۰۰ (پندرہ سو) افراد کے قریب ہے جو ہلاک یا زخمی ہوئے۔ فوجیوں کے ساتھ جھڑپوں میں بلوائیوں کے ۲۰۰ (دو سو) کے

قریب افراد ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں ایک تہائی مسلم اور دو تہائی غیر مسلم ہیں۔

بعض موقعوں پر جتھوں نے فوج کی مزاحمت کی اور اُن سے مقابلے کی کوشش بھی کی۔ فوج نے مارٹرز، ٹامی گنیں اور رائفلیں قبضے میں لے لیں۔ بعض سکھ جتھے تو ہلکی مشین گنوں سے بھی مسلّح ہیں۔ سابق آئی این اے (انڈین نیشنل آرمی) کے افراد مشرقی پنجاب میں ایسی کارروائیوں میں ملوث بتائے جاتے ہیں اور بعض کو تو پولیس میں بھرتی کر لیا گیا ہے۔

۴۔ مواصلات: ریلوے کی حفاظت کیلئے پولیس کے معمول کے انتظامات (گاؤں کے چوکیدار وغیرہ) مکمل طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔ حفاظت کا ایک ہی طریقہ فوج کی گشت ہے مگر فوج اتنی کم تعداد میں ہے کہ ایسی حفاظت مہیا نہیں کر سکتی۔

ریلوے کے ملازمین گھر چھوڑ کر کام پر جانے سے گھبراتے ہیں لہٰذا ریلوے کے نظام کے درہم برہم ہونے یا گاڑیوں کی آمد و رفت میں واضح کمی کا خطرہ ہے تاوقتیکہ فرقہ وارانہ تصادم ختم نہ ہو جائے۔ اس خلل سے فوج کی نقل و حرکت کرنے کی اہلیت بھی کم ہو جائے گی جس سے خطرے کے مقامات پر محفوظ دستے بھیجنے میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ اس سے فوج کی تنظیمِ نو کا کام بھی متاثر ہو گا۔

۵۔ باؤنڈری کمیشن: باؤنڈری کمیشن کے فیصلے کے اعلان میں تاخیر سے بہت پریشان کن اور مہلک اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس کا خدشہ تو ہے کہ ایوارڈ جلتی پر تیل کا کام کرے گا مگر تاخیر سے افواہیں جنم لے رہی ہیں جنہیں پھیلانے والے شر پسند عناصر کی کمی نہیں ہے۔

۶۔ عمومی حالت: مجموعی طور پر حالات ابتر ہیں اور مزید ابتر ہو رہے ہیں۔ خصوصاً اب جبکہ فسادات کی آگ سیالکوٹ اور گجرانوالہ کے اضلاع تک پہنچ چکی ہے جہاں ٹرینوں پر حملے ہوئے ہیں۔

ضلع امرتسر سے مسلمانوں کا وسیع پیمانے پر انخلاء شروع ہے۔

۱۵ اگست کی صبح وزیر آباد سے تین میل کے فاصلے پر ایک ٹرین روک لی گئی اور خنجر زنی سے تقریباً ۱۰۰ افراد ہلاک اور ۲۲۰ زخمی کر دیے گئے۔ سیالکوٹ کے قریب ایک ٹرین پٹری سے

اتاردی گئی اور تین ہزار کے ہجوم نے اس پر حملہ کر دیا جسے فوجی دستوں نے منتشر کیا۔ وزیر آباد کے قریب ایک اور ٹرین کے پندرہ مسافر قتل کر دیئے گئے۔ راولپنڈی کے قریب ٹرینوں پر حملے ہوئے جن میں متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ لاہور سے باہر بھی ایک ٹرین پر حملے کے نتیجے میں نو مسافر ہلاک ہوئے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے نے ٹرینوں کی آمد و رفت معطّل کر دی ہے ماسوائے میل ایکسپریس اور فوجی ٹرینوں کے— مال گاڑیاں بند ہیں کیونکہ متعلقہ عملہ ڈیوٹی پر حاضر نہیں۔

۷۔ ماحصل: دو مزید بریگیڈ (ایک ہندوستان سے اور ایک پاکستان سے) اور ایک مخلوط آرمرڈ رجمنٹ باؤنڈری فورس کی کمک کیلئے بھیجے جا رہے ہیں۔ تاہم خواہ کتنی ہی فوج بھیج دی جائے دونوں جانب ہونے والی قتل و غارت رک نہیں سکتی۔

جنرل ریز اور ان کے بریگیڈ کمانڈر ہر ممکن اقدام کر رہے ہیں اور فوج اب تک مکمل طور پر غیر جانبدار اور نظم و ضبط کی پابند ہے— گو ان کے خلاف بے بنیاد اور شر انگیز افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں اور اس عمل میں ایسے لوگ بھی ملوّث ہیں جو ذمّہ دار عہدوں پر فائز ہیں— اس قسم کی افواہوں سے شدید نقصان پہنچ سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے نتیجے میں فوج غیر جانبدار نہ رہے اور نتیجتاً موجودہ خطرناک صورتِ حال مزید خطرناک ہو جائے۔

جہاں تک لاہور کا تعلق ہے مسلم لیگی رہنما یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ۱۵ اگست کے بعد وہ فسادات، قتل و غارت اور آتش زنی پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ یہ سچ ثابت ہو اور ایسا ہی مشرقی پنجاب کے اضلاع میں بھی ہو سکے کیونکہ فوج اب اسقدر پھیلا دی گئی ہے جس قدر ممکن ہے اور مزید فوج حاصل کرنا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

سی آکنلک

فیلڈ مارشل

۲.۱.۲

لیاقت علی خاں بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار۔خفیہ/فوری)

کراچی

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

تمام رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں صورتِ حال اتنی خراب ہے جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ امرتسر، ہوشیار پور اور جالندھر کے پورے اضلاع میں اور گورداسپور، لدھیانہ اور فیروز پور اضلاع کے بعض حصوں میں انتظامیہ مکمل طور پر مفلوج ہو چکی ہے۔ ہزاروں مرد، عورتیں اور بچے قتل کر دیے گئے ہیں اور بے شمار مسلم دیہات نذرِ آتش ہو چکے ہیں۔ وسیع پیمانے پر عورتیں اغواء کی گئی ہیں۔ ان اضلاع میں قتل و غارت کے خوف سے لاکھوں افراد مغربی پنجاب میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ان مہاجرین کی تعداد دس لاکھ یا اس سے زیادہ ہو چکی ہو گی۔

۲۔ سکھوں کا مقصد اس علاقے کی پوری مسلم آبادی کو ختم کرنا یا نکال باہر کرنا معلوم ہوتا ہے۔[۲] ہندوستانی رہنماؤں اور وزراء کی تقریروں سے صورتِ حال میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ مجموعی طور پر پنجاب باؤنڈری فورس اپنے مقصد میں ناکام ہو چکی ہے اور اس کے ہندو اور سکھ فوجیوں کے بلوائیوں کا ساتھ دینے اور مسلمانوں کو ہراساں کرنے کے کئی واقعات ہوئے ہیں۔

۳۔ امن بحال کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان سکھ جتھوں کو پوری طاقت سے کچل دیا جائے جنہوں نے دیہات میں قتل و غارت، لوٹ مار اور آتش زنی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ مشترکہ دفاعی (جوائنٹ ڈیفنس) کونسل نے ہوائی جہازوں کو صرف دیکھ بھال کیلئے پرواز کی منظوری دی تھی لیکن یہ ناکافی ثابت ہوئی ہے۔ میرے خیال میں فضائیہ کو سکھ جتھوں کے خلاف

حملوں کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔

۴۔ اگر آپ کو اور ہندوستان کے وزیر دفاع کو میری تجویز سے اتفاق ہو تو یہ حکم فوراً جاری ہونا چاہئے ورنہ اس مسئلے پر غور کرنے کیلئے مشترکہ دفاعی کونسل کا خصوصی اجلاس طلب کرنا چاہئے۔

لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۳
۲۔ منسلکہ

۲.۱.۲ کا منسلکہ

ہنری گریڈی[۱] بنام جارج مارشل[۲] (George Marshall)

(تار۔ امریکی نیشنل آرکائیوز)

بصیغۂ راز

نئی دہلی

یکم ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈونوون (Donovan) کو حسبِ ذیل اطلاع بی بی سی کے نامہ نگار اسٹمسن (Stimson) نے دی ہے جو ابھی ابھی پنجاب سے واپس آیا ہے:

''یہ تمام نامہ نگاروں کی متفقہ رائے ہے کہ موجودہ ہنگاموں کی ذمّہ داری مسلمانوں اور ہندوؤں سے زیادہ سکھوں پر عائد ہوتی ہے۔ سکھ بہت منظّم ہیں اور ان کے کئی جتھے سٹین گنوں، مارٹروں اور ہنڈ گرینیڈوں سے مسلّح ہیں۔ سب غیر ملکی صحافیوں کا خیال ہے کہ پنجاب میں سکھوں کو فرید کوٹ، نابھا، کپورتھلہ اور پٹیالہ کے سکھ حکمرانوں نے اسلحہ فراہم کیا ہے۔ مسلمانوں کے پاس عام طور پر اسلحہ کم ہے۔

سفارت خانے کو کئی ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ حکومتِ ہندوستان کے حکم سے امرتسر میں ۱۲۰۰ مسلمان پولیس والوں کو نہتّا کر دیا گیا ہے۔ نتیجتاً مسلمان سکھ اور ہندو بلوائیوں

کے رحم وکرم پر رہ گئے ہیں۔ امرتسر تقریباً تباہ ہو چکا ہے۔ کئی مصدّقہ واقعات میں پولیس اور فوج نے اپنے ہم مذہبوں کے سوا کسی اور کو تحفّظ دینے سے انکار کر دیا اور بعض صورتوں میں پولیس اور فوج نے پناہ گزینوں پر خود بھی حملے کئے۔

ریلوے کا عملہ سرحد سے تیس میل قریب تک جانے کیلئے تیار نہیں اور یوں پورے شمالی ہندوستان میں ٹرینوں کی نقل وحمل مکمل طور پر معطل ہو چکی ہے۔

(ہنری گریڈی)

۱۔ ہندوستان میں امریکہ کے سفیر
۲۔ امریکہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ

۲.۱.۳
مشترکہ دفاعی کونسل کا اعلامیہ[1]

نظامت تعلقات عامہ۔ مغربی پنجاب

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

آج گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں منعقدہ مشترکہ دفاعی کونسل کے خصوصی اجلاس کے بعد مندرجہ ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا:

اس اجلاس میں پاکستان اور ہندوستان کے فضیلت مآب گورنر جنرل صاحبان شریک ہوئے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے، جو اس کونسل کے مستقل چیئرمین ہیں، صدارت کی۔

ہندوستان کے وزیرِ اعظم (پنڈت جواہر لال نہرو) پاکستان کے وزیرِ اعظم اور وزیرِ دفاع (مسٹر لیاقت علی خاں)، ہندوستان کے وزیرِ دفاع (سردار بلدیو سنگھ)، پاکستان کے وزیرِ مواصلات (سردار عبدالرّب نشتر)، مشرقی پنجاب کے گورنر (سر چندو لال ترویدی)، مغربی پنجاب کے گورنر (سر فرانسس موڈی)، سپریم کمانڈر (فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکنلک)، ہندوستانی فوج کے کمانڈر انچیف (جنرل سر راب لوک ہارٹ) اور پنجاب باؤنڈری فورس کے کمانڈر (میجر جنرل ریز) موجود تھے۔

اجلاس کو بتایا گیا کہ پنجاب باؤنڈری فورس کے علاقے میں اگرچہ کچھ شہروں میں صورتِ حال بہتر ہو رہی ہے، دیہاتی علاقوں میں ایسی بہتری کے آثار نظر نہیں آتے۔ باؤنڈری فورس کے علاقے سے باہر بھی کئی مقامات پر فسادات پھیل چکے ہیں جن پر قابو پانا اس فورس کے کمانڈر کے لئے ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر ٹرینوں پر ستّر فیصد حملے پنجاب باؤنڈری فورس کے علاقے سے باہر ہوئے ہیں۔

اس اجلاس میں یہ اہم فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ پنجاب باؤنڈری فورس کے سپرد متنازعہ علاقوں میں امن و امان برقرار رکھنے کا کام اب اس کی استعداد سے بہت تجاوز کر گیا ہے لہٰذا ۳۱ اگست اور یکم ستمبر کی درمیانی رات سے اس فورس کو برخاست کر دیا جائے، اس کی ذمّہ داری کے علاقوں کو دونوں حکومتوں کے براہ راست کنٹرول میں دے دیا جائے اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں باہمی تعاون سے جتنی جلدی ممکن ہو سکے پنجاب میں پُر امن حالات بحال کرنے کی کوشش کریں۔ اس فیصلے کے نتیجے میں یہ بھی طے ہوا کہ ہندوستان اور پاکستان اپنے اپنے نئے ملٹری ہیڈ کوارٹر قائم کریں گے تا کہ سرحدی علاقوں پر کنٹرول کیا جا سکے۔

ہندوستان کے چوتھے ڈویژن کا ہیڈ کوارٹر ہندوستان کی جانب کے سرحدی علاقے اپنی تحویل میں لے لیگا جس میں گورداسپور (نو تشکیل شدہ)، ہوشیار پور، جالندھر، فیروز پور، امرتسر اور لدھیانہ کے اضلاع اور ضلع لاہور کا علیحدہ شدہ حصہ شامل ہیں۔

پاکستان میں لاہور ایریا ہیڈ کوارٹر ہی سرحدی علاقے پر کنٹرول کرے گا جس میں سیالکوٹ بمع تحصیل شکر گڑھ، گجرانوالہ، لاہور، شیخوپورہ، لائل پور (موجودہ فیصل آباد) اور منٹگمری (موجودہ ساہیوال) کے اضلاع شامل ہیں۔

یہ دونوں ہیڈ کوارٹر لاہور میں ہوں گے تا کہ پناہ گزینوں کیلئے محافظ اور سفر میں حفاظتی دستے فراہم کرنے میں قریبی تعاون کو یقینی بنایا جائے۔ چوتھے انڈین ڈویژن کے ملازمین اور گاڑیوں کو مغربی پنجاب میں نقل و حرکت کی آزادی اور تحفّظ حاصل ہوگا۔

جتنی جلدی ممکن ہو سکے پنجاب باؤنڈری فورس کے دستے جو ہندوستانی فوج سے

منسلک ہیں انہیں ہندوستان کی جانب سرحد پر متعین کیا جائے گا اور پاکستانی فوج کے تمام دستے پاکستان کی جانب رہیں گے۔ مخلوط دستے (جن میں مسلم اور غیر مسلم ذیلی دستے شامل ہیں) اس طرح الگ الگ کیے جائیں گے کہ مسلمان پاکستان میں رہ جائیں اور غیر مسلم ہندوستان چلے جائیں۔ تشکیلِ نو کا یہ عمل اگرچہ پیچیدہ ہے لیکن اسے بہت جلد مکمل کر لیا جائے گا۔ اس انتظام میں وہ دستے اور ذیلی دستے شامل نہیں ہوں گے جو ایک ہی فرقے کے افراد پر مشتمل ہیں لیکن انہیں پناہ گزینوں کے کیمپوں اور قافلوں کی حفاظت کیلئے ایسے صوبے میں استعمال کیا جا رہا ہے جہاں دوسرے فرقے کی اکثریت ہے۔ لہٰذا پاکستان کے مسلم فوجی مشرقی پنجاب میں مسلم پناہ گزینوں کی حفاظت کیلئے استعمال کئے جائیں گے اور ہندوستان میں بھی اسی طرح ہوگا۔ ان دستوں کو ایک مملکت سے دوسری کو مستعار دیا جائے گا اور وہ اس ملٹری کمانڈر کے تحت ہوں گے جس کے علاقے میں ان کا قیام ہوگا۔

اس پر بھی اتفاق ہوا کہ کمشنر برائے مہاجرین (Refugee Commissioners) کے عملے میں اضافہ کیا جائے تا کہ دونوں صوبوں میں پناہ گزینوں کے مراکز میں دونوں مملکتوں کے نمائندے مقیم رہ کر پناہ گزینوں کی فلاح و بہبود اور تحفّظ کے اقدام کر سکیں۔

یہ فیصلہ بھی ہوا کہ دونوں حکومتوں کی جانب سے متروکہ املاک کے لئے کسٹوڈین (Custodian) مقرر کئے جائیں گے جن کے درمیان قریبی رابطے کا اہتمام ہو گا۔ ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں نے اس بات کی تائید کی کہ جائیداد پر غیر قانونی قبضہ نہیں مانا جائے گا۔

یہ فیصلے کرتے وقت دونوں حکومتوں نے اپنے اس عزم کو دہرایا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اقلیتوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کی حتی الامکان کوشش کریں گی۔ جن تارکین وطن نے سرحد کی دوسری جانب جانے کا فیصلہ کر لیا ہے انہیں نقل مکانی میں ہر طرح کی سہولت مہیا کی جائے گی۔ تاہم اقلیتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ حکومت کے اہتمام اور مناسب حفاظتی دستوں کے بغیر نقل و حرکت نہ کریں۔

مزید فیصلہ یہ کیا گیا کہ دونوں حکومتیں حراستی کیمپ قائم کریں جن میں دونوں میں سے کسی بھی علاقے میں سرگرم مسلّح جتھوں کو حوالات میں رکھا جا سکے۔ جو مسلّح جتھہ ارتکابِ جرم کرتا نظر آئے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔ فیصلہ کیا گیا کہ مشرقی اور مغربی پنجاب میں برّی فوج کو امن برقرار رکھنے میں مدد دینے کیلئے فوجی طیاروں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے۔

لاہور میں ایک پریس کیمپ کے قیام اور پریس کو مزید سہولتیں بہم پہنچانے پر بھی اتفاق ہوا۔ ۔ پاکستان ٹائمز، ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۵۴

۲.۱.۴
قائداعظم کا نشریہ[۱]

ریڈیو اسٹیشن۔ لاہور

۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

چند دنوں پہلے پنجاب کے روح فرسا اور وحشت ناک واقعات کی اطلاعات ملیں اور حالات کی نزاکت کا اندازہ لگا کر مَیں نے لاہور آنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں پہنچنے پر مجھے تمام میسر ذرائع سے معلوم ہوا کہ بدقسمتی سے پہلی اطلاعات بہت حد تک درست تھیں۔ مَیں اس وقت آپ سے انتہائی رنج والم کے جذبات اور دکھی دل کے ساتھ مخاطب ہوں۔ بلاشبہ ہم نے کسی خونریزی کے بغیر پُرامن طریقے سے اخلاق، دانشمندی اور قلم کی طاقت سے پاکستان حاصل کیا ہے اور قلم کی طاقت تلوار سے کم نہیں۔ اس طرح ہمارے مقاصد کی صداقت کا بول بالا ہوا۔ کیا اس عظیم الشّان کارنامے کو، جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، اب ہم اپنی بربریت اور قتل و غارت سے کثیف اور داغدار کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ایسی حرکتوں سے ہمیں کچھ حاصل ہوگا؟ پاکستان اب ایک زندہ حقیقت ہے اور اس کو کبھی کالعدم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ اس عظیم برصغیر کے آئینی مسائل کا واحد منصفانہ، باعزت اور قابلِ عمل حل تھا۔ ہندوستان کی تقسیم قطعی اور ناقابلِ تنسیخ ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اس عظیم مسلمان مملکت کی تشکیل کے سلسلے میں کیسی کیسی نا انصافیاں اور زیادتیاں روا رکھی گئی ہیں۔ ہمارے رقبے کو جتنا کم کیا جا سکتا تھا کر دیا گیا اور جو آخری دھچکا ہمیں لگا وہ باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ تھا۔ یہ ایوارڈ نہ صرف غیر منصفانہ اور نا قابلِ فہم ہے بلکہ بد نیتی پر بھی مبنی ہے۔ گو یہ ایک غلط فیصلہ ہے جو قانونی نہیں بلکہ سیاسی بنیادوں پر کیا گیا ہے لیکن چونکہ ہم اسے تسلیم کرنے کا عہد کر چکے ہیں، ہم اس کے پابند ہیں۔ ہمیں ایک باعزت قوم کی طرح اپنے عہد کا پاس کرنا ہے۔ یہ ایوارڈ ہماری بد قسمتی ہے لیکن ہمیں اس اذیت کا بھی تحمل، ہمّت اور اعتماد سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

اب ہمیں اپنی عظیم قوم اور آزاد و خود مختار مملکتِ پاکستان کی تعمیرِ نو میں مصروف ہونا ہے جو نہ صرف عالمِ اسلام کی سب سے بڑی بلکہ دنیا کی پانچویں بڑی مملکت ہے۔ ہر مسلمان کیلئے یہی وقت اور موقع ہے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ قوم کی خدمت کرے اور پاکستان کو دنیا کی عظیم الشّان سلطنت بنانے میں مسلسل اور بے لوث محنت اور بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہ کرے۔ اب یہ کام آپ کے ہاتھوں میں ہے کیونکہ ہمارے پاس باصلاحیت افراد کی کمی نہیں اور پاکستان کو بے شمار وسائل اور امکانات سے نوازا گیا ہے۔ ہمیں ہر قسم کی قدرتی دولت ودیعت کی گئی جس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ امن فوراً بحال ہونا چاہئے اور قانون کی بالادستی ہر قیمت پر قائم اور برقرار رہنی چاہئے۔ ۲۹ اگست کی خصوصی کانفرنس[۲] میں اقلیتوں کے تحفّظ اور پناہ گزینوں کی بہبود اور سلامتی کیلئے ہر ممکن کوشش کا جو عہد کیا گیا تھا اسے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر پورا کرنا اب رہنماؤں اور مختلف فرقوں کے کارکنوں کا فرض ہے۔ اس کانفرنس نے اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے چند واضح فیصلے کئے ہیں اور ان کے علاوہ بعض مزید اقدامات بھی کئے جائینگے جن کی توثیق پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں نے خلوصِ دل اور پختہ عزم سے کی ہے۔ آئندہ سے دونوں حکومتیں قیامِ امن کی ذمّہ داری خود سنبھال لیں گی۔ پنجاب باؤنڈری فورس کیلئے، جس کا دائرۂ اختیار چند علاقوں تک محدود تھا، پورے مغربی اور مشرقی پنجاب

میں، خصوصاً اب جبکہ فساد کی آگ دیہات میں پھیل گئی ہے، امن قائم رکھنا ممکن نہیں تھا لہٰذا یہ فورس توڑ دی گئی ہے۔

خصوصی کانفرنس کے ان فیصلوں اور اقدامات سے تمام فرقوں کو یقین ہو جانا چاہئے کہ پاکستان اور ہندوستان کی حکومتیں وحشیانہ قتل و غارت اور اس نوعیت کی کارروائیوں کو سختی سے کچلنے کا تہیہ کر چکی ہیں۔ تاہم ضرورت اس کی ہے کہ دونوں متعلقہ فرقوں کو یہ احساس ہو جائے کہ یہ بربریت ایک بے سود حماقت ہے جس میں لاتعداد بے گناہ لوگوں کی جانیں ضائع ہو چکی ہیں اور لاکھوں لوگ بے خانماں ہو چکے ہیں۔ وہ فاقہ کشی اور بدحالی کا شکار ہیں اور اپنی جانیں بچانے کیلئے دربدر پھر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں املاک کی بھی وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی ہے۔

یہ موقع نہیں کہ مَیں ان واقعات کی ابتدا یا علّت پر روشنی ڈالوں یا یہ تعیّن کروں کہ کون سا فرقہ ان میں زیادہ ملوث ہے۔ بہرحال یہ فیصلہ کرنا مورخین کا کام ہے۔ اس شرمناک طرزِ عمل اور کارستانی پر انسانیت خون کے آنسو رو رہی ہے۔ جو افراد اس تباہی اور غارت گری کے ذمہ دار ہیں ان کا سختی سے محاسبہ ہونا چاہئے اور انہیں بے رحمی سے کچل دینا چاہئے۔ مہذّب دنیا ان کارروائیوں اور واقعات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جن کے سبب متعلقہ فرقوں کا نام داغدار ہو چکا ہے۔

اب یہ رہنماؤں اور حکومتوں کا کام ہے کہ وہ اس کلنک کے ٹیکے کو دھونے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اگرچہ افق پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں لیکن میں پاکستان کے عوام کو یہ پیغام دوں گا کہ وہ اپنے حوصلوں اور ہمّت کو بلند رکھیں اور اپنے فرائض جرأت اور اعتماد کے ساتھ انجام دیتے رہیں تو یقیناً کامیاب ہونگے۔ کیا ہم دل برداشتہ ہو چکے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اسلام کی تاریخ شجاعت، ہمّت اور استقامت کی روایات سے بھری پڑی ہے۔ لہٰذا رکاوٹوں، مزاحمتوں اور مداخلتوں کے باوجود قدم بڑھا کر چلیں۔ مجھے یقین ہے کہ سات کروڑ افراد پر مشتمل یہ متحد قوم جو عزمِ صمیم رکھتی ہے اور ایک عظیم تہذیب اور تاریخ کی علمبردار ہے کسی سے خوفزدہ نہیں ہوگی۔ اب آپ کو کام، کام، اور بس کام کرنا ہے۔ پھر ہم یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اپنے رہنما اصولوں یعنی ایمان، اتحاد اور نظم و ضبط کو کبھی فراموش نہ کریں۔

اب تک مَیں آپ سے انگریزی میں گفتگو کرتا رہا ہوں کیونکہ ساری دنیا کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں۔ایک آزاداور خودمختار پاکستان کا قیام ایک عظیم اور تاریخ ساز واقعہ ہےاور اقوام عالم ہمیں بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی ہیں۔اسی لئے مَیں نے انگریزی زبان کا استعمال کیا ہے تاکہ پاکستان سے دلچسپی رکھنے والے دنیا بھر کے سامعین تک میری آواز پہنچ جائے۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۷۵۔ قائداعظم محمد علی جناح، تقریریں اور بیانات، (Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah Speeches and Statements 1947-48)، وزارتِ اطلاعات و نشریات، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء۔ مزید دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۳

۲.۱.۵

زاہد حسین بنام ولبھ بھائی پٹیل[۱]

نئی دہلی

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر سردار پٹیل

آپ مشرقی پنجاب میں غیر مسلم پناہ گزینوں کے مسائل میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ ایسی ہی دلچسپی دہلی کے مسلمان مہاجرین کے مسائل میں بھی لیں گے۔اگر اس مسئلے کو تسلّی بخش طریقے سے نمٹایا گیا تو خیر سگالی بحال ہوگی اور صورتِ حال کو معمول پر لانے میں بہت مدد ملے گی۔

۲۔ دہلی میں اس وقت میوات اور الور کے بیس ہزار مہاجرین ہیں۔ان میں سے تیرہ ہزار لوگ نجی طور پر قائم کردہ تین کیمپوں میں مقیم ہیں اور باقی سات ہزار عیدگاہ، شیدی پورہ، قرول باغ، پہاڑ گنج، سبزی منڈی وغیرہ کے کیمپوں میں ہیں۔مقامی حکام نے ان کیمپوں کے انتظام میں اب تک کوئی مدد نہیں کی ہے۔ حال ہی میں دہلی مسلم لیگ سے کہا گیا ہے کہ ان میواتیوں کو پرانے قلعے کے قریب میدان میں لے جایا جائے۔متعلقہ حکام سے درخواست کی

گئی ہے کہ وہ ان کے لئے صفائی، پانی اور بجلی کا معقول انتظام کریں۔ مسلم لیگ کو بتایا گیا ہے کہ خیمے دستیاب نہیں ہیں لیکن اگر لیگ خود ان کا بندوبست کر سکے تو ان کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ خیمے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی گئی لیکن یہاں خیمے دستیاب نہیں ہیں۔ اب فوج ہی ایک ممکن وسیلہ ہے جس کے پاس کانپور میں خیموں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اگر ان مہاجرین کے لئے آپ ضرورت کے مطابق خیموں کی فراہمی میں مدد فرمائیں تو مَیں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

حکام باقاعدہ کیمپوں میں مقیم مہاجرین کیلئے راشن کارڈ مہیا کر رہے ہیں مگر جو لوگ کیمپوں سے باہر پڑے ہوئے ہیں انہیں کارڈ نہیں دیئے جا رہے ہیں۔

۴۔ ان معاملات میں آپ کی مدد کا بہت شکر گذار ہوں گا۔

انتہائی احترام کے ساتھ

آپ کا مخلص

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۵

۲۔ ملفوفہ

۲.۱.۵ کا ملفوفہ

زاہد حسین بنام جی ایس باجپائی

دہلی

یکم/۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

محترمی!

مجھے میری حکومت نے ہدایت کی ہے کہ حکومتِ ہندوستان پر واضح کروں کہ دہلی اور ہندوستان کے دیگر علاقوں کے مسلمانوں کی حالتِ زار پر خصوصی اور فوری توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ حکومتِ ہندوستان بخوبی واقف ہے کہ دہلی میں میوات اور الور وغیرہ کے بے شمار

لوگ بڑے مشکل حالات میں بہت محدود نجی خیرات پر گزارہ کر رہے ہیں۔ ضلع گڑ گاؤں کی فیروز پور جھر کا تحصیل میں ۲۰ میل کے دائرے میں تقریباً ۲۵۰۰۰۰ پناہ گزین ہیں۔ گڑ گاؤں اور ریواڑی میں ریلیف کیمپ موجود ہیں مگر اطلاع کے مطابق انہیں راشن کا اجراء بند کر دیا گیا ہے جس کے سبب ان کے لئے اب غلّے کا حصول ممکن نہیں۔

۲۔ حال ہی میں حکومتِ ہندوستان نے مشرقی پنجاب میں پناہ گزینوں کیلئے ۵ لاکھ روپے کی گرانٹ دینے کا اعلان کیا ہے اور حسبِ ضرورت مزید رقم کی فراہمی متوقع ہے۔ گویا حکومتِ ہندوستان پناہ گزینوں کی بحالی کیلئے مشرقی پنجاب کی حکومت کو جس قدر سرمائے کی ضرورت ہو فراہم کرے گی۔ مزید یہ کہ صفائی، طبی امداد اور خوراک کی بہتر فراہمی کیلئے مؤثر اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ حکومتِ پاکستان کو امید ہے کہ مسلمان پناہ گزینوں کو بھی اسی طرح کی امداد مہیا کی جائے گی۔

زاہد حسین

۲.۱.۶

حسن البنّا بنام محمد علی جناح[1]

قاہرہ

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں مسلمان بھائیوں کے کشت وخون پر اخوان المسلمین سوگوار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ بے گناہ مقتولین کو شہادت کا اعلیٰ درجہ عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر کی توفیق دے۔ مَیں نے ماؤنٹ بیٹن، گاندھی اور نہرو کو تار بھیجے ہیں اور ان زیادتیوں کے سدِّ باب کیلئے مناسب اقدامات نہ کرنے پر انہیں ذمّہ دار ٹھہرایا ہے۔ ہم سب کو اخلاقی اور عملی طور پر آپ سے ہمدردی ہے۔ ہم نے یہاں سب سفارت خانوں سے رابطہ کیا ہے اور وہ سب کچھ کیا ہے جو ہم سے ہوسکتا ہے اور اس کے علاوہ جو آپ کہیں گے وہ کرنے کو تیار ہیں۔ تحمل اور

ہمت ہی فتح کی تمہید ہے۔

حسن البنّا

رہبرِ اعلیٰ تنظیم اخوان المسلمین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ دستاویز نمبر ۱۹۴

۲.۱.۷

سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ[۱]

خفیہ/فوری

کیمپ جالندھر

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر وزیرِ داخلہ

مَیں نے ہمیشہ برملا کہا ہے کہ مشرقی پنجاب میں امن بحال کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کسی طرح سکھوں کی مار دھاڑ کو بند کیا جائے۔ بلاشبہ ان کارروائیوں کی پشت پر کوئی تنظیم ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ اور گیانی کرتار سنگھ جیسے سکھ رہنما امن بحال کرنے کی خاصی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن مجھے یقین نہیں کہ ان کے پیغام کا اضلاع کی اندرونی تحصیلوں اور دیہات کے عام لوگوں پر کوئی اثر ہو رہا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق سکھ جتھے زیادہ بڑے اور زیادہ منظّم ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی مار دھاڑ کو روکنے کے صرف دو ہی طریقے ہیں یعنی پروپیگنڈا یا پولیس اور فوج کی سخت کارروائی۔ بہرحال فوری نتائج حاصل کرنا ضروری ہیں ورنہ صورتِ حال مزید ابتر ہو جائے گی۔ یہ تساہل کا وقت نہیں ہے۔ ہماری حکومت کو یہ فرض پورا کرنا ہے اور اپنے افسروں پر بھی زور ڈالنا ہے کہ سخت اور فوری کارروائی کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس مسئلے کا بہترین حل تو یہ ہے کہ سکھ خود ہاتھ روک لیں لیکن اگر یہ ممکن نہیں تو اس کے سواء اور کوئی چارہ نہیں کہ پوری پولیس اور فوج کو حرکت میں لایا جائے۔ آپ سے گذارش ہے کہ اس مسئلے پر فوری توجہ دیں اور آج ہی آپ اور عزت مآب وزیرِ اعظم اس مسئلے پر مجھ سے بات کریں۔ مَیں اس خط کی

ایک نقل عزت مآب وزیرِ اعظم کو بھیج رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

سی ایم ترویدی

(گورنر مشرقی پنجاب)

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۷

۲.۱.۸

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[۱]

خفیہ/فوری

نئی دہلی

۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

آج صبح دہلی میں صورتِ حال بہت زیادہ ابتر ہوگئی۔ ہندو بلوائی گزشتہ رات مسلمانوں کے محلّوں پر حملے کرتے رہے اور یہ حملے آج پورے دن جاری رہے۔

ان حملوں کا منصوبہ بہت سوچا سمجھا دکھائی دیتا ہے جس کے مطابق پہلے مضافات کو مسلمانوں سے خالی کرایا گیا اور بعد میں مسلمانوں کے محلّوں پر حملے کئے گئے۔ کل دوپہر کئی دیہاتیوں نے یونیورسٹی کے آس پاس اور سبزی منڈی پر حملے کئے لہٰذا بدلی ریلوے اسٹیشن سے لے کر کنگز وے (Kingsway) تک کے وسیع علاقے سے پناہ گزینوں کی آمد شروع ہوگئی۔ محاصرہ تنگ سے تنگ تر ہوتا گیا۔ شام کو یونیورسٹی کے قریب واقع ایک مسلمان کی فیکٹری کو جلا دیا گیا۔ رات کو ہندو پناہ گزینوں نے سبزی منڈی پر حملہ کرنا چاہا لیکن مسلمان مدافعت کیلئے چوکس تھے۔

۲۔ شام تک صورتِ حال مزید خراب ہوگئی اور فوج اور پولیس نے موقع پر پہنچ کر گولی چلائی لیکن مسلمانوں نے شکایت کی کہ گولی کا نشانہ حملہ آور ہندوؤں کے بجائے انہیں کو بنایا گیا۔ اسی وقت یونیورسٹی کے مسلم عملے کے کوارٹروں کو لوٹا جا رہا تھا۔ پھر یہ لوٹ کھسوٹ پوری یونیورسٹی میں پھیل گئی اور رجسٹرار اور ڈاکٹر آئی ایچ قریشی، جو پاکستان دستور ساز اسمبلی کے رکن اور یونیورسٹی

میں آرٹس کے ڈین ہیں، کے مکانات بھی لوٹ لیے گئے۔عینی گواہوں کے مطابق بعض مکانوں کو لوٹنے والے ہجوم میں یونیورسٹی کے غیر مسلم طالبِ علم بھی شامل تھے۔

۳۔لال قلعے کے قریب کیمپ میں مقیم ہندو پناہ گزینوں نے مسلمان راہگیروں پر حملے کئے اور موری سرائے میں مسلمانوں کی چھوٹی سی بستی پر حملہ کر کے جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔

۴۔گزشتہ رات چوڑی والاں کے علاقے پر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی۔قرول باغ پر، جہاں پہلے ہی بہت قتل و غارت ہوئی ہے، دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا گیا۔ اجمیری دروازہ اور لودھی روڈ کے علاقے اور نئی دہلی کے بعض حصے بھی متاثر ہوئے اور یہاں بھی مسلمان ہی ظلم کا نشانہ بنے۔

۵۔شام تک تمام مسلمان محلّوں پر حملے اور لوٹ مار شروع ہوگئی۔سبزی منڈی، ملتانی ڈھانڈا، قرول باغ، بندوق والی گلی، بلّی ماراں، بلبلی خانہ، کوچہ چیلاں مسلمانوں سے خالی ہو گئے یا عنقریب کر دئے جائیں گے۔یہ وہ علاقے ہیں جہاں مسلمانوں کی بھاری اکثریت تھی۔

٦۔مسلمانوں پر صرف بلوائیوں نے حملے نہیں کئے بلکہ ان بلوائیوں کی مدد ہندو پولیس اور فوج نے بھی کی۔تاہم صریح جارح ہونے کے باوجود ہندوؤں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اگر یہ حالات چند گھنٹے اور جاری رہے تو دہلی کی مسلم آبادی چند مہاجر کیمپوں میں ہی پائی جائیگی۔

۷۔صورت حال اس قدر سنگین ہے کہ اس کے بیان میں مبالغہ ممکن نہیں۔اگر موجودہ صورتِ حال برقرار رہی تو دہلی اور اسلام کا دیرینہ تعلق فوری طور پر ختم ہو جائے گا۔

ان علاقوں کے کچھ باشندوں کو کیمپوں میں تو منتقل کر دیا گیا ہے لیکن ان کے جانی اور مالی نقصان کا تخمینہ لگانا ممکن نہیں۔تمام رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاکھوں روپے کی جائیداد بیدردی سے تباہ کی گئی اور لوٹی گئی اور مقتولوں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

ہائی کمشنر کی رہائش گاہ مہاجروں سے بھری پڑی ہے اور مزید افراد کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا پناہ گزینوں کے لئے دو کیمپ قائم کر دیے گئے ہیں۔ایک حیدرآباد ہاؤس میں اور دوسرا پرانے قلعے میں۔ان کی حفاظت بلوچ رجمنٹ کے سپرد ہے۔مزید پناہ گزیں بھی آ رہے ہیں جو

عموماً خستہ حال ہیں۔حکومتِ ہندوستان ان پناہ گزینوں کیلئے خوراک اور مناسب رہائش مہیا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ پرانے قلعے میں یہ پناہ گزیں رات کھلے آسمان تلے اندھیرے میں گزاریں گے۔

صرف دہلی ہی کے نصیب نہیں پھوٹے بلکہ مغربی یو پی کے شہروں کو بھی تنہا کر کے بیرونی دنیا سے انکے رابطے منقطع کر دیے گئے ہیں جس کی وجہ سے کسی کا علی گڑھ اور میرٹھ جانا یا وہاں سے واپس آنا ممکن نہیں۔اگر اس نازک موقع پر کوئی مناسب اقدام نہ کیا گیا تو ہندوستان کی پوری مسلم آبادی کے نابود ہونے کا خطرہ ہے۔

۸۔صاف ظاہر ہے کہ یہ مہم ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت چلائی جا رہی ہے۔ سکھوں کو بطور ہراول دستہ استعمال کیا گیا جو سیاسی مایوسی اور مکمل خاتمے کے خوف کے باعث اس کام کیلئے تیار تھے۔خضر حیات وزارت کے مستعفی ہونے کے بعد جب تارا سنگھ نے اپنی تلوار نکالی تو سکھ رہنماؤں نے دھمکی دی تھی کہ وہ پنجاب سے مسلمانوں کو نکال باہر کریں گے اور ان کا قلع قمع کر دیں گے۔ مارچ ۱۹۴۷ء میں پنجاب کے فسادات میں سکھوں اور ہندوؤں پر جو بیتی اس کی پاداش میں بعض مالدار غیر مسلموں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے سکھوں کو سرمایہ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ بظاہر سکھوں کا منصوبہ یہ تھا کہ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو معدوم یا بے دخل کر دیں تا کہ سکھ پاکستان اور ہندوستان میں بٹ جانے کے بجائے ایک باہم پیوستہ علاقے میں اکھٹے ہو جائیں۔ وہ اسطرح ایک مستقل سیاسی وحدت کی حیثیت حاصل کر کے اس سیاسی موت سے بچ سکتے تھے جو انھیں نظر آ رہی تھی۔ پورے ہندوستان کیلئے راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ کا جو منصوبہ تھا اس سے سکھوں کا منصوبہ بخوبی منطبق ہو گیا۔ غالباً آر ایس ایس خود مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچانے کے قابل نہیں تھی اور یوں اس تحریک کا زور ختم ہو جانے کا امکان تھا۔لیکن سکھوں کے قتل وغارت کے منصوبے میں اس کو اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آئی۔سکھوں کی لگائی ہوئی آگ کو انہوں نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے انتہائی کارآمد سمجھا اور ان عزائم کے پورا ہونے تک آر ایس ایس اس آگ پر تیل چھڑکتی رہے گی۔

۹۔اس صورتحال میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلم تاریخ کے اس عظیم بحران میں حکومتِ پاکستان مسلمانوں کی کوئی مدد کرسکتی ہے؟ ایک لحاظ سے یہ سانحہ اس سے کہیں بڑا ہے جو تاتاریوں کے حملے سے مسلم دنیا پر گزرا تھا۔ کہیں تاریخ کی عدالت میں ہم ملزم نہ ٹھہریں کہ اس تباہی کو روکنے یا کم کرنے کیلئے ہم نے کوئی ممکن قدم نہیں اٹھایا۔ خواہ ہم اپنی کوششوں میں پوری طرح کامیاب نہ ہوں لیکن اس کا کوئی عذر نہیں کہ مسلمانوں کو تباہی سے بچانے کیلئے ہم اپنی پوری کوشش نہ کریں۔ آج ہم انسانی نسل کے خلاف تاریخ کے بدترین جرائم کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ ہندوستان میں قتل وغارت کا جو وحشیانہ کھیل جاری ہے اُسے بے حسی اور بے بسی سے دیکھتے رہنا گناہ ہے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۰

۲.۱.۹

زاہد حسین بنام جواہر لال نہرو[1]

۸ بی ہارڈنج روڈ

نئی دہلی

۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

دہلی کے مسلمان اور حکومتِ پاکستان کے یہاں رکے ہوئے ملازمین اپنی سلامتی کیلئے پاکستان ہائی کمیشن میں اکھٹے ہورہے ہیں۔ ہم کوشش کررہے ہیں کہ حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے عیال کو پالم کے قریب عارضی کیمپ میں رکھیں جہاں سے ان لوگوں کو کراچی جانے والے ہوائی جہازوں میں بٹھا دیا جائے۔ باقی مسلمانوں کو پرانے قلعے بھیجا جارہا ہے۔ ان دونوں کیمپوں کی آبادی کئی ہزار تک پہنچ چکی ہے اور مختلف محلّوں پر بلوائیوں کے حملوں کے باعث پناہ گزینوں کی تعداد ہر گھنٹے بڑھتی جارہی ہے۔ ان کو فوجی تحفّظ، راشن اور صفائی کے انتظامات کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے کا یہی حل ہے کہ ان کیمپوں کو باقاعدہ پناہ گزین کیمپ قرار دیا جائے اور ان

کا انتظام اور تحفّظ انہیں خطوط پر کیا جائے جن پر دونوں حکومتوں نے اتفاق کیا ہے جس کے مطابق ہندوستان کی حکومت نے ان کیمپوں کی ذمّہ داری سنبھالنی ہے اور ان کے تحفّظ کیلئے مسلم فوجیوں کا انتظام کرنا ہے۔

۲۔ان کیمپوں کے انتظام کے علاوہ ان علاقوں سے لوگوں کے انخلاء کا مسئلہ بھی درپیش ہے جن پر حملے ہوئے ہیں یا جن پر حملوں کا خطرہ ہے۔ اس کیلئے گاڑیوں اور حفاظتی دستوں کی ضرورت ہے۔ پرانا قلعہ کافی نہیں ہوگا اور صفدر جنگ میں ایک اور کیمپ فوراً قائم ہو جانا چاہئے۔

۳۔بہتر یہ ہوگا کہ حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور باقی مسلمانوں کے مسئلے سے علیحدہ علیحدہ نمٹا جائے۔ دہلی میں پاکستان کی ملازمت منتخب کرنے والے افراد کی تعداد تقریباً بیس ہزار ہے۔

۴۔ پاکستانی ہائی کمیشن نے پالم کے قریب عارضی کیمپ میں طعام گاہ کا انتظام تو کر لیا ہے لیکن حکومتِ ہندوستان کو اس کیلئے راشن فراہم کرنا ہوگا۔

۵۔ باقی مسلم آبادی کے سلسلے میں حکومتِ ہندوستان سے گذارش ہے کہ وہ متاثرہ علاقوں سے لوگوں کے انخلاء کا انتظام کرے، ان کی حفاظت کیلئے مسلمان فوجیوں کو تعینات کرے اور راشن اور طبی امداد کا بندوبست کرے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۳

۲.۱.۱۰

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[۱]

خفیہ

نئی دہلی

۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

آج تمام دن ہائی کمیشن میں مختلف خاندانوں اور ان افراد سے، جنہیں نیست و نابود ہو

جانے کا خطرہ ہے پیغامات وصول ہوتے رہے۔ وسائل، پٹرول، گاڑیوں اور عملے کی کمی کے باعث ان سب کی درخواستوں پر کارروائی کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا کئی دل دوز اپیلوں کا جواب نہیں دیا جاسکا۔ تاہم مہاجرین کی بڑی تعداد کو بچالیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے جان و مال حد درجہ خطرے میں ہیں۔ سبزی منڈی کو، جو ان کا مضبوط ترین مرکز تھا، خصوصی طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔[۲] دوسرے مراکز مثلاً باڑہ ہندوراؤ اور ترکمان گیٹ میں بھی مکمل تباہی کے آثار نمایاں ہیں۔ مقامی مسلم لیگ کے رہنماؤں کا ایک وفد ہائی کمشنر سے مشورے اور مدد لینے کیلئے آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ان حالات میں کچھ کرنا ممکن نہ تھا۔ دہلی میں اب ہر مسلمان اس قدر شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے کہ ان میں سے بہت سے اس مسلسل بحران اور لازمی تباہی کے خطرے پر موت کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ مضبوط دل گردے والے بھی جب اپنی داستانِ غم سناتے ہیں تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتے ہیں۔ شہر کے مسلمان محلّوں میں کوئی سڑک ایسی نہیں جو لاشوں سے اٹی نہ پڑی ہو۔ ان لاشوں کو اٹھانے والا کوئی نہیں اور انہیں کوّے اور گدھ کھا رہے ہیں۔ دہلی میں ہم مسلمانوں کی تاریخ کا بدترین المیہ دیکھ رہے ہیں اور یہ سوچ کر دل پاش پاش ہو جاتا ہے کہ اس کے تدارک کیلئے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ بلا مبالغہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمانوں کی تازہ اور سڑی ہوئی لاشوں کے پشتے لگے ہوئے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی لاشیں ہیں جو تباہی کے اس جہنم سے بھاگنے کی آخری کوشش کر رہے تھے اور ان پر یہ آفت ان افراد کی چشم پوشی سے برپا ہوئی جن کا فرض ان کی حفاظت کرنا تھا۔

۲۔ آج کھلم کھلا حملے کچھ کم ہوئے۔ اس لئے نہیں کہ مسلمانوں کی مزاحمت مضبوط ہوگئی ہے بلکہ حتمی حملے سے پہلے یہ غارت گر اپنی اب تک کی کامیابیوں کو مستحکم کر رہے تھے۔ یہ سوچ کر دل کانپ اٹھتا ہے کہ ان کی حتمی مہم کے کیا نتائج ہوں گے۔

۳۔ اب دیہاتیوں کو مار دھاڑ کیلئے تیار کیا جا رہا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد پر مشتمل ایک فسادی ہجوم دہلی پر آخری یلغار کرنے والا ہے۔ دیہاتیوں کو اچھی طرح منظّم کر دیا گیا ہے۔ فرقہ واریت کے جنون کو لوٹ مار کے شوق نے مزید شہ دے دی ہے

کیونکہ اب وہ تھکے ہارے ہوئے مسلمانوں کے گھروں اور اثاثوں کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی پکے ہوئے پھل کو دیکھتا ہے جو ذرا ہلانے سے جھولی میں آ گرے گا۔ آنے والے دو دن فیصلہ کن ثابت ہوں گے اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حالات کیا رخ اختیار کریں گے۔

۴۔ ان دیہاتیوں کے ایک بڑے مسلّح ہجوم نے کل ہمایوں کے مقبرے کے قریب دریائے جمنا کے کنارے گرانڈ ٹرنک ایکسپریس کو لوٹ لیا اور مسلمان مسافروں کو قتل کر دیا۔ فوج اور پولیس کی بھاری تعداد پہنچ جانے کے باوجود یہ لوگ کشتیوں میں لوٹ کا سامان لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور خود ان میں سے صرف تین افراد مارے گئے۔ اس کے پیشِ نظر کہ ہمایوں کا مقبرہ نئی دہلی سے کس قدر قریب ہے حکومتِ ہندوستان کی بے عملی نمایاں ہو جاتی ہے۔

۵۔ مسٹر گاندھی آج صبح دہلی پہنچے ہیں اور شہر کے مختلف لوگ ان سے رابطہ کر رہے ہیں۔ جامعہ ملیہ کے ڈاکٹر ذاکر حسین اور دیگر شہریوں نے انہیں دہلی کی خطرناک صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ یہاں قیام کر کے امن بحال کرنے کی پوری کوشش کریں لیکن اس مرحلے پر یہ ناممکن نظر آتا ہے۔ پھر ان کے پاس وقت بھی بہت کم ہے۔

۶۔ ہم نہ صرف ہندوستان کے ایک بہترین مسلم طبقے کی تباہی دیکھ رہے ہیں بلکہ ہمیں تو یہ نظر آ رہا ہے کہ موجودہ حکومت کے دن بھی گنے چنے ہیں۔ یہ بات عیاں ہے کہ یا تو حکومت کے احکامات کی تعمیل نہیں ہو رہی یا حکومت کے مختلف ارکان متضاد پالیسیوں پر عمل کر رہے ہیں۔ منظّم حکومت نہ ہونے کے برابر ہے۔ نتیجتاً حکومت مخالف طاقتوں کا پلّہ بھاری ہونے یا حکومت کے دو دھڑوں کے درمیان چپقلش کا امکان ہے۔ نظم و نسق بُری طرح خراب ہو رہا ہے اور افسرانِ بالا کے جو احکام ماتحتوں کو پسند نہیں ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ فوج، پولیس اور دیگر خفیہ ادارے، جن پر انتظامیہ کا انحصار ہوتا ہے، حکومت سے تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ حکومت کے فیصلوں اور اعلانات کو کھلے بندوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے سنجیدہ مشوروں پر حکومت اس لئے غور نہیں کرتی کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ انہیں مان بھی لے تو ان پر عمل کرانا اس کیلئے ناممکن ہے۔

۷۔ ایسے شواہد بھی ہیں کہ باضابطہ پولیس اور فوج کے ساتھ سکھوں کے جتھے اور

ہندوؤں کے گروہ جعلی وردیاں پہن کر اپنے مقاصد پورے کر رہے ہیں جس سے مسئلہ مزید الجھ گیا ہے۔ اندازے کے مطابق ان جتھوں کے پاس اس سے کہیں زیادہ اسلحہ، گولہ بارود اور گاڑیاں ہیں جتنی حکومتی اداروں کو میسر ہیں۔ ان کارروائیوں میں کچھ ریاستیں عملی طور پر حصہ لے رہی ہیں اگرچہ ابھی تک وہ علانیہ طور پر سامنے نہیں آئیں۔ بہرحال سکھوں اور بعض ریاستوں کے درمیان گہری سازش نظر آتی ہے۔ آر ایس ایس اور ہندو اخبارات ان کارروائیوں کی کامیابی کیلئے زمین ہموار کرتے رہے ہیں۔

۸۔ شہر میں بلدیاتی سہولیتیں فراہم نہیں ہو رہیں۔ دہلی میں کسی دن بھی وبائیں پھیل سکتی ہیں۔ گھروں میں اور سڑکوں پر سڑتی ہوئی لاشیں پڑی ہیں۔ ان حالات میں مہتروں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ بلدیہ کے کئی علاقے گذشتہ رات تاریکی میں ڈوبے رہے۔ صورتِ حال کی صحیح وضاحت ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کی ہولناکی بیان سے باہر ہے اور اس کا ادراک یہاں رہ کر ہی ہو سکتا ہے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۴
۲۔ ضمیمہ

۲.۱.۱۰ کا ضمیمہ

ہنری گریڈی بنام جارج مارشل

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

(تار۔ اقتباس)

بصیغۂ راز

امریکی سفارت خانہ۔ نئی دہلی

۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

امید ہے کہ دہلی میں صورتِ حال پر اب فوج قابو پا لے گی۔ گورکھا سپاہی آ چکے ہیں جو ہندوستانی سپاہیوں کے مقابلے میں زیادہ غیر جانبدار ہیں اور مسلمانوں اور غیر مسلموں پر بلا جھجک

گولی چلا سکتے ہیں۔ برطانوی افسروں کے تحت فوج کے ڈسپلن میں بہتری اور قتل یا انخلاء کے سبب شہر کے بیشتر علاقوں سے مسلمانوں کے معدوم ہو جانے کے سبب کچھ سکون ہو گیا ہے۔ تاہم کل لوٹ مار، آتش زنی اور فوجیوں اور مسلمانوں کے درمیان جھڑپوں کے کچھ واقعات ہوئے۔ گزشتہ صبح دہلی کے صرف ایک علاقے سے پانچ ہزار مسلمانوں کا انخلاء ہوا۔ سبزی منڈی اور پہاڑ گنج میں، جہاں ۸ ستمبر کو بارہ گھنٹے تک مسلمانوں اور فوجیوں میں لڑائی ہوئی، لاشوں کے ڈھیر لگے رہے۔ پرانی دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر مسلمان مسافروں کا قتل تب بند ہوا جب جتھے کے پانچ افراد کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ کل ہمارے اسسٹنٹ ملٹری اتاشی نے نئی دہلی کے اسٹیشن پر عورتوں اور بچوں کو لاٹھیوں سے قتل ہوتے دیکھا جبکہ ہندوستانی فوجی کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔

۲۔ راشن کی اکثر دکانیں مسلمانوں کی تھیں جنہیں لوٹ لیا گیا۔ اب ہندوؤں کی چند دکانیں کھلی ہوئی ہیں مگر وہ خریداروں کے ہجوم سے نمٹ نہیں سکتے۔ خوراک کی صورتِ حال اگرچہ مایوس کن نہیں لیکن پُرخطر ضرور ہے۔ اگر اشیائے خوردنی کی ضروری مقدار آ بھی جائے تب بھی ان کی فوری تقسیم ایک مسئلہ ہے جو سنگین صورتِ حال کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ نو انچ سے زیادہ لمبی کرپانیں رکھنے پر حکومت کی پابندی کو سنجیدگی سے نہیں لیا جا سکتا کیونکہ اگر حکومت نے سکھوں کے قتل و غارت کو روکنے کا عزم کیا ہوتا تو اس سے پہلے کہ سکھ اپنے گھناؤنے مقاصد حاصل کر لیتے یہ حکم صادر کیا جاتا اور ہر قوم کے اسلحہ رکھنے پر پابندی لگا دی جاتی۔ بہرحال اس حکم کا نفاذ صرف دس دن کیلئے ہے۔

۴۔ خبر ملی ہے کہ دہلی کے مسلمانوں کو پاکستان منتقل کرنے پر غور کیا جا رہا ہے حالانکہ ٹرکوں کے قافلوں پر حملوں کا خطرہ موجود ہے۔ اس وقت ہزاروں مسلمان چند پاکستانی فوجیوں کی حفاظت میں مختلف کیمپوں میں جمع ہیں۔ ان کے پاس خوراک بہت کم ہے۔ سفارت خانے کا عملہ ان دفتری اور گھریلو ملازموں کیلئے کھانا فراہم کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو ایک مقام پر اکھٹے کیے گئے ہیں۔

۵۔ جب تک سخت فوجی اقدامات نافذ رہیں گے اس وقت تک غالباً موجودہ سکون قائم رہے گا۔ تاہم صوبۂ دہلی میں جب تک کوئی مسلمان موجود ہے نئے فسادات کا امکان رہے گا۔

اطلاع کے مطابق اب یو پی میں بھی مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل رہا ہے۔ مغربی پنجاب سے پناہ گزینوں کی ہندوستان کے دوسرے شہروں میں آمد سے خطرہ ہے کہ وہاں بھی دہلی کی طرح فرقہ وارانہ قتل و غارت چھڑ جائے۔

گریڈی

۲.۱.۱۱

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[۱]

(تار۔ خفیہ/فوری)

کراچی

۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۷ ستمبر کے حوالے سے۔[۲] میرے رفیق کار سردار عبدالرّب نشتر دہلی سے ابھی واپس آئے ہیں اور وہاں کی صورتِ حال کے بارے میں نہایت پریشان کن خبریں لائے ہیں۔ دہلی کے حالات کی رپورٹ کے ساتھ پاکستان کے ہائی کمشنر نے بھی ایک افسر بھیجا ہے۔ انہوں نے آپ کو بھی لکھا ہے اور آپ خود بھی بخوبی واقف ہیں کہ ہندوستان کی راجدھانی میں آج کوئی مسلمان حتیٰ کہ پاکستان کے ہائی کمشنر بھی محفوظ نہیں ہیں۔ آپ نے اپنے تار میں بیان کیا ہے کہ بلوائی کسی بھی وقت بے قابو نہیں ہوئے تھے۔ تاہم اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل و غارت اور لوٹ مار بلا روک ٹوک دن دیہاڑے جاری ہے اور یہ کہ سکھوں اور کچھ دیگر عناصر کا یہ سوچا سمجھا منصوبہ ہے کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ مشرقی پنجاب میں مسلم آبادی کو ختم کرنے کا طریقِ کار دہلی میں کامیابی کے ساتھ دہرایا جا رہا ہے۔

۲۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کے ہائی کمشنر کے بار بار احتجاج اور حکومتِ ہند کی یقین دہانیوں کے باوجود ان کو مناسب تحفظ نہیں دیا گیا ہے اور یہ کہ بیرونی دنیا سے ان کا رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر اس سلسلے میں کوئی مناسب قدم ابھی تک نہیں اٹھایا گیا تو اب ان کی حفاظت اور دیگر سہولتوں، خاص طور پر مواصلات کی فراہمی کیلئے فوری اقدامات کئے جائیں گے۔

آپ بطور وزیرِ خارجہ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا تو اس سے بڑی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔

۳۔ مَیں نے اپنے ۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کے تار میں دہلی میں مقیم حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے عیال کی سلامتی کی طرف آپ کی توجہ دلائی تھی۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ان میں سے کچھ قتل کر دیے گئے ہیں اور بہت سے بغیر خوراک اور طبی امداد کے زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ کہ ان کے تحفّظ کے انتظامات قطعی ناکافی ہیں۔ ضروری ہے کہ ان ملازمین اور ان کے عیال کے تحفّظ اور خوراک کا فوری بندوبست کیا جائے۔

۴۔ اگر حکومتِ ہندوستان اپنی راجدھانی میں مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے میں بے بس ہے تو دور دراز کے علاقوں میں یہ بے بسی ہزار گنا زیادہ ہوگی۔ میری اطلاع کے مطابق یہی صورتِ حال مشرقی پنجاب میں یو پی اور دوسری جگہوں میں بھی ہے۔

۵۔ جب تک حکومتِ ہند سکھوں اور دوسرے بے لگام عناصر سے بلاخوف ولحاظ اور سختی سے نمٹنے پر تیار نہیں ہوگی امن کی بحالی اور قانون کی عملداری ناممکن ہے۔

(لیاقت علی خاں)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۲.۱.۱۲

سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ[1]

خفیہ/فوری
کیمپ جالندھر
۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر وزیرِ داخلہ

آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے امن و امان کی بحالی کے مسئلے پر ۴ ستمبر کو ایک خط لکھا[2] تھا۔

اب بھی سکھوں کے مسلّح جتھے جالندھر ڈویژن کے تمام اضلاع میں سوائے فیروز پور کے سرگرم ہیں۔ مجھے بتایئے کہ آیا سکھ رہنماؤں کا امن وامان برقرار رکھنے کیلئے پروپیگنڈا ابھی جاری ہے اور اگر جاری ہے تو کہاں؟ مَیں نے اپنے پچھلے خط میں جو کہا تھا وہ مَیں یہاں بھی دہرانا چاہوں گا کہ آیا یہ پروپیگنڈا اندرونی علاقوں میں بھی پہنچا ہے اور کیا اس کا اثر تحصیلوں اور دیہات کے نچلے طبقے کے سرغنوں پر بھی ہوا ہے کہ نہیں؟

مَیں نے آپ کو صاف صاف لکھ دیا ہے کیونکہ آپ میرے تاثرات جاننے کے حقدار ہیں اور مَیں شکر گزار ہوں گا اگر آپ اپنے خیالات سے مجھے آگاہ کریں۔ مَیں نے اس خط کی ایک نقل عزت مآب وزیراعظم کو بھی بھیجی ہے۔ آپ دونوں کے جواب کا مَیں خیر مقدم کروں گا لیکن مَیں نے آپ کو اس لئے مخاطب کیا ہے کہ آپ امن وامان کے ذمّہ دار ہیں۔

آپ کا مخلص

سی ایم ترویدی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۷

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۷

۲.۱.۱۳

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[۱]

خفیہ/فوری

دفتر پاکستان ہائی کمشنر برائے ہندوستان

نئی دہلی

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

اطلاع کے مطابق آج صبح صورتِ حال مزید خراب ہوگئی ہے۔

۲۔ کل ہم نے حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے اہل وعیال کو شہر سے نکال کر

کیمپوں میں منتقل کرنے کیلئے تین ٹرک بھیجے۔ انہیں فوجی گشتی دستوں نے روک لیا اور خطرہ تھا کہ ان کے مسلّح محافظوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔ بہر حال وہ لوگ کئی گھنٹوں کی کوشش کے بعد ناکام واپس آ گئے لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ مزید انخلاء کا کام فی الحال روک دیا جائے۔ ہم حکومتِ ہندوستان کو لکھ رہے ہیں کہ وہ ہمارے عملے کے انخلاء کا بندوبست کرے لیکن طوائف الملوکی کے باعث، اور اس وجہ سے کہ ہماری مدد کرنے میں عہدے داروں کو تامل ہے، مجھے کسی کارروائی کی امید نہیں ہے۔

۳۔ پولیس نے پالم کے عارضی کیمپ میں رہنے والے ہمارے لوگوں کی تلاشی لینا شروع کر دی ہے۔ ان کا رویہ دھمکانے والا اور توہین آمیز ہے۔ اس عارضی کیمپ کی حفاظت فی الحال مسلم راجپوت فوجی کر رہے ہیں۔ جس راجپوتانہ رائفلز سے ان کا تعلق ہے وہ پاکستان منتقل ہونے والی ہے جس کے بعد ہمارا عارضی کیمپ غیر محفوظ ہو جائے گا یہاں تک کہ خوراک کی فراہمی بھی ناممکن ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ پالم کی سڑک بھی اسی طرح بند کر دی جائے جس طرح ولنگڈن کے ہوائی اڈے جانے والی سڑک بند کی گئی تھی۔ پھر تو عارضی کیمپوں کے تمام لوگوں کی جان کو شدید خطرہ لاحق ہو جائیگا۔

۴۔ ''ایل'' بلاک میں ہمارے ٹرانسفر آفس کی ناکہ بندی کر کے اس کے چند کمروں پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ بڑی مشکلوں سے ہم نے وہاں سے فائلیں نکال کر ۸-بی ہارڈنج ایونیو پہنچائی ہیں۔

۵۔ اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ پاکستان کے ملازمین کا انخلاء ناممکن ہے۔

۶۔ مَیں نے سنا ہے کہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے سیکرٹری دفاع کی اہلیہ مسز ڈنڈاس سے کہا ہے کہ حالات اتنے بُرے نہیں ہیں اور مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا ہے جتنا کہ لاہور میں غیر مسلموں کو پہنچا ہے۔ یہ بیان سردار پٹیل اور دیگر افراد کے دہلی کے بارے میں غلط پروپیگنڈے کا واضح ثبوت ہے۔

زاہد حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۹

۲.۱.۱۴

سی ایم ترویدی بنام سورن سنگھ[۱]

(فوری۔نقل برائے وزیراعظم)

کیمپ جالندھر

۱۲ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر وزیر داخلہ

امن وامان کی بحالی کے مسئلے پر اپنے ۱۱ستمبر کے خط[۲] کے تسلسل میں مزید لکھنے پر مجھے عذر کی ضرورت نہیں۔مسلم مہاجرین پر سکھوں کے مسلح جتھوں کے حملے جاری ہیں مثلاً موجودہ صورتِ حال پر فوج کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ:

(۱)ریلوے اسٹیشن ڈیرہ بابا نانک کے قریب مہاجرین کے ایک قافلے پر ایک مسلّح سکھ جتھے نے حملہ کیا۔ (۲) کپورتھلہ سے جالندھر آنے والی مہاجر ٹرین کو پٹڑی سے اتار دیا گیا۔ (۳)مسلم مہاجرین کے ایک قافلے پر، جو پیدل ترن تارن جارہا تھا،سکھوں کے بڑے جتھوں نے، جو رائفلوں اور دیگر خودکار ہتھیاروں سے مسلح تھے، حملے کر کے ان کو بہت نقصان پہنچایا۔

مَیں جانتا ہوں کہ ایسے واقعات دوسری جانب بھی ہورہے ہیں لیکن اگر پناہ گزینوں پر دونوں جانب اسی طرح حملے ہوتے رہے تو منظّم اور پُرامن انخلاء کے امکانات ختم ہوجائیں گے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مغربی پنجاب میں ابھی ہندوؤں اور سکھوں کی بڑی تعداد انخلاء کے انتظار میں ہے۔آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے اس سلسلے میں ایک تار[۳] مغربی پنجاب کے گورنر کو بھیجا تھا جس میں مَیں نے عزت مآب وزیراعظم کے نام دولتانہ کے تار مورخہ ۸ستمبر[۴] کے لہجے پر اعتراض کیا تھا۔ جواب میں[۵] گورنر نے مجھے مطلع کیا کہ آج کل جذبات کی گرمی کو نظر انداز کر دینا چاہئے اور یہ کہ دہلی میں سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام سے قدرتی طور پر مغربی پنجاب میں شدید ردِعمل ہورہا ہے۔ مجھے محسوس ہورہا ہے کہ جس مصیبت کا سامنا ہمیں اس وقت ہے اس سے کہیں زیادہ شدید تباہی کی جانب ہم بڑھ رہے ہیں۔کیا مسلّح سکھ جتھوں کے حملوں کو روکنے کیلئے ہمارے پاس

کوئی فوری اور موثّر طریقہ نہیں ہے؟ میری گذارش ہے کہ اس کا فی الفور جواب دیا جائے یا اس معاملے پر گفتگو کی جائے۔

آپ کا مخلص

سی ایم ترویدی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۸

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۲

۳، ۴ اور ۵۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکے۔

۲.۱.۱۵

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔ فوری)

لاہور

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

میجر جنرل بی ایس چمنی کے ساتھ ہمارے رابطہ افسر کرنل شیر خان سے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ کل امرتسر میں مہاجرین کی اسپیشل ٹرین پر حملہ ہوا جس میں ماسوائے ۲۰۰ افراد کے تمام مسافروں کو بمع محافظوں کے، قتل یا زخمی کر دیا گیا۔ حفاظتی دستے کے برطانوی کمانڈر کو بھی قتل کر دیا گیا۔

جب تک ضلع امرتسر میں امن بحال نہیں ہوتا اور سکھوں کی سرکوبی نہیں کی جاتی مغربی پنجاب میں سکھوں کے خلاف ردِعمل کی مَیں ذمّہ داری نہیں لے سکتا۔

امرتسر سے کل اور آج (۲۲ اور ۲۳ ستمبر) مہاجرین کا کوئی قافلہ نہیں گذر سکا اور ضلع کی تشویش ناک صورتِ حال کے پیشِ نظر شاید کل بھی کسی قافلے کو نہر کے کنارے سے گزارنا ممکن نہ ہو۔ ان حالات میں مَیں نے حکم جاری کیا ہے کہ تاحکمِ ثانی لائلپور (فیصل آباد) سے سکھ قافلوں کو مشرقی پنجاب جانے کی اجازت نہیں۔

(ایف موڈی)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۳

۲.۱.۱۶

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[۱]

خفیہ

گورنمنٹ ہاؤس۔لاہور

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

مَیں یہ خط کچھ پہلے ہی لکھنا چاہتا تھا لیکن بہت مصروف رہا۔ میرے پچھلے خط کے بعد سے ہم پر بڑا کٹھن وقت گذرا ہے۔[۲] پہلے مجھے عام صورتِ حال کے بارے میں خوش فہمی تھی لیکن اب نہیں۔

امن وامان کی عام کیفیت قدرے بہتر ہوتی جارہی ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں پر حملے کے واقعات اب اکّا دکّا ہی ہورہے ہیں اور مضافاتی علاقے عام طور پر پُر امن ہیں۔ البتہ سیاسی حالات ابتر ہوتے جارہے ہیں جن کے متعلق لیاقت نے آپ کو بتایا ہوگا۔ میرے خیال میں یہاں کی وزارت کا عوام سے رابطہ تیزی سے کٹتا جارہا ہے اور اب وہ محض اپنی یا مسلم لیگ کی ایک مخصوص ٹولی کی نمائندگی کررہے ہیں۔ ممدوٹ کی قوّتِ ارادی روز بروز کم ہوتی جارہی ہے اور طویل اور لاحاصل بحث مباحثوں میں وقت ضائع کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ ان کے کام کرنے کا طریقہ عجیب وغریب ہے۔ وہ کسی امر پر اتفاق کرتے ہیں اور پھر اس پر عملدرآمد کرنے سے یا تو انکار کردیتے ہیں یا اس کے برعکس حکم صادر کردیتے ہیں۔ ممدوٹ کے اس حکم کے بارے میں کہ پناہ گزینوں اور ان کے کیمپوں کی تلاشی لی جائے، مَیں نے لیاقت کو تار بھیجا ہے۔ ممدوٹ نے اس میٹنگ میں، جس میں دونوں مملکتوں کے وزرائے اعظم موجود تھے، مجھ سے اتفاق کیا تھا کہ یہ تلاشی نہیں لی جائے گی۔[۳]

ان حالات میں مَیں نے افتخارالدین کے مہاجرین اور بحالیات کا وزیر بننے کا خیر مقدم کیا۔[۴] اب تک تو وہ بہت مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ بے شک وہ بھی دوسروں کی طرح ناتجربہ کار

ہیں لیکن میرے خیال میں وہ ان سے زیادہ وسیع النظر ہیں۔ان کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ اپنا عملہ اکٹھا کریں اوراس سے قاعدے قرینے کے تحت کام لیں۔ہم نے ان سب کو ریذیڈنسی میں جگہ دی ہے جہاں انہیں سہولت رہے گی۔

مشرقی پنجاب اور ہندوستان سے ہمارے معاملات مشکل سے مشکل ہوتے جارہے ہیں۔حال ہی میں مشرقی پنجاب سے مہاجرین کی کئی ٹرینیں آئی ہیں جن پر زبردست خون ریز حملے کئے گئے تھے اور جو لاشوں اور زخمیوں سے اَٹی پڑی تھیں۔نتیجتاً لاہور میں غصّے کی آگ بھڑک اٹھی اور مشرقی پنجاب جانے والی غیر مسلموں کی ٹرینوں پر بھی حملے شروع ہو گئے۔اس کے نتیجے میں امرتسر میں غم وغصّے کا پارا مزید چڑھ گیا اور وہاں کی انتظامیہ نے ہمارے پیادہ قافلوں کو اپنے شہر سے گذرنے کی اجازت دینے کا خطرہ مول لینے سے انکار کر دیا۔جب یہ خبر عام ہوگی تو اس جانب بدگمانی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔امرتسر کے سکھ کمانڈر میجر جنرل بی ایس چمنی (B. S. Chimni) سے ہم نے کہہ دیا ہے کہ جب تک ہمارے لوگوں کو امرتسر سے گذرنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہم ان سکھوں کو روکے رکھیں گے جو ایک ہفتہ پہلے لائل پور (فیصل آباد) سے نکل کر ستلج پار مشرقی پنجاب جانے والے تھے۔اس بات کا ان پر خاطر خواہ اثر ہوا۔

یہ بات روز بروز واضح ہوتی جا رہی ہے کہ عملی طور پر حالات مشرقی پنجاب کی حکومت کے قابو سے باہر ہو چکے ہیں اور درحقیقت وہ اپنی ذمّہ داریاں پوری کرنے سے قاصر ہے۔جالندھر کے ایک ہندو ڈپٹی کمشنر نے موس[۵] (Moss) سے کہا کہ وہ مقامی سکھ کمیٹی آف ایکشن کے آگے بے بس ہے۔کل جب مَیں سرحد پر حالات دیکھنے گیا تو فیروز پور کے پُل پر میری ملاقات اتفاقاً ایک انگریز کرنل سے ہوئی جو اپنی چوکی کا معائنہ کرنے آیا تھا۔اس نے مجھے بتایا کہ اس کی دانست میں مشرقی پنجاب کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ افتخار الدین کو ان کے بعض ہندو کانگریسی دوستوں نے بتایا کہ مشرقی پنجاب میں ہندوؤں کے ساتھ سکھوں کا برتاؤ ناقابلِ برداشت اور ہتک آمیز ہوتا جارہا ہے۔یہاں تک کہ برج لال نہرو نے، جو پہلے یہاں اکاؤنٹنٹ جنرل رہ چکے ہیں، گاندھی کو حال ہی میں لکھا کہ مشرقی پنجاب

میں صورتحال مغربی پنجاب سے کہیں زیادہ ابتر ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ حکومتِ ہند وہاں کوئی براہِ راست کارروائی کرے۔ ان کا خط راستے میں پکڑ لیا گیا ہے۔ جب مجھے اس کی نقل[۶] ملی تو آپ کو بھی بھیجوں گا۔

قائداعظم ریلیف فنڈ[۷] کی صوبائی کمیٹی کا ایک اجلاس ہو چکا ہے۔ بعض اضلاع میں کام شروع ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری بھانجی کی محنت کے نتیجے میں اسی ہفتے ہدایات، رسیدوں اور اسٹور کے رجسٹروں وغیرہ کے مکمل سیٹ سب اضلاع کو بھیج دیے جائیں گے۔ پھر ہم مستعدی سے کام پر لگ جائیں گے۔

دو ہفتے قبل سب کو امید تھی کہ ہندو بحیثیت مجموعی یہاں مقیم رہیں گے اور اسی بناء پر مسلمانوں کا انبالہ ڈویژن میں رکے رہنا ممکن ہو جائے گا۔ لیکن جب سے سکھوں نے دہلی میں مسلمانوں پر حملے شروع کیے ہیں[۸] انبالہ ڈویژن کی صورتحال بہت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ ہمیں بہرحال وہاں کے سارے مسلمانوں کو یہاں قبول کرنا ہو گا ورنہ ان کا قلع قمع ہو جائے گا۔ حکومتِ ہندوستان بظاہر ان کے تحفّظ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتی۔ مزید برآں نوآبادیات کے علاقے میں سکھ وسیع قطعاتِ اراضی کے عادی تھے۔ انہیں اب جالندھر ڈویژن کی مقابلتاً مختصر زمینوں میں سکڑ کر کام کرنا مشکل لگے گا۔ اس لئے وہ ضرور انبالہ ڈویژن کا رُخ کریں گے اور اس امکان کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ زبردستی مغربی پنجاب میں واپس آنے کی کوشش کریں۔

مشرقی پنجاب اور سکھ ریاستوں میں مسلمانوں کی تعداد ۵۴ لاکھ ہے جبکہ مغربی پنجاب میں سکھ ۱۵ لاکھ اور ہندو ۲۰ لاکھ ہیں۔ ہندوؤں کو نکالے بغیر ہم ۵۴ لاکھ مسلمانوں کو کیوں کر بسا سکتے ہیں؟ مزید یہ کہ یہاں ٹکے رہنے کے لئے ہندوؤں کا اعتماد بحال ہوتا نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس صورتحال کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ مغربی پنجاب سے سارے ہندوؤں کا انخلاء اس وجہ سے ضروری ہو گیا ہے کہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی کثیر تعداد کیلئے یہاں جگہ بن سکے[۹]۔ واضح رہے کہ ہم دہلی اور وہاں سے پَرے کے لوگوں کی کسی بڑی تعداد کو یہاں نہیں بسا سکتے۔ ہم نے یہ کام ایک ماہر اقتصادیات کے سپرد کیا ہے کہ وہ اُن لوگوں کی تعداد، کاروبار اور پیشے وغیرہ کا جائزہ لے جنہیں ہم

یہاں آباد کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ ایک ہفتے تک وہ اپنی رپورٹ دے دے گا۔ جو تعداد مَیں نے بتائی ہے ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہے اور موجودہ تعداد سے بہت کم ہے۔

جب آبادی کے تبادلے کا کام بڑی حد تک مکمل ہو جائے گا تو تارکینِ وطن کی املاک کا ٹیڑھا اور تکنیکی مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ بالآخر متروکہ املاک کا کسٹوڈین (Custodion) مقرر کر دیا گیا ہے لیکن وہ صرف مغربی پنجاب سے گئے ہوئے ہندوؤں اور سکھوں کی املاک کی دیکھ بھال کرے گا۔ مشرقی پنجاب کی حکومت کو بھی ہمارے متروکہ املاک کے تحفّظاتی آرڈیننس (Evacuee Property Preservation Ordinance) کی طرح ایک آرڈیننس جاری کرنا تھا اور ایک کسٹوڈین مقرر کرنا تھا لیکن انہوں نے یہ دونوں کام ابھی تک نہیں کیے۔ مجھے شک ہے کہ وہ یہ کام کر بھی سکیں گے یا نہیں۔ بلاشبہ اسی طرح کے مسائل سندھ اور بلوچستان میں بھی پیش آ سکتے ہیں۔

غالباً ہمیں بالآخر تبادلۂ آبادی کی ضرورت کو تسلیم کر کے اسے باضابطہ بنانا پڑے گا۔ پھر یہ سوچنا ہوگا کہ کس صورتِ حال میں ہندوؤں اور سکھوں کو مغربی پنجاب میں رہنے دیا جائے؟ ہندوؤں کا مسئلہ کچھ زیادہ پیچیدہ نہیں، خواہ ان کے گھروں وغیرہ پر مسلمانوں نے قبضہ بھی کر لیا ہو، چونکہ ان کی بڑی تعداد میں واپسی کا امکان نہیں۔ البتہ سکھوں کی نوعیت مختلف ہے۔ اگر وہ یہاں واپس آئے تو خدشہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے جس سے بین الاقوامی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا امن و سلامتی کے پیشِ نظر ان کی واپسی بہت محدود رکھنی چاہیے۔ انہوں نے اپنے منصوبے کے مطابق پچھلے چھ ہفتوں میں جو مار دھاڑ کی، یا جو وہ کر گزرنے پر تلے ہوئے تھے، ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جب وہ مشرقی پنجاب کی نسبتاً بنجر زمینوں میں محدود ہو کر رہ گئے تو اس کا احتمال ہے کہ واپس مغربی پنجاب آنے کی کوشش کریں گے۔ اس دوران میں اگر حکومتِ ہندوستان نے انہیں قابو نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ زبردستی واپس گھس آنے کی کوشش کریں لیکن زیادہ احتمال اس کا ہے کہ وہ چوری چھپے داخل ہوں اور ساتھ ساتھ اپنے حامی سازشیوں کی مدد سے سرحد پر حملے بھی کرتے رہیں۔ پچھلے دو مہینوں میں سکھ جو کچھ کر گذرے ہیں اس کی پیشین گوئی اگر کوئی چھ مہینے پہلے کرتا تو اس کا مذاق

اڑایا جاتا۔لہٰذا ہم کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔

مجھے احساس ہے کہ یہ خط کافی مایوس کن ہے لیکن روشنی کی کرن کہیں نظر نہیں آتی۔ مجھے خوشی ہے کہ لیاقت کچھ عرصے کیلئے لاہور کو اپنا صدر دفتر بنا رہے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ امید بھی کرتا ہوں کہ دونوں حکومتیں زبانی کلامی مشترکہ اعلامیوں کی بجائے، جن کا موجودہ مصرف اصل مسئلے سے توجہ ہٹانا ہے، کوئی عملی قدم اٹھائیں گی۔اصل مسئلہ سکھوں کی سرکوبی ہے۔

آپ کا مخلص

فرانسس موڈی

پس نوشت:

مَیں پہلے ہی آپ کو آگاہ کر چکا ہوں[۱] کہ ہم نے سکھوں کے قافلوں کی نقل وحرکت روک دی ہے۔آج صبح مجھے اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں کا ایک قافلہ امرتسر سے نکل کر نہر کے راستے آ رہا ہے۔تاہم مجھے یقین ہے کہ ہماری کارروائی کے مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لائل پور کے سکھ امرتسر کے سکھوں کو قائل کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو قتل نہ کریں تا کہ اس کا بدلہ یہاں کے سکھوں سے نہ لیا جائے۔

میری دانست میں بہتر یہ ہوگا کہ حکومتِ ہندوستان کو ترغیب دی جائے کہ وہ مشرقی پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دے۔جنرل لاک ہارٹ (Lockhart) نے مجھے بتایا (ان کا حوالہ نہ دیا جائے) کہ اگلے روز وہ لوگ مارشل لاء نافذ کرنے ہی والے تھے مگر یہ سوچ کر رُک گئے کہ مارشل لاء پر عمل درآمد تو بہر حال ایک انگریز افسر یعنی خود جنرل لاک ہارٹ کو کرنا ہوگا۔

مشرقی پنجاب کی حکومت کی بے بسی کا ثبوت مسلسل ملتا جا رہا ہے۔میری کرنل شیر خان سے بات ہوئی جن کا خیال ہے کہ امرتسر میں طوائف الملوکی کی صورتِ حال ہے۔ ہندو ڈپٹی کمشنر دس دن کی چھٹی پر چلا گیا ہے اور شاید ہی واپس آئے۔اس نے اپنا کام سکھ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سپرد کر دیا ہے۔خود شیر خان سے بھی میجر جنرل چمنی نے سرکاری طور پر کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی آمد و رفت اپنے گھر اور دفتر تک ہی محدود رکھیں ورنہ وہ ان کے تحفّظ کے ذمّہ دار نہیں

ہوں گے۔ ہم بھی اپنے رابطہ افسر مشرقی پنجاب نہیں بھیج رہے ہیں کیونکہ وہاں ان کی جانوں کو خطرہ ہے۔ شیر خان نے بصیغۂ راز مجھے بتایا کہ وہ پچھلے دنوں ایک اجلاس میں موجود تھے جس میں گورنر مشرقی پنجاب سی ایم ترویدی (C.M Trivedi) نے سکھ آئی جی پولیس سے کہا کہ ان کا جی چاہتا ہے کہ مشرقی پنجاب کی ساری پولیس کو بمع آئی جی گولی ماردی جائے۔ مَیں یہ واقعات اس لئے بیان کر رہا ہوں تا کہ ان سے مشرقی پنجاب کے حالات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ مَیں نے شیر خان سے کہا ہے کہ وہ اپنی رپورٹ[۱۱] بھجوادیں تا کہ اس سے مارشل لاء کے مطالبے کو تقویت مل سکے۔

ماؤنٹ بیٹن اور نہرو دونوں بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں لہٰذا وہ عالمی پریس اور اقوام متحدہ وغیرہ کے تاثرات کے بارے میں حسّاس ہیں۔ ان کے لئے اولاً غیر جانبدار مبصرین اور ثانیاً مارشل لاء کے مطالبات سے انکار کرنا مشکل ہو جائے گا۔[۱۲] اب جب کہ غیر جانبدار مبصرین کیلئے مطالبہ ابلاغِ عامہ میں آ چکا ہے مشکل ہے کہ وہ مارشل لاء کے مطالبے کو مسترد کر کے اس کی تشہیر کا سامنا کر سکیں گے۔ اس قسم کے دباؤ سے شاید وہ مجبوراً مارشل لاء نافذ کرنے پر اتفاق کر لیں۔

راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ کا سکھوں کے ساتھ مل کر امرتسر میں مسلمانوں پر حملے کرنا مجھے بڑا معنی خیز لگتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آر ایس ایس کو ولبھ بھائی پٹیل کی تائید حاصل ہے۔ چنانچہ ہم حکومتِ ہندوستان کے دو وزراء یعنی پٹیل اور بلدیو سنگھ سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ مشرقی پنجاب میں افراتفری ختم کرانے کی کوشش کریں گے۔ مشرقی پنجاب کے ایک نئے وزیر ایشر سنگھ مجھیل (Ishar Singh Mujhail) بھی اس سکھ جماعت کے رہنما ہیں جس نے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتلِ عام کیا تھا۔ لہٰذا ان کا تقرر کسی طرح حالات بہتر کرنے میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔

مَیں برج لال نہرو کا خط ملفوف کر رہا ہوں جس کا ذکر مَیں نے اس خط میں پہلے کیا ہے۔

(فرانسس ٹکر)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۸۱
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۔ پنجاب کے دولوں حصوں میں پناہ گزینوں کے قافلوں اور کیمپوں کی تلاشی بند کرنے کا فیصلہ بین الملکی کانفرنس مورخہ ۱۴ ستمبر میں لیاقت اور نہرو نے کیا تھا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

۴۔ یہ تقرر ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

۵۔ سیکرٹری ریفیوجیز اینڈ ری ہیبلیٹیشن ڈپارٹمنٹ (Refugees & Rehabilitation Department) اینڈ چیف ریفیوجیز کمشنر مغربی پنجاب

۶۔ ملفوفہ

۷۔ یہ اجلاس ۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو منعقد ہوا تھا۔ دیکھئے ایف ۸۰ (جلد اوّل) جی جی/۸۳۔ شائع نہیں کیا گیا۔

۸۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۴

۹۔ حکومتِ پاکستان چاہتی تھی کہ غیر مسلم نقل مکانی نہ کریں۔ اس کی ترغیب اخباری بیانات اور تقریروں کے ذریعے کی گئی۔ جناح نے پاکستان کے مسلمانوں سے امن و تعاون برقرار رکھنے کا کہا اور انہیں انتقامی کارروائی سے منع کیا۔ پاکستان ٹائمز، ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۰۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۵

۱۱۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۹ کا ملفوفہ

۱۲۔ ماؤنٹ بیٹن نے مشورہ دیا کہ ان فسادات پر قابو پانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی مارشل لاء کا نفاذ۔ دیکھئے ''ڈسٹربنسز ان پنجاب: ۱۹۴۷ء (*Disturbances in the Punjab: 1947*)'' نیشنل ڈاکیومینٹیشن سنٹر۔ اسلام آباد، ۱۹۹۵ء

۲.۱.۱۶ کا ملفوفہ

برج لال نہرو بنام ایم کے گاندھی

بصیغۂ راز

۱-وارث روڈ۔ لاہور

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

محترم باپو جی

پنجاب کی صورتحال کے متعلق ہم نے اور دوسروں نے جو بتایا ہے اس پر آپ نے غور کیا ہوگا اور کسی فیصلے پر پہنچ گئے ہوں گے کہ اس بارے میں کیا اقدام کرنا چاہئے۔ مَیں اور شری رامو شوری (Shri Ramoshuri) شکر گذار ہوں گے اگر آپ اپنے فیصلے کی کچھ نشاندہی فرمادیں تاکہ ہم اپنے کام اس کے مطابق کر سکیں۔ ہم آپ کی ہدایات کا انتظار کر رہے ہیں جس کا وعدہ کلکتہ سے بھیجے گئے آپ کے تار میں کیا گیا تھا اور جو ڈاک کے انتظام میں خلل پیدا ہونے کی

وجہ سے ابھی تک موصول نہیں ہوئی ہیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو مہربانی فرما کر ہماری رہنمائی کے لئے ہائی کمشنر کے خریطے میں دو ایک سطریں لکھ بھیجیں۔

یہاں صورتِ حال پہلے جیسی ہے۔ پناہ گزینوں کے قافلوں کی تلاشی بند ہو گئی ہے لیکن ایک نئی مصیبت نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اب ان قافلوں پر مسلّح جتھے حملے کر رہے ہیں اور انہیں کافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پچھلی اتوار کو بلّو کی کے قریب ایک پیادہ قافلے پر حملہ کیا گیا۔ سرکاری شمار کے مطابق سو افراد مارے گئے اور سو ہی زخمی ہوئے لیکن گنگا رام ہسپتال میں پانچ سو سے زیادہ زخمی مرد، عورتیں اور بچے داخل ہوئے ہیں۔ کل لاہور سے امرتسر جانے والے قافلے پر یہاں سے کچھ میل کے فاصلے پر حملہ ہوا جس میں ۱۷ افراد مارے گئے اور ۳۴ زخمی ہوئے۔ اسی طرح پناہ گزینوں کی ٹرینوں کو غیر معینہ مدت کیلئے روک لیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ پناہ گزیں بغیر کھانے اور پانی کے ۳۶ گھنٹے تک رہے۔ ان ٹرینوں پر اکثر اوقات حملے کئے جاتے ہیں جس میں لوگ کثرت سے قتل اور زخمی ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ لوٹ مار بھی جاری رہتی ہے۔ بیچارے پناہ گزیں اپنے اجڑے گھروں سے جو کچھ بچا کر لاتے ہیں وہ ٹرینوں میں چھن جاتا ہے۔

یہاں ہر چھوٹے بڑے کا یہی خیال ہے کہ ان ناگوار واقعات کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مشرقی پنجاب کی حکومت اپنی جانب اس سے بدتر جرائم سرزد ہونے کی اجازت دے رہی ہے اور ان کی بیخ کنی کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھا رہی۔ مشرقی پنجاب کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کیلئے ہم نے ایک اور وفد وہاں بھیجا ہے تا کہ وہ وزیرِ اعلیٰ اور دوسرے وزراء سے ملاقات کرے۔ اس وفد کے ارکان میں وزیرِ اعلیٰ کے پرانے دوست اور کارکن شامل تھے تا کہ آزادانہ اور بے تکلف تبادلۂ خیال ہو سکے۔ اس طرح کا تبادلۂ خیال کرنے کے بعد وہ اس یقین کے ساتھ واپس آئے ہیں کہ مشرقی پنجاب کی حکومت اوّل تو یہ قتل عام روکنا نہیں چاہتی اور اگر چاہے بھی تو یہ اس کے بس سے باہر ہے۔ صورتِ حال مغربی پنجاب میں بھی خاصی خراب ہے لیکن جو رپورٹیں ہمارے دوست لائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں حالات اس سے بہت زیادہ خراب ہیں اور یہ امید بھی نہیں کی جا سکتی کہ موجودہ انتظامیہ کے تحت یہ حالات بہتر ہو جائیں گے۔ ہر اس فرد کا اس

رائے سے اتفاق ہے جس کا ان سے سابقہ رہا ہے۔ یہ لوگ کچھ عجیب طرح سے مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ سرحد کے اس جانب لوگ جو مصیبتیں اٹھا رہے ہیں اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے یا پھر وہ انتقام پر اس درجہ مائل ہیں کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس پر توجہ ہی نہیں دیتے تا کہ اپنی جانب بدلے اتارنے میں مشغول رہیں۔ یہ ظلم کا ایک چکّر ہے جسے صرف آپ ہی توڑ سکتے ہیں۔ اس خط کا واحد مقصد یہ مشورہ دینا ہے کہ اب ایسے فوری اقدام کا وقت آ گیا ہے کہ آپ ذاتی طور پر مشرقی پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ اور وزیرِ داخلہ کو اپنے پاس بلا کر ان سے روبرو وضاحت طلب کریں۔ مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ ان کے پاس کچھ کر سکنے کیلئے کافی وقت اور مواقع تھے لیکن وہ اس میں قطعاً ناکام رہے ہیں۔ لہٰذا اب لازم ہے کہ کوئی دوسرا بندوبست کیا جائے۔ مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں کہ آئین کیا اجازت دیتا ہے لیکن میرے خیال میں اس میں ایسی شق ضرور ہے جس کے تحت اگر امن و امان خراب ہو جائے تو حکومتِ ہندوستان یہ ذمّہ داری براہ راست یا پھر گورنر کے ذریعے سنبھال سکتی ہے۔ مَیں ہاتھ جوڑ کر استدعا کرتا ہوں کہ یہ کارروائی فوراً ہونی چاہئے خواہ اس سے بعض متعلقہ لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ چند افراد کے جذبات سے کہیں زیادہ اہم لوگوں کی زندگی اور موت اور ہندوستان کا مستقبل ہے۔ اس وقت ایک چاق و چوبند سربراہ کی ضرورت ہے نہ کہ ایک بے ہوش جسد کی جو اس نازک وقت میں ہماری بدقسمتی سے وہاں موجود ہے۔

مَیں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ اس وقت سکھ ہاتھوں سے نکلے ہوئے ہیں اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر من مانی کر رہے ہیں۔ ان کو منع کرنے والا کوئی نہیں۔ موجودہ انتظامیہ میں وزیرِ داخلہ اور پولیس کا آئی جی سکھ ہیں، امرتسر میں ایس پی بھی سکھ ہے اور پناہ گزینوں کی حفاظت اور انخلاء کے انتظام پر مقرر فوجی افسر بھی سکھ ہے۔ مجھے سکھوں یا ان افسروں سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں (مَیں تو ان کو جانتا بھی نہیں ہوں) لیکن میری نظر میں اعتماد بحال کرنے کیلئے کوئی اور بندوبست کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر میرے مشورے کے مطابق کوئی ایسا سربراہ مقرر ہو جائے جس پر بھروسہ کیا جا سکے تو وہ خود ان عوامل پر نظر رکھے گا۔ ہمیں ایک ایسا سرگرم آدمی چاہئے جو فوراً احکامات دے سکے اور جو صورتحال کے مضمرات اور خطرات سے بخوبی واقف

ہو۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس معاملے پر فوراً توجہ فرمائیں گے ورنہ اس سے کہیں زیادہ تباہی ہماری منتظر ہے۔ میری استدعا ہے کہ آپ ہمیں اس سے بچالیں۔ ۷ ستمبر کے سول اینڈ ملٹری گزٹ کا تراشہ ملفوف ہے۔[1]

بہت احترام کے ساتھ

برج لال نہرو

۱۔ منسلکہ

۲.۱.۱۶ کے ملفوفے کا منسلکہ

امرتسر میں رہنماؤں اور افسروں کی فراوانی
پناہ گزینوں کے انتظامات میں مایوس کن بدنظمی

ڈیئر مسٹر جناح

امرتسر ۶ ستمبر: آزادی کے حصول کے باوجود امرتسر کی انتظامیہ مفلوج ہونے کے قریب ہے۔ ہر طرف سراسر بے عملی، بدانتظامی، نااہلی، بے ترتیبی اور افسروں اور کارکنوں کی بے قاعدہ اور بے مصرف بھاگ دوڑ روز کا معمول ہے۔ یہاں کلّی طور پر انتشار پھیلا ہوا ہے اور افسروں میں بے بسی کا احساس عام ہے۔

ان خیالات کا اظہار تقریباً بیس افسروں اور اتنے ہی سیاسی لوگوں نے کیا جن سے پچھلے تین چار دنوں میں رابطہ قائم کیا گیا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کام کب اور کیسے شروع ہو۔ کیا کیا جائے اور کس طرح کیا جائے۔ افسروں اور سیاسی رہنماؤں کی افراط ہے اور سبھی پناہ گزینوں کے معاملات میں ٹانگ اڑا رہے ہیں۔ ہدایات پر عمل کرنے کیلئے قابلِ اعتبار کارکن مفقود ہیں۔ کچھ اہلکار اور رضا کار جو چاروناچار کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی امرتسر کی انتظامیہ کے رویّے سے شاکی ہیں۔ بیچارے پناہ گزیں جب اپنے مسائل کے حل کے لئے دربدر گھوم کر ناکام و نامراد لوٹتے ہیں تو انتہائی مایوسی کی حالت میں نکتہ چینی اور کبھی کبھی اعلیٰ افسروں کے گھروں اور دفتروں

کے سامنے مظاہرے کرتے ہیں۔ اکثر مقامی لوگ یا تو اپنے فائدے کیلئے یا محض تفنّنِ طبع کی خاطر ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں یا انہیں اکساتے رہتے ہیں۔ سرکاری عہدیداروں اور سیاسی جماعتوں کی مذمّت میں موخرالذّکر کا شوروغوغا زیادہ بلند رہتا ہے۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ ذمّہ دار افسر بھی تنقید کے اس مقابلے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ وہ اپنی بے چارگی کا رونا روتے ہیں اور سارا الزام کسی اور پر ڈالتے ہیں اور اس الزام تراشی میں وہ وزراء، گورنر، فوج اور پولیس — یہاں تک کہ حکومتِ ہند کے اعلیٰ ترین ارکان کو بھی نہیں بخشتے۔ یہ نکتہ چینی بہت حد تک جائز ہے۔ کچھ اہم معاملات غور طلب ہیں۔ مختلف سماجی طبقوں کے افراد اور افسروں کے بے شمار اعتراضات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

سرکاری دفاتر میں ابتری

سرکاری ملازمین اپنا کام صحیح طور پر نہیں کر رہے ہیں۔ بعض کو یہ شکایت ہے کہ ان کے فرائض کی نشاندہی صحیح طریقے پر نہیں کی گئی ہے لہٰذا ان کا کام تحریری ہدایات کی حد تک محدود ہے۔ بعض ملازمین کو گلہ ہے کہ اعلیٰ عہدیدار اور سیاست دان ان کے کاموں میں بہت زیادہ دخل اندازی کرتے ہیں۔

ان ملازمین پر عدم وفاداری کا الزام لگانا ٹھیک نہیں ہے لیکن بعض ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ وہ کس کے وفادار ہیں۔ امرتسر میں کسی بھی افسر سے سرسری گفتگو سے ایک اجنبی یہ جان لے گا کہ یہ لوگ تعاون اور معاونت کے جذبے سے کام نہیں کر رہے۔ تقریباً سبھی واقعی یا فرضی شکایتوں کا انبار اٹھائے ہوئے ہیں۔

اس وقت ایک ڈپٹی کمشنر، ایک ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر اور ایک ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ایک مجسٹریٹ سول سپلائی، ٹیکسٹائل کنٹرول اور پٹرول راشننگ کا کام کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں نصف درجن دوسرے مجسٹریٹ موجود ہیں۔ علاوہ ازیں دو ایک روز میں سنٹرل ایڈمنسٹریٹو سروسز (سابقہ آئی سی ایس) کے پانچ اور افسر آنے والے ہیں۔ ان لوگوں کو ہمیشہ کام کی زیادتی، کھانے میں تاخیر اور کم خوابی کی شکایت رہتی ہے۔ بعض کی باتوں

سے یوں لگتا ہے کہ ان کی صحت عنقریب جواب دینے والی ہے۔

منصوبہ بندی کا فقدان

۳۔ڈپٹی کمشنر کا یہ فرض ہے کہ منصوبہ بندی کر کے ہر شخص کو اس کے خصوصی فرائض سونپے اور اگر افسروں کی کمی محسوس ہو تو مزید افراد طلب کرے۔اس طرح سے انتظامیہ میں کافی حد تک توازن آ جائے گا۔باہمی تعاون اور مناسب منصوبہ بندی کے بغیر خواہ مخواہ وقت اور توانائی کا ضیاع ہو رہا ہے۔

پولیس میں لٹیرے

۴۔امرتسر میں لاقانونیت کے اکثر واقعات میں پولیس نے بہت مذموم کردار ادا کیا ہے۔پولیس کے ذمّہ دار افسروں نے خود متعدد بار یہ شکایت کی ہے کہ ان کی جمعیّت میں نظم وضبط کا فقدان ہے۔لوٹ مار میں پولیس کے سپاہی اور بعض افسر بھی شامل رہے ہیں۔ان کے اس بہانے کا کوئی جواز نہیں کہ وہ پاکستان پولیس کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ان مجرمانہ کارروائیوں میں اگر کسی افسر نے حصہ نہیں بھی لیا تب بھی اس نے اپنے ماتحتوں اور ساتھیوں کی بداعمالیوں سے چشم پوشی ضرور کی۔دوسرے معاملات کے علاوہ ان حرکتوں سے عوام کو یقین ہو گیا ہے کہ لاقانونیت کو روکنا پولیس کے بس میں نہیں اور کئی مجسٹریٹوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ پولیس اب قابو سے باہر ہو چکی ہے۔پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے اختیارات کے استعمال میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔دوسری طرف ایک ماتحت کا یہ کہنا ہے کہ لوٹ کے مال میں افسروں کا حصہ انہیں اِس سے منع کرنے سے روکتا ہے۔انتظامیہ کی دو شاخوں یعنی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس میں جس قسم کا تعاون ہونا چاہئے وہ ناپید ہے۔

۵۔اکثر لوگ ہندوستانی فوج کو ہمیشہ سے ایک باضابطہ تنظیم سمجھتے تھے۔جہاں تک نظم وضبط کا تعلق ہے اسکے متعلق کوئی شکایت نہیں آئی اور نہ ہی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس میں فوجیوں نے لوٹ مار میں حصہ لیا ہو۔البتہ جانبداری اور فرقہ وارانہ رعایت کے چند واقعات ضرور ہوئے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوچے سمجھے گولی بھی چلائی گئی ہے۔شہری انتظامیہ سے بھی انکا تعاون نہ ہونے کے

برابر ہے۔

باؤنڈری فورس کوتوڑنے کے فیصلے کا یہاں خیر مقدم کیا گیا۔ اس جانب لوگ اس کو علاقے کے امن اور تحفّظ کیلئے ایک خطرہ سمجھتے تھے۔ قافلوں کیلئے حفاظتی دستوں کے معاملات میں فوج اور شہری انتظامیہ میں کئی مرتبہ چپقلش ہوئی۔

سرکاری ملازمین

۶۔ ان سب ناگوار واقعات سے بچا جا سکتا تھا اگر اصحابِ اقتدار کوئی منصوبہ بناتے اور تعاون کے جذبے سے کام کرتے۔ اگر کوئی سرکاری ادارہ پناہ گزینوں کے مسئلے کو موزوں طریقے سے نپٹانا چاہتا ہے تو اس مقصد کیلئے ایک متفقہ منصوبہ ہونا چاہیے اور اس پر خدمت کے جذبے سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

۷۔ جن باتوں کا اطلاق سرکاری عہدیداروں پر ہوتا ہے وہ سیاسی کارکنوں پر بھی صادق آتی ہیں۔ جماعتوں میں دھڑے بازی کا زور ہے اور سیاست دانوں کے دماغوں پر اقتدار کا بھوت سوار ہے۔ امرتسر کے اس مرض کی تشخیص کرنے میں کوئی وقت درکار نہیں۔ پناہ گزینوں کے بیشتر کیمپوں میں افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ ملک کی آزادی کے لئے جن لوگوں نے بے پناہ مصیبتوں کو جرأت، ہمّت اور عزم کے ساتھ جھیلا ہے ان کی اور روزانہ آنے والے بے شمار پناہ گزینوں کی بدحالی ختم کرنے کیلئے وسیع انتظامات کی ضرورت ہے۔ یہ موقع ہے تعمیری کام کرنے کا لیکن اس کے فقدان کے باعث کانگریس اور اس کے رہنماؤں کو مطعون کیا جا رہا ہے۔

اس مایوس کن نااہلی اور ابتری کے درمیان کانگریس کی ایک کارکن یعنی پنڈت نہرو کی ذاتی نمائندہ مس مِردولا سارا بھائی (Mridula Sarabbhai) بڑے انہماک سے دن رات اس بدنظمی کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اپنے مختصر قیام میں انہوں نے کمال کر دکھایا اور حکومتِ ہندوستان کی پوری انتظامیہ کو حرکت میں لے آئی ہیں۔۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲.۱.۱۷

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔اہم)

لاہور

۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

میرے کل کے تار[2] کے حوالے سے۔ رابطہ افسر کرنل شیر خان نے حسبِ ذیل تفصیلات بتائی ہیں۔

جس ٹرین پر حملہ کیا گیا تھا وہ الور کے ۴۵۰۰ مہاجرین کو لے کر آ رہی تھی۔ ان میں سے تقریباً ایک ہزار زخمی ہوئے اور باقی تین ہزار یا تو قتل ہو گئے یا لاپتہ ہیں۔

جب ٹرین پر حملہ ہوا تو انگریز افسر نے دفاع کا بندوبست کرنا چاہا لیکن اس پر فوراً خود کار ہتھیاروں سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ یہ دیکھ کر انڈین آرمی کے تیرہ ہندو محافظ اپنی جان بچانے کیلئے دبک گئے اور ان کے آٹھ مسلمان ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔ آر ایس ایس اور سکھوں کا یہ مشترکہ حملہ متواتر دو گھنٹے جاری رہا۔

(ایف موڈی)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۴

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۵

۲.۱.۱۸

ماسٹر تارا سنگھ اور اودھم سنگھ نگوکے (Udham Singh Nagoke) کا بیان[1]

(۲۴؟) ستمبر ۱۹۴۷ء

ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ہمارے سکھ اور ہندو بھائی اس فرقہ وارانہ جنگ میں، جو ابھی جاری ہے، مسلمان عورتوں اور بچوں پر شرمناک حملوں کے قصوروار ہیں۔ ان

سفّاکانہ کارروائیوں کو سوچ کر ہی انسان کی روح لرز اٹھتی ہے اور ہم انہیں دہرا کر تمام دنیا کو صدمہ نہیں پہنچانا چاہتے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں نے جو سلوک ان کے ساتھ کیا تھا اس کا بدلہ اتارنے کیلئے سکھ اس قدر نیچے گر گئے ہیں۔ تاہم سکھوں کیلئے یہ کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی روایات کو جھٹلایا ہے۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں کہ اپنے بھائیوں کو اس پستی میں گرنے سے بچائیں لیکن یوں لگتا ہے کہ بیشتر مسلمان، ہندو اور سکھ پاگل ہو گئے ہیں۔ ظلم پھر انتقام اور پھر اس کا انتقام جاری ہے۔ اس سلسلے کا اختتام ہوتا نظر نہیں آتا۔ لہٰذا ہم اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ تمام انتقامی کارروائیاں بند کریں۔ ہمیں مسلمانوں کی دوستی نہیں چاہئے اور ہم کبھی ان کے دوست نہیں بن سکے۔ شاید ہمیں پھر ان سے لڑنا پڑے لیکن ہم ایسی ستھری لڑائی کریں گے جس میں مرد صرف مردوں کو مارتے ہیں۔ عورتوں، بچوں اور پناہ مانگنے والوں کا قتل فوراً بند ہو جانا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کی ٹرینوں، قافلوں اور ان کے محافظوں پر حملے نہیں ہونے چاہئیں۔ آپ سے یہ گذارش مسلمانوں کو بچانے کی خاطر نہیں کی جا رہی ہے بلکہ خود آپ کے فرقے کی شہرت، کردار اور روایات کے مفاد میں کی جا رہی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اسلام ان شیطانی کاموں کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ کام ان کا ہے کہ وہ سوچیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کون سی چیز جائز ہے۔ ہماری یہی خواہش ہے کہ وہ بھی اس شیطانی جنگ کو فوراً بند کریں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے سکھ اور ہندو بھائیوں کے سروں پر انتقام کا بھوت سوار ہو جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۵



قائداعظم، نوابزادہ لیاقت علی خاں اور محترمہ فاطمہ جناح اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کے ہمراہ



قائداعظم مصری علماء کے وفد کے ہمراہ

۲.۱.۱۹

فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔لاہور

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

مَیں کرنل شیر خان کی رپورٹ کی دو نقول ملفوف کر رہا ہوں[2] جس کا ذکر مَیں نے اپنے ۲۳ ستمبر کے خط[3] کی پس نوشت میں کیا تھا۔

آپکا مخلص

فرانسس موڈی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۹۳

۲۔ ملفوفہ

۳۔ دستاویز نمبر ۲.۱.۱۶

۲.۱.۱۹ کا ملفوفہ

مشرقی پنجاب کی صورتِ حال پر کرنل شیر خان کی رپورٹ

اڈوانس ہیڈ کوارٹرز ایم ای او[1]۔ پاکستان

امرتسر

۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

ابتدائیہ

مَیں آٹھ دن سے مشرقی پنجاب میں ہوں۔اس کے دوران سرکاری عہدیداروں اور غیر سرکاری لوگوں سے رابطے کے بعد، جن میں سیاسی اور سماجی کارکن، غیر مسلم کاشتکار اور تاجر شامل ہیں، اور اپنے ذاتی مشاہدے سے مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سول انتظامیہ مکمل طور پر غیر مؤثر ہو چکی ہے جس کی تفصیل اگلے پیروں میں درج ہے۔

عام معلومات

۱۶ ستمبر سے ۲۱ ستمبر تک کے عرصے میں مسلمانوں کے دیہات اور قصبوں پر بڑے حملے کم ہو گئے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اب مسلمان ہی باقی نہیں رہے جن پر حملہ کیا جاتا۔ مہاجرین کے کیمپوں اور پیدل قافلوں پر بھی حملے کم ہوئے ہیں۔ انبالہ، جالندھر، لدھیانہ اور فیروز پور کے اضلاع میں ٹرینوں پر چھوٹے موٹے حملے ہوتے رہے۔ آتش زنی کے واقعات تقریباً ختم ہو چکے ہیں البتہ لوٹ مار کھلے بندوں ہو رہی ہے اور اس میں سبھی لوگ ملوّث ہیں۔

۲۱ ستمبر سے جالندھر اور امرتسر کے ضلعوں میں مہاجروں کے قافلوں اور ٹرینوں پر حملے زور پکڑ گئے ہیں۔ امرتسر میں ۲۱ اور ۲۲ کی راتوں میں ہنگامے ہوئے جن میں مہاجرین کی ایک ٹرین پر غیر متوقع حملے میں تمام مسافروں کو قتل، زخمی یا اغواء کر لیا گیا اور ٹرین لوٹ لی گئی۔ اسکی تفصیل ایک علیحدہ رپورٹ[۲] میں ہے۔

سول انتظامیہ

سول انتظامیہ کے مکمل طور پر غیر مؤثّر ہونے کے ثبوت میں امرتسر اور جالندھر کے بارے میں چند مثالیں پیش کر رہا ہوں۔

امرتسر: ۲۰ ستمبر کو ۲۳ ابریگیڈ کے کمانڈر نے ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ وہ ایک دن کیلئے امرتسر سے گزرنے والی شاہراہ پر کرفیو لگا دے کیونکہ وہ مہاجرین کے قافلے کو اِس راستے سے گذارنا چاہتے ہیں۔ کانفرنس کے بعد اس نے ایک افسر سے مخاطب ہو کر کہا ''مجھے امید ہے کہ لوگ کرفیو کی تعمیل کریں گے'' جب افسر نے اس توقع پر حیرت کا اظہار کیا تو بریگیڈ کمانڈر نے کہا ''مَیں جانتا ہوں کہ یہ نافذ نہیں ہوگا۔ اگر انھوں نے مجھے یہاں سے نہیں ہٹایا تو مَیں استعفیٰ دے دوں گا۔ اس دوران میں مَیں دس دن کی رخصت پر جا رہا ہوں اور میرا واپس آنے کا کوئی ارادہ نہیں۔'' مَیں نے خود ۲۲ ستمبر کو مہاجرین کی ٹرین پر حملے اور لوٹ مار میں پولیس کو شامل ہوتے دیکھا ہے۔ ۲۰ ستمبر کو ڈپٹی کمشنر نوکل سین (Nukl Sen) نے دو پولیس والوں کو مہاجرین کے قافلے پر حملہ کرتے اور لوٹتے ہوئے گرفتار کیا تھا۔ اسوقت امرتسر کے رابطہ افسر

مسٹر زاہد عمر ڈپٹی کمشنر کے ساتھ تھے۔ ٹرینوں پر حملے روکنے اور زخمیوں کے انخلاء کے سلسلے میں ۲۲ اور ۲۳ ستمبر کو مَیں نے کافی دوڑ دھوپ کی۔ مجھے پتا چلا کہ میجر جنرل چمنی میری طرف سے بہت فکرمند ہیں اور مجھے تاکید کی ہے کہ مَیں یا تو اپنے گھر سے باہر نہ نکلوں یا ان کے بنگلے میں منتقل ہو جاؤں۔

جالندھر: ۱۷ ستمبر کو ایک کانفرنس میں، جس کی صدارت گورنر نے کی تھی، ۱۱ بریگیڈ کے کمانڈر نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ پولیس نہ صرف غیر مؤثر ہے بلکہ حملوں اور لوٹ مار میں سرگرم حصہ لے رہی ہے۔ دوسرے تمام بریگیڈ کمانڈروں نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ آئی جی پولیس نے بھی بے دلی سے اسکا اعتراف کیا لیکن پولیس کی بے اثری کی یہ وجہ بتائی کہ ان کی تعداد ضرورت سے آدھی ہے۔ پھر گورنر نے کہا ''مَیں جانتا ہوں کہ پولیس کی تعداد کم ہے لیکن جو موجود ہیں انھیں ان کے افسروں سمیت اگر فوج گولی مار دے تو مجھے افسوس نہیں ہوگا''۔

کانفرنس ختم ہونے کے بعد مَیں نے ڈی سی جالندھر کو کرنل شیودت سنگھ سے یہ کہتے سنا کہ انھوں نے گڑگاؤں تبادلے کیلئے درخواست دے رکھی ہے کیونکہ اُن کے لئے یہ صورتحال ناقابلِ برداشت ہے کہ خود انکا عملہ انکے احکامات پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

پی اے وی او کیولری[۳] کے ایک انگریز افسر نے جو ۲۱ ستمبر کو جالندھر سے گزر رہا تھا شہر میں ایک قافلے پر حملہ ہوتے اور چھ پولیس والوں کو بیل گاڑیاں لوٹتے دیکھا تھا۔

مندرجہ بالا واقعات اور دوسرے ذرائع سے ملنے والی خبروں سے مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سول انتظامیہ واقعی مکمل طور پر غیر مؤثر ہو چکی ہے۔

فوج

غیر مسلم فوجی (مسلمانوں کی) ٹرینوں اور قافلوں کی حفاظت صحیح طریقے پر نہیں کر رہے ہیں۔ چھوٹے حملوں کو تو وہ مستعدی سے پسپا کر دیتے ہیں لیکن جب بڑے اور منظّم حملے ہوتے ہیں تو موقعِ واردات سے مصلحتاً دور رہتے ہیں۔ مَیں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ خود بھی گولی چلانے میں شریک ہو جاتے ہیں اور مدافعت کرنے والوں کو زیر کرتے ہیں لیکن مَیں ان الزامات کی تصدیق

نہیں کرسکتا۔ مَیں نے دیکھا کہ جب کبھی پیدل مہاجرین، گاڑیوں کے قافلوں اور ٹرینوں کو مضبوط مسلم فوجی دستے اپنی حفاظت میں لیجاتے ہیں تو کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آتا۔ البتہ کبھی کبھی ان پر دور سے گولی چلائی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ غیر مسلم فوجی خود گولی نہ چلاتے ہوں تب بھی وہ بڑے منظّم حملوں کا علم ہوتے ہی موقعے سے کھسک جاتے ہیں اور اس وقت واپس آتے ہیں جب حملہ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اسکا اطلاق گورکھا، گڑھوالی اور بعض غیر پنجابی فوجیوں پر نہیں ہوتا لیکن اگر ان کی کمان کوئی ہندو یا سکھ افسر کر رہا ہو تو پھر ان کی کارروائی میں وہ چستی نہیں رہتی۔ مجھے ایم ای او کے کرنل اور مس سارا بھائی نے بتایا کہ ٹرین پر حملے کی خبر انھیں ڈیڑھ گھنٹے پہلے مل گئی تھی جس کی اطلاع انھوں نے بریگیڈ کمانڈر کو دے دی تھی لیکن حملے کے وقت وہاں کوئی فوجی نہیں تھے جو حملے کے ڈیڑھ گھنٹے بعد پہنچے۔

مستقبل کے امکانات

اکالیوں اور راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ کا سیاسی مقصد یہ نظر آتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان سے مسلمانوں کو نکال باہر کرنے کے علاوہ کانگریس اور دوسری جمہوری جماعتوں کو بدنام کر کے فاشزم قائم کیا جائے۔ مشرقی پنجاب کی صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور مسلمانوں کے خلاف جذبات کو ہوا دے کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں۔

مغربی پنجاب کے سکھوں پر اکالی حکمتِ عملی کے نتیجے میں جو مصیبتیں آئی ہیں اُن کی وجہ سے وہ اکالیوں سے سخت ناراض ہیں۔ مَیں نے خود مغربی پنجاب سے آنے والے کئی سکھوں کو ۲۳ ستمبر کو امرتسر میں سکھوں کے ہجوم کو مسلمانوں کے قتل سے منع کرتے اور یہ کہتے سنا ''تم مسلمانوں کو نہیں بلکہ ہمیں قتل کر رہے ہو''۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب انکے کنبے کے باقی لوگ سرحد پار کر کے حفاظت سے وہاں پہنچ جائیں گے تو کیا انکے جذبات ایسے ہی رہینگے۔ مسلمانوں کیلئے ان کے جذبات جو بھی ہوں آثار یہ بتا رہے ہیں کہ ایک مؤثّر حکومت کی غیر موجودگی میں اگلے کئی مہینوں میں مشرقی پنجاب میں مکمل لاقانونیت رہے گی اور مسلمانوں کے قافلوں اور ٹرینوں پر حملوں میں اضافہ ہو جائیگا — قتل و غارت کیلئے نہیں تو لوٹ مار کیلئے۔

آخر میں یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ پاکستان میں کسی انتقامی کارروائی سے مشرقی پنجاب سے مہاجرین کا انخلاء بہت مشکل ہو جائیگا۔ ۲۲ اور ۲۳ ستمبر کو امرتسر میں جو ہیجان تھا وہ دراصل ہربنس پورہ میں ٹرین پر حملے کا نتیجہ تھا۔ جب مغربی پنجاب سے غیر مسلموں کی ٹرینیں بحفاظت پہنچ گئیں تو ۲۴ ستمبر کو صورتِ حال بہتر ہوگئی اور امید ہے کہ امرتسر کے علاقے میں جو ہماری تین ٹرینیں ہیں وہ بغیر کسی سنگین حادثے کے گزر جائینگی۔

ایم شیر خان
کرنل

۱۔ ملٹری ایویکیوایشن آرگنائزیشن
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکی۔
۳۔ پرنس البرٹ وکٹرز اون کیولری (Prince Albert Victor's Own Cavalry)

۲.۱.۲۰

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[1]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کراچی

۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

مسٹر گاندھی کا یہ بیان پڑھ کر ہمیں سخت صدمہ پہنچا کہ ''اگر پاکستان اپنی مصدّقہ غلطی ماننے سے مسلسل انکار اور اُسکی اہمیت کو نظر انداز کرتا رہا تو حکومتِ ہندوستان کو اسکے خلاف جنگ کرنا پڑیگی''۔ یہ بیان ہندوستانی حکومت کے اُس متفقہ اعلامیہ کے سراسر خلاف ہے جو اس نے ۱۹ ستمبر[2] کو نئی دہلی کانفرنس میں کیا تھا کہ ''پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ کا تصوّر نہ صرف اخلاقی بنیادوں پر ناممکن ہے بلکہ ایسا تصادم دونوں ممالک کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے''

ہندوستان کی سیاست میں مسٹر گاندھی کا جو مقام ہے اور اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ ہندوستانی کابینہ اُن سے رہنمائی حاصل کرتی ہے ان کے اس واضح بیان سے کہ ہندوستانی حکومت

کو پاکستان کے خلاف ان غلطیوں کی بناء پر، جنکی وضاحت مسٹر گاندھی نے نہیں کی، جنگ کرنی پڑے گی پاکستان کے عوام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔[۳]

ہمیں توقع ہے کہ حکومتِ ہندوستان ۱۹ ستمبر کو نئی دہلی کانفرنس کے اعلامیہ پر ابھی تک قائم ہے۔ یہ درست ہے تو پھر یہ لازم ہے وہ اپنے ارادوں کی علانیہ یقین دہانی کرائے تا کہ عوام کے ذہنوں سے یہ الجھن دور ہو سکے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۱۶
۲۔ ضمیمہ ۱
۳۔ گاندھی کے بیان پر تنقیدی اداریہ ''یہ ڈراؤنے الفاظ'' (These Ominous Words) کے عنوان سے شائع ہوا۔ دیکھئے ڈان، ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲.۱.۲۰ ضمیمہ ۱

ہندوستان و پاکستان کے درمیان بین المملکتی معاہدہ

(اقتباس)

نئی دہلی

۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کی کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے:

۱۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کسی جنگ کا تصور نہ صرف اخلاقی بنیادوں پر قابلِ نفرت ہے بلکہ ایسا تصادم دونوں ممالک کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ حکومتِ پاکستان کے نمائندے نے وعدہ کیا کہ سر محمد ظفر اللہ خان سے نیویارک میں جو بیان منسوب کیا گیا ہے اسکی اور خاص طور پر انکے راست اقدام کے ذکر کے بارے میں تفتیش کی جائیگی۔

۲۔ دونوں حکومتوں کی یہ پالیسی ہے کہ ایسے حالات پیدا کئے اور برقرار رکھے جائیں جن میں اقلیتیں سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔

۳۔ دونوں حکومتیں باہمی تعاون سے، جتنی جلدی ممکن ہو سکے، فرقہ وارانہ تصادم کی

شدّت اور وسعت کو کم کرنے کی کوشش کریں گی۔ ذمّہ دار افراد کو خاص طور پر ایسے نفرت انگیز یکطرفہ بیانات سے اجتناب کرنا چاہیے جو دوسرے فریق کو مشتعل کرنے کا باعث بنیں۔

۴۔ دونوں حکومتوں کے درمیان اہم مسئلہ یہی ہے کہ مشرقی سے مغربی پنجاب اور مغربی سے مشرقی پنجاب جانے والے پناہ گزینوں کے قافلوں کی نقل وحرکت تیزی سے ہو اور ان کو بحفاظت جلد سے جلد منزل پر پہنچایا جائے۔

۵۔ ہر حکومت کو چاہیے کہ دونوں جانب جو افسوس ناک واقعات رونما ہوئے ہیں انکی تفصیلات دوسری حکومت کو بہم پہنچائے۔ یہ بھی طے ہوا کہ ایسے واقعات کی تفتیش کی جائے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

۶۔ ایسے مقامات پر، جو کسی ایک فرقے کیلئے مقدّس ہوں، کسی دوسرے فرقے کو قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر وہ خالی بھی رہیں تو بھی ان کی ہر ممکن نگہداشت کی جائے گی تاکہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہیں۔ اس بارے میں دونوں حکومتیں باہم رابطہ رکھیں گی اور ٹھوس تجاویز پیش کریں گی۔

۷۔ دونوں حکومتوں نے اتفاق کیا کہ پناہ گزینوں کی تلاشی نہیں لی جائیگی اور انھیں اپنا ذاتی سامان لیجانے کی اجازت ہوگی لیکن ہر حکومت کہ یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ بڑی مقدار میں تجارتی مقاصد کے لئے مال کے تبادلے پر پابندی لگادے۔

۸۔ حکومتِ پاکستان نے رضامندی ظاہر کی کہ پشاور میں ہندوستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر کے تقرّر کے سوال پر دوبارہ غور کیا جائیگا اور یہ کہ اس دوران میں ہندوستان کی جانب سے مسٹر کے ایل پنجابی دس روز کیلئے پشاور جا کر اپنی حکومت کو وہاں کی صورتِ حال کی رپورٹ دے سکتے ہیں۔

۹۔ دونوں حکومتوں نے ایک ایسے مشترک فارمولے کی ضرورت پر اتفاق کیا جس کے تحت مملکتوں کو ریاستوں کے داخلی انتظام میں مداخلت کا حق اس شرط پر حاصل ہو کہ اس عمل میں مملکتوں اور ریاستوں کے درمیان آئینی تعلقات پر عائد شدہ حدود کا لحاظ رکھا جائے۔ اس اثناء میں دونوں حکومتیں مناسب موقعوں پر، خاص طور پر اقلیتوں کے تحفّظ اور بحالی کیلئے، ریاستوں پر



اخلاقی دباؤ ڈالیں گی۔

(پیرا ۱۰ اور ۱۱ حذف کر دیے گئے)

۱۲۔ حکومتِ پاکستان اس شکایت سے بھی باخبر ہے کہ حیدر آباد سندھ کے اسٹیشن پر مسافر خانوں میں پڑے ہوئے (غیر مسلم) پناہ گزینوں کو پریشان اور انھیں اپنے ذاتی سامان سے محروم کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے اسکی تفتیش کرانے اور ضروری احکامات جاری کرنے کا وعدہ کیا۔

۱۳۔ حکومتِ پاکستان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ رائل انڈین ایئر فورس کے بار بردار طیارے انبالہ اور امرتسر سے پرواز کر کے پاکستان کے ہوائی اڈّوں پر اتریں تا کہ یہاں سے ہندوستانی ملازمین، انکے خاندانوں اور دوسرے (غیر مسلم) پناہ گزینوں کو واپس لے جایا جا سکے۔ حکومتِ ہندوستان انبالہ اور امرتسر میں مقیم یا اِن مقامات پر آسانی سے پہنچنے والے مسلمان مہاجرین کو پاکستان پہنچانے کا بندوبست بھی کریگی۔

(پیرا ۱۴ حذف کر دیا گیا)

۱۵۔ حکومتِ ہندوستان اس شکایت سے باخبر ہے کہ کیمپوں میں مقیم اور پاکستان جانے والے مسلم پناہ گزینوں کو مناسب خوراک نہیں مل رہی ہے۔ حکومت نے وعدہ کیا کہ وہ اس معاملے میں مشرقی پنجاب کی حکومت سے رابطہ کریگی۔

۱۶۔ مغویہ عورتوں کی بازیابی کا مسئلہ بھی زیرِ غور آیا اور فیصلہ کیا گیا کہ اس معاملے کی دوبارہ مکمل تفتیش[1] کی جانی چاہئے اور دونوں حکومتوں کے خصوصی طور پر متعیّن کردہ عہدیدار اس بارے میں ٹھوس تجاویز پیش کریں۔

(پیرا ۱۷ حذف کر دیا گیا)

۱۔ ضمیمہ ۲

۲۰.۱.۲ کا ضمیمہ ۲

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بین المملکتی معاہدے پر اخباری اعلامیہ

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

کل لاہور میں ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم اور مشرقی اور مغربی پنجاب

کی حکومتوں کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات میں مغویہ عورتوں کی بازیابی کا مسئلہ اٹھایا گیا۔ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ عورتوں کی بڑی تعداد کو اغواء کیا گیا ہے۔ کچھ کو تو بازیاب کرلیا گیا ہے لیکن کافی تعداد ابھی باقی ہے۔ تجویز کی گئی کہ مشرقی اور مغربی پنجاب کی حکومتوں، پولیس اور فوج کے تعاون سے ایسی عورتوں کی بازیابی کیلئے منظّم اقدامات کئے جائیں۔ یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ اس کارروائی میں رضا کار خواتین، خواتین کی انجمنوں اور امدادی اداروں کا تعاون بھی حاصل کیا جائے۔ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کررہی ہیں اور امید ہے کہ جلد ہی ایسے انتظامات مکمل ہو جائیں گے جن سے اطمینان بخش نتائج حاصل ہوں گے۔ ان تمام لوگوں سے، جنہیں اغواء شدہ عورتوں کے متعلق علم ہو، درخواست کی جاتی ہے کہ وہ متعلقہ ڈپٹی کمشنر سے رابطہ کریں جو ایسی اطلاع صوبائی حکومتوں کو پہنچادیں گے۔

۲.۲
بلوچستان میں فسادات
۲.۲.۱
جیوفری پرائر (Geoffrey Prior) بنام ایم اکرام اللہ[۱]
(تار۔فوری)
(نقل برائے محمد علی جناح)

زیارت۔کوئٹہ
۲۰ اگست ۱۹۴۷ء

کوئٹہ سے مندرجہ ذیل اطلاع ابھی ملی ہے:

آج رات نو بجے کوئٹہ شہر اور ہڈّا میں لوٹ مار اور آتش زنی شروع ہوئی۔ گوالمنڈی، قندھاری بازار اور سنڈیمان روڈ زیادہ متاثر ہوئے۔ فوج طلب کرلی گئی ہے اور صورتِ حال قابو میں ہے۔ گشت جاری رہے گی۔ اس وقت تک چالیس افراد کے قتل اور بتیس کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ اولیور[۲] (Oliver) کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ پولیس کا ایک سپاہی مارا گیا۔ اعتماد

بحال کرنے کیلئے تمام فرقوں کے رہنماؤں کا اجلاس بلایا گیا ہے۔ مَیں فوراً کوئٹہ جا رہا ہوں۔ ابتدائی شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آتش زنی کی وارداتیں سوچی سمجھی تھیں۔

(جیوفری پرائر)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۵۱
۲۔ ملتان کے ایس پی جو چھٹی پر کوئٹہ آئے تھے۔

۲.۲.۲

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

کوئٹہ
۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

یہ تار ٹیلیفون پر حضورِ والا کے پیغام کے جواب میں ارسال ہے۔ پچھلی رات امن سے گذری اور صورتِ حال پوری طرح قابو میں ہے۔ ہر جگہ آگ بجھا دی گئی ہے۔ کل دوپہر ایک تفصیلی رپورٹ وزارتِ خارجہ کو بذریعہ ڈاک بھیجی گئی تھی لیکن بدقسمتی سے پٹری اکھڑ جانے کی وجہ سے میل گاڑی واپس آ گئی۔

۲۔ آج تک کے واقعات کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۲۰ اگست رات سات بجے اطلاع ملی کہ گڑبڑ ہونے والی ہے لہٰذا مسلّح کمک اور جیپ سوار گشتی دستوں کو تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا۔ شہر کے مختلف حصوں سے چھوٹے موٹے بلووں اور آتش زنی کی خبریں موصول ہوئیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اسکاٹ (Scott) نے بلوائیوں کو ہندوؤں کی دکانوں پر گولی چلاتے اور ایک شخص کو قتل کرتے دیکھا۔ ملتان کے سپرنٹنڈنٹ پولیس اولیور جو رخصت پر یہاں تھے ہجوم کو منتشر کر رہے تھے کہ ان کے سر پر کلہاڑی لگی جس سے ہڈی چٹخ گئی۔

ایریا کمانڈر سے فوجی دستے اور ٹرانسپورٹ بھیجنے کی درخواست کی گئی تھی۔ اسی دوران کئی مقامات پر آگ بھڑک اٹھی اور خبر ملی کہ ہڈّا کا گاؤں آگ کی لپیٹ میں ہے۔ قبائلی باہر سے آنے شروع ہو گئے تھے لیکن لیویز نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ مزید فوج کے آنے سے صورتِ حال پر

قابو پالیا گیا۔ پولیٹکل ایجنٹ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی ہے اور کرفیو بھی لگا دیا گیا ہے۔

۲۱ اگست کو صبح چھ بجے تک آگ دھیمی پڑ چکی تھی لیکن ہندوؤں اور سکھوں پر حملے مسلسل ہوتے رہے اور ایک سکھ سب انسپکٹر کو قتل کر دیا گیا۔ دوپہر تک پچاس لاشیں اور ستّر زخمی گنے جا چکے تھے۔ کوئٹہ سے روانہ ہونے والی ایک مال گاڑی کو شہر کے مضافات میں روک کر عملے کے چار ہندوؤں کو قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح کراچی میل بھی واپس آ گئی کیونکہ افواہ تھی کہ پٹری اکھاڑ دی گئی ہے۔ چمن، پشین اور قلعہ عبداللہ سے دہشت ناک خبریں مل رہی تھیں لیکن تفتیش سے معلوم ہوا کہ ان میں کوئی اصلیت نہیں ہے الّا یہ کہ ریلوے کے ہندو ملازمین پر اکّا دکّا حملے ہوئے ہیں۔

۳۔ سوائے ریلوے کے باقی تمام اہم سرکاری ادارے کام کر رہے ہیں۔ پناہ گزینوں کا بڑھتا ہوا مسئلہ ہمیں درپیش ہے لیکن مجموعی طور پر صورتِ حال اطمینان بخش ہے۔ رمزی تار اس کے بعد ارسال ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۸۷

۲.۲.۳

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

یہ حضورِ والا کے نام آج کے کھلے تار[2] کے تسلسل میں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہر میں آتش زنی منظّم طریقے سے ہوئی ہے کیونکہ مختلف مقامات پر آگ بیک وقت لگائی گئی۔ آج تک ۱۵۹ اموات ہوئی ہیں جن میں مسلمان کم ہیں۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے سے پولیس واضح طور پر پس و پیش کر رہی ہے جس کی وجہ سے جانی اور مالی نقصان میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ مجبوراً مجھے اسٹاف کالج کے

افسروں سے کہنا پڑا کہ وہ رضا کارانہ طور پر رات کو گشتی دستوں کی قیادت کریں۔

۲۔ پریشانی کی بات یہ ہے کہ مضافاتی دیہات اور ریلوے اسٹیشنوں میں ہندوؤں پر قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں جس سے ریلوے کے نظام میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ان واقعات سے ہندوؤں کے انخلاء کے خلاف ہمارا مہینوں سے جاری پروپیگنڈا اکارت جائے گا اور ہندو بڑے پیمانے پر نقل مکانی کریں گے جس سے بلوچستان کی معاشی زندگی پر تباہ کن اثر پڑے گا۔

۳۔ فوج نے ناکہ بندی کر کے قبائلیوں کا داخلہ روک دیا ہے۔ شہر میں باہر سے آئے ہوئے پٹھانوں اور ہزارہ قبیلے کی کثیر تعداد کسی وقت سلامتی کا مسئلہ بن سکتی ہے۔ فورٹ سنڈیمان سے آج جو ایک بٹالین آئی ہے وہ یہاں موجود فوجیوں کے ساتھ مل کر گڑبڑ کے خلاف تادیبی کارروائی بآسانی کر سکتی ہے۔ دفتری عملے اور خصوصی کام کرنے والوں میں خوف و ہراس پھیلنے سے سرکاری دفاتر میں کام تقریباً ٹھپ ہو گیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۷۹
۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۲

۲.۲.۴

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری)

کوئٹہ

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل۔ کراچی

یہ حضورِ والا کے نام کل کے تار[2] کے تسلسل میں ہے۔

پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کوئٹہ بالکل پُر امن رہا۔ ان چار ہزار (غیر مسلم) پناہ گزینوں کو جو شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے ہم واپس لے آئے ہیں اب صرف پندرہ سو پناہ گزیں رہ گئے ہیں۔ لازمی ادارے بے خوفی سے کام کر رہے ہیں اور آج دوپہر پہلی ٹرین روانہ ہو گئی ہے۔ پٹری میں

شگاف کا کھوج لگا کر کل اس کی مرمّت کر دی گئی اور اس حرکت کے ذمّہ دار قبائل کے مَلِکوں کو پولیٹکل ایجنٹ نے گرفتار کر لیا ہے۔ خوراک کی صورتِ حال تسلّی بخش ہے۔ کوئٹہ میں اب تک مرنے والوں کی تعداد نوّے اور زخمیوں کی تقریباً سو ہے۔

۲۔ دور افتادہ فوجی چوکیوں سے رابطہ قائم رکھنا مشکل ہوتا جا رہا ہے لیکن کل کی رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ پشین میں گڑبڑ ہوئی ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ آج صبح وہاں روانہ ہو گئے اور انہوں نے تصدیق کی کہ اکیس تاریخ کی سہ پہر کو کئی ہندوؤں کو قتل کیا گیا اور بازار لوٹ لیا گیا لیکن جلایا نہیں گیا۔ مجھے ابھی مصدّقہ خبر ملی ہے کہ بوستان اور خنائی میں بہت سے ہندوؤں کو قتل کر دیا گیا ہے لیکن ابھی تک صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ مَیں نے یہ انتظام کیا ہے کہ ایک فوجی دستہ فورٹ سنڈیمان سے کوئٹہ آتے ہوئے ژوب کی وادی میں راستے کے قصبوں اور ریلوے اسٹیشنوں سے باقی ماندہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ لیتا آئے۔

۳۔ فورٹ سنڈیمان، لورالائی، چمن، سبّی اور نوشکی میں امن و امان ہے۔ دو مضبوط فوجی گشتی دستے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چمن اور جیکب آباد جا رہے ہیں تا کہ وہاں اعتماد بحال کیا جائے اور صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے۔ ریاستِ قلات نے قبائلیوں کا داخلہ روکنے کیلئے سپیزند (Spezand) میں ایک فوجی دستہ بھیج کر ہماری مدد کی ہے۔ مَیں نے ان سے کچھی کے علاقے میں امن برقرار رکھنے کے لئے بھی کہا ہے۔

۴۔ عزت مآب سردار عبدالرّب نشتر اور ان کے رفقاء بخیریت پہنچ گئے ہیں۔

۵۔ معلوم ہوا ہے کہ ''سندھ آبزرور'' نے صورتِ حال پر انتہائی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میری تجویز ہے کہ انہیں تنبیہہ کی جائے کہ وہ حقائق کی پاسداری کریں۔ آج ہم یہاں ایک مفصّل اعلامیہ شائع کر رہے ہیں۔

جیوفری پرائر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۴
۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۳

۲.۲.۵

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے تار[2] میں یہ بھی شامل ہونا ہے۔

پشین میں بہت سنگین فساد برپا ہوا اور پولیٹکل ایجنٹ کے اندازے کے مطابق مرنے والے ہندوؤں کی تعداد اسّی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ملیشیا، پولیس اور لیویز کی کافی تعداد موجود ہوتے ہوئے بھی ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر صورتِ حال پر قابو نہیں پا سکا۔ ہمیں اس کی اطلاع تاخیر سے ملنے کی وجہ تار گھر کے عملے کا قتل ہے۔ ریلوے پولیس نے تصدیق کی ہے کہ بوستان میں بھی بھاری جانی نقصان ہوا ہے۔ وہاں پوسٹ ماسٹر کو تھانے کے سامنے قتل کیا گیا۔ ملیشیا نے، جس کا رویّہ تسلّی بخش رہا ہے، گلستان اور قلعہ عبداللہ میں ہندوؤں کی اکثریت کو بچا لیا۔ خانائی اور دوسرے مقامات پر ٹرینوں میں بھی اموات ہوئی ہیں۔ کشت وخون کے مندرجہ بالا اعداد وشمار شائع نہیں کیے گئے۔

۲۔ یہ مصدّقہ خبر ہے کہ ۱۲ اگست کو کوئٹہ سے تین میل دور ایک مقام پر دو با اثر ٹھیکیداروں ایس ہرمان سنگھ اور رائے صاحب پرمانند کو دیگر نو افراد سمیت قتل کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو اسٹاف کالج کے افسروں نے بچا لیا۔

۳۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ لاہور جانے والی بلوچ بٹالین ابھی کوئٹہ سے روانہ نہیں ہوئی تھی ورنہ بہت بھاری جانی نقصان ہو جاتا اور کوئٹہ بھی نذرِ آتش ہو جاتا۔ پولیس کی کارکردگی گاڑیوں کی کمی کے سبب متاثر ہوئی ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر پچھلے مارچ میں ہم نے اس میں بھاری اضافے کی کوشش کی تھی لیکن میرے پُرزور دلائل کے باوجود فنانس ڈپارٹمنٹ نے یہ تجویز مسترد کر دی۔

۴۔ فوج نے کھلے دل سے قابل قدر مدد کی اور اسٹاف کالج کی اعانت بھی خوش

آئندر ہی ہے۔

۵۔مَیں کوشش تو کر رہا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے اخباری اعلامیوں میں کوئی ایسی بات درج نہ ہو جو حکومت کیلئے شرمندگی کا باعث بنے لیکن ساتھ ہی میرا ارادہ ہے کہ رمزی تاروں میں اپنی رائے کا آزادی سے اظہار کروں اور ان کی غیر رمزی نقول اپنی ذاتی تحویل میں رکھوں۔

جیوفری پرائر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۹۵
۲۔دستاویز نمبر ۲.۲.۶

۲.۲.۶

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری)

کوئٹہ
۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

یہ حضورِ والا کے نام کل والے تار[2] کے تسلسل میں ہے۔
پچھلے اڑتالیس گھنٹوں میں کوئٹہ میں کوئی واردات نہیں ہوئی اور مضافاتی بستیوں میں بھی حالات پُرسکون رہے۔غیر مسلم پناہ گزینوں کی صورتحال بھی قابو میں ہے۔شہر میں صفائی کا کام ہو رہا ہے۔کوئٹہ آنے والی ٹرین آج دوپہر پہنچ رہی ہے۔ریاست قلات نے سپیزند اور کولپور (Kolpur) کے علاوہ پٹ (Pat) کے علاقے میں گشت کیلئے مزید دستے متھری (Mithri)، بیل پٹ (Belpat)، نٹال (Nuttal) اور لہری (Lahri) بھیج دیے ہیں۔عزت مآب سردار عبدالرّب نشتر اور جنرل محمد اکبر کے دورے کا بڑا خوشگوار اثر ہوا ہے۔انہوں نے متاثرہ علاقوں اور غیر مسلم پناہ گزینوں کے کیمپوں میں کافی وقت صرف کیا۔[3] رمزی حصہ بعد میں ارسال ہوگا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۹۶
۲۔دستاویز نمبر ۲.۲.۴
۳۔دستاویز نمبر ۲.۲.۷

۲.۲.۷

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

کھنڈروں میں لاشیں ملنے کے بعد کوئٹہ میں اموات کی تعداد ۱۲۳ ہو چکی ہے اور یہ تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ پشین اور بوستان کو ملا کر اس کی میزان ۳۰۰ تک پہنچ جائے گی۔ مَیں نے اس تعداد کی تشہیر نہیں ہونے دی۔

کل رات سبّی جاتے ہوئے فوجی گشتی دستے نے اس افواہ کی رپورٹ دی کہ پندرہ سو سے تین ہزار تک مری قبیلے کے لوگ سبّی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ آج علی الصبح گشتی دستہ سبّی پہنچ گیا مگر افواہ کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ پولیٹکل ایجنٹ اس کی تفتیش کر رہے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۹۷

۲.۲.۸

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

کوئٹہ اور بیرونی مقامات میں امن و امان رہا۔ تمام راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ریلوے اور ڈاک کا مواصلاتی نظام بحال ہو گیا ہے۔ سرکاری دفاتر اور کئی دوکانیں دوبارہ کھل گئی ہیں۔ مزید (غیر مسلم) پناہ گزیں شہر واپس آ گئے ہیں اور باقیوں کی حالت اطمینان بخش ہے۔ فوجی گشتی دستے نے رپورٹ دی ہے کہ پٹ (Pat) کے علاقے میں سندھ کی سرحد تک سکون ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ

چونکہ مری قبائلیوں کے متعلق رپورٹ کی تصدیق نہیں کر سکے لہٰذا اسے نظر انداز کر دینا چاہئے۔ ریلوے کی انتظامیہ نے سبّی اور جیکب آباد کے درمیان موجود ریلوے کے ہندو عملے کو جیکب آباد میں اکٹھا کر لیا ہے۔ کل رات سبّی کے اسٹیشن ماسٹر اور ریلوے کے کئی اور ملازمین بلا اجازت فرار ہو گئے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۹

۲.۲.۹

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے پیغام[2] میں یہ بھی شامل ہے۔

اموات کی تعداد کا جو اندازہ کیا گیا تھا وہ صحیح نکلا۔[3] سبّی کے پولیٹکل ایجنٹ جیکب آباد سے ابھی واپس آئے ہیں اور ان کی رپورٹ کے مطابق سرحد تک امن و امان ہے۔ انہوں نے تصدیق کی کہ مری قبائلیوں کے بارے میں افواہ بے بنیاد تھی اور مری اور بگتی کے تمن داروں نے اعانت کا وعدہ کیا ہے۔ سبّی کے اسٹیشن ماسٹر سمیت، ہندو عملہ اور سارے خاکروب فرار ہو گئے ہیں۔

۲۔ ہمیں ہنر مند ہندوؤں کے تشویش ناک انخلاء کا سامنا ہے۔ ان میں دو تہائی ڈاکٹر، سارے انجینئر، دستکار، مکینک اور بہترین کلرکوں اور خاکروبوں کی اکثریت شامل ہے۔

۳۔ خان[4] نے کوئٹہ کے پولیٹکل ایجنٹ کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۱۰

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۸

۳۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۷

۴۔ اے آر خان

۲.۲.۱۰

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔اہم/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

سارے ہندو سرکاری ملازمین پارٹیشن آفس کے احکامات کے بغیر ہی نکل بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مَیں گرفتاری کی دھمکیوں سے اس ''سیلاب'' کو روکنے کی سعی کر رہا ہوں لیکن ممنون ہوں گا اگر آپ ہندوستان کو اس ریڈیو اعلان پر آمادہ کر سکیں کہ جو افراد پارٹیشن آفس کے احکامات کا انتظار نہیں کر سکتے انہیں وہاں ملازمت نہیں دی جائیگی۔ یہ خود ہندوستان کے مفاد میں نہیں ہوگا کہ نامعلوم افراد کا غیر منظّم ہجوم ان پر نازل ہو جائے۔ میرا خیال نہیں کہ ان ملازمین کو اب کسی خطرے کا سامنا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۳۵

۲.۲.۱۱

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے تار[۲] میں یہ بھی شامل ہے۔

فوجی چھاپے کامیاب رہے۔ پولیس کے ایک چھاپے میں دس ہزار روپے، ایک مغویہ لڑکی اور اس کے دو چھوٹے بھائیوں کی بازیابی ہوئی۔ آج تک اغواء کی یہی واردات ہوئی ہے۔ مَیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ ۱۲ اگست کو پشین اسکاؤٹس کے صوبہ دار میجر نے آٹھ ہندوؤں کو بچا لیا

جنہیں لاری میں گلستان سے باہر لے جایا جا رہا تھا۔ آٹھ گز فتیلہ اور ساڑھے چار پاؤنڈ آتش گیر مادہ پکڑا گیا جو بم بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ ہندو اور سکھ یہاں سے جانے پر تلے ہوئے ہیں اور ہر روز تقریباً دو ہزار افراد روانہ ہو رہے ہیں۔ مَیں نے نارتھ ویسٹرن ریلوے سے کہا ہے کہ وہ مسافروں کی اس غیر معمولی تعداد سے جودھپور ریلوے کو خبردار کر دے۔ قیدیوں کو کامیابی سے کوئٹہ سے منتقل کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہاں دباؤ کم ہو گیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۳۶

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۱۰

۲.۲.۱۲

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ فوری)

کوئٹہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

کوئٹہ میں پانچواں پُر امن دن گذرا اور صوبے بھر میں سکون ہے۔ (غیر مسلم) پناہ گزینوں کا مرکزی کیمپ کل بند کر دیا گیا۔ اعتماد بحال ہو رہا ہے۔ فوجی دستے اپنی گشت میں توسیع کر رہے ہیں۔ بازیابی کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ صحتِ عامّہ کے حالات تسلّی بخش ہیں۔ بیشتر دکانیں اب کھل گئی ہیں۔

رمزی حصہ اس کے بعد ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۴۳

۲.۲.۱۳

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے مغربی پنجاب کی حکومت سے کہا ہے کہ وہ مغربی پنجاب کے مہاجرین کو کوئٹہ آنے سے روکنے کیلئے ہر ممکن اقدام کریں اور اگر آپ بھی اس تجویز کی حمایت فرمائیں تو مَیں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ ایسے لوگوں کے داخلے کو روکنا ہمارے بس میں نہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ پنجاب والے اپنے لوگوں کی دیکھ بھال خود نہ کر سکیں۔ عام طور پر پنجابی مہاجرین یہاں مقبول نہیں ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۴۴

۲.۲.۱۴

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔فوری/ بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۸ اگست ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل، پاکستان۔ کراچی

حضورِ والا کے نام آج کے تار[۲] میں یہ بھی شامل ہے۔

اعتماد کی فضا آج کافی بہتر ہے اور ہندو آزادی سے گھوم پھر رہے ہیں۔ سرکاری ملازمین کو بدستور اپنا اپنا کام کرتے رہنے کا کل کا حکم غیر مقبول سہی مگر کارگر ثابت ہوا ہے۔[۳]

کل محض یہ واقعہ پیش آیا کہ قاضی عیسیٰ کے مکان پر مسلم لیگ کے ایک محافظ کو اپنے ہی ساتھی کی گولی لگ گئی جو اپنی بندوق صاف کر رہا تھا۔ پولیس نے دو لٹیروں کو گرفتار کر لیا۔ تفتیش

جاری ہے۔فوجی گشتی دستوں نے کسی خاص واقعہ کی اطلاع نہیں دی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۴۵
۲۔دستاویز نمبر ۲.۲.۱۲
۳۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

۲.۲.۱۵

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل۔کراچی

پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کوئٹہ بلکہ پورے بلوچستان میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔مزید دکانیں کھل گئی ہیں اور سرکاری دفاتر میں حالات معمول پر واپس آ رہے ہیں۔کل کرفیو میں مزید نرمی کر دی گئی تھی۔پشین اسکاؤٹس نے گلستان میں چھاپا مار کر آٹھ لٹیروں کو گرفتار کر لیا۔ رمزی حصہ بعد میں ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۶۲

۲.۲.۱۶

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

ژوب سے ابھی ملنے والی اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو قبائلی مَلِک حکومت سے تعاون

کررہے ہیں اورصورتِ حال تسلّی بخش ہے لیکن سرحد پار عناصر حالات کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوؤں کو کافی خدشہ تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد شاید مزید حملے ہوں لیکن کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۳

۲.۲.۱۷

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری)

کوئٹہ

۳۰ اگست ۱۹۴۷ء

پورا ہفتہ کوئٹہ اور سارا بلوچستان پُرسکون رہے۔ باقی مسائل انتظامی نوعیت کے ہیں اور جب تک صورتِ حال خراب نہ ہو حضورِ والا کو حالات کی مزید رپورٹیں نہیں بھیجی جائیں گی۔ تازہ تفصیلی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئٹہ میں ڈھائی فیصد مکانات اور دس فیصد دکانیں جلا دی گئی ہیں۔ رمزی حصہ بعد میں ہے۔[2]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۴
۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۱۸

۲.۲.۱۸

جیوفری پرائر بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔فوری/بصیغۂ راز)

کوئٹہ

۳۰ اگست ۱۹۴۷ء

حضورِ والا کے نام آج کے تار[2] میں یہ بھی شامل کرلیا جائے۔ کوئٹہ میں جو لاشیں ملی ہیں ان

کی کل تعداد ۱۴۷ ہے اور پورے صوبے میں اندازاً کل تعداد ۳۳۰ ہے۔ پھلوں کی اہم تجارت کا نظام مکمل طور پر درہم برہم ہو گیا ہے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ رہی ہے کہ ہندوؤں سے اگر کاروبار کرنا ہے تو پھر انہیں قتل نہیں کیا جا سکتا۔

فسادات کی تفصیلی رپورٹ مرتّب ہو رہی ہے اور سوموار کو خصوصی نامہ بر کے ہاتھ دفترِ خارجہ کو ارسال کر دی جائے گی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۶۵

۲۔ دستاویز نمبر ۲.۲.۱۷

۳
باؤنڈری کمیشن

۳.۱
تعارفی تبصرہ[۱]

پنجاب، بنگال اور سلہٹ سے متعلق باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز نے، جو ماؤنٹ بیٹن کی موجودگی میں دونوں مملکتوں کے نمائندوں کے ۱۶ اگست کے اجلاس میں پیش کئے گئے[۲]، پاکستان میں ہیجان برپا کر دیا اور ملک بھر میں حیرت، صدمے اور مایوسی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ یہ ایوارڈز صریحاً غیر منصفانہ تھے۔ اس حد بندی سے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے خلاف فسادات بھڑک اٹھے۔ مسلم لیگ کا یہ اندیشہ کہ در پردہ سازشوں سے پاکستان کو پنجاب کے اہم علاقوں سے محروم کیا جا رہا ہے، جس کا اظہار لیاقت علی خاں نے ازمے سے ۱۱ اگست سے کیا تھا[۳]، آخر کار صحیح ثابت ہوا۔

یہ ایوارڈز، مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف برطانیہ کی معاندانہ پالیسی کے مظہر تھے جو وائسرایوں کے رویّے سے ظاہر ہوئی اور جس کی منصوبہ بندی گلینسی[۴] (Glancy)، جنکنز[۵]، مینن، راؤ[۶]، جارج ایبل[۷] اور ویول نے ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں کی تھی۔ ان منصوبوں کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے:

۱۔ پاکستان کو جتنا ممکن ہو ''چھوٹا اور نا قابلِ قبول'' بنایا جائے۔

۲۔ ہندوستان کو آسام کے غیر مسلم علاقوں تک پہنچنے کیلئے راہداری مہیا کی جائے۔[۸]

۳۔ سب سے معنی خیز خاکہ وہ تھا جو وی پی مینن اور بی این راؤ نے جنوری ۱۹۴۶ء میں ویول کے کہنے پر تیار کیا تھا۔[۹] اِس منصوبے کے تحت ویول نے حسبِ ذیل سفارش کی:

'' جغرافیائی وجوہات کی بناء پر گورداسپور کو لازماً امرتسر کے ساتھ جانا

چاہیے اور چونکہ امرتسر سکھوں کا مقدّس شہر ہے لہٰذا اسے پاکستان سے باہر رہنا چاہئے۔"

ویول نے اعتراف کیا:

"یہ بے ڈھب تو لگتا ہے کیونکہ لاہور ضلع کا بیشتر حصہ اپر باری دوآب کنال سے سیراب ہوتا ہے جس کا ہیڈ ورکس گورداسپور میں ہے لیکن ایسا حل کوئی نہیں جس میں ایسی مشکلات نہ ہوں۔"[10]

اصل مدعا یہ تھا کہ در پردہ کشمیر کو گورداسپور ضلع میں پٹھانکوٹ کے راستے ہندوستان سے زمینی تعلق مل جائے جیسا کہ مینن نے بعد میں لکھا:

"ممکن ہے کہ کشمیر جیسی مسلم اکثریتی ریاست زیادہ دیر تک پاکستان سے علیحدہ نہ رکھی جا سکے اور ہم اس مسئلے کو اپنا قدرتی حل تلاش کرنے کیلئے چھوڑے دیتے ہیں۔ حیدرآباد کے برعکس (جو ہندوستان کی آغوش میں واقع ہے) کشمیر پاکستان کی آغوش میں نہیں ہے لہٰذا وہ ہندوستان کے ساتھ راہداری کا مطالبہ کر سکتا ہے بشرطیکہ ضلع گورداسپور کا ایک حصہ مشرقی پنجاب کو دے دیا جائے۔"[11]

۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مینن کی اس سفارش کی توثیق کرتے ہوئے ماؤنٹ بیٹن نے نواب بھوپال اور مہاراجہ اندور سے کہا کہ کشمیر کا "جغرافیائی محل وقوع کچھ ایسا ہے کہ وہ دونوں میں سے کسی بھی مملکت میں شامل ہو سکتا ہے بشرطیکہ حد بندی کمیشن گورداسپور کا کچھ حصہ مشرقی پنجاب میں شامل کر دے۔"[12]

شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نے ریڈکلف پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ پنجاب کے باؤنڈری ایوارڈ میں تبدیلی کر کے فیروز پور اور زیرا کی تحصیلیں بھی ہندوستان کو دے دیں جو پہلے پاکستان میں شامل کی گئی تھیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سیکرٹری کرسٹوفر بومانٹ (Christopher Beaumont) کے اُس نقشے میں جو وائسرائے کے عملے نے ۸ اگست کو جنکنز کو بھیجا تھا فیروز پور اور زیرا پاکستان میں شامل تھے لیکن[13] ۱۱ اگست کے لگ بھگ

جارج ایبل نے جنکنز کو بتایا کہ جس علاقے میں فیروز پور اور زیرا شامل ہیں اسے نقشے سے نکال دیا جائے۔[۱۴]

اگرچہ ماؤنٹ بیٹن[۱۵] اور ریڈکلف[۱۶] دونوں ہی نے اس سے انکار کیا ہے کہ انہوں نے ایوارڈ میں کوئی تبدیلی کی تھی۔ بومانٹ نے ۱۹۹۲ء میں اعتراف کیا کہ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کے فائدے کیلئے باؤنڈری ایوارڈ میں ریڈکلف سے فیروز پور اور زیرا کے متعلق ترمیم کروائی تھی۔[۱۷] انہوں نے ماؤنٹ بیٹن کے جوائنٹ پرائیویٹ سیکرٹری والٹر کرسٹی (Walter Christie) کی ڈائری میں ۱۱ اگست کے اس اندراج کا بھی حوالہ دیا ''ہز ایکسیلنسی کو ریڈکلف کو پنجاب کی باؤنڈری بدلنے کی ترغیب دینے سے روکنا بہت دشوار ہو رہا ہے۔''[۱۸] اس نئے ثبوت سے واضح ہو گیا کہ ماؤنٹ بیٹن نے یقیناً ریڈکلف ایوارڈ میں تبدیلی کرائی تھی اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت[۱۹] گورداسپور ہندوستان کو دے کر اُس سے کشمیر کے الحاق کی راہ ہموار کی تھی۔

بنگال میں ریڈکلف نے مرشد آباد کا مسلم اکثریتی ضلع، ضلع ندیا کا دو تہائی، پورا مالدہ، اور جیسور کے دو پولیس تھانے، بن گاؤں اور گائے گھاٹا، ہندوستان کو عطا کر دیے حالانکہ یہ سارے علاقے اصولی طور پر پاکستان میں شامل کئے گئے تھے۔ ہندوستان کو مغربی بنگال سے آسام تک پاکستان کے علاقے دیناجپور میں سے ایک راہداری فراہم کی گئی اور اس طرح سے ۳۵ لاکھ مسلمان آبادی کا چھ ہزار مربع میل رقبہ ہندوستان کو دے دیا گیا۔ کلکتہ بھی ہندوستان میں شامل کر دیا گیا حالانکہ یہ مشرقی بنگال کی معیشت کیلئے لازم ملزوم تھا کیونکہ وہیں کلکتہ کی ملوں کیلئے ساری پٹ سن پیدا ہوتی ہے۔ سردار پٹیل نے ۱۵ جنوری ۱۹۵۰ء کو کلکتہ کے ایک جلسۂ عام میں بتایا کہ کانگریس نے یہ تہیّہ کر رکھا تھا کہ ''اگر کلکتے کا شہر ہندوستان کو نہ دیا گیا تو بنگال کی تقسیم کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔'' مینن[۲۰] نے بھی اپنے ''پاکستان کے علاقوں کی حد بندی'' نوٹ میں معنی خیز طور پر کلکتے کو پاکستان کے علاقوں سے علیحدہ قرار دیا تھا۔ بنگال کی مجوزہ ضلع واری تقسیم میں دارجلنگ اور جل پائیگوڑی کو بھی ہندوستان میں شامل کیا گیا تھا۔

سلہٹ کے معاملے میں ایوارڈ نے پاکستان کو گوالپاڑہ، کچھار اور نوگاؤں کے مسلم

اکثریتی اضلاع اور خود سلہٹ کو تین تھانوں سے محروم کر دیا۔ البتہ چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے پاکستان کو دے دیے گئے کیونکہ ''انہیں اس ملک کے سوا جس کے پاس چٹاگانگ کا ضلع ہو کسی دوسرے ملک کو سونپنا بہت مشکل تھا۔''[۲۱]

من مانی حد بندی کے یہ شاہکار ایوارڈز ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء کو شائع کیے گئے جس سے فوری طور پر پاکستان میں رنج اور شدید مایوسی پھیل گئی۔ ۲۱ اگست کے ''ڈان'' نے انہیں ''علاقائی قتل'' سے تعبیر کیا اور احتجاج کیا کہ ''پاکستان کو دھوکے سے پنجاب، بنگال اور سلہٹ کے ایسے وسیع علاقوں سے محروم کر دیا گیا جن پر اس کا لاینفک حق تھا۔''[۲۲] قائد بھی اپنے ہم وطنوں کے صدمے میں برابر کے شریک تھے لیکن انہوں نے تلقین کی کہ سب کچھ ہمّت اور حوصلے سے برداشت کیا جائے۔ انہوں نے کہا:

''ہندوستان قطعی اور اٹل طور پر تقسیم ہو چکا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری اس عظیم اور آزاد اسلامی مملکت کی حد بندی میں کیسی کیسی ناانصافیاں کی گئی ہیں۔ ہمیں جتنا مختصر کیا جا سکتا تھا کر دیا گیا اور جو آخری دھچکا ہمیں لگا وہ باؤنڈری ایوارڈ تھا۔ یہ ایوارڈ نہ صرف غیر منصفانہ اور ناقابلِ فہم ہے بلکہ بدنیتی پر مبنی ہے۔ اسے ایک قانونی فیصلہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ ایک سیاسی ایوارڈ ہے۔ تاہم چونکہ ہم اسے تسلیم کرنے کا عہد کر چکے ہیں اب ہم اسکے پابند ہیں۔''[۲۳]

اس ناروا حد بندی نے پاکستان کو مجبور کر دیا کہ وہ اقوامِ متحدہ سے احتجاج کرے۔ پاکستان کے وزیرِ خارجہ ظفر اللہ خان نے پنجاب کی تقسیم میں ماؤنٹ بیٹن کے مشکوک کردار کی جانب بین الاقوامی ادارے کی توجہ مبذول کرائی۔[۲۴] ماؤنٹ بیٹن نے ان الزامات پر شدید ردِعمل ظاہر کیا اور وزیرِ اعظم ایٹلی[۲۵] اور دولتِ مشترکہ کے سیکرٹری نوئیل بیکر[۲۶] (Noel-Baker) سے درخواست کی کہ وہ ان الزامات کی تردید کریں۔

نوئل بیکر نے ظفر اللہ خان کو دھمکا کر باز رکھنے کی کوشش کی کہ وہ ماؤنٹ بیٹن پر یہ تہمت نہ لگائیں کہ انہوں نے پاکستان کے خلاف ریڈکلف ایوارڈ میں آخری وقت تبدیلی کرائی تھی اور یہ

کہ حکومتِ ہند سکھ رہنماؤں کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی تھی۔

''میرا مشورہ ہے کہ ان الزامات کو پیش کرنا انتہائی غیر دانشمندانہ اور نازیبا قدم ہوگا۔ غیر دانشمندانہ اسلئے کہ ہم ضرور ان کی تردید کریں گے اور نازیبا اس لئے کہ ان سے ہندوستان میں ملک معظم کے نمائندے کے وقار اور شہرت پر برا اثر بڑے گا جو علانیہ اپنی مدافعت نہیں کرسکتا۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ کے ایسے ارادے کے متعلق ہم نے جو کچھ سنا ہے وہ غلط ثابت ہوگا۔''[۲۷]

بعدازاں ازمے نے لندن سے ماؤنٹ بیٹن کو اطلاع دی کہ ایٹلی سے انہیں معلوم ہوا ہے کہ ''ظفر اللہ باؤنڈری کمیشن پر سارے فضول الزامات سے دستبردار ہوگئے ہیں''۔[۲۸]

باؤنڈری ایوارڈ کا اعلان کس دن کیا جائے، اس پر بھی اختلاف پیدا ہوگیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ۱۱ جولائی کو کہا ''جناح، نہرو اور باؤنڈری کمیشن کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کام ۱۵ اگست تک مکمل ہو جائے اور سر ریڈکلف بھی رضامند ہیں''۔[۲۹] تاہم خود ماؤنٹ بیٹن کی خواہش تھی کہ یہ کارروائی ۱۰ اگست تک مکمل ہو جائے کیونکہ بقول ان کے ''۱۵ اگست سے فوراً پہلے آخری لمحوں میں ان ایوارڈز کے اعلان سے بدنظمی کا خطرہ بڑھ سکتا ہے''۔[۳۰]

سیروائی (Seervai) کی کتاب ''دی پارٹیشن آف انڈیا: لے جنڈ اینڈ ریالٹی''، (The Partition of India:Legend and Reality)، ۱۹۹۰ء کے مطابق ماؤنٹ بیٹن نے ان ایوارڈز کو ۱۵ اگست کے بعد تک روکے رکھنے کا فیصلہ ان وجوہات کی بناء پر کیا تھا:

الف۔ یہ نزاعی ایوارڈز آزادی کے دن کی تقریبات میں بدمزگی پیدا کردیں گے۔[۳۱]

ب۔ چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کی پاکستان میں شمولیت سے کانگریس کا مخالفانہ ردِعمل کہیں ''آزادی کے بعد ہندوستان اور برطانیہ کے تعلقات پر تباہ کن اثرات نہ ڈالے''۔[۳۲]

ج۔ ۱۵ اگست کے بعد ان کی اشاعت سے بالخصوص پاکستان میں صدمہ اور مایوسی کم ہوگی اور انگریزوں سے نفرت میں زیادہ شدّت نہیں رہے گی۔[۳۳]

ایوارڈز کے اعلان میں تاخیر کی ایک بودی دلیل ماؤنٹ بیٹن نے ان الفاظ میں دی:

''سر سِرل ریڈکلف نے ۱۳ اگست کو یہ ایوارڈ اس وقت پیش کیا جب مَیں ۱۴ اگست کو آزادی کی تقریبات میں شرکت کیلئے کراچی روانہ ہونے والا تھا اور دوسرے ہی دن دہلی میں آزادی کی تقریبات تھیں۔ لہٰذا مَیں نے ان ایوارڈز کو روکے رکھا، تا کہ ۱۶ اگست کو مَیں ان پر پنڈت نہرو اور مسٹر لیاقت علی خاں سے تبادلۂ خیال کرلوں۔''[۳۴]

ان کے سرکاری سوانح نگار فلپ زیگلر (Philip Ziegler) کی رائے کی روشنی میں ماؤنٹ بیٹن ایک چالباز انسان کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ''ماؤنٹ بیٹن اپنی تعریف وتوصیف کی خاطر جھوٹ کو سچ پر ترجیح دیتے تھے۔ اگر کوئی مقصد ان کے خیال میں اچھا ہوتا تو اس کے حصول میں جوڑتوڑ اور حتیٰ کہ چالبازی کو بھی نامناسب نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایسے عمل کو جائز اور 'ہاتھ کی صفائی' شمار کرتے۔ صریح جھوٹ اگرچہ ممنوع تھا لیکن مصلحت آمیز جھوٹ کی اجازت تھی''۔[۳۵]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کا تعارف
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۸
۳۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۴
۴۔ جناح پیپرز جلد اوّل/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵
۵۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۱۰ کا ملفوفہ ۲ اور دستاویز نمبر ۶۷
۶۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۳۷
۷۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۴۰ اور ۴۱
۸۔ جناح پیپرز جلد دوم کا تعارف صفحہ ۲۳
۹۔ جناح پیپرز جلد اوّل/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۴۵
۱۰۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۳
۱۱۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۰، ایلسٹیئر لیم اس نتیجے پر پہنچے کہ ''اگر حد بندی کمیشن گورداسپور کی تین مشرقی تحصیلیں ہندوستان کو دے دیتا تو جموں وکشمیر کا ہندوستان سے الحاق قابلِ عمل ہوسکتا تھا۔'' دیکھئے ''کشمیر ایک متنازعہ ورثہ ۱۹۹۰-۱۸۴۶ء''، (Kashmir: A Disputed Legacy 1846-1990)، کراچی، ۱۹۹۲ء
۱۲۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۳۵
۱۳۔ دستاویزات نمبر ۳.۱.۱ اور ۳.۱.۲

۱۴۔ دستاویز نمبر ۱.۱.۳ کا نوٹ ۲
۱۵۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۳۱
۱۶۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۳۴
۱۷ اور ۱۸۔ دستاویز نمبر ۵.۴.۳
۱۹۔ جناح پیپرز جلد اوّل/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۳
۲۰۔ دی اسٹیٹسمین، دہلی، ۱۷ جنوری ۱۹۵۱ء
۲۱۔ دستاویز نمبر ۲.۳ کا ضمیمہ ۲
۲۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۱۷
۲۳۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۴.۱.۲
۲۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۲۸
۲۵۔ دستاویز نمبر ۲.۴.۳
۲۶۔ دستاویز نمبر ۳.۴.۳
۲۷۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۲۷
۲۸۔ دستاویز نمبر ۴.۴.۳
۲۹۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲
۳۰۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۲۰۰
۳۱۔ ''دی پارٹیشن آف انڈیا: لے جنڈ اینڈ ریالٹی'' مصنفہ ایچ ایم سیروائی، بمبئی، ۱۹۹۰ء
۳۲۔ دستاویز نمبر ۱.۱.۸
۳۳۔ ''دی پارٹیشن آف انڈیا''، مصنفہ سیروائی
۳۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۳۲
۳۵۔ ''ماؤنٹ بیٹن، دی آفیشل بایوگرافی''، مصنفہ فلپ زیگلر، لندن، ۱۹۸۵ء۔ مزید دیکھئے ''دی پارٹیشن آف انڈیا'' مصنفہ سیروائی

۳.۱.۱

جارج ایبل بنام ایس ای ایبٹ (S. E. Abbott)[1]

انتہائی خفیہ
۸ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر ایبٹ

ملفوف نقشے[2] میں اندازاً وہ حد بندی دکھائی گئی ہے جو سر سرل ریڈکلف اپنے ایوارڈ میں تجویز کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی کرسٹوفر بومانٹ کا وضاحتی نوٹ[3] ارسال ہے۔ اگرچہ اس حد بندی

میں کچھ زیادہ ردّوبدل کا امکان نہیں ہے لیکن ضلع لاہور کے دیہات اور ذیل داری حدود کا واضح تعیّن کرنا باقی ہے۔

آئندہ ۲۴ گھنٹوں میں ایوارڈ کے ملنے کی توقع ہے۔اس کے اعلان کا امکانی وقت مَیں بعد میں آپ کو بتادوں گا۔اگر گورنر صاحب اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں تو آپ مجھے فون کردیں۔

آپ کا مخلص

جی ای بی ایبل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر۳

۲۔ نقشے میں جو سرحدی خط دکھایا گیا تھا اس میں فیروزپور اور زیرا کی پوری تحصیلیں پاکستان میں شامل تھیں۔ وائسرائے ہاؤس سے ۱۰ یا ۱۱ اگست کو خفیہ فون پر ایک پیغام موصول ہوا کہ یہ تحصیلیں خارج کردی جائیں۔ان دستاویزات کو پاکستان کے وزیرِ خارجہ نے بطور ثبوت پیش کیا۔ ۱۹۶۷ء میں لندن کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز کے ایک سیمینار میں پروفیسر زیڈ ایچ زیدی کے ایک سوال کے جواب میں ریڈکلف نے اعتراف کیا کہ انہوں نے باؤنڈری کمیشن سے متعلق سارا مواد تلف کردیا تھا۔

۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر۳ کا انکلوژر۔شائع نہیں کیا گیا۔

۳.۱.۲

ایون جنکنز کی یادداشت[۱]

۸ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے اسکاٹ[۲] جنرل ریز[۳] کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔اس کا ماحصل یہ نظر آتا ہے کہ:

(۱)۔گورداسپور سوائے شکرگڑھ تحصیل کے مشرقی پنجاب کو جائے گا۔

اقدام: شکرگڑھ تحصیل کو جوں کا توں سیالکوٹ کے ضلع میں لے جانا ہوگا۔

(۲)۔ضلع لاہور کے بہت سے غیر صراحت شدہ دیہات مشرقی پنجاب میں جائیں گے۔

اقدام: جب حد بندی ہو جائیگی تو ان دیہات کو لاہور سے نکال کر امرتسر میں (تحصیل ترن تارن) لے جانا ہوگا۔

(۳)۔فیروزپور اور زیرا کی تحصیلیں مغربی پنجاب کو جائیں گی۔

اقدام (الف): ان تحصیلوں کا تبادلہ ضلع لاہور میں کرنا ہوگا۔
(ب): ایک نیا مشرقی ضلع بنانا پڑے گا (موگا میں؟) جس میں موگا، مُکتسر، فاضلکا کی تحصیلیں اور نتھانہ اور آبوہار کی ذیلی تحصیلیں شامل ہوں گی۔

۲۔ اب ہمیں چاہئے کہ سیالکوٹ، گورداسپور، امرتسر، لاہور اور فیروز پور (اور شاید گجرانوالہ، شیخوپورہ) کے ڈپٹی کمشنروں کو اس کی اطلاع دیدیں۔[۴]

۳۔ کل صبح انسپکٹر جنرل پولیس کی جنرل ریز کے ساتھ کانفرنس ہوگی۔

(ایون جنکنز)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۴
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۱
۳۔ کمانڈر پنجاب باؤنڈری فورس
۴۔ حاشیہ پر جنکنز نے لکھا ''بہتر ہے کہ یہ کام آئی جی پولیس کرے۔''

۳.۱.۳

مہاراجہ بیکانیر بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار)[۲]

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

یہ افواہ بہت گرم ہے کہ باؤنڈری کمیشن تحصیل فیروز پور مغربی پنجاب کو دینا چاہتا ہے۔ اس تحصیل میں بیکانیر — گنگ نہر کے ہیڈ ورکس واقع ہیں اور موجودہ معاہدے کے تحت ریاست اس دوامی نہر سے پانی کی مخصوص مقدار کی حقدار ہے۔ اگر اس پانی کا انتظام اور نگرانی کلی طور پر مغربی پنجاب کے ہاتھ آ گئی تو ریاست بیکانیر کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے کیونکہ اس کی معیشت کا دارومدار نہر گنگ کے پانی پر ہے۔ امید ہے کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ پر حتمی فیصلہ کرتے وقت حضورِ والا بیکانیر ریاست کے مفادات کا بھی خیال رکھیں گے کیونکہ معاہدے کا ایک فریق ہوتے ہوئے بھی اس انتظام کے بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ گذارش ہے کہ فیصلے سے پہلے

حضورِ والا میرے وزیرِ اعلیٰ اور چیف انجینئر آبپاشی کو حقائق پیش کرنے کا موقع دیں جو ۱۱ تاریخ کو دہلی پہنچ رہے ہیں۔

مہاراجہ بیکانیر

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۷

۲۔ بیکانیر کے چیف انجینئر آبپاشی کنور سین (Kanwar Sain) اپنی کتاب ''ایک انجینئر کی یادداشتیں''، (Reminiscences of an Engineer)، نئی دہلی، ۱۹۷۸ء۔ میں کہتے ہیں کہ ''مَیں اور سردار پانیکر (بیکانیر کے وزیرِ اعلیٰ) ۱۱ اگست کو ماؤنٹ بیٹن سے ملے تو ماؤنٹ بیٹن نے اس مسئلے پر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم جب وائسرائے سے کہا گیا کہ مہاراجہ نے عندیہ دیا ہے کہ اگر فیروز پور ہیڈ ورکس اور گنگ کنال پاکستان میں شامل ہو گئے تو بیکانیر کیلئے پاکستان میں شامل ہونے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوگا تو ماؤنٹ بیٹن کے چہرے کا رنگ بدلتا نظر آیا''

۳.۱.۴

ایچ ایل از مے بنام لیاقت علی خاں[۱]

نجی/ذاتی

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر لیاقت

محمد علی کے ذریعے آپ کا نجی پیغام[۲] ملنے پر مَیں دم بخود رہ گیا۔ میری سمجھ کے مطابق پیغام کا لبِ لباب حسبِ ذیل ہے:

۱۔ باؤنڈری کمیشن نے گورداسپور یا اس کا بیشتر حصہ مشرقی پنجاب کو دے دیا ہے اور یہ فیصلہ سیاسی مصلحت کی بنا کیا گیا ہے نہ کہ قانونی بنیادوں پر۔

۲۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ ایک شدید ناانصافی ہوگی، جسے انگریزوں کی جانب سے عہد شکنی گردانا جائیگا۔

اس سے پیشتر کہ مَیں اپنی رائے دوں بہتر ہوگا کہ میری دانست میں جو پس منظر ہے اس کی وضاحت کر دوں:

الف۔ وائسرائے نے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ کسی قسم کی ثالثی یا

باؤنڈری کمیشن سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہوگا۔

ب۔ خود ہندوستان کے رہنماؤں نے باؤنڈری کمیشنوں کے ارکان کے انتخاب اور ان کی شرائط کار کا تعیّن کیا اور وعدہ کیا کہ ایوارڈ جیسا بھی ہوا اس کی تعمیل کی جائے گی۔

ج۔ وائسرائے کا ہمیشہ سے اور اب بھی یہی مصّمم ارادہ ہے کہ وہ اس سارے کاروبار سے علیحدہ رہیں گے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے آپ کو بتایا تھا کہ جب ریڈکلف نے اپنی شرائطِ کار کے بارے میں ان سے استفسار کیا تو ان کا جواب تھا کہ وہ اپنی رائے کے اظہار تک کو مناسب نہیں سمجھتے۔

لہٰذا میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ مجھ سے اور کس اقدام کی توقع رکھتے ہیں۔ اوّل تو ریڈکلف کی حتمی رپورٹ ابھی تیار نہیں ہوئی اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ آپ کس بناء پر یہ کہہ رہے ہیں کہ گورداسپور مشرقی پنجاب کو دے دیا گیا ہے۔

بالفرض اگر آپ کا خدشہ درست ہے تو بھی آپ ہرگز یہ توقع نہ رکھیں کہ وائسرائے ریڈکلف کو کسی تبدیلی کا مشورہ دیں گے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ وائسرائے کو الزام دے رہے ہیں کہ وہ اس ایوارڈ پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ گو بعض لاعلم عناصر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ایوارڈ ریڈکلف کا نہیں بلکہ وائسرائے کا ہوگا[۲] لیکن مَیں ایک لمحے کیلئے بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ آپ بھی، جو ہر چیز سے واقف ہیں، یہ گمان رکھ سکتے ہیں کہ وائسرائے ایسے کام میں ملوث ہوں گے۔

آپ کا مخلص

ازمے

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۹
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ا

۳.۱.۵

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ایون جنکنز[1]

(تار۔فوری/خفیہ)

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

اب یہ واضح ہے کہ پنجاب اور بنگال کے مکمل ایوارڈز ۱۵ کی شام یا ۱۶ کی صبح سے پہلے اشاعت کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔ مَیں نے ترویدی کو آگاہ کر دیا ہے اور وہ اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ ۱۵ تاریخ کو مشرقی اور مغربی پنجاب کی دونوں حکومتیں متوقع سرحدوں کے مطابق باگ ڈور سنبھال لیں اور جہاں ضرورت پڑے وہاں بعد میں ردّوبدل کر لیں۔

(ماؤنٹ بیٹن آف برما)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۰

۳.۱.۶

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام فریڈرک بروز وایون جنکنز[1]

(تار۔انتہائی فوری)

کیمپ کراچی

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

آپ بے شک یہ اعلان کر دیں کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز ۱۶ اگست سے پہلے اشاعت کیلئے تیار نہیں ہو سکتے اور ان کی اشاعت اور تعمیل ہونے تک مشرقی اور مغربی بنگال/ پنجاب کی حکومتیں متوقع سرحد کے مطابق باگ ڈور سنبھال لیں۔

(صرف جے پی ایس وی[2] کیلئے: پنڈت نہرو کے اتفاقِ رائے کے بعد اسی طرح کا

اعلان دہلی میں بھی کر دیں۔ حکومتِ پاکستان نے منظور کر لیا ہے)۔[۱]

(ماؤنٹ بیٹن آف برما)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۲

۲، ۳۔ وائسرائے کا جوائنٹ پرائیویٹ سیکرٹری والٹر کرسٹی جس نے ۱۴ اگست کو لکھا ''پنڈت نہرو متفق ہیں''۔

۳.۱.۷

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[۱]

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر جناح

مجھے اطلاع ملی ہے کہ سر سِرل ریڈکلف آج باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ بھیج رہے ہیں لیکن وہ میرے کراچی روانہ ہونے سے پہلے نہیں پہنچ سکے گا لہٰذا فی الحال مجھے اس کے متن کا علم نہیں ہے۔

میرا یہ ارادہ تھا کہ جونہی یہ موصول ہو مَیں اسے گزٹ ایکسٹرا آرڈیزی میں شائع کرادوں گا اور نقشوں کی نقول بنوالوں گا لیکن جو خبریں مَیں نے سنی ہیں اور ہندوستان اور پاکستان کے رہنماؤں سے جو پیغامات[۲] مجھے ملے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان فیصلوں کی نوعیت کے بارے میں کئی اندیشے پائے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ان ایوارڈز پر ہندوستان اور پاکستان کے بااختیار نمائندوں کے درمیان گفت وشنید ہوئے بغیر ان کی اشاعت کر دی جائے۔ اس گفت وشنید کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

الف۔ اشاعت کے وقت اور طریقے کا فیصلہ کرنا اور

ب۔ پارٹیشن کونسل نے ایوارڈ تسلیم کرنیکی جو ذمہ داری قبول کی تھی اس پر عمل درآمد کرانے کا طریقۂ کار وضع کرنا۔

اس اجلاس سے فریقین کو یہ موقع ملے گا کہ وہ چاہیں تو اتفاقِ رائے سے سرحدوں

میں ردّوبدل کر سکتے ہیں۔

لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ مہربانی فرما کر وزارتی سطح کے کسی نمائندے یا نمائندوں کو دہلی بھیج دیں تا کہ ہفتہ ۱۶ اگست کی صبح جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہ اجلاس منعقد ہو جائے۔ امید ہے کہ تب تک ایوارڈ اور نقشوں کی نقول تیار ہو جائیں گی جن پر اس اجلاس میں غور کیا جائے گا۔[۳]

اس اجلاس کیلئے مَیں گورنمنٹ ہاؤس (وائسرائے ہاؤس کا نیا نام) آپ کی تحویل میں دینے کیلئے تیار ہوں۔ اجلاس کی صدارت کرنا میرے لئے ممکن نہیں بلکہ میرے خیال میں اس اجلاس میں میری شرکت بھی نامناسب ہوگی۔ لیکن اگر دونوں فریق مجھ سے مشورہ کرنا چاہیں تو مَیں موجود رہوں گا۔

مزید یہ کہ بنگال اور پنجاب کے گورنروں کو بتا دیا گیا ہے[۴] کہ ۱۵ اگست سے لے کر اس وقت تک جب یہ ایوارڈ شائع ہو کر نافذ نہ ہو جائے متوقع سرحدوں کے اندر تمام علاقوں کی ذمّہ دار ہر صوبے کے دونوں حصوں کی حکومتیں ہوں گی۔[۵]

مَیں نے ایسا ہی ایک خط پنڈت نہرو کو بھی لکھا ہے۔ آپ کے نمائندے کو مَیں بخوشی گورنمنٹ ہاؤس میں ٹھہراؤں گا۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۳

۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۴

۳۔ پنڈت نہرو کو اسی طرح کے خط میں ماؤنٹ بیٹن نے لکھا ''اگر مسٹر جناح نے منظور کر لیا تو کل کراچی سے واپسی پر آپ کو مطلع کر دوں گا۔ ''لیاقت ۱۶ اگست کے اجلاس کیلئے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچنے پر تیار ہو گئے''۔

۴۔ دستاویز نمبر ۳.۱.۶

۵۔ گزٹ آف پاکستان ایکسٹرا آرڈیزی میں یہ ایوارڈز ۱۷ اگست کو شائع ہوئے۔

۳.۱.۸

لوئی ماؤنٹ بیٹن اور پاکستان و ہندوستان کے نمائندوں کا اجلاس[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔ نئی دہلی

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں	جواہر لال نہرو
فضل الرحمٰن	ولبھ بھائی پٹیل
محمد علی	بلدیو سنگھ

وی پی مینن (V. P. Menon)

ارسکین کرم (Erskine Crum)

اس اجلاس[۲] میں باؤنڈری کمیشنوں کے ایوارڈز[۳] زیرِ غور آئے جن کی نقول وزراء کو مشترکہ دفاعی کونسل (Joint Defence Council) کے اجلاس کے بعد فراہم کر دی گئی تھیں۔

بنگال

۲۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ انھوں نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ باؤنڈری کمیشن اپنی شرائطِ کار کے تحت چٹاگانگ ہل ٹریکٹس (Chittagong Hill Tracts) کو مشرقی بنگال کے حوالے کر سکتا ہے۔ ممتاز ماہرین قانون نے بھی اس نقطۂ نظر کی توثیق کی ہے۔ یہ ٹریکٹس خارج شدہ علاقے تھے اور بنگال کونسل میں ان کی نمائندگی نہیں تھی۔ انھوں نے اور ان کے رفقاء نے علاقے کے سرداروں کو، جو ان کے پاس آئے تھے، یقین دہانی کرائی تھی، کہ ان کے علاقے کو پاکستان میں شامل کیا جانا خارج از امکان ہے۔ اس خطے کی آبادی اگرچہ تھوڑی (تقریباً ۵ لاکھ) ہے مگر ان

میں ۹۷ فیصد ہندو اور بودھ ہیں اور بلا شک وہاں کے لوگ مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے ہندوستان میں شامل ہونے کو ترجیح دیں گے۔ لہٰذا چٹا گانگ ہل ٹریکٹس کو ہندوستان کا حصہ ہونا چاہئے۔ سر سِرل ریڈکلف (Cyril Radcliffe) کو اس مسئلے میں ہاتھ ڈالنے سے باز رہنا چاہئے تھا۔

۳۔ گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن نے وہ وجوہات بیان کیں جن کی بناء پر سر ریڈکلف نے سلہٹ کو مشرقی بنگال میں شامل کیا۔ انہوں نے خصوصی طور پر اس اقتصادی بندھن کی طرف توجہ دلائی جو ضلع چٹا گانگ اور ہل ٹریکٹس کے درمیان موجود ہے۔ انہوں نے چٹا گانگ کی بندرگاہ کیلئے دریائے کرنافُلی کی مناسب نگرانی کی اہمیت پر بھی زور دیا جو ہل ٹریکٹس کے درمیان سے گذرتا ہے۔

۴۔ مسٹر فضل الرحمٰن کا خیال تھا کہ ضلع چٹا گانگ سے علیحدہ ہو کر چٹا گانگ ہل ٹریکٹس کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا۔ ان کی رائے میں ہل ٹریکٹس کی مشرقی بنگال میں شمولیت شرائطِ کار کے مطابق تھی۔ درحقیقت ''ملحقہ'' کی شق اسے مغربی بنگال میں شامل کئے جانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

۵۔ گورنر جنرل نے بتایا کہ سر فریڈرک برّوز (Frederick Burrows)، گورنر بنگال کا یہ نقطۂ نظر رہا ہے کہ اگر ہل ٹریکٹس کو مشرقی بنگال کے ساتھ نہ رکھا گیا تو ان کی ساری معیشت درہم برہم ہو جائے گی۔ تاہم انہوں نے یقین دلایا کہ سر فریڈرک نے اس معاملے میں سر ریڈکلف سے کوئی بات نہیں کی۔ لہٰذا ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی طرح سے فیصلے پر اثر انداز ہوئے ہوں۔

۶۔ گورنر جنرل نے ایک ایسے تصفیے کی بھی نشان دہی کی جس کے تحت دریائے کرنافُلی کے بالائی حصّے کے پانی کے تحفّظ کے لئے دریا کی دونوں جانب کی پٹّی پاکستان کو دے دی جائے اور ہل ٹریکٹس کا بقیہ علاقہ ہندوستان کے سپرد ہو جائے۔

۷۔ مگر کسی فریق نے اسے اطمینان بخش حل قرار نہیں دیا۔ پنڈت نہرو کی رائے تھی کہ ہندوستان کو پورے علاقے کا انتظام دیا جانا چاہئے۔ دریا کی ہر دو جانب ایک پٹّی پاکستان کے

حوالے کر دینے کا مطلب علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ اگر چٹا گانگ ہل ٹریکٹس کا علاقہ ہندوستان کو دیدیا جائے تو دونوں حکومتوں کے درمیان ایک علیحدہ معاہدہ طے پا سکتا ہے جس کے ذریعے پاکستان کو ضروری سہولتیں دی جا سکتی ہیں۔

۸۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ وہ محض اس ایک علاقے میں ردّ و بدل کی تجویز پر غور کرنے کو تیار نہیں۔ دونوں کمیشنوں کے ایوارڈ کو مجموعی طور پر دیکھنے سے پتہ چلے گا کہ مسٹر ریڈکلف نے شرائطِ کار کے بنیادی اصول کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا ہے۔ مزید برآں چٹا گانگ ہل ٹریکٹس مشرقی بنگال میں پن بجلی کا واحد ذریعہ ہیں۔

۹۔ اس پر گورنر جنرل نے کہا کہ دونوں حکومتیں چاہیں تو علاقے کے باہمی تبادلے پر اتفاق کر سکتی ہیں۔ اگر چٹا گانگ ہل ٹریکٹس ہندوستان کو دئے جائیں تو پھر وہ مسلم اکثریت کا علاقہ جو ہندوستان کو دے دیا گیا ہو تبادلے میں پاکستان کو دیدیا جائے۔

۱۰۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ کمیشنوں کے فیصلوں سے مجموعی طور پر پاکستان کی اس قدر حق تلفی کی گئی ہے کہ وہ محض ایک معمولی ترمیم پر غور کیلئے تیار نہیں۔

۱۱۔ مسٹر فضل الرحمٰن نے ضلع دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی ہندوستان کو دینے کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ ان کی رائے میں سر ریڈکلف نے ایسا کر کے شرائطِ کار کے بنیادی اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔

پنجاب

۱۲۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ ان کے خیال میں پنجاب میں باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا سکھوں پر بہت بُرا اثر پڑے گا جن کا مسئلہ پہلے ہی بہت الجھا ہوا ہے۔

۱۳۔ سردار بلدیو سنگھ نے بھی کہا کہ ایوارڈ کے متعلق سکھوں کا ردِعمل انتہائی مخالفانہ ہوگا۔

۱۴۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ اس یوارڈ کا مسلمانوں میں بھی بہت منفی ردِعمل ہو گا۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ بحیثیت وزیراعظم پاکستان مغربی پنجاب میں سکھوں کے حقوق کا تحفّظ ان کا بھی اتنا ہی فرض ہے جس قدر ہندوستانی رہنماؤں کا مشرقی پنجاب میں ہے۔ انہوں

نے یقین دلایا کہ پاکستان میں ہر ایک کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

۱۵۔ سردار پٹیل نے کہا کہ پنجاب کے ایوارڈ کا واحد حل وسیع پیمانے پر انتقالِ آبادی ہے۔

۱۶۔ گورنر جنرل نے بتایا کہ انہوں نے مسٹر جناح سے ننکانہ صاحب کے بارے میں بات کی ہے جو سکھوں کو ان کے گوردوارے کے سلسلے میں ہر ممکن یقین دہانی کرانے کیلئے تیار ہیں۔ گورنر جنرل نے تجویز کیا کہ پاکستان کی طرف سے ایوارڈ کی اشاعت کے ساتھ ہی ننکانہ صاحب کے بارے میں ایک خصوصی اعلان جاری ہو جانا چاہیے۔

۱۷۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ سر فرانسس موڈی کی رائے میں پنجاب باؤنڈری فورس مشترکہ کنٹرول کی بجائے الگ الگ دونوں ملکوں کے کنٹرول میں دے دی جانی چاہیے۔ طے یہ پایا کہ اس تجویز پر انبالہ میں ہونے والے اجلاس میں غور کیا جائے جو اگلے روز ہونا تھا۔

۱۸۔ پنڈت نہرو نے تجویز کیا کہ وہ اور لیاقت علی خاں کل لاہور اور امرتسر کا دورہ کریں۔ اس پر اتفاق کر لیا گیا۔

۱۹۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ انہیں لاہور سے تشویش ناک اطلاعات ملی ہیں جہاں بیشمار سکھ اور ہندو ریلیف کیمپوں میں جمع ہو گئے ہیں اور ان کی حفاظت اور خوراک کا مناسب بندوبست نہیں۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ وہ مغربی پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ سے فوراً رابطہ کر کے انہیں مکمل حفاظتی انتظامات کرنے کے لئے کہیں گے۔ انہوں نے مزید تجویز پیش کی کہ پنجاب باؤنڈری فورس سے تارکینِ وطن کے انخلاء میں مدد کیلئے کہا جائے۔

ایوارڈز کی اشاعت

۲۰۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ وہ اس تجویز کے حق میں نہیں کہ موجودہ اجلاس میں دونوں حکومتوں کے نمائندے ایوارڈز میں ردّوبدل طے کریں۔ ان کی رائے میں ایوارڈز جیسے ہیں انہیں ویسے ہی شائع کر دینا چاہئے۔

۲۱۔ گورنر جنرل نے تجویز کیا کہ مشترکہ اعلامیے میں کہا جائے کہ دونوں وزرائے اعظم

نے ایوارڈز پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان میں غیر تسلّی بخش عناصر موجود ہیں جن کا وہ حکومتی سطح پر جائزہ لیں گے۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے اس کی مخالفت کی۔ ان کی رائے سے اتفاق کیا گیا کہ اعلامیے میں صرف اجلاس کا ذکر ہونا چاہئے اور کسی غیر تسلّی بخش عنصر یا انتقالِ آبادی کی طرف توجہ مبذول نہیں کرائی جانی چاہئے۔

۲۲۔ آخر میں پنڈت نہرو نے پھر اس بات پر زور دیا کہ وہ اور ان کے رفقاء اخلاقی مخمصے کا شکار ہیں کیونکہ گزشتہ دو تین ماہ کے دوران وہ چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کے نمائندوں کو یقین دلاتے رہے ہیں کہ ان کا علاقہ پاکستان میں شامل نہیں ہوسکتا۔ یہ یقین دہانی وکلاء سے مشورے کے بعد کرائی گئی تھی۔

۲۳۔ اس پر اتفاق ہوا کہ گورنر جنرل کل کے غیر معمولی گزٹ[۴] (Gazette Extraordinary) میں ایوارڈز شائع کر دیں اور اس کی نقول فوری طور پر مشرقی اور مغربی بنگال اور مشرقی اور مغربی پنجاب کے گورنروں کو بھیج دی جائیں۔

۲۴۔ اس پر بھی اتفاق ہوا کہ اس اجلاس میں اعلامیے کا جو مسودہ[۵] تقسیم کیا گیا تھا اسے متفقہ ترامیم کے ساتھ اسی رات جاری کر دیا جائے۔

۲۵۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے تجویز کیا کہ تمام حکّام کو ہدایات جاری کر دی جائیں کہ جب کبھی ایک ملک کے وزیر دوسرے ملک کا دورہ کرنا چاہیں تو اس دورے کے پروگرام اور مقاصد کے بارے میں متعلقہ لوگوں کو مکمل معلومات فراہم کی جائیں۔ پنڈت نہرو نے اس پر اتفاق کیا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۹
۲۔ یہ اجلاس ماؤنٹ بیٹن کی ۱۳ اگست کی تجویز پر منعقد ہوا تھا۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۷.۱.۳
۳ اور ۴۔ دستاویز نمبر ۲.۳
۵۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

۳.۲

باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز کا متن[1]

(گزٹ آف پاکستان ایکسٹرا آرڈیزی حکومتِ پاکستان)

کیبنٹ سیکریٹریٹ۔کراچی

۱۷ اگست ۱۹۴۷ء

عام اطلاع کے لئے پنجاب اور بنگال باؤنڈری کمیشنوں کے حسب ذیل ایوارڈز شائع کئے جارہے ہیں۔

محمد علی

سیکرٹری جنرل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۳۰

۳.۲ کا ضمیمہ ۱

چیئرمین پنجاب باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ

نئی دہلی

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب گورنر جنرل

مَیں پنجاب باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ اور ایوارڈ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کررہا ہوں جو قانون آزادیٔ ہند کی دفعہ ۴ کے تحت کمیشن کے چیئرمین کی حیثیت سے میرا فیصلہ ہے۔

۲۔ پنجاب باؤنڈری کمیشن کی تشکیل گورنر جنرل کے ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان[1] کے تحت ہوئی۔اس کمیشن کے مندرجہ ذیل اراکین مقرر ہوئے تھے۔

مسٹر جسٹس دین محمد	مسٹر جسٹس محمد منیر
مسٹر جسٹس مہر چند مہاجن	مسٹر جسٹس تیجا سنگھ

بعد میں مجھے اس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

۳۔ مذکورہ اعلان کی رو سے کمیشن کی شرائطِ کار[۲] حسبِ ذیل تھیں:

باؤنڈری کمیشن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ پنجاب کے دونوں حصوں کی تقسیم ملحقہ مسلم اکثریتی علاقوں اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر کرے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ''دیگر عوامل'' کو بھی پیشِ نظر رکھے گا۔

ہمیں بتایا گیا کہ ہم ۱۵ اگست سے پہلے کسی فیصلے تک پہنچ جائیں۔

۴۔ ابتدائی اجلاسوں کے بعد کمیشن نے متعلقہ فریقوں سے یادداشتیں اور دعوے طلب کئے جو کثیر تعداد میں موصول ہوئے۔

۵۔ کمیشن نے عوامی اجلاس لاہور میں کئے جو ۱۲ جولائی سے ۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء تک جاری رہے۔ زیادہ تر دلائل کانگریس، مسلم لیگ اور پنجاب قانون ساز اسمبلی کے سکھ ارکان کی طرف سے ان کے وکیلوں نے پیش کئے لیکن ان کے علاوہ کئی اور متعلقہ فریقوں نے بھی کمیشن کے سامنے پیش ہو کر اپنے دلائل دیے۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ مَیں بنگال باؤنڈری کمیشن کا بھی چیئرمین تھا، جس کے اجلاس پنجاب باؤنڈری کمیشن کی کارروائی کے ساتھ ساتھ ایک ہی وقت میں ہو رہے تھے، مَیں عوامی سماعت کے اجلاسوں میں ذاتی طور پر شامل نہیں رہا۔ تاہم مَیں نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ روزانہ کارروائی کی مکمل رپورٹ مجھے مل جاتی تھی اور مَیں سارے پیش شدہ مواد کا مطالعہ کر لیتا تھا۔

۶۔ عوامی سماعت کے اختتام پر کمیشن شملہ منتقل ہو گیا جہاں مَیں بھی اپنے رفقاء میں شامل ہو گیا اور ہم باہمی گفت و شنید سے حد بندی کے متفقہ فیصلے پر پہنچنے کی کوشش میں لگ گئے۔ مَیں اپنے رفقائے کار کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے مختلف مسائل کو واضح کرنے اور مختلف نقطہ ہائے نظر کی حمایت میں دلائل کی ترتیب میں بے پناہ اعانت کی۔ مگر اس بحث مباحثے کے دوران یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ میرے رفقاء کے مابین اس قدر اختلافِ رائے ہے کہ حد بندی کے بارے میں کوئی متفقہ فیصلہ ممکن نہیں۔ تاہم پنجاب کے مغربی اور مشرقی خطّوں میں کئی بڑے علاقے غیر متنازعہ بھی تھے جن کے بارے میں سرے سے کوئی جھگڑا نہیں تھا کہ وہ کس ملک

میں شامل کئے جائیں۔ جب دور دور پھیلے ہوئے متنازعہ علاقوں کا مسئلہ زیرِ غور آیا، جہاں لامحالہ خط تقسیم کھینچا جانا تھا، تو ''دیگر عوامل'' کی تاویل، تشریح اور اہمیت کے بارے میں، جن کو پیشِ نظر رکھنے کی ہماری شرائطِ کار میں ہدایت کی گئی تھی، اختلافِ رائے ابھر کر سامنے آیا۔ اس اختلاف کی بناء پر کوئی متفقہ خطِ تقسیم کھینچنا ممکن نہیں تھا۔ ان حالات میں بحث مباحثے کے اختتام پر میرے رفقاء اس نتیجے پر پہنچے کہ آخر کار مجھی کو اپنا فیصلہ دینا ہوگا۔

۷۔ اب مَیں یہ فیصلہ کر رہا ہوں۔ حد بندی کے خط کا تفصیلی بیان اس شیڈول میں درج ہے جو اس ایوارڈ کے ساتھ ضمیمہ الف کے طور پر منسلک ہے۔ یہ خط اس نقشے میں دکھایا گیا ہے جو ضمیمہ ب[۳] کے طور پر منسلک ہے۔ اگر ضمیمہ 'الف' اور 'ب' میں کوئی فرق ہو تو ضمیمہ 'الف' کا اندارج درست سمجھا جائے گا۔

۸۔ ریاست بیکانیر اور بہاولپور کی طرف سے کمیشن کو درخواستیں دی گئیں کہ جو نہریں ان کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں لیکن ان کے ہیڈ ورکس صوبۂ پنجاب میں ہیں ان کے سلسلے میں ان ریاستوں کے مفاد کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس پر مَیں نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس قسم کے مفادات اس بنیادی مسئلے سے تعلق نہیں رکھتے یعنی پنجاب کے صوبے کی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تقسیم نجی ملکیت کے حق کو متاثر نہیں کرتی۔ مَیں یہ توقع کرنے میں حق بجانب ہوں کہ سابقہ صوبائی حکومت کے ساتھ کسی ریاست کے نہری پانی کے بارے میں جو معاہدے ہیں مستقبل کی ہر حکومت ان کا احترام کرے گی چاہے یہ ہیڈ ورکس کسی کے حصے میں بھی آئیں۔ مَیں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کمیشن کے کسی فیصلے کا مقصد ریاست بہاولپور کے اس ملکیتی دعوے کو متاثر کرنا نہیں ہے جو سلیمانکی بند (Sulemanke Weir) اور گرکا پتن (Gurka Ferry) کے درمیان واقع دیہات کے بارے میں ہے۔

۹۔ پنجاب میں حد بندی بہت مشکل کام ہے۔ فریقین کے دعوے متعدد وسیع علاقوں کے بارے میں تھے لیکن میری دانست میں اصل متنازعہ علاقہ وہ نکلا جو ایک طرف بیاس اور ستلج کے درمیان اور اردگرد ہے اور دوسری طرف دریائے راوی تک واقع ہے۔ اس علاقے میں

حد بندی نہری نظام کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہوگئی جو پنجاب کی زندگی کیلئے بہت اہم ہے مگر اسے اس مفروضے پر تعمیر کیا گیا تھا کہ پنجاب ایک ہی انتظامیہ کے تحت رہیگا اور اسی مفروضے پر سڑکوں اور ریلوے کا نظام بھی بنایا گیا۔ پھر لاہور اور امرتسر کا محلِ وقوع اور ان شہروں پر فریقین کے زوردار دعوے بھی زیرِ غور تھے۔ مَیں اپنی پوری صلاحیت کے مطابق ان ''دیگر عوامل'' کا تجزیہ کرتے ہوئے جو ملحق اکثریتی علاقے کے بنیادی اصول پر اثر انداز ہوتے تھے اس فیصلے پر پہنچا ہوں جو اب رپورٹ کے شیڈول میں درج ہے۔ مجھے احساس ہے کہ اس پر اعتراضات بھی ہوں گے جو درست بھی ہو سکتے ہیں اور جو حد بندی کے کسی بھی خط پر کئے جا سکتے ہیں۔

۱۰۔ مَیں نے ستلج کے مشرقی کنارے کی جانب خاصے وسیع رقبوں اور ستلج و بیاس کے درمیانی زاویے میں مسلم اکثریتی علاقوں کے مسئلے پر بہت عرصے غور کیا ہے مگر آخر کار مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ کسی بھی مملکت کے حق میں مفید نہیں ہوگا کہ مغربی پنجاب کی سرحد کو ایک تنگ پٹّی کی شکل میں دریائے ستلج کے دوسرے کنارے تک بڑھا دیا جائے۔ پھر کچھ ''دیگر عوامل'' ایسے بھی تھے مثلاً ریلوے اور آبپاشی کے نظام کا درہم برہم ہونا جنہیں ملحقہ اکثریت کے بنیادی دعوے پر فوقیت حاصل تھی۔ البتہ مَیں دیپالپور نہر کی طرف توجہ ضرور دلاؤں گا جو فیروز پور ہیڈ ورکس سے نکلتی ہے اور مغربی پنجاب کے علاقے کو سیراب کرتی ہے۔ مجھے کوئی اطمینان بخش طریقہ نظر نہیں آیا کہ سرحدی خط کہاں سے کھینچا جائے جس سے ان ہیڈ ورکس پر، جہاں سے مختلف علاقوں کو سیراب کرنے والی نہریں نکلتی ہیں، مشترکہ کنٹرول قائم ہو سکے۔

۱۱۔ اسی طرح نہر اَپر باری دوآب کے آبپاشی نظام کو بھی غیر منقسم رکھنا ممکن نہیں ہو سکا جو مادھوپور تحصیل پٹھان کوٹ سے نکلتی ہے اور ضلع لاہور کی مغربی حد تک جاتی ہے اگرچہ مَیں نے ضلع لاہور اور امرتسر کی حد میں کچھ تبدیلیاں کر کے اس کے منفی اثرات کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے منڈی ہائیڈرو الیکٹرک اسکیم کی علاقائی وحدت کو برقرار رکھنے کا بھی کوئی طریقہ نظر نہیں آیا جس سے کانگڑہ، گورداسپور، امرتسر، لاہور، جالندھر، لدھیانہ، فیروز پور اور لائل پور (فیصل آباد) کے اضلاع کو بجلی مہیا ہوتی ہے۔ مَیں یہی امید کر سکتا ہوں کہ جہاں سرحدی خط کی وجہ سے اس قسم کے

وحدانی نظام مثلاً آبپاشی، ریلوے اور برقی قوت کو درہم برہم ہونے سے بچایا نہیں جا سکتا وہاں دونوں حکومتیں اس کا حل ایسے باہمی سمجھوتوں سے کر لیں گی جن کے تحت ان پر ایک طرح کا مشترکہ کنٹرول قائم رکھا جا سکے۔

۱۲۔ مجھے یہ احساس بھی ہے کہ یہ ایوارڈ فریقین کے شدید جذبات اور آرزوؤں پر پورا نہیں اتر سکتا اور سرحدی خط کا تعین ان کے نظریات کے مطابق نہیں ہے۔ ان کے جذبات اور امنگوں کی تسکین کمیشن کی شرائطِ کار کے تحت کسی سرحدی خط سے نہیں کی جا سکتی بلکہ سیاسی انتظامات سے ہی ممکن ہے جن سے میرا کوئی سروکار نہیں۔

سِرل ریڈکلف

منسلکہ

۱۔ مشرقی اور مغربی پنجاب کے مابین سرحد کا آغاز شمال میں اس نقطے سے ہوگا جہاں اوجھ دریا کشمیر سے صوبۂ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ یہ سرحدی خط دریا کے ساتھ چل کر تحصیل پٹھان کوٹ کی مغربی سرحد کیساتھ اس مقام تک آئے گا جہاں پٹھان کوٹ، شکرگڑھ اور گورداسپور تحصیلوں کا نقطۂ اتصال ہے۔ مشرقی اور مغربی پنجاب کے درمیان سرحد تحصیل کی سرحد ہوگی نہ کہ دریائے اوجھ کی۔

۲۔ مذکورہ بالا تینوں تحصیلوں کے نقطۂ اتّصال سے یہ سرحد دریائے اوجھ کے ساتھ ہوتی ہوئی اس مقام تک آئے گی جہاں یہ دریائے راوی میں گرتا ہے اور اس کے بعد دریائے راوی کے ساتھ تحصیل گورداسپور، شکرگڑھ اور بٹالہ کی درمیانی سرحد، تحصیل بٹالہ اور نارووال کی درمیانی سرحد، تحصیل اجنالہ اور شاہدرہ کی درمیانی سرحد سے دریائے راوی کے اس مقام تک جائے گی جہاں ضلع امرتسر ضلع لاہور سے الگ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا تحصیلوں کی سرحدیں مشرقی اور مغربی پنجاب کے درمیان سرحد شمار ہوں گی نہ کہ دریائے اوجھ یا دریائے راوی کی گذرگاہیں۔

۳۔ دریائے راوی کے اس مقام سے جہاں ضلع امرتسر اور ضلع لاہور جدا ہوتے ہیں سرحدی خط جنوب کی طرف چلتا ہوا تحصیل اجنالہ اور لاہور کی درمیانی سرحد اور پھر تحصیل ترن تارن

اور لاہور کی سرحد کے ساتھ اس مقام تک جو قصور، لاہور اور ترن تارن کی تحصیلوں کا نقطۂ اتصال ہے جائے گا۔ یہاں سے یہ خط جنوب مغرب کی جانب مڑ کر تحصیل قصور اور لاہور کی درمیانی سرحد کے ساتھ ساتھ موضع تہہ جھرولیاں تک جائے گا اور یہاں سے اس گاؤں کی مشرقی حد کے ساتھ اس مقام تک جائے گا جہاں یہ حد چٹھیاں والا گاؤں سے ملتی ہے اور وہاں سے گاؤں کی حد کے ساتھ شمال کا رخ اختیار کرے گا۔ اس کے بعد اس کی حد کے ساتھ مشرقی جانب سے ہوتا ہوا اس مقام تک آئے گا جہاں اس گاؤں کی حد موضع ویگل سے ملتی ہے۔ پھر یہ موضع ویگل کی مشرقی حد کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا موضع کالیا سے نقطۂ اتصال تک پہنچ کر موضع ویگل کی جنوبی حد کے ساتھ ہوتا ہوا موضع پنہوواں سے نقطۂ اتصال تک جائے گا۔ پھر یہ خط موضع پنہوواں کی مشرقی حد سے موضع گدّو کے کے نقطۂ اتصال تک جائے گا پھر موضع گدّو کے (Gaddoke) کی مشرقی حد کے ساتھ ہوتا ہوا موضع نوروالا کی حد تک پہنچے گا جہاں سے موضع گدّو کے کی جنوبی حد کے ساتھ چلتا ہوا اس مقام تک جائے گا جہاں اس کی حد موضع کتلونی کلاں سے ملتی ہے۔ یہاں سے یہ خط اس گاؤں کی مشرقی حد کے ساتھ چلتا ہوا موضع کلس اور مست گڑھ کی حد تک آئے گا۔ یہاں سے موضع کتلونی کلاں کی جنوبی حد کے ساتھ ساتھ موضع کلس کے شمال مغربی کنارے تک پہنچے گا پھر موضع کلس کی مغربی سرحد سے ہوتا ہوا وہاں تک جائے گا جہاں اس کی حد کھیم کرن سے ملتی ہے۔ وہاں سے یہ خط کھیم کرن کی مغربی اور جنوبی حدوں کے ساتھ چلتا ہوا موضع ماہی والا (Mahewala) کی حد تک پہنچے گا۔ یہاں سے موضع ماہی والا کی مغربی اور جنوبی حدوں کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف چلتا جائے گا جہاں موضع مہید پور (Mahaidepur) شمال کی طرف ہوگا اور دوسری جانب موضع شیخوپورہ کہنہ، کمال پورن، فتح والا اور ماہی والا ہوں گے۔ پھر یہ شمال کی طرف موضع ساہجرہ کی مغربی حد سے ہوتا ہوا اس مقام تک آئے گا جہاں یہ حد موضع مہید پور اور ماچھیکے (Machhike) سے ملتی ہے۔ یہاں سے شمال مشرق کی جانب موضع ماچھیکے اور ساہجرہ (Sahjra) کی درمیانی حد کے ساتھ چلتے ہوئے موضع رتو کے (Rattoke) اور ساہجرہ کی درمیانی حد کیساتھ ساتھ اس مقام تک آئے گا جہاں موضعات رتو کے، ساہجرہ اور متّو کے (Mabboke)

کی حدیں ملتی ہیں۔ وہاں سے یہ خط شمال مشرق کی طرف موضع رتو کے اور منبّو کے کے درمیان سے گذرتا ہوا اس جگہ تک آئیگا جہاں رتو کے، منبّو کے اور گجال (Gajjal) کی حدیں ملتی ہیں۔ یہاں سے یہ خط موضع منبّو کے اور گجّال کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف موضع منبّو کے کی مشرقی حد کے ساتھ موضع نگرا یمن پور کی حد تک آئے گا پھر موضع نگرا یمن پور کی شمال مشرقی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا موضع مستیکے (Masteke) کی حد تک جائے گا۔ یہاں سے یہ موضع مستیکے کی مشرقی حد کے ساتھ چلتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں تحصیل قصور کی حد تحصیل فیروز پور سے ملتی ہے۔

مذکورہ بالا دیہات کی شناخت کیلئے مَیں تحصیل قصور کا نقشہ[۴] منسلک کر رہا ہوں جو ضلع لاہور کے سیٹلمنٹ آفس (Settlement Office) کا تصدیق شدہ ہے اور جسے صوبائی حکومت نے کمیشن کو فراہم کیا تھا۔

۴۔ اس کے بعد یہ خط جنوب مغرب کی سمت دریائے ستلج کے ساتھ چلتا ہوا لاہور اور فیروز پور کے اضلاع کی درمیانی سرحد کے ساتھ ساتھ اس مقام تک جائے گا جہاں لاہور، فیروز پور اور منٹگمری (ساہیوال) کی حدیں ملتی ہیں۔ یہاں سے یہ خط فیروز پور اور منٹگمری کے اضلاع کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس مقام تک آتا ہے جہاں ریاستِ بہاولپور کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اضلاع کی سرحدیں مشرقی اور مغربی پنجاب کے مابین سرحد قرار پائیں گی نہ کہ دریائے ستلج کی گذرگاہ۔

۵۔ میرا مدعا یہ ہے کہ اس سرحدی خط سے یہ امر یقینی ہو جائے کہ سلیمانکی کے نہری ہیڈ ورکس مغربی پنجاب میں شامل ہوں۔ اگر ضلع منٹگمری کی موجودہ سرحد سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو مَیں مغربی پنجاب میں اسقدر علاقہ شامل کرتا ہوں جس سے یہ ہیڈ ورکس مغربی پنجاب میں آجائیں۔ سرحدی خط اس کے مطابق کھینچ دیا جائے گا۔

۶۔ مذکورہ بالا پیروں میں جو خط متعین کیا گیا ہے اس کے مغرب کی طرف صوبۂ پنجاب کا تمام علاقہ مغربی پنجاب کہلائے گا اور اس خط کے مشرق کی طرف کا علاقہ مشرقی

پنجاب کہلائے گا۔

۱۔ بنگال اور پنجاب کے باؤنڈری کمیشنوں کی تشکیل اوران کی شرائطِ کار۔ دیکھئے ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۱۔ دستاویز نمبر ۴۱۵

۲۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۳۱۲

۳۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۰ کے انیکس ۱ کا نوٹ ۳

۴۔ تحصیل قصور کے نقشہ کے لئے جو ریڈکلف ایوارڈ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء میں منسلک ہے اور جس پر اس کے دستخط بھی ہیں دیکھئے ''دی پارٹیشن آف دی پنجاب ۱۹۴۷ء''، (The Partition of the Punjab 1947) جلد ۴، لاہور، ۱۹۸۱ء

۳.۲ کا ضمیمہ ۲
چیئرمین بنگال باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ

نئی دہلی

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

بملاحظہ فضیلت مآب گورنر جنرل

۱۔ مَیں بنگال باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ اور ایوارڈ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں جو قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کی دفعہ ۳ کے تحت چیئرمین کا فیصلہ قرار پایا ہے۔ یہ ایوارڈ صوبۂ بنگال کی تقسیم سے متعلق ہے۔ ضلع سلہٹ اور اس کے ملحقہ علاقوں کیلئے کمیشن کا ایوارڈ ایک علیحدہ رپورٹ میں درج ہوگا۔

۲۔ بنگال باؤنڈری کمیشن کی تشکیل گورنر جنرل کے ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان کے تحت ہوئی جس کے مطابق مندرجہ ذیل اراکین مقرر ہوئے۔

مسٹر جسٹس بجن کمار مکرجی	مسٹر جسٹس سی سی بسواس
مسٹر جسٹس ابوصالح محمد اکرم	مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن

بعد میں مجھے اس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

۳۔کمیشن کی شرائطِ کار مذکورہ اعلان کی رو سے حسبِ ذیل تھیں:

حد بندی کمیشن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بنگال کے دونوں حصوں کی تقسیم مسلم اور غیر مسلم ملحقہ (اکثریتی) علاقوں کی بنیاد پر کرے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ''دیگر عوامل'' کو بھی پیشِ نظر رکھے گا۔

ہم سے کہا گیا کہ ہم ۱۵ اگست سے پہلے فیصلے تک پہنچ جائیں۔

۴۔ابتدائی اجلاسوں کے بعد کمیشن نے فریقین سے یادداشتیں اور دعوے طلب کئے جو کثیر تعداد میں موصول ہوئے۔

۵۔کمیشن نے عوامی سماعت کیلئے کلکتہ میں اجلاس کئے جو ۱۲ جولائی سے ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء تک جاری رہے۔ دونوں جانب سے بہت سے فریقوں نے اپنے دلائل پیش کئے لیکن بڑے دعوے ایک جانب سے کانگریس، بنگال پروونشل ہندو مہاسبھا اور نیو بنگال ایسوسی ایشن اور دوسری جانب سے مسلم لیگ کے وکیلوں نے پیش کئے۔اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ مَیں پنجاب باؤنڈری کمیشن کا بھی چیئرمین تھا، جس کے اجلاس بنگال باؤنڈری کمیشن کے اجلاسوں کے ساتھ ساتھ ہی ہو رہے تھے، مَیں عوامی سماعت کے دوران ذاتی طور پر موجود نہیں رہا تاہم مَیں نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ کارروائی کی رپورٹ مجھے روزانہ مل جائے۔ یوں سارا مواد جو پیش کیا جاتا تھا میرے مطالعے میں آ جاتا تھا۔

۶۔عوامی سماعت کے اختتام پر کمیشن کا وقت کلکتے میں مختلف مسائل کی وضاحت اور ان پر بحث کرنے میں گذرا۔

۷۔شرائطِ کار کے تحت مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان ایک اطمینان بخش سرحدی خط کھینچنے پر متعلقہ فریقوں نے قطعی مختلف حل پیش کئے۔اس صوبے میں قدرتی سرحدیں بہت کم دستیاب ہیں اور ترقیاتی تبدیلیاں بھی اس انداز سے ہوئی ہیں کہ مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کے مابین حد بندی آسان نہیں۔

۸۔میرے خیال میں مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان سرحد کا خط کھینچنے کا فیصلہ

حسبِ ذیل بنیادی سوالوں کے جوابات ملنے پر منحصر تھا:

(۱) کلکتے کا شہر کس ملک کو سونپا جائے یا اگر پورا شہر نہیں تو کیا اسے دونوں ملکوں میں تقسیم کرنے کا کوئی طریقہ ممکن ہے؟

(۲) اگر پورے کا پورا کلکتہ کسی ایک ملک کو دینا ناگزیر ہو تو اس کا دعویٰ کون سے علاقے پر ماننا ضروری ہوگا جیسے دریائے ندیا کا مکمل نظام یا اس کا کچھ حصہ اور دریائے کلتی جن پر کلکتہ کے شہر اور بندرگاہ کی زندگی کا انحصار ہے؟

(۳) ہماری شرائطِ کار کے اصولوں کو زیادہ گزند پہنچائے بغیر کیا گنگا، پدما، مدھومتی دریاؤں کے ساتھ ساتھ سرحدی خط کھینچنے کی سہولت کو جیسور اور ندیا میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت کے دعوے پر فوقیت دی جاسکتی ہے؟

(۴) آیا یہ قابلِ عمل ہے کہ ضلع کھلنا پر ایک ملک کا اور ضلع جیسور پر دوسرے ملک کا قبضہ ہو؟

(۵) کیا یہ درست ہوگا کہ مالدہ اور دیناجپور کے اضلاع میں وسیع غیر مسلم اکثریتی علاقہ مشرقی بنگال کو سونپ دیا جائے؟

(۶) دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی کے اضلاع پر کس ملک کے دعوے کو فوقیت حاصل ہوگی جب کہ پورے دارجیلنگ میں مسلمانوں کی آبادی ۲ء۴۲ فیصد اور پورے جل پائیگوڑی میں ۲۳ء۰۸ فیصد ہے لیکن قدرتی طور پر یہ علاقے بنگال کے کسی غیر مسلم علاقے سے متصل نہیں ہیں؟

(۷) چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کس ملک کو سونپے جائیں جہاں مسلم آبادی صرف ۳ فیصد ہے لیکن انہیں اس ملک کے بجائے جس کے تحت ضلع چٹاگانگ ہوگا کسی دوسرے ملک کو سونپنا بہت مشکلات کا باعث ہوگا۔

۹۔ تفصیلی بحث مباحثے کے بعد میرے رفقاء کو احساس ہوگیا کہ وہ ان اہم مسائل میں سے کسی ایک پر بھی متفقہ فیصلے پر نہیں پہنچ سکتے۔ بیشک صوبے کے جنوب مغرب اور شمال مشرق میں بیشتر ایسے علاقے بھی تھے جن پر کسی جانب سے اختلافِ رائے نہیں ہوا لیکن جب خطِ تقسیم کھینچنے

کے لئے اہم سوالات پر کسی قسم کی مفاہمت ہوتی نظر نہیں آئی تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آخر کار مجھی کو اپنا فیصلہ دینا ہوگا۔

۱۰۔اب مَیں یہی کر رہا ہوں۔لیکن ساتھ ہی مَیں اپنے رفقائے کار کا ممنون ہوں کہ انہوں نے متعلقہ مشکل مسائل کو واضح کرنے اور ان پر غور کرنے میں بہت اعانت کی۔حد بندی لائن کا تفصیلی بیان اس شیڈول میں درج ہے جو اس ایوارڈ کا منسلکہ 'الف' ہے اور اس نقشے میں ہے جو منسلکہ 'ب' ہے۔ اگر منسلکہ الف اور ب میں کوئی فرق ہو تو جو منسلکہ الف میں درج ہے وہ درست سمجھا جائے گا۔

۱۱۔مَیں نے اپنی صلاحیت کے مطابق یہ خط اس طرح کھینچا ہے کہ اس سے ریلوے کی آمد و رفت اور آبپاشی کے نظام میں حتی الامکان خلل نہ پڑے، جو صوبے کی زندگی کیلئے بہت اہم ہیں۔تاہم ہماری شرائطِ کار کے تحت کہیں کہیں اس میں قدرے خلل کے بغیر سرحد متعین کرنا ناممکن ہے۔مَیں یہی امید کر سکتا ہوں کہ دونوں ممالک کے درمیان کوئی ایسا انتظام ہو جائے جس سے اس خلل کے نقصانات کم ہو سکیں۔

سِر ل ریڈکلف

منسلکہ الف

۱۔ضلع دار جیلنگ کے تھانے پھانسی دیوا (Phansidewa) اور ضلع جل پائیگوڑی کے تھانے تیتولیہ (Tetulia) کی درمیانی حد کے ساتھ ایک خط اس نقطۂ آغاز سے کھینچا جائے گا جہاں یہ حد صوبۂ بہار سے ملتی ہے اور پھر وہاں سے تیتولیہ اور راج گنج (Rajgang) کے تھانوں اور پاچاگڑھ (Pachagar) اور جل پائیگوڑی کے تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا دیبی گنج (Debiganj) تھانے کے شمالی کنارے سے آگے بڑھتا ہوا ریاست کوچ بہار (Cooch Behar) کی سرحد تک پہنچ جائے گا۔ضلع دار جیلنگ اور ضلع جل پائیگوڑی کا وہ حصہ جو اس خط کے شمال میں واقع ہے مغربی بنگال کو ملے گا لیکن پٹ گرام (Patgram) کا تھانہ اور ضلع جل پائیگوڑی کا باقی حصہ جو مشرق یا جنوب میں ہوگا وہ مشرقی بنگال کو ملے گا۔

۲۔پھر یہ خط اس جگہ سے کھینچا جائے گا جہاں ضلع دیناج پور (Dinajpur) میں ہری پور (Haripur) اور رائے گنج (Raianj) کے تھانوں کی درمیانی حد صوبہ بہار کی سرحد سے ملتی ہے اور

وہاں سے اس مقام پر پہنچے گا جہاں ضلع چوبیس پرگنہ (24 Parganas) اور ضلع کھلنا کی درمیانی حد خلیج بنگال سے ملتی ہے۔ یہ خط جو راستہ اختیار کرے گا اس کی نشاندہی مندرجہ ذیل پیروں میں کی گئی ہے۔ صوبۂ بنگال کا جو حصہ اس خط کے مغرب میں آئے گا وہ مغربی بنگال میں شامل ہوگا۔ پیرا ایک میں دارجیلنگ اور جل پائیگوڑی کے اضلاع کا جو انتظام کیا گیا ہے اس کے تحت صوبۂ بنگال کا باقی ماندہ حصہ مشرقی بنگال میں شامل ہوگا۔

۳۔ یہ خط مندرجہ ذیل تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ جائے گا:

ہری پور اور رائے گنج، ہری پور اور ہمتاباد (Hemtabad)، رانی سنکیل (Ranisankail) اور ہمتاباد، پیرگنج اور ہمتاباد، پیرگنج (Pirganj) اور کالی گنج (Kaliganj)، بوچا گنج (Bochaganj) اور کالی گنج، بیرال (Biral) اور کالی گنج، بیرال اور کشمنڈی (Kushmandi)، بیرال اور گنگا رام پور، دیناج پور (Dinajpur) اور گنگا رام پور (Gangarampur)، دیناج پور اور کمارگنج (Kumarganj)، چریر بندر (Chirirbandur) اور کمارگنج، پھلباری (Phulbari) اور کمارگنج، پھلباری اور بلورگھاٹ (Balurghat)، یہ خط اس مقام پر ختم ہوگا جہاں پھلباری اور بلورگھاٹ کی درمیانی حد بلورگھاٹ تھانے کے مشرقی کنارے پر بنگال — آسام ریلوے کی جنوبی لائن سے ملتی ہے۔ پھر یہ خط ریلوے کی اراضی کے مغربی کنارے کی جانب مڑ کر کنارے کنارے چلتا ہوا اس مقام تک پہنچ جائے گا جہاں یہ کنارہ بلورگھاٹ اور پنچ بی بی (Panchbibi) کی درمیانی حد سے ملتا ہے۔

۴۔ اس مقام سے یہ خط مندرجہ ذیل تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا جائے گا:

بلورگھاٹ اور پنچ بی بی، بلورگھاٹ اور جوائے پور ہاٹ (Joypurhat)، بلورگھاٹ اور دھمیر ہاٹ (Dhamairhat)، تپن اور پٹنی ٹلہ (Patnitala)، تپن (Tapan) اور دھمیر ہاٹ، تپن اور پورشا (Porsha)، بامن گولہ (Bamangola) اور پورشا، حبیب پور اور پورشا، حبیب پور (Habibpur) اور گماستہ پور، حبیب پور اور بھولا ہاٹ (Bholahat)، مالدہ اور بھولا ہاٹ، انگلش بازار اور بھولا ہاٹ، انگلش بازار اور شب گنج (Shibganj)، کالیا چک (Kaliachak)

اور شب گنج سے ہوتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں موخر الذکر تھانوں کی درمیانی حد دریائے گنگا پر مالدہ اور مرشد آباد کے اضلاع کی درمیانی حد سے ملتی ہے۔

۵۔ پھر یہ خط دریائے گنگا کی جانب جنوب مشرق کی سمت مڑ کر مالدہ اور مرشد آباد، راج شاہی اور مرشد آباد، راج شاہی اور ندیا کے اضلاع کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا ضلع ندیا کے شمال مغربی کنارے تک پہنچ جائے گا۔ جہاں دریائے گنگا سے دریائے ماتھا بنگا (Mathabanga) کا اخراج ہوتا ہے۔ اضلاع کی انتظامی سرحدیں نہ کہ دریائے گنگا کی گذرگاہ، مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان سرحد شمار ہوگی۔

٦۔ دریائے گنگا کے اس مقام سے جہاں دریائے ماتھا بنگا کا اخراج ہوتا ہے یہ خط اس دریا کے ساتھ اس مقام تک پہنچ جائے گا جہاں دولت پور اور کریم پور کی درمیانی حد ملتی ہے۔ اس دریا کی مرکزی لائن اصل سرحد شمار ہوگی۔

۷۔ اس مقام سے مشرقی اور مغربی بنگال کی درمیانی سرحد دولت پور اور کریم پور، گنگانی (Gangani) اور کریم پور، مہر پور (Meharpur) اور کریم پور، مہر پور اور تیہٹہ، مہر پور اور چھپرا (Chapra)، دامور ہدا (Damurhuda) اور چھپرا، دامور ہدا اور کرشنا گنج، چواڈنگا (Chuadanga) اور کرشنا گنج، جبن نگر اور کرشنا گنج، جبن نگر اور ہنس کھالی، مہیش پور اور ہنس کھالی، مہیش پور اور رانا گھاٹ، مہیش پور اور بون گاؤں (Bongaon)، جھکر گاچا (Jhikargacha) اور بون گاؤں، سرسا اور بون گاؤں، سرسا اور گائے گھاٹا (Gaighata)، گائے گھاٹا اور کالا روا (Kalaroa) کے تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں ان تھانوں کی درمیانی حد کھلنا اور چوبیس پرگنہ کے اضلاع کی درمیانی حد سے ملتی ہے۔

۸۔ پھر یہ خط جنوب کی جانب ضلع کھلنا اور ضلع چوبیس پرگنہ کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں یہ حد خلیج بنگال سے ملتی ہے۔

ا۔ اگر مشرقی اور مغربی بنگال اور سلہٹ کی سرحدوں کا نقشہ دیکھنا ہو تو ''گزٹ آف پاکستان ایکسٹرا آرڈیزی'' مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء سے رجوع کریں۔ بنگال اور آسام کی ابتدائی اور قطعی سرحدوں کا نقشہ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲ میں دیا گیا ہے۔

ضمیمہ ۳.۲

ضلع سلہٹ اور آسام سے ملحقہ اضلاع کے متعلق رپورٹ

نئی دہلی

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

بملاحظہ فضیلت مآب گورنر جنرل!

۱۔ مَیں بنگال باؤنڈری کمیشن کی رپورٹ جو ضلع سلہٹ اور آسام سے ملحقہ اضلاع کے متعلق ہے، پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔ قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کی دفعہ نمبر ۳ کے تحت اس رپورٹ میں جو فیصلے درج ہیں وہ کمیشن کا فیصلہ اور ایوارڈ قرار پائیں گے۔

۲۔ جیسا کہ میری رپورٹ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء میں بیان کیا گیا ہے بنگال باؤنڈری کمیشن کی تشکیل اس لئے کی گئی تا کہ صوبۂ بنگال کو مشرقی اور مغربی بنگال میں تقسیم کر دیا جائے۔ ہماری شرائطِ کار حسب ذیل ہیں:

> باؤنڈری کمیشن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بنگال کے دونوں حصوں کی تقسیم مسلم اور غیر مسلم ملحقہ اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر کرے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ''دیگر عوامل'' کو بھی پیشِ نظر رکھے گا۔ ضلع سلہٹ میں استصوابِ رائے کا نتیجہ اگر مشرقی بنگال میں شمولیت کے حق میں ہو تو باؤنڈری کمیشن ضلع سلہٹ کے مسلم اکثریتی علاقوں اور ان ملحقہ مسلم اکثریتی علاقوں کی حد بندی کرے گا جو آسام کے اضلاع کے قرب میں ہیں۔

۳۔ تقسیمِ بنگال کی کارروائی ختم کر کے کمیشن نے سلہٹ کے مسئلے میں دلچسپی رکھنے والی جماعتوں سے یادداشتیں اور دعوے طلب کئے جو بڑی تعداد میں موصول ہوئے۔

۴۔ دلائل کی سماعت کمیشن نے ۴، ۵ اور ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو کلکتہ میں کھلی کچہری میں کی۔ مشرقی بنگال کی حکومت اور صوبائی اور ضلعی مسلم لیگ کی جانب سے ان کے وکیل نے اور دوسری جانب سے صوبۂ آسام کی حکومت، آسام صوبائی کانگریس اور آسام صوبائی ہندو مہاسبھا

کے وکیل نے اپنے اپنے دلائل پیش کیے۔ مَیں اس کھلی کچہری میں ذاتی طور پر موجود نہیں رہا کیونکہ مَیں اسی دوران میں پنجاب باؤنڈری کمیشن کی ان کارروائیوں میں مصروف تھا جو ساتھ ساتھ جاری تھیں۔ لیکن سلہٹ کے متعلق کارروائیوں کا مکمل ریکارڈ مجھے روزانہ مل جاتا تھا اور یوں سارا مواد جو کمیشن کو پیش کیا جاتا تھا میرے مطالعے میں آ جاتا تھا۔ کھلی کچہری کے اختتام پر کمیشن کے ارکان میرے ساتھ متعلقہ مسائل پر گفتگو کرنے اور ان پر فیصلے کے لئے نئی دہلی میں اکھٹے ہو گئے۔

۵۔ ابتداء ہی میں کمیشن کی شرائطِ کار پر اختلافِ رائے ابھر آیا۔ میرے دو رفقائے کار کا نظریہ یہ تھا کہ کمیشن کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ آسام کے جس حصے میں بھی مسلم اکثریتی علاقے مشرقی بنگال سے ملحق ہوں انہیں آسام سے علیحدہ کر کے مشرقی بنگال میں منتقل کر دیا جائے کیونکہ ان کے خیال میں ''آسام کے ملحقہ اضلاع'' کے الفاظ کی تفسیر یہی تھی۔ میرے دوسرے دو رفقائے کار کی رائے یہ تھی کہ کمیشن کا اختیار صرف ضلع سلہٹ اور سلہٹ سے ملحقہ آسام کے مسلم اکثریتی علاقوں کو آسام سے علیحدہ کر کے مشرقی بنگال میں منتقل کرنے کی حد تک ہے۔ اس اختلافِ رائے کے پیشِ نظر مجھ سے رجوع کیا گیا۔ مَیں نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہماری شرائطِ کار کی محدود تشریح ہی درست ہے یعنی ''آسام کے ملحقہ اضلاع'' سے مراد سلہٹ سے ملحقہ اضلاع نہ کہ آسام کے دوسرے اضلاع ہیں۔ لہٰذا کمیشن نے اسی بنیاد پر اپنا کام شروع کر دیا۔

۶۔ مشرقی بنگال کی طرف سے کمیشن کو یہ استدلال پیش کیا گیا کہ ہماری شرائطِ کار کی صحیح تشریح اور قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کی دفعہ ۳ کی رو سے مشرقی بنگال کو کم از کم پورا ضلع سلہٹ منتقل ہونا چاہئے اور یہ کہ کمیشن کیلئے اس مفروضے پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ میرے تمام رفقائے کار نے اس دلیل کو مسترد کر دیا اور مَیں بھی ان کی رائے سے متفق ہوں۔

۷۔ یہ فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آئی کہ آیا ہم اپنی شرائطِ کار کے تحت سلہٹ کے مسئلے کو بھی بنگال کی تقسیم کے خطوط پر طے کر سکتے ہیں کیونکہ ان میں الفاظ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن میرے تمام رفقائے کار اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں سلہٹ اور آسام کے ملحقہ اضلاع کو منسلک مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر مشرقی بنگال اور صوبۂ آسام کے درمیان تقسیم کرنا ہے

اورایسا کرتے ہوئے ''دیگرعوامل'' کوبھی پیشِ نظر رکھنا ہے۔مَیں نے بخوشی یہی نظریہ اختیار کیا۔

۸۔کمیشن کے ارکان متفقہ طور پر یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ سرحدی خطوط کس طرح کھینچے جائیں۔ پھران اختلافات پر بحث مباحثے کے بعد مجھے ہی اپنا فیصلہ دینے کیلئے کہا گیا۔اب مَیں یہی کررہاہوں۔

۹۔میرے خیال میں یہ مسئلہ سلہٹ اور کچھار(Cachar) کے اضلاع تک محدود ہے کیونکہ آسام کے جواضلاع سلہٹ سے ملحق شمار کئے جاتے ہیں ان میں نہ تو گارو ہلز(Garo Hills) اورنہ ہی کھاسی(Khasi)اورجینتیا ہلز(Jaintia Hills)اورنہ لوشائی ہلز(Loshai Hills)میں مسلمانوں کی اکثریت ہے جس کی بناء پرکوئی دعویٰ کیا جاسکتا ہو۔

۱۰۔سلہٹ کے ۳۵ تھانوں میں سے ۸ میں غیر مسلم اکثریت ہے لیکن ان آٹھ میں سُلّا(Sulla)اوراجمیری گنج(Ajmeri Ganj)(جس میں مسلم اور غیر مسلم تقریباً یکساں ہیں) کے دو تھانے ایسے ہیں جومکمل طور پر مسلم اکثریتی علاقوں کے گھیرے میں ہیں لہٰذا انہیں مشرقی بنگال میں جانا چاہئے۔باقی چھ تھانے جن کی آبادی (۵۳۰۰۰۰) پانچ لاکھ تیس ہزار سے زیادہ ہے ضلع سلہٹ کی جنوبی سرحد کے ساتھ ایک قطار میں پھیلے ہوئے ہیں۔انہیں دوسب ڈویژنوں کے تحت تقسیم کیا گیا ہے جس میں سے ایک جنوبی سلہٹ ہے جس کی آبادی (۵۱۵۰۰۰) پانچ لاکھ پندرہ ہزار لوگوں پر مشتمل ہے اور یہاں غیر مسلموں کی اکثریت تقریباً (۴۰۰۰۰) چالیس ہزار ہے۔دوسرا(ذیلی ڈویژن) کریم گنج(Karim Ganj) ہے جس کی آبادی (۵۶۸۰۰۰) پانچ لاکھ اڑسٹھ ہزار ہے اور یہاں مسلمانوں کی اکثریت نسبتاً زیادہ ہے۔

۱۱۔ضلع کچھار کے ہیلاکنڈی(Hailakandi) تھانے میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور یہ تھانہ ضلع سلہٹ میں بدرپور(Badarpur)اورکریم گنج کے تھانوں سے متصل ہے۔یہ تھانہ کاٹلی چارہ(Katlichara) کے جنوبی تھانے کے ساتھ مل کر ہیلاکنڈی کا سب ڈویژن بناتا ہے اوراس پورے سب ڈویژن میں مسلمانوں کی اکثریت تھوڑی سی ہے یعنی جملہ آبادی کی ۵۱ فیصد۔ میرے خیال میں معمول کے مواصلات کیلئے کاٹلی چارہ کا ہیلاکنڈی پرانحصاراس بات کی اجازت

دیتا ہے کہ اس علاقے کو ایک ہی عملداری میں ہونا چاہئے اور مسلمان ہر صورت میں دعویٰ کریں گے کہ ہیلاکنڈی کی سب ڈویژن کو جس کی آبادی (۱۶۶۵۳۶) ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار پانچ سو چھتیس ہے صوبہ آسام سے مشرقی بنگال منتقل کر دیا جائے۔

۱۲۔ لیکن میری دانست میں نقشے کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان خطوط پر تقسیم کرنے سے مستقبل میں انتظامی مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں جو پورے ضلع کی خوشحالی اور مفاد پر اثر انداز ہوں گے۔ اگر ہیلاکنڈی پر مسلمانوں کے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا تو اس سے نہ صرف سلہٹ کے چھ غیر مسلم تھانے باقی آسام سے کٹ جائیں گے بلکہ وہ ایک مشرقی ۔مغربی پٹی کی شکل اختیار کر لیں گے جبکہ زمین کی قدرتی تقسیم شمالاً جنوباً ہے اور اس کے نتیجے میں سلہٹ کے راستے ریلوے لائن بھی اس طرح کٹ جائے گی کہ سلہٹ کا شہر جو ضلع کا صدر مقام بھی ہے مشرقی بنگال کے بجائے آسام میں رہ جائے گا۔

۱۳۔ ان حالات میں قابلِ عمل تقسیم کیلئے میرے خیال میں کچھ علاقوں کا باہمی تبادلہ ناگزیر ہو جائے گا۔ کچھ غیر مسلم تھانے مشرقی بنگال میں چلے جائیں گے اور کچھ مسلم علاقے اور ہیلاکنڈی آسام میں رہ جائیں گے۔ لہٰذا میں نے حسبِ ذیل ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے:

ایک خط اس مقام سے کھینچا جائے گا جہاں پتھارکنڈی (Patharkandi) اور کلوڑا (Kulaura) کے تھانوں کی درمیانی حد ریاست تری پورہ (Tripura) کی سرحد سے ملتی ہے اور پھر شمال کی جانب ان تھانوں کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ اور پھر پتھارکنڈی اور بارلیکھا (Barlekha) کی درمیانی حد کے ساتھ اور پھر کریم گنج اور بارلیکھا کے تھانے کی درمیانی حد کے ساتھ اور پھر کریم گنج اور بنی بازار (Beani Bazar) کی درمیانی حد کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں یہ حد دریائے کوسی یارا (Kusiyara) سے ملتی ہے۔ پھر یہ خط مشرق کی جانب مڑ کر دریائے کوسی یارا کو حد بناتا ہوا اس مقام پر پہنچے گا جہاں یہ دریائے سلہٹ اور کچھار کی درمیانی حد سے ملتا ہے۔ دریا کی مرکزی لائن سرحد شمار کی جائے گی۔ ضلع سلہٹ کا وہ حصہ جو اس خط کے مغرب اور شمال میں واقع ہے اسے صوبۂ آسام سے علیحدہ کر کے مشرقی بنگال کے صوبے کو منتقل کر

دیا جائے گا۔اس کے علاوہ صوبۂ آسام کا کوئی اور حصہ منتقل نہیں کیا جائے گا۔

۱۴۔مثال کیلئے خط کشیدہ نقشہ الف[۲] منسلک کیا گیا ہے۔اگر نقشے اور پیراگراف ۱۳ کے خط میں کوئی فرق ہو تو تحریری صراحت درست سمجھی جائے گی۔

۱۔ضمیمہ ۲
۲۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳.۳

باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز پر اخباروں اور سیاسی رہنماؤں کے تبصرے

۳.۳.۱

پاکستان ٹائمز کا اداریہ[۱]

۱۹ اگست ۱۹۴۷ء

یک رکنی باؤنڈری کمیشن نے بالآخر اپنا ایوارڈ پیش کر دیا۔کمیشن کی کارگزاری کے بارے میں ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ ایک دھوکا ہے۔ہم نے بارہا یہ مطالبہ کیا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان سرحدوں کا تعین کلیتًا ملحقہ مسلم اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر کیا جائے اور اگر ''دیگر عوامل'' کی بنیاد پر کسی علاقے میں کسی فریق کو کہیں رعایت دی جائے تو یہ دونوں متعلقہ فریقوں کی منظوری سے ہو اور اس کے عوض دوسرے فریق کو کہیں اور رعایت ملے۔صرف اسی طرح طرفین کو انصاف کی ضمانت مل سکتی تھی۔اس کے بجائے ایک انگریز وکیل انصاف کرنے بیٹھ گیا اور تحصیلوں، تھانوں اور دیہاتوں کے چیستانوں سے کھیلتا رہا اور اس کا نتیجہ ہم نے یہ دیکھا کہ ''دیگر عوامل'' کی آڑ میں اس نے اپنا سارا زور مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا حالانکہ اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ پاکستان چھوٹا اور غریب تر ملک ہے ایسے تمام فیصلے اس کے حق میں ہونے چاہئے تھے۔ایوارڈ دینے والے کے انصاف کے دعووں کے باوجود ہمارا موقف ہے کہ یہ ایوارڈ ناروا اور غیر منصفانہ ہے اور ایک غیر جانبدار منصف کا 'غیر سیاسی'' فیصلہ نہیں۔

ہمارے انتہائی برے اندیشے صحیح ثابت ہوئے کہ سکھوں کے ناجائز مطالبوں کو، جن کی پشت پناہی ہندو مہاسبھا اور کانگریس کے رقبہ اُچکنے والے رہنما کر رہے تھے، انگریزوں کی پذیرائی حاصل ہوگی۔ پنجاب میں ابتدائی تقسیم بھی نامناسب تھی لیکن حتمی ایوارڈ تو اس سے بھی بہت آگے نکل گیا ہے اور ہمارے بعض انتہائی زرخیز علاقوں کی قطع و برید کر دی گئی۔ ہمیں سخت ترین جھٹکا گورداسپور ضلع میں لگا جہاں مسلمانوں کی دو تحصیلیں، یعنی گورداسپور اور بٹالہ جن میں مسلم اکثریت بالترتیب ۵۲٫۱ اور ۵۵٫۶ تھی، پٹھانکوٹ تحصیل کے ساتھ ہندوستان کی جھولی میں ڈال دی گئیں، اور اس طرح بٹالے کا خوشحال مسلم شہر پاکستان سے چھین لیا گیا۔ ضلع لاہور کا ایک حصّہ بھی نوچ لیا گیا۔ ریڈکلف نے یہاں گاؤں گاؤں کے درمیان سرحدیں تو مقرر کر دیں لیکن امرتسر ضلع کی اجنالہ تحصیل جس میں ساٹھ فیصد مسلم اکثریت تھی پاکستان کو دینا بھول گئے۔ مغربی پنجاب سے متصّل زیرا اور فیروز پور کی تحصیلوں کو ''مواصلات میں خلل'' سے بچانے کے بہانے ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا اور جالندھر اور نکودر کی تحصیلوں کا تو ذکر بھی نہیں کیا گیا۔

ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ جہاں کسی غیر مسلم علاقے پر ''دیگر عوامل'' کے تحت مسلمانوں کا مسلّمہ حق بنتا تھا، مثلاً بعض کنال ہیڈ ورکس پر، تو وہاں یہ ذہین وکیل مشترکہ کنٹرول کا مشورہ دیتے ہیں لیکن یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اسی طرح کا مشترکہ کنٹرول غیر مسلم علاقوں میں قابلِ عمل کیوں نہیں سمجھا گیا۔ بنگال اور آسام کی تقسیم میں بھی ''دیگر عوامل'' پاکستان ہی کے خلاف استعمال ہوئے۔ آسام کے وسیع مسلم اکثریتی علاقوں کی پاکستان میں شمولیت کے خلاف یہ عذر رکھا گیا کہ وہ ضلع سلہٹ سے منسلک نہیں تھے صرف مشرقی بنگال سے ملحق تھے۔ یہ قانونی موشگافیاں، کمزور دلیلیں اور گمراہ کن اصول صرف ایک فریق کے مفاد میں کام کر رہے تھے اور اس طرح ہمیں وسیع رقبے سے محروم کر دیا گیا جن پر اصولاً پاکستان کا حق بنتا تھا۔

پاکستان کا قیام ناگزیر نظر آیا انگریزوں نے یہی کوشش کی کہ اس کی تشکیل کو جتنا ممکن ہو مشکل بنایا جائے اور یہ اقدام بھی ان کی اس حکمتِ عملی کا حصہ ہے کہ ہندوستان کے طاقتور سرمایہ داروں کو خوش کیا جائے۔ مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچا کر انہوں نے یہ کام ''دیگر

عوامل'' کے حربے سے کیا۔

پنجاب کی تقسیم میں ''دیگر عوامل'' کی شق شامل کرنے کا مقصد سکھوں کو فائدہ پہنچانا تھا۔ حتمی حد بندی نے اگرچہ مسلمانوں سے بہت کچھ چھین لیا لیکن سکھوں کے ہاتھ بھی کچھ نہیں آیا۔ وہ اب بھی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان آدھوں آدھ بٹے ہوئے ہیں اور ان کے مقدّس مقامات، جن کے لئے ہندوستان اور لندن میں اس قدر شور وغوغا تھا، اب بھی پاکستان ہی میں ہیں۔ برطانوی سیاستدانوں نے شاید سوچا ہوگا کہ انتقالِ اقتدار کے باوجود وہ برصغیر کے مسائل میں اپنی ٹانگ اڑائے رکھیں گے یا پھر انہیں یہ امید تھی کہ کافی کمزور کیا ہوا پاکستان ہمیشہ برطانوی اور ہندو سرمایہ داروں کی عنایت اور اعانت کا دست نگر رہے گا۔ محرکات جو بھی ہوں یہ ایوارڈ بہر حال غلط، ناروا اور غیر منصفانہ ہے لیکن ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ وقت آئے گا جب سرحد کی دوسری جانب سے ہوش مندی سے کام لیا جائے گا اور اس غلطی کا ازالہ کر دیا جائے گا۔

مسلم عوام اپنے مسلّمہ رہنما کے ذریعے ایوارڈ کو قبول کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اب یہ ناگوار سہی لیکن ہم اس کے پابند ہیں اور دوسرے فرقوں کی طرح تلوار کی دلیل استعمال نہیں کریں گے۔ ہماری اوّلین ضرورت امن ہے تا کہ ہم اپنے وطن کی تعمیر کر سکیں، مشرق سے آئے ہوئے اپنے بھائیوں کو دوبارہ بسا سکیں اور اپنے ملک اور عوام کی سماجی اور معاشی احیائے نو کے منصوبوں پر عمل کر سکیں۔ انگریزوں اور ہندوستان کے رہنماؤں کی ہر اس کوشش سے، کہ ہم اپنے نو یافتہ وطن سے دستبردار ہو جائیں، ہمارے اس عزم میں مزید پختگی آتی جائے گی کہ ہمیں پاکستان کو ایک مضبوط اور خوشحال ملک بنانا ہے جو مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہوگا۔ یہی آج کا چیلنج ہے۔ ہمارے خلاف پرانی اور نئی سامراجیت کے جو بھی منصوبے ہیں ہم اپنے ملک کو مضبوط بنا کر ہی انہیں ناکام کر سکتے ہیں۔

ایک اعتبار سے پاکستان کی جنگ اب شروع ہوئی ہے۔ مسلمانوں کیلئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس چیلنج کو قبول کریں اور اپنے وطن کی تعمیر کیلئے پورے خلوص کے ساتھ اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اپنے ورثے کو کسی بڑی حکومت کے پاس رہن رکھ دیں یا پہلے سے کہیں زیادہ قربانیاں دے کر خود کو آزاد اور خود مختار رکھیں۔ بہر حال یہ کام

جرأت، ثابت قدمی، اعلیٰ مہارت اور سخت محنت کا مطالبہ کرتا ہے۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۶

۳.۳.۲

سیاسی رہنماؤں کے تبصرے[1]

لاہور

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

وزیر مواصلات سردار عبدالرّب نشتر: ''یہ پاکستان کیلئے انتہائی ناروا اور غیر منصفانہ ایوارڈ ہے۔ ہم اس کو انگریزوں کی الوداعی ٹھوکر سمجھتے ہیں۔''

وزیرِ زراعت غضنفر علی خان: ''ایک انگریز جج کا دیا ہوا یہ ایوارڈ قابلِ نفرت اور ناروا ہے۔ اس فیصلے کے بعد شاید پاکستان دولتِ مشترکہ میں رہنے پر آمادہ نہ ہو۔ ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کے قتل عام کو دیکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ تقسیم کے عمل کی ابتدا درست نہیں ہوئی۔''

وزیرِ تجارت آئی آئی چندریگر: ''یہ ایوارڈ اصولوں پر مبنی نہیں ہے۔ خصوصاً گورداسپور کی تین زرخیز تحصیلیں ہندوستان کو دے کر آبادی کی اکثریت کے اصول کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔''

وزیرِ مالیات مغربی پنجاب سردار شوکت حیات خان: ''یہ ایوارڈ انصاف کی دیدہ و دانستہ تذلیل ہے۔ اس سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ انگریز دراصل کس کے دوست ہیں۔ یہ کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان کو اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ وہ برطانوی دولتِ مشترکہ میں رہنے پر مجبور ہو جائے۔ انگریزوں کی اس آخری دغابازی کا نتیجہ ان کی توقع کے برعکس ہوگا۔''

بیگم شاہنواز، رکن دستور ساز اسمبلی: ''یہ ایوارڈ انتہائی ناروا اور غیر منصفانہ ہے کیونکہ کئی غالب مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ انگریز اپنے وعدوں سے پھر گئے ہیں۔''

مسٹر حسن اصفہانی، مسلم لیگی رہنما: ''یہ ایک مکروہ ایوارڈ ہے جو انصاف سے عاری

ہے۔ یہ متصلہ اکثریتی علاقوں کے بنیادی اور تسلیم شدہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ایک بار پھر مسلمان ہی خسارے میں رہے۔"

دیوان بہادر ایس پی سنگھا، پاکستانی عیسائیوں کے رہنما: "یہ ایک یک طرفہ ایوارڈ ہے۔ ملحقہ اکثریتی علاقوں کے جمہوری اصولوں کو سراسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پاکستان کے ساتھ یہ صریح ناانصافی ہے"۔۔۔ پاکستان ٹائمز، ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۹

۳.۴

ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف کا کردار

۳.۴.۱

نوئل بیکر بنام دفتر خارجہ لندن[1]

(تار۔ خفیہ/اہم)

نیویارک

۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء

آئینگر[2] (Ayyanger) سے میری ملاقات کے بعد ظفر اللہ خاں محمد علی کے ساتھ آئے اور ہماری گفتگو تین گھنٹے جاری رہی۔

ابتداء میں ظفر اللہ نے کشمیر کے مسئلے کی غیر معمولی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور پاکستان کی آئندہ پالیسی پر اس کے فیصلہ کن اثرات کا ذکر کیا۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ روس کی پالیسی اس قدر خطرناک نظر آتی ہے کہ تیسری عالمی جنگ کو خارج از امکان نہیں کہا جا سکتا۔ خود وہ اور ان کے پاکستانی رفقائے کار پوری طرح قائل ہیں کہ برطانوی دولتِ مشترکہ میں رہنا اور روسی جارحیت کے خلاف مغرب کا ساتھ دینا ان کے اپنے مفاد میں ہے۔ موجودہ حکومت بہر حال اس نظریے پر قائم رہے گی لیکن اگر پاکستان یہ محسوس کرے کہ برطانیہ کی پالیسی غیر منصفانہ طور پر

ہندوستان کے حق میں ہے تو نتیجتاً ممکن ہے کہ موجودہ وزارت اقتدار سے ہٹ جائے اور نئے وزراء روس کے طرفدار ہو جائیں۔ ان کے خیال میں یہ صورتِ حال دولتِ مشترکہ کیلئے اچھی نہیں ہو گی کیونکہ پاکستان کا علاقہ دفاعی اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان میں یہ خیال عام ہے کہ برطانیہ ہمیشہ ہندوستان ہی کی حمایت کرتا رہا ہے۔ مثلاً یہ کہ ریڈکلف ایوارڈ میں افسوس ناک تبدیلی سے پاکستان کو نقصان پہنچایا گیا۔ تاراسنگھ کو بروقت گرفتار نہ کرنے میں وائسرائے کی افسوس ناک کوتاہی سے سکھوں کی مار دھاڑ کو شہ ملی ہے۔ ہم نے ہندوستانیوں کو کشمیر ہتھیا لینے سے روکنے کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ برطانوی نامہ نگاروں کی رپورٹوں کے مطابق پونچھ والوں کا کہنا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کے فوجیوں اور ہوائی جہازوں نے ان پر حملے کئے ہیں۔ ظفر اللہ نے کہا کہ یہ واقعات افسوس ناک ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ انہیں بھلا دیا جائے بشرطیکہ ہم کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل کے فیصلے کے مطابق منصفانہ استصوابِ رائے کے ذریعے طے کرا سکیں۔ یہ تب تک ممکن نہیں جب تک ہندوستانی اس علاقے پر اپنے فوجی قبضے اور شیخ عبداللہ کے اقتدار میں رہنے پر اصرار کرتے رہیں گے۔

(پیرے ۳ تا ۵ حذف کر دیے گئے)

(نوئل بیکر)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اینڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۴
۲۔ گوپال سوامی آئینگر۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ہندوستانی وفد کے رہنما

۳۴۲

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام کلیمنٹ ایٹلی[1]

(تار۔ انتہائی خفیہ/فوری)

نئی دہلی

۲۴ فروری ۱۹۴۸ء

گورڈن واکر[2] (Gordon Walker) نے مجھے بتایا کہ بیگم لیاقت علی خاں نے برسرِ عام یہ کہا ہے کہ حکومتِ پاکستان نے آپ کو ثبوت فراہم کئے ہیں کہ مَیں پنجاب کے فسادات

میں ملوث تھا کیونکہ مَیں نے سکھ رہنماؤں کو ۱۵ اگست سے پہلے گرفتار نہیں کیا اور یہ کہ مَیں نے ریڈکلف ایوارڈ میں ردّ و بدل کرایا تھا۔[۳]

۲۔ اس حقیقت کے علاوہ کہ ان معاملات پر مذاکرات کے دوران ازمے اور میول (Mieville) موجود تھے جو آپ کو چشم دید حال بتا سکتے ہیں، مَیں چاہتا ہوں کہ مجھے ان الزامات کی تردید کا موقع ملے۔ لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ ان مسائل سے متعلق دستاویزات کی نقول ہوائی ڈاک کے ذریعے مجھے بھیج دیں جو میری اطلاع کے مطابق حکومتِ برطانیہ کو پیش کی جا رہی ہیں۔ یہ معاملہ اس لئے بھی عجلت طلب ہے کہ گوپال سوامی آئینگر نے خبردار کیا ہے کہ ظفر اللہ خان شاید اقوام متحدہ میں اس قتلِ عام میں مجھے ذاتی طور پر ملوّث کرنے کی کوشش کریں گے۔

(ماؤنٹ بیٹن آف برما)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۵
۲۔ تعلقات دولتِ مشترکہ کے پارلیمنٹری انڈر سیکرٹری آف اسٹیٹ
۳۔ ماؤنٹ بیٹن کے ہاتھوں ضابطوں کی خلاف ورزی اور ایوارڈ میں ردّ و بدل سے متعلق ایک ریٹائرڈ جج کرسٹوفر بومانٹ کا بیان ۱۹۹۲ء میں ''ڈیلی ٹیلیگراف'' میں چھپا۔ دیکھئے ملفوفہ

۳.۴.۲ کا ملفوفہ

ماؤنٹ بیٹن کے ہاتھوں ضابطوں کی خلاف ورزی اور تقسیم ہند میں سرحدوں میں ہیرا پھیری[۱]

لندن

۲۴ فروری ۱۹۹۲ء

سائمن اسکاٹ پلومّر (Simon Scott Plummer) کی زبانی راج کے اختتام پر غیر منصفانہ حد بندی سے متعلق ایک ریٹائرڈ جج[۲] کا فیصلہ

باؤنڈری کمیشن کے سیکرٹری مسٹر کرسٹوفر بومانٹ کے مطابق ۱۹۴۷ء میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان پنجاب کی سرحد کا تعین کرتے وقت ماؤنٹ بیٹن نے کمیشن کے نتائج کو

ہندوستان کے حق میں تبدیل کروادیا تھا۔

مسٹر بومانٹ نے جوایک ریٹائرڈ سرکٹ جج ہیں اپنے بیان میں کہا کہ سر سرل ریڈکلف نے سرحدی خط کا فیصلہ کر چکنے کے بعد سیاسی مصلحتوں سے مغلوب ہوکر یہ مان لیا کہ فیروز پوراور زیرا کے ذیلی علاقے پاکستان سے ہندوستان کو منتقل کر دیے جائیں لیکن کشمیر سے ملحق ضلع گورداسپور میں شمالی پنجاب کے سرحدی خط میں کوئی ردّوبدل نہیں کیا گیا۔

سمجھا تو یہ جاتا تھا کہ حد بندی کمیشن کے صلاح مشورے خفیہ، غیر جانبدارانہ اور سیاسی دباؤ سے آزاد ہیں۔اس کے چیئرمین سر سرل ریڈکلف بعدازاں برطانیہ میں ڈیلی ایکسپریس اور ڈی نوٹس سسٹم (D. Notice System) کی تفتیشوں کے سربراہ رہے۔۱۹۶۲ء میں انہیں ''وائی کاؤنٹ'' کا خطاب دیا گیااور ۱۹۷۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔

بوروبرج یارکشائر (Boroughbridge Yorkshire) میں قیام پذیر اناسی سالہ مسٹر بومانٹ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ہندوستان کے آخری وائسرائے ماؤنٹ بیٹن کیساتھ ایک ظہرانے پر جس میں مسٹر بومانٹ کو ''عمداً نہیں بلایا گیا تھا'' ''ریڈکلف کو فیروز پوراور زیرا کے متعلق اپنا ذہن بدلنے پر آمادہ کیا گیا۔ان کا بیان ہے کہ'' ماؤنٹ بیٹن نے دخل اندازی کی اور ریڈکلف نے خودکو مغلوب ہونے دیا۔دونوں ہی نا قابلِ اعتبار ٹھہرے۔اگر چہ پنجاب کی حد بندی جموں اور کشمیر کے مستقبل سے ایک علیحدہ مسئلہ ہے لیکن مسٹر بومانٹ کے انکشافات سے برطانوی ہند کی تقسیم میں ماؤنٹ بیٹن کی غیر جانبداری نئے سرے سے مشکوک ہوگئی ہے خصوصاً اس بارے میں کہ جموں اور کشمیر ہندوستان سے الحاق کرے یا پاکستان سے۔

۱۹۹۱ء میں ایک کتاب (*Kashmir: A Disputed Legacy 1846-1990*) کے عنوان سے شائع ہوئی جس میں مسٹر ایلیسٹیئر لیم (Alastair Lamb) نے کچھ نئی شہادتیں پیش کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن چاہتے تھے کہ کشمیر مسلم اکثریتی علاقہ ہونے کے باوجود ہندوستان سے الحاق کرے اور اس کیلئے انہوں نے ہندوستانی سیاست دانوں سے ملی بھگت کر کے مہاراجہ پر باؤڈالا تھا۔

جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے مسٹر بومانٹ کے بیان کے بعد مسٹر فلپ زیگلر ماؤنٹ بیٹن کے سوانح نگار ۱۹۸۵ء میں قائم کی ہوئی اپنی رائے پر دوبارہ غور کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کی پہلی رائے یہ تھی کہ ماؤنٹ بیٹن کا ریڈکلف جیسے دیانت دار آدمی کی سفارشات کو بدلوانا بعید از قیاس ہے۔

''اسکی ممکنہ توضیح یہ نظر آتی ہے کہ نہرو کے دباؤ میں آ کر ماؤنٹ بیٹن نے کسی موقع پر ریڈکلف سے ایوارڈ بدلنے کی درخواست کرنے کا ضرور سوچا تھا۔''

بہر حال بعد میں عقلِ سلیم اور لارڈ ازمے کے مشورے سے وہ قائل ہو گئے کہ اس میں خطرات بہت ہیں اور اس کھیل کا ماحصل ممکنہ نقصان سے بہت کم ہے۔

''وہ لاپرواہی کے قصوروار تو ہوئے ہوں گے لیکن رسوا کن حماقت اور بددیانتی کے نہیں جیسا کہ ان کے دشمن ان پر تہمت لگاتے ہیں۔''

اپنی اس سوانح عمری میں مسٹر زیگلر نے لکھا کہ بہر حال شک کا ایک شائبہ رہ گیا ہے۔ تاہم وہ اب بھی یہ نہیں سمجھ سکے کہ ریڈکلف کس طرح اتنی جلدی ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے اور ازمے جیسے شخص نے جو ہندوستان سے بخوبی واقف تھا ماؤنٹ بیٹن کو یہ مشورہ کیوں نہیں دیا کہ وہ نہرو کے جھانسے میں نہ آئیں۔

اپنے بیان میں مسٹر بومانٹ نے کہا ''۱۹۸۹ء میں ماؤنٹ بیٹن کے پرائیویٹ سیکرٹری سر جارج ایبل کے انتقال کے بعد صرف وہی اکیلے رہ گئے ہیں جنہیں ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم اور اس کے نتیجے میں پاکستان کی تخلیق کے حقائق معلوم ہیں۔''

مسٹر بومانٹ نے ۱۹۸۰ء کے شروع میں ہندوستان کے مورّخ اور اپنے قریبی دوست سر پنڈیرل مون (Penderel Moon) اور ان کے بہنوئی سر رابن لیٹیمر (Robin Latimer) کو سب حقائق سے آگاہ کر دیا تھا۔ ۱۹۸۹ء میں اپنا مکمل بیان لکھنے کے بعد انہوں نے اصل دستاویز آکسفورڈ کے آل سولز کالج (All Souls College) میں محفوظ کرا دی۔ بعد میں مسٹر بومانٹ نے کہا ''یہ قدرے بدیر میری سمجھ میں آیا کہ یہ واقعات اب تاریخ کا جزو ہو چکے ہیں اور اب وقت

آ گیا ہے کہ حقیقت آشکار کر دی جائے۔"

اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ جب ماؤنٹ بیٹن، نہرو اور جناح نے ریڈکلف کو ۱۵ اگست تک اپنے نتائج مکمل کرنے کی ہدایت کی تو ریڈکلف نے اعتراض کیا۔

"یہ قطعی ناممکن تھا کہ ایک مہینہ نو دن میں یہ کام مناسب طور پر مکمل ہو سکے۔ اس غیر ذمہ دارانہ فیصلے میں ماؤنٹ بیٹن، نہرو اور جناح برابر کے شریک تھے۔"

ایک سنگین غلطی یہ بھی تھی کہ "ایک ہندو راؤ صاحب وی ڈی آئیر (V.D. Iyer) کو کمیشن کے اسسٹنٹ سیکرٹری جیسے راز داری والے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ برطانیہ سے کسی شخص کو بلا کر اس کام پر لگایا جاتا۔"

مسٹر بومانٹ نے کہا کہ آزادی کے وقت پنجاب اور بنگال میں تقسیم کے جو سرحدی خطوط کھینچے جا رہے تھے ان کا علم صرف انہیں، ریڈکلف اور آئیر ہی کو تھا اور کوئی شک نہیں کہ آئیر باؤنڈری کمیشن کی پیش رفت سے نہرو اور وی پی مینن کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔

بہر کیف حقائق حسبِ ذیل ہیں:

ریڈکلف نے پنجاب کی سرحد کا تعین مکمل کر لیا تھا جس میں فیروز پور اور زیرا کے ذیلی علاقے پاکستان کو دیے گئے تھے۔

مسٹر بومانٹ نے یہ نقشہ مسٹر ایبل کو دکھایا تھا تا کہ گورنر پنجاب سر ایون جنکنز ان مقامات پر فوج متعین کر سکیں جہاں ہنگاموں کا خطرہ ہو۔

اس کے فوراً بعد وی پی مینن آدھی رات کو ریڈکلف کے گھر پہنچ گئے اور ان سے ملنے کی درخواست کی، مسٹر بومانٹ نے انکار کر دیا۔ اس پر مینن نے کہا کہ انہیں ماؤنٹ بیٹن نے بھیجا ہے۔ مسٹر بومانٹ نے جواب دیا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر "وہ شائستگی سے واپس چلے گئے۔ میرے خیال میں وہ اس انکار کے لئے تیار تھے۔ وہ بڑے قابل اور سمجھدار شخص تھے۔"

دوسرے دن ریڈکلف کو ماؤنٹ بیٹن نے ظہرانے پر مدعو کیا۔

ماؤنٹ بیٹن اور ریڈکلف پر حالات کا دباؤ تھا گو یہ کوئی جواز نہیں تھا۔"

ماؤنٹ بیٹن سخت محنت سے تھک کر چور ہو چکے تھے اور انہیں یقیناً نہرو اور مینن نے کہا ہوگا کہ اگر فیروز پور پاکستان کو دیا گیا تو دونوں ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے گی۔

ممکن ہے کہ ظہرانے پر ماؤنٹ بیٹن نے ریڈکلف کو قائل کر لیا ہو کہ فیروز پور کو پاکستان میں شامل کرنے سے خانہ جنگی برپا ہو سکتی ہے۔

''ریڈکلف کو ہندوستان آئے صرف چھ ہفتے ہوئے تھے اور وہ گرمی سے بدحال ہو رہے تھے۔ انہیں شاید علم نہیں تھا کہ نہرو، مینن اور مہاراجہ بیکانیر ماؤنٹ بیٹن پر دباؤ ڈال رہے تھے۔''

ریڈکلف نے بتایا کہ ان سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو ساتھ نہ لائیں کیونکہ میز پر مزید جگہ نہیں ہے[۳] حالانکہ بومانٹ کو، جو ازمے والے گھر میں چھ مہینے رہے، معلوم تھا کہ یہ بات غلط تھی۔'' یہ پہلا موقع تھا جب ریڈکلف کے ساتھ بومانٹ کو کسی دعوت میں نہیں بلایا گیا۔'' اسی شام پنجاب کا سرحدی خط تبدیل کر دیا گیا۔۔ڈیلی ٹیلیگراف، ۲۵ فروری ۱۹۹۲ء

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۳۵
۲۔ کرسٹوفر بومانٹ
۳۔ بومانٹ کو مدعو نہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پٹیل نے ماؤنٹ بیٹن سے شکایت کی تھی کہ کمیشن کے سیکرٹری کی ہمدردیاں مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔

۳.۴.۳

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔ نئی دہلی

۲ مارچ ۱۹۴۸ء

ڈیئر نوئل بیکر

مَیں ایک یادداشت کی نقل ملفوف[۲] کر رہا ہوں جو مَیں نے گوپال سوامی کو بھیجی ہے۔ یہ اس موقع کیلئے ہے اگر ظفر اللہ میرے خلاف یہ الزام لگائیں کہ مَیں نے سکھ رہنماؤں کو گرفتار نہیں کیا تھا۔ اس کی نقول لندن بھی بھیجی گئی تھیں لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ تک یہ نہ پہنچی ہوں۔

آپ نے جس طرح ظفر اللہ کو زوردار طریقے سے تنبیہہ کی ہے مَیں اس کا شکر گذار ہوں لیکن میرے پاس اس کا ٹھوس جواب موجود ہے کہ سکھ رہنماؤں کو گرفتار نہ کرنے کا فیصلہ پنجاب کے گورنر نے مشرقی اور مغربی پنجاب کے نامزد گورنروں سے مشورے[۳] کے بعد کیا تھا اور یہ فیصلہ خود میرے مشورے کے خلاف کیا گیا تھا۔[۴] مَیں یہ چاہوں گا کہ یہ معاملہ اب کھل کر سامنے آ جائے تا کہ ہمیشہ کیلئے یہ بات طے ہو جائے۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۹

۲۔ ملفوفات ۱ اور ۲ ترجمہ نہیں کئے گئے۔

۳۔ تعلقات دولتِ مشترکہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ نے اپنے ۹ جون ۱۹۴۸ء کے نوٹ میں تبصرہ کیا ''اگر یہ سچ بھی ہو تب بھی ماؤنٹ بیٹن اس فیصلے سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ اس سے پہلے کہ ماؤنٹ بیٹن جنکنز کے مشورے پر عمل کرتے مسلم رہنما کراچی واپس جا چکے تھے۔ لہٰذا جونہی مسلمانوں کی پیٹھ مڑی ماؤنٹ بیٹن نے گرفتاری کی پالیسی سے منہ موڑ لیا جس کا فیصلہ ۵ اگست کو ہوا تھا۔

۴۔ حقائق اس دعوے کی تائید نہیں کرتے۔ جنکنز کے نام اپنے ۸ اگست کے خط میں انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ انہوں نے ایبل کو جناح کے پاس یہ جاننے کیلئے بھیجا تھا کہ اگر کارروائی باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ پر ردِعمل معلوم ہونے تک ملتوی کر دی جائے تو انہیں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا لیکن جناح نے فوری کارروائی کا مطالبہ کیا۔ اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے کا ماؤنٹ بیٹن نے یہ عذر پیش کیا کہ جنکنز اور میسروی ''صورتِ حال کا بہتر اندازہ لگا سکتے ہیں اور زیادہ خطرناک لوگوں کو فوراً پکڑنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔''

۳۴۴

ایچ ایل ازمے بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار۔ فوری/خفیہ)

لندن

۶ مارچ ۱۹۴۸ء

مَیں نے اس واقعے کی خبر اپنے پرانے ساتھی کو دے دی ہے لیکن یہ مناسب جانا کہ

جب تک کوئی واضح الزام نہ لگایا جائے یہ مسئلہ اصل کردار کے سامنے نہ اٹھاؤں۔

۲۔مَیں نے سارے تار دیکھ لئے ہیں اور وزیرِ اعظم اور سر پال پیٹرک[۲] (Paul Patrick) سے اس مسئلے پر گفتگو کر لی ہے۔اوّل الذکر سے معلوم ہوا ہے کہ ظفر اللہ باؤنڈری کمیشن کے بارے میں اپنے سارے فضول اعتراضات سے دستبردار ہو گئے ہیں۔[۳]

(ایچ ایل ازمے)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۳۰
۲۔ انڈر سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ
۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۷

۴

صوبۂ سرحد کے معاملات

۴.۱

جارج کننگھم بنام محمد علی جناح[1]

فوری/ذاتی

پشاور

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

برائے قائداعظم محمد علی جناح

۱۔ڈاکٹر خان صاحب سے میری کئی طویل ملاقاتوں کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

الف۔ انہوں نے پوری متانت سے یقین دلایا کہ وہ جب تک وزیر رہیں گے پاکستان کے ساتھ وفاداری سے کام کریں گے اور ایسی کوئی کارروائی نہیں کریں گے جس سے آئین کو گزند پہنچے۔

ب۔وہ آزاد پٹھانستان کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کریں گے۔

ج۔اگر دستور ساز اسمبلی نے کسی ایسے آئین کو حتمی شکل دی جس کی حمایت ان کے لئے ممکن نہ ہوئی تو وہ استعفیٰ دے کر آئینی حزبِ اختلاف کا کردار ادا کریں گے۔

د۔مَیں نے انہیں فوراً استعفیٰ دینے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے ابھی تک اس پر عمل نہیں کیا۔

۲۔ مجھے ڈاکٹر خان صاحب کی زبان پر بھروسہ ہے اور مجھے خوشی ہوگی اگر آپ یہ ممکن سمجھیں کہ نئے دستور کے تحت ہونے والے آئندہ انتخابات تک انہیں برسرِ اقتدار رہنے دیا

جائے۔ میرے خیال میں یہی صوبے کے بہترین مفاد میں ہے کہ آئینی فرائض کی ادائیگی میں دونوں جماعتیں تعاون کریں جو اس موقع پر وزارت کی برطرفی سے کچھ عرصے تک ممکن نہیں ہوگا۔

۳۔ تاہم اس معاملے میں مجھے آپ کی مشکلات کا احساس ہے اور اگر آپ نے مجھے وزارت کی برطرفی کی ہدایت دینے کا فیصلہ کیا تو مَیں اس کی مصلحت کو بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔[۲] آج صبح آخری لمحے پر وزراء کے اس فیصلے سے کہ وہ پرچم کشائی کی تقریب میں شامل نہیں ہوں گے ان کا موقف کمزور پڑ گیا ہے۔ خان صاحب کو خطرہ یہ تھا کہ کہیں ہجوم کے ہاتھوں وزراء کی بے عزتی نہ ہو جائے۔ شاید عبدالغفّار خان کے ایماء پر قاضی عطاء اللہ نے خیال ظاہر کیا کہ تقریب میں ان کی موجودگی وزارت کیلئے باعثِ نقصان ہوگی۔

۴۔ مَیں خان صاحب اور ان کے ذریعے عبدالغفّار خان کو سمجھاتا رہا ہوں کہ وہ تشدّد کی اجازت دے کر خود کو بے اثر نہ کریں۔ میرے خیال میں مجھے اس سلسلے میں کچھ کامیابی ہوئی ہے۔ مَیں نے عبدالقیوم خان سے بھی مفصّل گفتگو کی اور مجھے ان کی معاملہ فہمی پر بھروسہ ہے۔ ان کے خیال میں اگر تین یا چار ممکنہ گڑبڑ والے علاقوں میں فوج متعین کر دی جائے تو ہم صورتِ حال پر قابو پا سکتے ہیں۔ اگر ۱۹ اگست سے پہلے وزارت تبدیل نہ کی جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ عید کے بعد افواج کی نقل و حرکت آسان ہو جائے گی۔ میرے خیال میں اس خفیف سی تاخیر سے صوبائی لیگ کے رہنماؤں کو کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہوگی کیونکہ وہ آج کل بہترین سیاسی حیثیت میں ہیں۔ مجھے پولیس اور صوبائی ملازمین کی وفاداری پر مکمل بھروسہ ہے۔

جارج کننگھم

گورنر سرحد

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۶

۲۔ ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو گورنر سرحد نے ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت برطرف کر کے عبدالقیوم خان کو نئی وزارت کی تشکیل کی دعوت دی۔

۴.۲

جارج کننگھم بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

پشاور

۲۰ اگست ۱۹۴۷ء

اگر میرے تار نمبر ۳ جی مورخہ ۱۵ اگست کے جواب میں آپ پہلی فرصت میں احکامات صادر فرما دیں تو مَیں شکر گزار ہوں گا۔ عوام مناسب کارروائی کے منتظر ہیں اور وزارت کی تبدیلی کے امکان کے باعث بعض انتظامی فیصلے ملتوی رکھے گئے ہیں۔

گورنر صوبۂ سرحد

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۵۰

۴.۳

جارج کننگھم بنام محمد علی جناح[1]

پشاور

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

کیا مجھے اجازت ہے کہ مَیں اپنی صوابدید پر اس صوبے کی سیاسی تبدیلیوں اور قبائلی معاملات سے کابل میں اپنے سفارت کار کو باخبر رکھوں؟

غالباً مرکزی حکومت خود سرحد کی وزارت میں تبدیلی کی اطلاع کابل میں ہمارے سفارت کار کو دے دے گی۔

گورنر صوبۂ سرحد

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۶۴

۴.۴

جارج کنگھم بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

پشاور
۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے آج دوپہر ایک بجے ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت برطرف کر دی[2] اور عبدالقیوم کو وزارت بنانے کی پیش کش کی ہے۔

کنگھم

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۴۷
۲۔ دیکھئے ضمیمہ ۱ اور ۲

۴.۴ کا ضمیمہ ۱

خفیہ ادارے کی رپورٹ[1]

پشاور
۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب گورنر سرحد نے ۲۲ اگست کو ڈاکٹر خان صاحب کی کانگریسی وزارت برطرف کر دی اور مسلم لیگ کی وزارت قائم ہوگئی جس میں خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ اور خان محمد عباس خان وزیر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کی برطرفی کی خبر سرخپوشوں کے بیشتر حامیوں کیلئے حیران کن تھی۔ ڈاکٹر خان صاحب نے کہا ہے کہ برطرفی غیر آئینی تھی لیکن عام سرخپوشوں کا ردعمل صرف اتنا تھا کہ نوشہرہ کے علاقے میں کہیں کہیں پٹھانستان کے جھنڈے لہرائے گئے اور ضلع پشاور میں چارسدہ اور شب قدر کے مقامات پر سرخپوشوں کے حامیوں نے سول نافرمانی کی دھمکیاں دیں۔ ۱۹ اگست کو ضلع مردان کے قصبوں شیوا اور کاٹلنگ میں کانگریس کے حامیوں نے چھوٹے چھوٹے جلوس نکالے۔ پہلے جلوس میں لوگ مسلّح تھے اور انہوں نے ہوا میں گولیاں بھی چلائیں۔

۱۷ اگست کو صوبائی کانگریس کمیٹی کے صدر امیر محمد خان کے رشتہ دار حمید اللہ نے ہوتی بازار میں مسلم لیگ کا جھنڈا اتار دیا۔ ۱۵ اگست کو ضلع پشاور کے گاؤں وڈپاگا میں لیگ کے دفتر پر پاکستان کا پرچم لہرانے کے بعد کانگریس اور لیگ کے حامیوں کے درمیان ہاتھا پائی ہوگئی اور انہوں نے ایک دوسرے پر گولیاں بھی چلائیں لیکن پولیس نے صورتِ حال پر قابو پالیا۔

ڈاکٹر خان صاحب اور دوسرے وزراء نے اپنے گھروں سے ۱۵ اور ۱۶ اگست کو کانگریس کے جھنڈے اتار لیے اور اس کے بعد سے یہ لوگ اپنی موٹر کاروں پر زلمئے پختون کے جھنڈے لگا کر پھرتے ہیں۔

۱۸ اگست کو ضلع پشاور کے جبّہ اور تارو کے سرخپوش ''جرنیلوں'' کے گھروں پر پٹھانستان کے جھنڈے لگائے گئے اور سرخپوشوں نے ہوا میں گولیاں چلائیں۔

عبدالغفار خان نے ہفتے کا بیشتر حصہ سردریاب میں گذارا جہاں سرخپوش رہنماؤں نے ان سے ملاقات کی۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ضلع پشاور کے ذیلی ڈویژن چارسدہ میں مختلف مقامات پر کانگریسی جھنڈوں کی جگہ زلمئے پختون کے جھنڈوں نے لے لی ہے۔

۱۔ ''سرحد میں استصوابِ رائے ۱۹۴۷ء''، (The Referendum in NWFP 1947)، نیشنل ڈاکیومنٹیشن سنٹر، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء

۴.۴ کا ضمیمہ ۲
ایچ گورڈن منی جیروڈ کی یادداشت
(اقتباس)

امریکی سفارت خانہ۔ کراچی

۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

صوبۂ سرحد کی کابینہ کی برطرفی

صوبۂ سرحد کی وزارت نے، جس کے وزیرِ اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب تھے، اپنی تخریبی کارروائیوں سے پاکستان کی نئی حکومت کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا تھا اور اس کے نتیجے میں

صوبے کے گورنر سر جارج کنگھم نے ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو پوری وزارت برطرف کر دی۔ سرحد اسمبلی میں انڈین کانگریس کے حامی کافی اکثریت میں تھے۔ مسلم لیگ کی صرف ۱۶ نشستوں کے مقابلے میں کانگریس کی ۳۱ نشستیں تھیں۔ اس کے نتیجے میں ۹ اگست ۱۹۴۷ء کو ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت تشکیل ہوئی تھی جس کو حکومتِ پاکستان سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں تھی۔ ۱۵ اگست کو پرچم کشائی کی سرکاری تقریب میں کابینہ کے ایک بھی رکن کا شامل نہ ہونا قابلِ توجہ تھا۔ یہ واقعہ پاکستان سے عدم وفاداری کے دوسرے مظاہر سے مل کر وزارت کی برطرفی کا سبب بنا جس کا حکم سر جارج کنگھم کو کراچی سے پاکستان کی کابینہ نے دیا تھا۔ خان صاحب کی برطرفی کے بعد سر جارج کنگھم نے سرحد اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے رہنما خان عبدالقیوم خان کو نئی وزارت بنانے کی پیشکش کی۔

ڈاکٹر خان صاحب کی عدم وفاداری ظاہر ہونے کے باوجود یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا حکومتِ پاکستان اس وقت اتنی مضبوط ہے کہ برطرفی کا انتہائی قدم اٹھا کر ممکنہ فسادات کا خطرہ مول لے۔ اکثر حلقوں میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ صوبۂ سرحد میں موجودہ تناؤ اس انتہائی اقدام کے باعث شدید تر ہو کر کہیں بغاوت کی صورت نہ اختیار کر لے جب کہ پہلے ہی پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات برپا ہیں اور دوسرے کئی علاقوں میں شدید بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ بہرکیف حکومت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ پاکستان کے اس تشکیلی دور میں حکومت کا وقار اور اختیار برقرار رکھنے کیلئے یہ اقدام ضروری اور بروقت تھا۔

ایچ گورڈن منی جیروڈ
امریکی قونصل

۴۵
جارج کنگھم بنام محمد علی جناح[1]
(تار)

پشاور
۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر قائداعظم

آپ کو کل تار[2] کے ذریعے اطلاع دی تھی کہ مَیں نے ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کو

دوپہر ایک بجے برطرف کر دیا اور دو بجے عبدالقیوم خان کو نئی وزارت بنانے کی پیش کش کی۔ آپ کی ہدایات[۳] کے مطابق ایک وزارت قائم ہو گئی ہے جس میں عبدالقیوم اور محمد عباس شامل ہیں۔ انہوں نے آج صبح حلف بھی اٹھا لیا ہے۔

۲۔ میری اور عبدالقیوم کی رائے ہے کہ تیسرے وزیر کا انتخاب فوراً ہو جانا چاہئے۔ وزارت کے غیر یقینی حالات کی وجہ سے انتظامیہ کے کاموں میں کئی ہفتوں سے تاخیر ہو رہی ہے اور صرف دو وزیروں کے لئے تمام زیرالتوا معاملات نمٹانا مشکل ہے۔

۳۔ میرا اور عبدالقیوم خان کا اس پر اتفاق ہے کہ تیسرے وزیر کیلئے بنّوں کے ایم ایل اے حبیب اللہ موزوں رہیں گے۔ وہ ایک ممتاز وکیل اور اسمبلی کے پرانے رکن ہیں اور سرکاری کمیٹیوں کے رکن یا صدر رہ چکنے کی وجہ سے انتظامی معاملات کا عملی تجربہ رکھتے ہیں اور ان کی نیک نامی ہر طرح مستند ہے۔ ان کی قابلیت مسلم لیگ کے باقی ارکانِ اسمبلی سے بلاشبہ زیادہ ہے۔

۴۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس سلسلے میں پیر ذکوڑی عبداللطیف خان کا نام لیا جا رہا ہے۔ ان کی اہلیت کے سوال سے قطع نظر ان کی شہرت کچھ ایسی ہے کہ اگر انہیں شامل کیا گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ وزارت کی ساکھ گر جائے گی۔ میرے نزدیک اس معاملے میں صاف گوئی بہتر ہے۔

۵۔ مجھے امید ہے کہ میری اور عبدالقیوم کی اس مشترکہ سفارش پر، جو بہت غور و خوض اور تبادلۂ خیال کے بعد کی گئی ہے، آپ بھی اتفاق کریں گے۔ محمد عباس بھی اس سے متفق ہیں۔

آپ کا مخلص
جی کننگھم

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۸۶
۲۔ دستاویز نمبر ۴۴
۳۔ ضمیمہ

۴.۵ کا ضمیمہ
محمد علی جناح بنام جارج کنتگھم
(تار)

بلا تاریخ (اگست) ۱۹۴۷ء

مسلم لیگ کے رہنما کی حیثیت سے عبدالقیوم کو بلا کر ان سے کہیں کہ وہ اپنے اور محمد عباس پر مشتمل وزارت بنالیں۔ میری تجویز ہے کہ آپ پیر صاحب مانکی شریف سے ملاقات کر کے انہیں تیسری وزارت کی پیشکش کر دیں۔ انہیں اگر یہ منظور نہ ہو تو وزارت عبدالقیوم اور عباس خان تک محدود رکھیں۔

(ایم اے جناح)

۴.۶
محمد علی جناح بنام جارج کنتگھم[1]

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر جارج

آپ کا ۲۳ اگست کا مراسلہ[2] مجھے موصول ہوا جس کے لئے مَیں آپ کا شکر گذار ہوں۔ پیرے ۲، ۳، اور ۴ کے متعلق میرا خیال ہے کہ آپ اور قیوم کچھ انتظار کر لیں۔ مَیں کل صبح لاہور روانہ ہو رہا ہوں اور اس معاملے میں میری واپسی پر مزید غور کیا جا سکے گا۔ پھر مَیں آپ کو بتا دوں گا کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔

آپ کا ۲۱ تاریخ کا تار[3] اس بارے میں ہے کہ کیا سرحد کی سیاسی تبدیلیوں سے کابل میں ہمارے سفارت کار کو باخبر کیا جائے۔ جواب سے پہلے اس سوال پر گہرے غور و خوض کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے پر بھی آپ میری کراچی سے واپسی کا انتظار کریں جو امید ہے کہ چند دنوں میں ہوگی۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۳۰
۲۔ دستاویز نمبر ۴.۵
۳۔ دستاویز نمبر ۴.۳

۴.۷
محمد علی جناح بنام جارج کنتگھم[1]

۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر جارج

یہ میرے ۲۷ اگست کے مراسلے[2] کے تسلسل میں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لاہور سے واپس آ کر مجھے وقت ہی نہیں ملا کہ مَیں تیسرے وزیر کے بارے میں آپ کی سفارش پر غور کر سکوں آپ تو جانتے ہی ہیں کہ پنجاب کے مشرقی اور مغربی حصوں میں ناگہانی واقعات نے اور اب دہلی کی بھیانک صورتِ حال نے ہمیں بہت پریشان کر رکھا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اس معاملے کو فی الحال ملتوی کر دیا جائے۔

اپنے تار[3] میں آپ نے جس دوسرے مسئلے کا ذکر کیا ہے مَیں اس کی جانب حکومتِ پاکستان کے جنرل سیکرٹری کی توجہ مبذول کراؤں گا تا کہ وہ کابل میں پاکستانی سفارت خانے کو صوبۂ سرحد میں وزارت کی تبدیلی کی اطلاع دیدیں۔ ویسے جب آپ ضروری سمجھیں کابل میں ہمارے سفارت خانے کو اپنی صوابدید پر صوبے کی سیاسی تبدیلیوں اور قبائلی معاملات سے باخبر رکھ سکتے ہیں۔ تاہم امید ہے کہ ایسی مراسلت اور اس کے جوابات کی ایک نقل آپ مجھے بھی بھیجتے رہیں گے۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۳۱
۲۔ دستاویز نمبر ۴.۶
۳۔ دستاویز نمبر ۴.۳

۴۸

محمد علی بنام ایف امین[1]

فوری/خفیہ

کیبنٹ سیکرٹریٹ (کراچی)

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

مندرجہ ذیل کاغذات ارسال کر رہا ہوں جن پر وزیراعظم آج شام چھ بجے اپنی ملاقات میں قائداعظم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ شکر گذار ہوں گے اگر قائداعظم کچھ وقت نکال کر ان پر نظر ڈال لیں۔

۱۔ سرحد کے بارے میں پالیسی پر سر جارج کنگھم کی یادداشت[2]

۲۔ اسی موضوع پر جنرل میسروی کا خط[3]

۳۔ سر جارج کنگھم کا خط[4] جس میں انہوں نے جنرل میسروی کے تبصرے کی روشنی میں حالات کا جائزہ لیا ہے۔

محمد علی

سیکرٹری جنرل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۸۲

۲۔ ملفوفہ ۱

۳۔ ملفوفہ ۲

۴۔ ملفوفہ ۳

۴۸ کا ملفوفہ ۱
جارج کنگھم کی یادداشت

پشاور

۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

سرحدی قبائل کے بارے میں حکومت کی پالیسی

۱۔ مناسب ہوگا کہ جس قدر جلد ممکن ہو حکومتِ پاکستان صوبۂ سرحد کے قبائل اور ریاستوں سے متعلق اپنی آئندہ حکمتِ عملی اور ان کے ساتھ کئے جانے والے معاہدوں کے بارے میں فیصلہ کر لے۔ فی الحال ایک قسم کا ''علیٰ حالہٖ معاہدہ'' عام طور پر قبول کر لیا گیا ہے لیکن ان معاملات کو جلد از جلد قطعی شکل دینی ضروری ہے۔

۲۔ حکومتِ پاکستان جن آئینی اقدامات سے اپنی قبائلی پالیسی کو قابلِ عمل بنانا چاہتی ہے میرے خیال میں ان میں کوئی بڑی مشکل پیش نہیں آئے گی اور اس پورے مسئلے کا فوری طور پر عملی اور تفصیلی جائزہ لینا ممکن ہے۔

۳۔ مجھے امید ہے اس یادداشت میں تمام متفرق مسائل یعنی سیاسی امور، قبائل اور ریاستوں کے ساتھ تعلقات، الاؤنس، خاصہ داری، سول آرمڈ فورسز وغیرہ کا مختصر بیان مفید ہو گا۔ یہ تمام امور اس قدر خلط ملط ہیں کہ انہیں الگ الگ کرنا مشکل ہے۔

۴۔ مَیں اس ابتدائی مرحلے پر ہی اپنے عبوری خیالات کا اظہار کرنا چاہوں گا جن میں کچھ مفروضے شامل ہیں۔

الف۔ پاکستان کے قیام کے بعد ہمارے قبائل (جو سو فیصد مسلمان ہیں) گو اپنی داخلی آزادی کے معاملے میں اب بھی حسّاس ہیں لیکن میرے خیال میں حکومت سے مذہبی ہم آہنگی کا ان پر ضرور مثبت اثر پڑے گا۔ اس سے ایک نیا جذبہ ابھرے گا جس سے حکومت اور قبائل کے درمیان تعلقات میں گرمجوشی پیدا ہوگی۔ اس اسلامی جذبے سے فائدہ اٹھانے کیلئے حکومت کو ہر ممکن اور مناسب کوشش کرنی چاہئے۔

ب۔وزیرستان کے سوا باقی اور قبائل اپنے اور حکومت کے درمیان موجودہ انتظامات سے بالکل مطمئن ہیں۔ہمیں چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے پرانے معاہدوں کو کچھ ضروری ترمیمات کے ساتھ نافذ رہنے دیں۔موجودہ وظائف اور خاصہ داریاں برقرار رکھی جائیں۔قبائل کو ہم نے جن اہم امور کی مثلاً مفروروں کی گرفتاری اور قیامِ امن کی ذمّہ داریاں سپرد کر رکھی تھیں انہیں بھی برقرار رکھنا چاہئے۔

ج۔فی الحال قبائل اپنی داخلی آزادی برقرار رکھنا چاہیں گے۔گویا انہیں یہ منظور نہیں ہو گا کہ ان کے علاقے میں،سوائے ان جگہوں کے جہاں وہ پہلے سے موجود ہیں،پولیس،تحصیلدار، مال اور،محصولات کے محکمے اور عدالتیں قائم کی جائیں۔انہیں یقین دلانا چاہئے کہ حکومتِ پاکستان نہ تو ان کی آزادی میں دخل انداز ہونا چاہتی ہے اور نہ ہی کسی قبائلی علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

ہمیں یہ کوشش بھی نہیں کرنی چاہئے کہ قبائل کا کوئی وفاق بنایا جائے۔ایک دو ایسی تجاویز سامنے آئی ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ یہ اچھی حکمتِ عملی نہیں۔ہمیں اس تاثر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے کہ قبائل دوسرے پٹھانوں سے الگ ہیں یا یہ کہ قبائلی علاقوں اور بندوبست شدہ اضلاع کے لوگوں کے مابین کوئی دوری حائل ہے۔اس کے برعکس ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر قبیلے کو اس کے متصل ضلع سے مربوط کر دیا جائے کیونکہ ان کی معاشی اور سماجی ترقی اسی طرح ممکن ہے۔مَیں قطعی طور پر یہ ماننے کیلئے تیار نہیں کہ قبائل باہمی رضامندی سے کسی وفاق کے قیام پر راضی ہوں گے۔

ہ۔جہاں بھی مسلّح شہری فوج (Civil Armed Forces) کے دستوں کی ضرورت ہو حتی الامکان ان میں اڑوس پڑوس کے علاقوں کے لوگوں کو بھرتی کرنا چاہیے تا کہ وہ صحیح معنوں میں ایک ملیشیا (Militia) ہو۔ان کی افادیت کی بہترین مثال کرّم ملیشیا ہے۔فرنٹیئر کانسٹبلری اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کی تنظیم جداگانہ ہے۔

نظم وضبط کا نظام

۵۔(الف)۔پانچ ایجنسیوں (مالاکنڈ،خیبر،کرّم،شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان)

میں پولیٹکل ایجنٹ اوران کا عملہ یوں ہی برقرار رہنا چاہئے۔

(ب)۔ یہ معاملہ فیصلہ طلب ہے کہ ان پولیٹکل ایجنٹوں پر اختیار مرکزی حکومت کا ہوگا یا کہ صوبائی حکومت کا۔ مَیں صوبائی حکومت کو اختیار تفویض کرنے کا پُرزور حامی ہوں۔ میرے خیال میں موجودہ انتظامی سرحد کے دونوں جانب اشتہاری ملزموں، ماردھاڑ، اغوا، سرحدی تنازعات، تجارتی سہولتوں، صحتِ عامّہ کے فروغ اور تعلیم کے معاملات میں ہم آہنگی کیلئے صوبائی وزراء کی مقامی حالات سے واقفیت کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔ مزید برآں اگر صوبائی حکومت کو ان معاملات سے لاتعلق کردیا گیا تو مرکزی حکومت کو گورنر کو بطور ایجنٹ استعمال کرنا پڑے گا جو وزراء اور گورنر کے درمیان کشیدگی کا سبب بن سکتا ہے۔ مَیں کچھ عرصے سے اس خطرے کو محسوس کررہا ہوں اور محکمۂ امورِ خارجہ کو بہت پہلے ۱۸ فروری ۱۹۴۵ء کو اپنی رائے سے مطلع کرچکا ہوں۔

صوبے کو ان معاملات کی ذمّہ داری دینے سے جو بڑی دشواری پیش آئے گی وہ مالی اخراجات کی ہے۔ اگر مرکز نے سرمایہ فراہم کیا تو وہ لازمی طور پر کسی قدر مسلسل نگرانی کا تقاضہ بھی کرسکتا ہے۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ صوبے کو ان مقاصد کے لئے باقاعدہ مالی اعانت کیوں نہیں دی جاسکتی بالکل اسی طرح جیسے بندوبست شدہ اضلاع (Setlled Districts) کو دی جاتی ہے۔ خصوصی مقاصد جیسے فرنٹیئر کانسٹبلری، خاصہ داری اور بعض دیگر اہم شعبوں پر خرچ ہونے والی بڑی رقوم مختص کردی جائیں اور صوبائی حکومت خرچ کی اس تخصیص پر پابندی سے عمل کرے۔ مرکز اس طرح مناسب نگرانی کرسکتا ہے کہ اس مالی امداد پر وقتاً فوقتاً نظرِ ثانی کرتا رہے۔

مجھے علم نہیں کہ آیا گورنر کو گورنر جنرل کا ایجنٹ بنایا جارہا ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں یہ عمل قرینِ مصلحت ہوگا۔ عملی طور پر گورنر قبائلی امور میں وزراء کے مشورے سے صوبائی حکومت کے آئینی سربراہ کی حیثیت سے کام کرے گا۔ مَیں ہمیشہ اس حق میں ہوں گا کہ وزیرِ اعلیٰ قبائلی انتظامیہ کو سنبھالے۔ عام حالات میں صوبائی حکومت اپنے احکامات پولیٹکل ایجنٹ کے ذریعے قبائل کو پہنچا سکتی ہے اور اگر کوئی زیادہ اہم معاملہ ہو تو گورنر (اگر ممکن ہو تو وزیرِ اعلیٰ کے ہمراہ) صوبائی حکومت کی ترجمانی کرسکتا ہے۔

روز مرّہ کے آئینی طریقۂ کار میں صرف ایک ترمیم کی ضرورت ہے کہ اگر سرحدی حکمتِ عملی میں کسی اہم مسئلے پر گورنر اور وزراء کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے گورنر جنرل سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کا حق حاصل ہو۔

(ج)۔سرحدی پالیسی کے اہم امور، جیسے افغانستان سے ہمارے تعلقات یا بیرونی جارحیت کے خلاف پاکستان کا دفاع، مرکزی حکومت کے تحت ہونے چاہئیں، میرے خیال میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے توسط سے اسکاؤٹس اور ملیشیا بھی مرکزی نگرانی میں آنے چاہئیں۔

۶۔اب مَیں شمال سے جنوب تک سرحد کے ہر حصے کو زیرِ غور لاؤں گا۔مخصوص علاقوں کو چھوڑ کر میری تجویز ہے کہ ہر علاقے سے ایک نیا اور مختصر معاہدہ اس بارے میں ہونا چاہئے کہ حکومت اور قبائل (یا ریاستوں) کے درمیان پہلے سے موجود تعلقات، الاؤنس اور خاصہ داری اسی طرح سے برقرار رہیں گے۔

ضلع ہزارہ کا سرحدی علاقہ

۷۔(الف): قبائل

اِن قبائل سے آخری تحریری معاہدے ۱۸۹۱ء میں کیے گئے تھے۔انکا مجموعی اطلاق سرکاری افواج کی آزادانہ نقل وحرکت، برطانوی علاقے میں جرائم سے متعلق ذمّہ داری، اغواء شدہ افراد اور مسروقہ مال کی بازیابی، عام یا رواجی قانون کے تحت مقدمات کے تصفیے اور سرحد پر امن کے قیام پر ہے۔وظائف کی رقم ۵۶۰۰ (پانچ ہزار چھ سو روپے) ہے۔

سرحد کے اس حصے کی حفاظت فرنٹیئر کانسٹبلری کے ذمّے ہے مگر وہ قبائلی علاقے کے اندر تعینات نہیں ہے۔

(ب)۔نواب امب:

بظاہر نواب اور حکومت کے درمیان کسی قسم کا تحریری معاہدہ نہیں ہے۔ریاست کا بیشتر حصہ (تناول) ضلع ہزارہ کے اندر ایک جاگیر ہے جو برطانوی ہند کے علاقے اور حاکمیت میں ہے۔اس علاقے میں سوائے سزائے موت والے مقدمات کے تمام فوجداری اختیارات نواب کو

حاصل ہیں اور وہ مالیہ بھی وصول کرتا ہے۔ یہ معاملہ فیصلہ طلب ہے کہ آیا یہ تفویض شدہ جاگیر اصل ریاست کا حصہ شمار کی جائے یا نہیں۔ اب تک اسے ''مستثنیٰ علاقے'' کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔ اس سے متصل پھلڑا کی چھوٹی سی ریاست بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔

نواب امب کو ۱۵۳۰۰ (پندرہ ہزار تین سو روپے) سالانہ الاؤنس ملتا ہے۔ ریاست امب اور برطانوی ہند کے درمیان تجارت کی مکمل آزادی ہے ماسواء اس کے کہ ریاست سے برآمد ہونے والی لکڑی پر نواب محصول لگاتا ہے اور مرکزی حکومت کی اجازت کے بغیر وہ اسلحہ اور گولہ بارود درآمد نہیں کر سکتا۔

ضلع ہزارہ کے ڈپٹی کمشنر کو سرحدی قبائل اور ریاست امب کیلئے بطور پولٹیکل ایجنٹ بدستور کام کرتے رہنا چاہئے۔

مالاکنڈ ایجنسی (دیر، سوات اور چترال)

۸۔ پہلے مَیں ان تین ریاستوں کا ذکر کروں گا جن کی وجہ سے یہ ایجنسی دوسروں سے مختلف ہے۔

الف۔ چترال

چترال کے ساتھ موجودہ معاہدوں کے نمایاں نکات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مہتر چترال کو ۱۷۱۱۶۰ (ایک لاکھ اکہتّر ہزار ایک سو ساٹھ) روپے سالانہ الاؤنس ملے گا جس میں سے ۳۰۰۰۰ (تیس ہزار روپے) باڈی گارڈ رکھنے پر خرچ کئے جائیں گے۔

۲۔ ۹۷۳ (نوسو تہتر) افراد پر مشتمل چترال اسٹیٹ اسکاؤٹس مرکزی حکومت کے خرچے پر ریاست میں تعینات رہیں گے۔

۳۔ چرس کی تجارت پر کچھ پابندیاں عائد ہیں۔

۴۔ ہز ہائنس مہاراجہ کشمیر کی بالادستی کا اقرار (جس پر مہتر چترال کو سخت برہمی ہے)۔

۵۔ داخلی انتظام میں کچھ ذمّہ داریاں (مثلاً بیگار، مقدموں کے فیصلے وغیرہ)

۶۔ ریاست کی سرحدوں کا تعین— کچھ عرصے سے مہتر اپنا اقتدار غزر اور یاسین تک بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں (جو گلگت ایجنسی کے حصے ہیں اور جنہیں اب کشمیر کے حوالے کر دیا گیا ہے)۔ اس مسئلے کا تصفیہ کرنا بہت مشکل ہوگا اور شاید ہمیں ثالثی پر رضامند ہونا پڑے گا۔

ب۔ دیر

دیر کے نواب اور حکومت کے درمیان ایک اہم معاہدہ ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا جس کی نمایاں شقیں یہ ہیں (۱) نواب چکدرہ سے چترال جانے والی سڑک کھلی رکھیں گے اور چترال جانے والا مال محصول سے مستثنیٰ ہوگا (۲) ریاست کی جو سرحدیں حکومت نے متعیّن کی ہیں نواب انہیں تسلیم کریں گے (۳) حکومت ان کے جنگلات پر جزوی نگرانی کی مجاز ہوگی (وہ ہمیشہ اس شق سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں) (۴) نواب اپنی ریاست کے اندر حکومت کے خلاف کارروائیوں کا سدِّ باب کریں گے اور مفروروں کو اپنی ریاست میں پناہ نہیں لینے دیں گے۔

نواب کو حکومت سے ۵۰۰۰۰ (پچاس ہزار روپے) سالانہ الاؤنس ملتا ہے۔ مزید برآں حکومت ۲۷۵ لیویز کے اخراجات بھی برداشت کرتی ہے جنہیں ریاست میں سے بھرتی کر کے وہیں تعینات کیا جاتا ہے۔ ایک نئی شق جو ہم اس معاہدے میں شامل کرنا چاہیں گے وہ مالاکنڈ سے چترال تک ٹیلی گراف لائن کی تنصیب اور اس کی حفاظت سے متعلق ہے۔ فی الحال یہ لائن گلگت کے راستے جاتی ہے۔

ج۔ سوات

والیِ سوات کے ساتھ ۱۹۲۶ء میں معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت والی نے حکومت سے عہد کیا تھا کہ وہ حکومت کے وفادار رہینگے، مجرموں کو ریاست کے علاقے سے حملے کرنے سے اور مفروروں کو پناہ لینے سے روکیں گے۔ یہ کہ والی مخصوص خطّوں کے لوگوں کے معاملات میں دخل

نہیں دیں گے اور ریاست کے جنگلات پر حکومت کو جزوی نگرانی حاصل ہوگی۔ان کی ریاست کی حدود قطعی طور پر متعین نہیں ہوئی ہیں۔

انہیں ۱۰۵۰۰ (ساڑھے دس ہزار روپے) سالانہ الاؤنس ملتا ہے۔(یہ ایک علامتی عطیہ ہے کیونکہ میرے خیال میں ان کی موجودہ آمدنی پچاس لاکھ روپے سالانہ ہے)۔

اس معاہدے کے بعد والی نے اپنی ریاست کی حدود کو کافی وسیع کرلیا ہے لیکن یہ سب کیلئے سودمند رہا ہے۔انہوں نے امن وامان قائم کیا ہے اور وہ ایک مہربان حکمران ہیں۔صرف کالام کے علاقے پر تنازع کھڑا ہوسکتا ہے جو وادی سوات میں دریا کا بالائی حصہ ہے۔حکومت اور کالام کے قبائل کے درمیان ۱۹۲۸ء کے معاہدے کی رو سے چترال، دیر اور سوات کو اس علاقے پر قبضہ کرنے سے منع کردیا گیا تھا۔مہتر چترال نے ابھی ابھی شکایت کی ہے کہ والیِ سوات نے اس علاقے پر قبضہ کرنے کیلئے اپنی فوج بھیج دی ہے۔میرے خیال میں اس معاملے کو بھی ثالثی کیلئے پیش کرنا ہوگا۔

والی نے اپنے خرچ پر اپنی فوج رکھی ہوئی ہے۔

د۔اس ایجنسی میں مندرجہ ذیل وظائف دیے جاتے ہیں:

دیر کے قبائل	۱۳۰۱۰ (تیرہ ہزار دس روپے)
سوات کے ملک اور سردار	۸۷۰۰ (آٹھ ہزار سات سو روپے)
سوات کے خوانین	۲۱۵۰۰ (اکیس ہزار پانچ سو روپے)

ان قبائل سے اگر کوئی معاہدے ہوئے بھی تھے تو وہ عارضی نوعیت کے تھے۔ان سے ہمارے موجودہ تعلقات تسلّی بخش ہیں۔

مَیں نے پہلے دیر لیویز کا ذکر کیا ہے۔انہیں برقرار رکھنا چاہئے۔ہمارے پاس ۴۰۰ افراد پر مشتمل مالاکنڈ لیویز کے بھی دستے ہیں جو مالاکنڈ کے قرب وجوار کی چوکیوں اور اتمان خیل کے علاقے میں تعینات ہیں۔یہ پولیس کے عام فرائض انجام دیتے ہیں (سمن کا اجراء اور گرفتاریاں وغیرہ) اور سڑکوں پر گشت کرتے ہیں۔یہ براہ راست پولیٹکل ایجنٹ کے ماتحت ہیں اور ان میں کوئی کمیشنڈ افسر تعینات نہیں ہے۔

اب تک مالاکنڈ، چکدرہ اور درگئی کے قلعوں میں باقاعدہ فوج کی پلٹن مقیم تھی جسے ہٹا کر عمارتوں کی رکھوالی کیلئے ایک مختصر کمپنی متعین کی گئی ہے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان باقاعدہ سپاہیوں کی جگہ اگر کوئی اور جمعیت رکھنی ہے تو وہ کس نوع کی ہوگی۔

مَیں اس کے حق میں نہیں ہوں کہ وزیرستان اسکاؤٹس کی طرح، جس میں دور افتادہ سرحدی علاقوں کے پٹھان شامل ہیں، یہاں بھی اسکاؤٹس کی ایسی ہی ایک جمعیت متعارف کرائی جائے۔ میرے خیال میں جیسی بھی جمعیت ہو اسے مقامی یوسف زئی اور اتمان خیل پٹھانوں پر مشتمل ہونا چاہئے۔ مزید برآں ان کے فرائض حسبِ سابق فوج کے بجائے پولیس کی طرح کے ہوں گے اور میرے خیال میں یہاں اسکاؤٹس کے معیار پر تربیت یافتہ ملیشیا کی ضرورت نہیں۔ مالاکنڈ لیویز کے علاوہ مزید ایک ملیشیا پر بہرصورت اعتراضات ہوں گے۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ موجودہ لیویز میں ہی اضافہ کر دیا جائے۔ چونکہ یہ کوئی لڑاکا فوج نہیں ہوگی بلکہ بنیادی طور پر پولیٹکل ایجنٹ کیلئے کام کرے گی، لہٰذا پولیٹکل ایجنٹ کو اپنے عہدے کی بنا پر اس کا کمانڈر ہونا چاہئے اور اس کو ایک قابل ایجوٹنٹ اور کوارٹر ماسٹر مہیا کرنا چاہئے۔ آٹھ سو افراد کی تعداد (موجودہ ۴۰۰ لیویز شامل کر کے) کافی ہوگی۔ مالاکنڈ لیویز پر اخراجات کا حالیہ میزان ۹۷۵۰۰ (ستانوے ہزار پانچ سو روپے) سالانہ ہے۔ توسیع شدہ جمعیت کے اخراجات ۲۰۵۸۰۰ (دو لاکھ پانچ ہزار آٹھ سو روپے) سالانہ ہوں گے۔

تاہم اگر فیصلہ یہ کیا گیا کہ باقاعدہ ملیشیا ضروری ہے تو مزید ۴۰۰ (چار سو) افراد (بمع ۴ افسران) پر شروع میں ۲۷۰۳۰۰ (دو لاکھ ستر ہزار تین سو روپے) اور سالانہ ۴۵۸۸۰۰ (چار لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو روپے) خرچ ہوں گے۔ یہ اخراجات لیویز پر ۹۷۵۰۰ (ستانوے ہزار پانچ سو روپے) سالانہ خرچے کے علاوہ ہوں گے۔

ضلع پشاور سے منسلک قبائل

۹۔ (الف): مہمند

جن معاہدوں پر عمل درآمد ہو رہا ہے ان کی نمایاں شقوں میں قیامِ امن، برطانوی ہند

اورافغان حکومت سے دوستانہ تعلقات، مفروروں کی ذمّہ داری، سرکاری اور عوامی آمدورفت کیلئے علاقے میں آنے والی شاہراہ کھلی رکھنا شامل ہیں۔

انہیں ۵۹۶۱۴ (انسٹھ ہزار چھ سو چودہ روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی دیے جاتے ہیں۔ ان کے علاقے میں ۱۹۳ خاصہ دار ہیں جو زیادہ تر شاہراہ پر واقع چوکیوں پر تعینات ہیں۔

(ب): حسن خیل آفریدی

ان کے معاہدوں کی شقیں بھی تقریباً مہمندوں جیسی ہیں۔

انہیں ۱۵۰۵ (پندرہ سو پانچ روپے) وظیفہ ملتا ہے اور ان کے پاس ۱۸ خاصہ دار ہیں جو سب شاہراہ پر متعین ہیں۔

(ج): پشاور کے ڈپٹی کمشنر کو حسبِ سابق ان تمام قبائل کیلئے بطور پولیٹکل ایجنٹ کام کرتے رہنا چاہئے۔

خیبر ایجنسی

۱۰۔(الف): آفریدی

یہ پورے سرحد میں سب سے اہم قبیلہ ہے۔

ان کے ساتھ معاہدوں میں یہ امور شامل ہیں: معمول کے دوستانہ تعلقات، جرائم کی روک تھام اور مجرموں کی نگرانی، خیبر میں سے گزرنی والی سڑکوں اور ریلوے کی حفاظت، پشاور کے مغرب میں کھجوری کے میدان میں سرکاری افواج کو نقل وحرکت کی اجازت۔

انہیں ۲۷۳۱۲۰ (دو لاکھ تہتّر ہزار ایک سو بیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی دیے جاتے ہیں۔

ان کے پاس ۱۳۳۶ خاصہ دار ہیں جن کی زیادہ تعداد سڑکوں، ریلوے اور کھجوری میدان کی حفاظت پر مامور ہے۔

درۂ خیبر کے بلند ترین مقام لنڈی کوتل میں خیبر رائفلز کا ہیڈ کوارٹر ہے (یہ جمعیت کلّی طور پر خیبر کے لوگوں پر مشتمل ہے)۔

(ب): شنواری، ملاغوری، شلمانی

یہ خیبر ایجنسی کے چھوٹے قبیلے ہیں جن کی آفریدیوں سے قرابت داری ہے۔ان کے نمایاں فرائض میں دوستانہ تعلقات کا قیام، جرائم کی روک تھام اور سڑکوں اور عمارتوں کی حفاظت وغیرہ شامل ہیں۔

انہیں مندرجہ ذیل وظیفے ملتے ہیں۔

شنواری۔۳۲۰۰۰ (بتّیس ہزار روپے) سالانہ

ملاغوری۔۵۰۰۰ (پانچ ہزار روپے) سالانہ

شلمانی۔۵۰۰۰ (پانچ ہزار روپے) سالانہ

ان کے علاقے میں ۳۴۵ خاصہ دار کام کر رہے ہیں۔

ضلع کوہاٹ سے منسلک قبائل

۱۱۔(الف): اورکزئی

حکومت کے ساتھ ان کے معاہدے بہت قدیم ہیں جن کی تفصیل شاید ہی کسی کو یاد ہو۔ یہ معاہدے مجرموں کی نگرانی اور جرائم کی روک تھام سے متعلق ہیں۔

انہیں ۶۵۹۴۲ (پینسٹھ ہزار نوسو بیالیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی ملتے ہیں۔

ان کے پاس ۵۳۷ لیویز ہیں جو خاصہ داروں جیسے ہیں۔

(ب): درۂ کوہاٹ کے آفریدی

ان کے ساتھ اہم معاہدے ۱۹۲۳ء اور ۱۹۳۶ء میں ہوئے تھے جن کے تحت مجرموں کی نگرانی اور جرائم کی روک تھام کے عام فرائض کے علاوہ انہوں نے درۂ کوہاٹ کی انتہائی اہم سڑک (پشاور سے کوہاٹ جانے والی شاہراہ) کی حفاظت کا عہد کیا تھا۔

انہیں ۲۲۳۴۸ (بائیس ہزار تین سو اڑتالیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ اور لنگی ملتے ہیں۔شاہراہ کی حفاظت کیلئے ان کے پاس ۵۷ خاصہ دار ہیں۔

(ج): بلندخیل

ان کے ساتھ ۱۹۲۶ء کے معاہدے میں جرائم کی روک تھام کی ذمّہ داری کی عام شرائط

کے علاوہ شمالی وزیرستان سے گزرنے والی بنّوں شاہراہ کی اپنے علاقے میں حفاظت شامل ہے۔انہیں ۲۵۰۰ (دو ہزار پانچ سو روپے) بطور وظیفہ دیے جاتے ہیں اور شاہراہ کی حفاظت کیلئے ان کے پاس ۲۹ خاصہ دار ہیں۔

(د)۔کوہاٹ کے ڈپٹی کمشنر کو ان تمام قبائل کیلئے بطور پولیٹکل ایجنٹ کام کرتے رہنا چاہیئے۔

ایک اضافی مسئلہ ضلع کوہاٹ کے مغربی کنارے کی حفاظت کا ہے جہاں وہ وزیرستان سے جاملتا ہے۔کئی سالوں سے باقاعدہ فوج کا ایک بریگیڈ ٹل میں تعینات تھا جسے اب واپس بلا لیا گیا ہے اور اس کی جگہ عارضی طور پر ایک محافظ کمپنی رہنے دی گئی ہے۔ میری تجویز ہے کہ ٹوچی اسکاؤٹس کی ایک پلٹن مستقل طور پر موجودہ بیرکوں میں مقیم رہے۔شروع کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ دس لاکھ روپے ہے۔ یہ خرچ ان ۴۲۱۰۰۰۰ (بیالیس لاکھ دس ہزار روپوں) میں شامل ہے جن کا ذکر مَیں نے شمالی وزیرستان اسکاؤٹس کے اخراجات کی مد میں پیرا ۱۴ میں کیا ہے۔

کرّم

۱۲۔حکومت نے کرّم وادی کو ۱۸۹۲ء میں اپنی تحویل میں لیا تھا اور اس وقت سے یہاں کا انتظام قبائلی رواج کے مطابق چل رہا ہے۔طوری قبیلے کے ساتھ جو وادی کے بیشتر حصے کا مالک ہے کوئی تحریری معاہدہ نہیں ہے لیکن ملحقہ قبائل کے ساتھ حکومت کے دوستی، مجرموں اور جرائم کی روک تھام سے متعلق معاہدے موجود ہیں۔انہیں ۲۲۹۳۴ (بائیس ہزار نو سو چونتیس روپے) سالانہ بطور وظیفہ، لنگی اور انعام کے ملتے ہیں۔وادی کی حفاظت پرانی کرّم ملیشیا بڑی عمدگی سے کر رہی ہے۔

ضلع بنّوں سے منسلک قبائل

۱۳۔یہ قبائل وزیری اور بھٹانی قبائل کا حصہ ہیں۔۱۹۲۲ء کا معاہدہ زیادہ اہم ہے جس میں وزیرستان کے عام بندوبست کے تحت سارے وزیری قبائل نے رزمک پر حکومت کے قبضے کو تسلیم کیا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جب ۱۹۴۰ء میں ہم نے احمد زئی (Salient) کے باہر نکلتے ہوئے حصے پر، جو بنّوں وزیری علاقے کا حصہ ہے سڑک نکالی اور اس پر کانسٹبلری کی ایک چوکی

بنادی تو ہم نے کوئی نیا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ان قبائل کو مندرجہ ذیل وظائف ملتے ہیں:

وزیری	۲۴۱۲۰ (چوبیس ہزار ایک سو بیس روپے) سالانہ
بھٹانی	۱۷۵۰ (ایک ہزار سات سو پچاس روپے) سالانہ

ان کے پاس ۸۳ خاصہ دار ہیں۔

میرے خیال میں ان کے ساتھ معاملات پورے وزیرستان کے مندرجہ ذیل نئے بندوبست کے ایک حصے کے طور پر طے کرنے چاہئیں۔

وزیرستان

۱۴۔(الف): شمالی اور جنوبی وزیرستان کی ایجنسیاں

یہ ہمارے قبائلی علاقے کا مشکل ترین مسئلہ ہے۔وزیرستان کے قبائل سے ہمارے موجودہ تعلقات کا سلسلہ ۱۹۲۲ء سے شروع ہوتا ہے جب حکومت نے رزمک پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ان کے ساتھ معاہدوں کے تحت:

۱۔ہم نے باقاعدہ فوج کے ذریعے پہلے رزمک پھر وانا پر قبضہ کیا اور وہاں جانے کیلئے سڑکیں بنائیں۔

۲۔ہم نے قبائل کے وظائف بڑھا دیے۔

۳۔ہم نے خاصہ داروں کو بھرتی کیا جن کی تعداد شمالی وزیرستان میں ۲۱۹۱ اور جنوبی وزیرستان میں ۳۰۷۸ ہے۔

۴۔اچھے طرز عمل، جرائم کی روک تھام وغیرہ کی عام شرائط رکھی گئی تھیں اور قبائل کو سڑکوں پر گاڑیوں کے ٹھیکوں جیسی سہولتوں کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔

(ب)۔میرے خیال میں اب ہمیں اپنی پالیسی مکمل طور پر تبدیل کرنی پڑے گی۔رزمک اور وانا میں باقاعدہ فوج تقریباً بیس پچیس سال سے مقیم ہے مگر یہ قیام اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔اس سے نہ تو امن برقرار رہ سکا اور نہ ہی معاشی ترقی ہو سکی۔فوج کی ایک بڑی تعداد یہاں پابند ہو کر رہ گئی ہے اور پچھلے دس سالوں سے قبائلی گروہ فوج کے خلاف اکثر چھوٹے

موٹے جرائم کرتے رہتے ہیں۔ مَیں ان وجوہات کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن محکمۂ دفاع میری اس تجویز سے اتفاق کرے گا کہ ہمیں آئندہ ایک دو سال میں وزیرستان سے ساری باقاعدہ فوج ہٹا لینی چاہئے۔ شروع میں تو ہمیں کچھ پریشانی ہو سکتی ہے لیکن بعد میں یہ عمل ہمارے لئے فائدمند ثابت ہوگا۔

(ج)۔ میری دانست میں مندرجہ ذیل علاقوں میں اسکاؤٹس رہنے چاہئیں۔

۱۔ میران شاہ، اسپین وام اور شمالی وزیرستان کی متصّل چھوٹی چوکیاں — البتہ انہیں دتہ خیل سے ہٹا لینا چاہئے۔

۲۔ وانا، جنڈولا اور جنوبی وزیرستان کی درمیانی چوکیاں۔ (وانا کے سوا باقی علاقے پہلے ہی اسکاؤٹس کی تحویل میں ہیں)۔

(د)۔ مَیں یہ تجویز نہیں کروں گا کہ رزمک سے فوج چلی جائے تو اس کی جگہ اسکاؤٹس لے لیں کیونکہ وہاں ان کے مواصلاتی راستوں کو خطرہ درپیش رہے گا جس کی حفاظت کے سلسلے میں خواہ مخواہ قبائلیوں کے ساتھ بڑے جھگڑے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ وانا میں اسکاؤٹس کو رکھنے کی معقول وجوہات ہیں لیکن رزمک میں نہیں۔ اسکاؤٹس کی چوکیاں اس اصول پر قائم ہونی چاہئیں کہ علاقے کے عوام میں تعلیم اور معاشی ترقی وسیع پیمانے پر ممکن ہو۔ وانا میں اس کے امکانات ہیں کیونکہ وہاں وسیع زرخیز میدان، پانی فراہم ہونے کا امکان اور خاصی پُرامن آبادی موجود ہے۔ اسی طرح کی گنجائش میران شاہ اور دور وادی (Daur Valley) میں بھی ہے لیکن رزمک میں ترقی کا امکان بہت کم ہے جہاں زمین تھوڑی ہے، پانی مفقود ہے اور سال کے بیشتر حصے میں گنتی کے لوگ رہتے ہیں۔

(ہ)۔ میری تجویز ہے کہ مارچ ۱۹۴۸ء تک وانا سے باقاعدہ فوج ہٹا لی جائے اور اس کی جگہ اسکاؤٹس کی بارہ پلٹنیں متعیّن کر دی جائیں۔ اسکاؤٹس کیلئے وانا چھاؤنی کا نصف حصہ کافی ہے لہٰذا باقی عمارتوں کو یا تو دیگر شہری ضرورتوں کیلئے استعمال کیا جائے یا اگر احمد زئی وزیری مَلِک چاہیں تو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

(و)۔میری تجویز ہے کہ اکتوبر-نومبر ۱۹۴۸ءتک ہمیں رزمک کی چھاؤنی مکمل طور پر خالی کر دینی چاہئے اور ٹوچی سے رزمک تک کی مواصلاتی چوکیاں بھی ہٹا دینی چاہئیں۔رزمک کے انخلاء کے نتیجے میں لدھا پوسٹ اور جنڈولا کے درمیان دوسری چھوٹی چوکیاں بھی خالی کرنی پڑیں گی۔

اسکاؤٹس کے موجودہ اخراجات حسبِ ذیل ہیں:

شمالی وزیرستان ۴۵۳۱۰۰۰ (پینتالیس لاکھ اکتیس ہزار روپے) سالانہ

جنوبی وزیرستان ۳۲۳۸۵۰۰ (بتیس لاکھ اڑتیس ہزار پانچ سو روپے) سالانہ

میری نئی تجاویز کے مطابق اخراجات یہ ہونگے:

شمالی وزیرستان ۴۲۱۰۰۰۰ (بیالیس لاکھ دس ہزار روپے) سالانہ

جنوبی وزیرستان ۳۲۵۸۵۰۰ (بتیس لاکھ اٹھاون ہزار پانچ سو روپے) سالانہ

مذکورہ بالا تبدیلیوں کے علاوہ میری تجویز ہے کہ ایک مختصر معاہدہ کرلیا جائے جس کے تحت حالیہ بندوبست بمع الاؤنس اور خاصہ داری بحال رہے۔اس پر حسبِ ذیل خرچ اٹھے گا:

شمالی وزیرستان الاؤنس۔۱۰۰۷۵۸ (ایک لاکھ سات سو اٹھاون روپے) سالانہ

خاصہ داری۔۷۶۰۷۰۰ (سات لاکھ ساٹھ ہزار سات سو روپے) سالانہ

جنوبی وزیرستان الاؤنس۔۱۴۱۱۸۸ (ایک لاکھ اکتالیس ہزار ایک سو اٹھاسی روپے) سالانہ، خاصہ داری۔۱۰۵۲۲۰۰ (دس لاکھ باون ہزار دو سو روپے) سالانہ

وزیرستان کیلئے ہماری مستقبل کی پالیسی کا قبائل میں اعلان اور وانا سے افواج کی حتمی واپسی (مارچ/اپریل ۱۹۴۸ء) سے پہلے ہو جانی چاہئیں۔خاصہ داری کے اخراجات اس شرط پر برداشت کئے جائیں گے کہ قبیلے سرکاری عہدیداروں کو خاصہ دار چوکیوں کا دورہ کرنے کی اجازت دیں۔سڑکوں کی نگہداشت کا معاملہ بھی اہم ہوگا۔ان میں سے کئی کو ہم چھوڑ بھی سکتے ہیں۔

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان سے منسلک قبائل

۱۵۔(الف)۔دوتانی — سالانہ الاؤنس۔۲۰۰۰ (دو ہزار) روپے

سلیمان خیل — سالانہ الاؤنس۔۴۶۰۰ (چار ہزار چھ سو روپے)

بھٹانی — سالانہ الاؤنس۔۹۴۷۰ (نو ہزار چار سو ستّر روپے)

شیرانی — سالانہ الاؤنس۔۵۹۸۸ (پانچ ہزار نو سو اٹھاسی روپے)

ماضی میں ان سب قبیلوں سے اچھے طرزِ عمل کے معاہدے کئے گئے ہیں۔ان کے پاس ۱۲۵ خاصہ دار ہیں۔

۱۶۔میری تجاویز کے مالیاتی اثرات حسبِ ذیل ہوں گے:

الف۔ مالاکنڈ لیویز کے اخراجات میں ۱۰۸۳۰۰ (ایک لاکھ آٹھ ہزار تین سو روپے) سالانہ اضافہ

ب۔شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان میں اسکاؤٹس کے اخراجات میں ۱۷۰۱۰۰۰ (سترہ لاکھ ایک ہزار روپے) سالانہ کی بچت، جملہ بچت ۱۵۹۲۷۰۰ (پندرہ لاکھ بانوے ہزار سات سو روپے) سالانہ

سول مسلّح افواج کی تنظیم نو سے ہمارے حالیہ اخراجات میں بچت کے علاوہ باقاعدہ افواج کی بڑی تعداد بھی واگذار ہو جائے گی یعنی ایک بٹالین مالاکنڈ سے، ایک بریگیڈ ٹل سے اور تقریباً ایک ڈویژن وزیرستان سے۔البتہ بنّوں اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے اضلاع اور وزیرستان کے درمیان سرحد پر (خاص طور سے شکتو نالے کے دہانے پر جو محسودوں کے مرکزی علاقے سے نکلتا ہے) فرنٹیئر کانسٹبلری میں تھوڑا سا اضافہ کرنا ضروری ہوگا تاکہ چھاپہ مار گروہوں سے نمٹا جاسکے۔تاہم یہ اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی طور پر اخراجات میں کافی کمی ہوگی۔

جی کننگھم

۴۸ء کے ملفوفہ ا کا منسلکہ

سردار عبدالرّب نشتر کا نوٹ

(خفیہ)

کراچی

بلا تاریخ (ستمبر ۱۹۴۷ء)

مَیں نے گورنر سرحد کی یادداشت پڑھی ہے۔[1] اس میں نہایت اہم مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے اور بہتر ہوگا کہ ایک کانفرنس میں اچھی طرح غور کر کے ان پر فیصلے کئے جائیں۔ اس کانفرنس میں عزت مآب وزیراعظم، سیکرٹری خارجہ، گورنر سرحد، حکومتِ سرحد اور محکمۂ دفاع کا ایک ایک نمائندہ اور کچھ ایسے مسلمان پولیٹکل افسران جنہوں نے سرحد میں کام کیا ہو، شریک ہونے چاہئیں۔ اس میں مسلّح افواج کا ایک تجربہ کار نمائندہ بھی شامل ہونا چاہئے جسے سرحد کے بارے میں کچھ علم ہو۔ اگر عزت مآب وزیراعظم اس کانفرنس میں میری موجودگی ضروری سمجھیں تو مَیں بخوشی اس میں شرکت کروں گا۔ میرے خیال میں یہ کانفرنس پشاور میں ہونی چاہئے۔ یہ مفید ہوگا اگر وزیرِ اعظم سرحد سے واقفیت رکھنے والے کراچی میں موجود افراد سے یہیں ابتدائی بات چیت کر لیں۔

یادداشت پر مختصر تبصرہ:

۱۔ پیرا ۴ (الف): ''حکومت اور قبائل کے درمیان مذہبی رشتوں سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔'' معلوم کرنا چاہئے کہ اس بارے میں پہلے کیا ہو رہا ہے اور آئندہ کیا کرنے کی تجویز ہے۔

۲۔ پیرا ۴ (ب): ''موجودہ وظائف اور خاصہ داری برقرار رکھے جائیں''۔ مزید جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اگر رزمک اور دوسرے علاقوں سے فوج واپس بلا لی جائے تو پھر وہاں کے لوگوں کو خاصہ داری اور وظائف کی ادائیگی کا کیا جواز ہوگا۔ یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ وظائف میں اضافہ کب اور کیوں ہوا تھا اور جن وجوہات کی بناء پر یہ اضافہ کیا گیا تھا کیا وہ اب بھی موجود ہیں۔

یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ آیا کسی علاقے سے انخلاء کے باعث وظائف میں کمی کی جاسکتی ہے۔

۳۔ پیرا۴۱ (ج) میں یہ تجویز بالکل معقول ہے کہ ''حکومتِ پاکستان قبائلی علاقے کے عوام کو یقین دلائے کہ وہ نہ تو ان کی آزادی میں مخل ہونا چاہتی ہے اور نہ ہی کسی قبائلی علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔''

۴۔ پیرا۴۱ (د) والی تجویز بھی مناسب ہے کہ ''ہمیں قبائل کا وفاق بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔'' ایسا اقدام نہ صرف نا قابلِ عمل بلکہ پُر خطر بھی ہوگا۔

۵۔ پیرا۴۱ (ہ) میں اس تجویز کے حق میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے کہ ''سول مسلّح افواج میں قریبی علاقوں کے لوگ بھرتی کئے جائیں'' لیکن اس امکان سے بچنے کیلئے کہ ایسی فوج اپنے ہی قبیلے پر گولی چلانے سے انکار کردے بہتر ہوگا کہ مختلف قبائل کی ایک مخلوط فوج بنانے کا بھی جائزہ لیا جائے۔ فرنٹیئر کانسٹبلری کا کردار تحقیق طلب ہے۔ یہ جمعیت صوبۂ سرحد کی انتظامی حدود کے اندر اور قبائلی سرحد کے قریب فرائض انجام دیتی ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس جمعیت کو صوبہ سرحد کی مسلّح پولیس کا ایک حصہ بنادیا جائے جس سے بہتر ہم آہنگی اور اخراجات میں کمی ہوگی۔

۶۔ پیرا۵۱ (ب) بلاشبہ صوبے کی انتظامیہ اگر قبائلی مسائل بھی طے کرے تو اس کے فائدے ضرور ہیں لیکن اس کے نتیجے میں پیش آنے والے مسائل کا حل بھی ڈھونڈنا ہوگا مثلاً:

الف۔ قبائلی علاقوں اور بندوبست شدہ اضلاع کے درمیان تنازعات کا تصفیہ کرتے وقت وزراء جو بندوبست شدہ اضلاع کے نمائندے ہیں اپنے رائے دہندگان کے مفاد کو ترجیح دیں گے۔

ب۔ اگر صوبۂ سرحد کی حکومت کی مرکزی حکومت سے مخالفت ہو تو اس سے قبائلی امور میں مرکز کے لئے شدید مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔

ج۔ قبائلی علاقوں کے مسئلے کا سرحد کے دفاع سے قریبی تعلق ہے اور ممکن ہے کہ صوبائی وزراء کو اس کا علم ہی نہ ہو کہ قبائلی علاقے سے متعلق محکمۂ دفاع کے کیا منصوبے ہیں۔

د۔ قبائلی علاقوں کے اخراجات کا بار مرکز ہی کو اٹھانا ہے اور قدرتی بات ہے کہ ''جونے

نواز کو پیسے دے گا وہی اپنی دھن بھی بجوائے گا۔'' دوسری طرف قبائلی معاملات میں سرحد کی حکومت کو مرکز کی مداخلت ناگوار گزرے گی۔

یہ تجویز کہ اس مقصد کیلئے حکومتِ سرحد کیلئے مزید رقم مختص کی جائے ناقابلِ عمل ہے کیونکہ ایسی مالی امداد ہمیشہ کیلئے متعیّن نہیں کی جاسکتی۔

یہ تجویز کہ ''اگر گورنر سرحد اور وزراء کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو گورنر کا یہ حق بلکہ فرض ہوگا کہ وہ براہ راست گورنر جنرل سے رابطہ قائم کرے'' میرے خیال میں مناسب نہیں۔ اس سے گورنر اور وزیرِ اعلیٰ کے درمیان ناچاقی ہوسکتی ہے بلکہ اس کے نتیجے میں بندوبست شدہ اضلاع کے معاملات میں بھی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

پیرا ۵۱ (ج) میں گورنر کی تجویز اس نظریے کے حق میں ہے کہ مرکز کو صوبائی حکومت کے بجائے ایک علیحدہ ایجنسی کے ذریعے قبائلی علاقے کا انتظام چلانا چاہیے۔ تاہم قبائلی امور میں صوبائی حکومت کو بھی اظہار خیال کا موقع ملنا چاہیے۔

کچھ افراد کا یہ خیال ہے کہ محکمۂ خارجہ کا قبائلی علاقے سے تعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ علاقے غیر ملکی ہیں۔ ان کے مطابق افغانستان کی قبائلی علاقے سے دلچسپی کی ایک وجہ یہ بھی ہے لہٰذا اس پر بھی غور کرنا ہوگا کہ آیا قبائلی امور کیلئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا جائے یا اسے محکمۂ دفاع کا ایک حصہ بنا دیا جائے۔

۷۔ پیرا ۶۱ کی تجاویز مناسب ہیں سوائے اس کے کہ موجودہ وظائف اور خاصہ داریاں برقرار رہیں۔ اس بارے میں پہلے اظہارِ خیال کر چکا ہوں۔

گورنر نے پیرا ۶۱ اور اس سے آگے مختلف ایجنسیوں کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا ہے۔ ان کی تجاویز پر گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے لہٰذا میں سب پر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم کچھ ایسے نکات ہیں جن کی جانب حکومت کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔

پیرا ۷۔ ہزارے کے قبائل کا مسئلہ پیچیدہ نہیں ہے۔ جو نیا نکتہ قابلِ غور ہے وہ امب اور پھلڑا کے خارج شدہ (Excluded) علاقوں کی ضلع ہزارہ میں دوبارہ شمولیت ہے۔



قائداعظم آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے چند اراکین کے ہمراہ

پیرا ۸۱۔ گورنر کی نشاندہی کے مطابق مالاکنڈ ایجنسی کی تین ریاستوں میں سے سوات کی مالی حالت اور نظم ونسق بہتر ہے۔ اس کا سہرا موجودہ حکمران (والی) اوران کے روشن خیال ولی عہد کے سر ہے جو اسلامیہ کالج پشاور کے گریجویٹ ہیں۔ والی اس ریاست کے بانی ہیں اوراخوند صاحب کے پوتے ہیں جو پٹھانوں کے عظیم مذہبی رہنما تھے۔ والی ایک عام پٹھان دیہاتی جیسی زندگی بسر کرتے ہیں البتہ ان کا بیٹا ایک تعلیم یافتہ جوان ہے اور جدید طرز سے رہتا ہے۔ والیِ سوات کے تعلقات دیر اور چترال سے کچھ اچھے نہیں ہیں۔ اس کی وجہ ان کے درمیان کچھ علاقائی تنازعات اور سوات کی خوشحالی پر دوسروں کا حسد ہے۔

دیر ایک چھوٹی ریاست ہے۔ میرے خیال میں اس کا نظم ونسق بہت بری طرح چلایا جارہا ہے۔ نواب کے خلاف بدانتظامی کی بہت سنگین شکایتیں ہیں اور وہ پاکستان سے دوستی کی طرف مائل نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ رویّہ محض والیِ سوات کی مخالفت کی بناء پر ہو جو پاکستان کے کٹّر حامی ہیں۔

چترال ایک غریب ریاست ہے اوراس کا گذارہ بھاری مرکزی امداد پر ہوتا ہے۔ اس پر کشمیر کو اقتدارِ اعلیٰ کا دعویٰ ہے جس کے تحت چترال ہر سال کچھ بھیڑ بکریاں کشمیر کو دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ وہ کشمیر کی کسی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔

مالاکنڈ ایجنسی میں حکومت کو ان تین ریاستوں اور ان کے داخلی تنازعات سے نمٹنا پڑے گا۔

یہ تجویز بھی درست ہے کہ مالاکنڈ سے باقاعدہ فوج ہٹالی جائے اور مالاکنڈ لیویز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور پولیٹکل ایجنٹ کو اس کا کمانڈانٹ مقرر کیا جائے۔

پیرا ۱۰۱۔ سے متعلق حسبِ ذیل معاملات قابلِ غور ہیں:

آفریدیوں سے مذاکرات کے دوران کھجوری کے میدان کا مسئلہ اُٹھ سکتا ہے جو آفریدیوں کی ملکیت ہے۔ ۱۹۳۰ء میں عدم تعاون کی تحریک میں آفریدیوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی اور مار دھاڑ بھی کی تھی لہٰذا حکومت نے زبردستی اس میدان پر قبضہ کرلیا تھا۔ مارچ ۱۹۳۱ء میں گاندھی- اروِن معاہدے کے فوراً بعد کانگریس نے مطالبہ کیا کہ کھجوری کا میدان

آفریدیوں کو واپس کر دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ آفریدی یہ مطالبہ حکومتِ پاکستان سے بھی کریں گے۔ آفریدی نہ صرف یہ کہ ایک اہم ترین قبیلہ ہے بلکہ وہ لوگ پاکستان کے دوست ہیں اور ان کی دوستی برقرار رکھنے میں ہمارا فائدہ ہے۔

خیبر ریلوے کو چلتے رکھنا ایک اہم دفاعی ضرورت ہے، خصوصاً جمرود سے لنڈی کوتل تک۔ اس کی دفاعی اہمیت پر غور کے بعد کابینہ کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آیا اس ریلوے کو جاری رکھنا چاہئے یا نہیں۔ صوبۂ سرحد اور بلوچستان کے مختلف مقامات میں دفاعی اہمیت کی ریلوے لائنوں کے متعلق بھی غور کیا جانا چاہئے۔

پیرا ۱۴۱۔ گورنر کی سفارش ہے کہ ہمیں رزمک سے نکل جانا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ اس واپسی سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ میرے خیال میں رزمک پر وزیری اور محسود قبیلوں کے درمیان جو تنازعہ رہا ہے واپسی کے اعلان سے پہلے اس پر بھی غور کرنا ہوگا۔ سڑکوں کی ضرورت کا تفصیلی جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ جو سڑکیں محض دفاعی استعمال کیلئے ہیں وہ تو خزانے پر بوجھ ہیں لیکن جو تجارتی آمدو رفت کیلئے ہیں وہ ہمارا اثاثہ ہیں۔ بہت سی سڑکیں جو فارورڈ پالیسی کے تحت بنائی گئی تھیں وہ رزمک اور دوسری چوکیوں سے مراجعت کے بعد کسی کام کی نہیں رہیں گی۔ پیرا ۱۴۱ کے آخر میں گورنر یہ تجویز کرتے ہیں کہ خاصہ داری اس شرط پر برقرار رہے گی کہ قبائل سرکاری عہدیداروں کو اپنی چوکیوں کا دورہ کرنے کی اجازت دیں گے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ جو علاقے خالی کئے جائیں گے وہاں خاصہ داری چوکیاں برقرار رکھنی بھی چاہئیں کہ نہیں۔

(اے آر نشتر)

۱۔ بلفوفہ ا

۲۔ وزارتِ امورِ خارجہ

۸.۴ کا ملفوفہ ۲

فرینک میسروی (Frank Messervy) بنام جارج کننگھم

(نقل برائے لیاقت علی خاں)

آرمی ہیڈکوارٹرز۔راولپنڈی

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر (کننگھم)

مَیں نے سرحد کے قبائل سے متعلق حکمتِ عملی پر آپ کی تجاویز بہت دلچسپی سے پڑھیں[1]۔ یہ سب پاکستانی فوج کی تنظیمِ نو کے منصوبوں کے ساتھ ہم آہنگ ہیں لیکن عمل درآمد کے لئے مناسب وقت کا تعین، جو انتہائی اہم ہے، ابھی باقی ہے۔

اندرونِ ملک اور سرحدوں کے دفاع کی جو وسیع اور بھاری ذمّہ داریاں فوج پر ڈالی گئی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ بلاشبہ فوج کیلئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان سے عہدہ برآ بھی ہو اور ساتھ ہی اپنی تنظیمِ نو بھی کرے — یعنی اسکول اور تربیتی ادارے بھی قائم کرے اور تنظیمِ نو کے نتیجے میں پیش آنے والے مسائل سے نمٹتے ہوئے اپنے داخلی معاملات درست کرے۔ اگر اندرونی دفاع کے مسائل درپیش نہ ہوتے تو ہم سرحد سے باقاعدہ فوج کی بتدریج واپسی کا انتظار کر لیتے لیکن اتنی تاخیر سے فوج کا ایک مستعد تنظیم کی حیثیت سے بے کار ہو جانے کا خطرہ ہے۔

ہمارے تقریباً تمام دستوں میں افسروں کی تعداد منظور شدہ تعداد سے آدھی ہے۔ بڑے دستوں میں ان کی اوسط تعداد چھ تا آٹھ ہے اور ان میں سے بھی اوسطاً صرف ایک افسر کا دس سال سے زیادہ تجربہ ہے۔ باقی ماندہ زیادہ تر ایمرجنسی کمیشنڈ آفیسرز ہیں جو باقاعدہ کمیشن کے قابل نہیں اور ان کا تجربہ بھی بہت کم ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس آٹھ سے دس ہزار جوانوں کی بھی کمی ہے۔ اگرچہ سال کے آخر تک ہم یہ کمی پوری کر لیں گے لیکن فی الحال اس وجہ سے دستوں پر دباؤ زیادہ ہے۔

اس وقت میرے پاس کمک (Reserve) کیلئے ایک بٹالین بھی نہیں ہے۔ ہر افسر اور

سپاہی سے اس کی استعداد سے زیادہ کام لیا جا رہا ہے جس سے ان کے جوش اور حوصلے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے پاس اب کل ۱۵ پلٹنیں موجود ہیں جن میں سے ۶ وزیرستان میں ہیں۔ ہمیں فوری طور پر کہیں نہ کہیں سے فوج کی بچت کرنی ہوگی۔ امید ہے کہ جیسے ہی فرقہ وارانہ جنون میں کمی آتی جائے گی..... داخلی دفاع کی صورتِ حال بھی بہتر ہوتی جائے گی۔ لیکن حالیہ فسادات کے نتیجے میں بدامنی کا سنگین مسئلہ برقرار رہے گا اور مصائب کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے مہاجرین کی موجودگی سے اس میں اضافہ ہوتا جائے گا کیونکہ انہیں پُر امن روزگار یا زراعت وغیرہ میں کھپاتے کھپاتے کافی وقت لگے گا۔ لہٰذا اس طرف سے بھی فوج کے فرائض میں کمی کی مجھے کوئی توقع نہیں۔

طے شدہ پالیسی کے تحت وزیرستان سے باقاعدہ فوج کی جلد واپسی ہی ہمارا واحد آسرا ہے۔ اس معاملے پر اب مَیں ذرا تفصیل سے بحث کروں گا۔

اس اقدام سے حسبِ ذیل فوائد متوقع ہیں:

الف۔ قبائل کو حکومت کی پالیسی کا فوراً اندازہ ہو جائے گا کہ وہ ان کو دشمن نہیں بلکہ دوست سمجھتی ہے اور ان سے تعلقات طاقت کے بل پر نہیں بلکہ باہمی رضامندی سے کئے جانے والے معاہدوں کی بنیاد پر اُستوار ہوں گے۔

ب۔ ہمارا انخلاء ایسے وقت پر ہوگا جب کہ بیشتر قبیلوں میں پاکستان کیلئے خیر سگالی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

ج۔ اگر اس پر فوراً عمل ہو جائے تو ہماری واپسی سال کے ایسے حصے میں ہوگی جو دفاعی لحاظ سے بہترین ہے کیونکہ ان دنوں قبیلے نچلی چراگاہوں میں ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے تاخیر کی تو ایسی صورتِ حال کیلئے ہمیں ایک اور سال انتظار کرنا پڑے گا۔

مَیں اس منصوبے پر عمل درآمد کا درج ذیل خاکہ تجویز کرتا ہوں:

ا۔ قائداعظم[۲] خود یا ان کی طرف سے قبائل میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ آئندہ تین مہینوں میں ان کے علاقے سے تمام فوجیں ہٹالی جائیں گی جس کے بعد قبائل سے پہلے کی طرح

کے معاہدے کیے جائیں گے۔قبائل سے یہ بھی کہا جائے کہ وہ فوجی دستوں کی نقل وحرکت میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کریں۔

۲۔وانا کو اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوران خالی کر دیا جائے اور یہاں کی ذمہ داری اسکاؤٹس سنبھال لیں۔انخلاء سے پہلے فوج حفاظت کیلئے ضروری اقدامات بھی کرے گی۔

۳۔رزمک اور گردائی نومبر-دسمبر کے دوران خالی کر دیے جائیں گے۔

صوبۂ سرحد میں فوج کی تعیناتی حسبِ ذیل ہوگی:

پشاور بریگیڈ=۴ بٹالین

کوہاٹ بریگیڈ=۴ بٹالین۔بمع ایک مشین گن بٹالین

بنوں بریگیڈ=۳ بٹالین۔(ایک بنّوں میں اور دو میرعلی میں)

نوشہرہ بریگیڈ=۳ بٹالین

آپ کا مخلص

ایف ڈبلیو میسروی

(کمانڈر انچیف۔افواجِ پاکستان)

ہز ایکسی لینسی سر جارج کنتگھم کے سی آئی ای، سی ایس آئی، او بی ای

گورنر صوبۂ سرحد۔پشاور

۱۔ملفوفہ ۱

۲۔اعلان کے ڈرافٹ کیلئے دیکھئے ملفوفہ ۳ کا منسلکہ

۴.۸ کا ملفوفہ ۳

جارج کننگھم بنام لیاقت علی خاں

گورنمنٹ ہاؤس۔ نتھیا گلی

صوبۂ سرحد

۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

سرحد کی پالیسی

ڈئیر مسٹر لیاقت علی خاں

سرحد کی پالیسی سے متعلق میرے نام سر فرینک میسروی کے خط مورخہ ۱۸ ستمبر[1] کے حوالے سے مَیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ بلاشبہ اس موضوع پر میری ۱۰ ستمبر کی طویل یادداشت[2] بھی آپ کو مل گئی ہوگی۔

۲۔ وزیرستان سے باقاعدہ افواج کے فوری انخلاء کے حق میں کمانڈر انچیف کے مضبوط دلائل کی روشنی میں مَیں نے اس پورے سوال پر دوبارہ غور کیا ہے۔ مَیں نے اپنے پولیٹکل ریذیڈنٹ میجر خورشید کو وزیرستان بھیجا ہے تاکہ وہ بھی سر فرینک کے خط کی روشنی میں اس مسئلے کا دوبارہ جائزہ لیں اور اس ہفتے کے آخر تک اپنی سوچی سمجھی رائے سے مجھے مطلع کریں۔ مجھے احساس ہے کہ بہر حال یہ ذمّہ داری مکمل طور پر میری ہے لہٰذا مَیں نے یہ طے کیا ہے کہ آپ کو اپنی حتمی رائے ابھی پیش کردوں۔

۳۔ کمانڈر انچیف کی اس تجویز کے خلاف کہ فوجوں کی واپسی کے عمل میں تیزی پیدا کی جائے صرف ایک مضبوط دلیل یہ ہے کہ اگر اس کی وجہ سے وزیرستان یا اس کے ہمسایہ قبائلی علاقے میں گڑبڑ پھیل جائے تو اس پر قابو پانے کیلئے باقاعدہ فوج کو دوبارہ بلانا پڑے گا جس سے افواجِ پاکستان کی خاطر خواہ تنظیم ممکن نہیں ہو سکے گی۔

۴۔ جہاں تک وزیرستان سے ملحقہ حصوں کا تعلق ہے وہاں ہماری حکمتِ عملی وزیرستان جیسی نہیں ہے اور نہ ہی ماضی میں وزیرستان میں ہماری کارروائیوں کا کوئی خاص ردِ عمل دوسرے سرحدی علاقوں میں ہوا ہے۔

۵۔وزیرستان سے انخلاء:

الف۔میرے خیال میں ہماری افواج کے انخلاء کے آخری مرحلے میں اس کا امکان ہے کہ وزیرستان کے شر پسند (زیادہ تر اپی کے پیروکار) ان پر حملے کریں لیکن یہ حملے اتنے سنگین نہیں ہوں گے کہ کسی فوجی کارروائی کی ضرورت پڑے۔

ب۔ برطانوی ہند کے علاقے پر محسود ٹولیوں کی مار دھاڑ کا خطرہ رہے گا لیکن ان سے اسکاؤٹس یا فرنٹیئر کانسٹبلری یا زیادہ سے زیادہ بنّوں کا بریگیڈ نمٹ سکتا ہے۔

۶۔جیسا کہ مَیں نے اپنی یادداشت کے پیرا ۴۱ (الف) میں کہا ہے مجھے پوری امید ہے کہ حکومتِ پاکستان کی حمایت میں پروپیگنڈا کارگر ہوسکتا ہے جس کیلئے اہم دلائل حسبِ ذیل ہیں:

الف۔یہ کہ پاکستان اور اسلام ہم معنی ہیں لہٰذا پاکستان کے کسی حصے کو کمزور کرنا یا اسے دنیا کی تنقید کا نشانہ بنانا دراصل اسلام کی توہین کرنا ہے۔

ب۔ پاکستانی افواج کی زیادہ اہم ضرورت اندرونی دفاع اور مہاجر بھائیوں کی امداد اور حفاظت ہے۔

ج۔ پاکستانی علاقے سے ہندوؤں کے تقریباً مکمل انخلاء کے بعد اس پر حملوں کا شکار خود مسلمان ہوں گے۔

۷۔مذکورہ بالا عوامل کے پیشِ نظر مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فوجوں کی واپسی کا خطرہ فوری طور پر مول لیا جا سکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ حکومتِ پاکستان بہت جلد ایسا فیصلہ کر لے گی۔

۸۔مَیں کمانڈر انچیف سے اتفاق کرتا ہوں کہ اس موضوع پر اعلان قائداعظم کی طرف سے ہونا چاہئے۔مَیں اس خط کے ساتھ ایک مسوّدہ بھیج[۳] رہا ہوں جس میں دیے ہوئے خطوط پر اس طرح کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔

۹۔قبائل سے ہماری گفت وشنید کی ابتداء ہی میں فقیرا ایپی کا سوال اٹھایا جائے گا۔ دراصل یہ معاملہ فقیرا ایپی کی پٹھانستان کی حمایت اور بعض قبائل کو پاکستان کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہو گیا ہے۔تاہم جب تک وہ پاکستان کی مخالفت سے باز نہیں آتے

حکومت کیلئے ان کے ساتھ کسی قسم کا عہد و پیمان کرنا مشکل ہوگا۔ اگر کبھی ان کے رویّے میں کوئی خوشگوار تبدیلی آ جائے تو میرا مشورہ ہے کہ قائداعظم کسی مناسب موقع پر حسب ذیل خطوط پر ایک اعلان کر دیں (لیکن اسے پہلے بنیادی اعلان میں شامل نہ کیا جائے):

مَیں فقیراپی کیلئے عام معافی کا اعلان کرتا ہوں جس کا اطلاق ان تمام کارروائیوں پر ہوگا جو ماضی میں انہوں نے برطانوی حکومت کے خلاف کی تھیں۔ وہ پاکستان میں جہاں بھی رہنا چاہیں بلا روک ٹوک اور آزادی سے رہ سکتے ہیں۔ مَیں ان کے پیروکاروں کی بھی وہ ساری خطائیں معاف کرتا ہوں جو ماضی میں انہوں نے وزیرستان کی حدود میں برطانوی حکومت کے خلاف کی تھیں۔ جو جرائم انہوں نے بندوبست شدہ اضلاع میں کئے تھے ان کے متعلق مَیں نے اپنے افسروں کو ہدایت کر دی ہے کہ ان کا فیصلہ جرگے کے ذریعے کروایا جائے لیکن اس کا مقصد بھاری سزائیں دینا نہیں بلکہ بے گناہ لوگوں کے نقصانات کی تلافی اور پاکستان میں امن قائم کرنا ہے۔

۱۰۔ فوجی اہتمام سے قطع نظر وسیع سیاسی انتظامات بھی ہماری فوری توجہ کے متقاضی ہیں اور ان پر بہت دور اندیشی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ جب تک قائداعظم کا اعلان نہیں ہوتا ان پر فیصلہ کرنا ممکن نہیں کیونکہ ان کا انحصار قبائل کے ردِعمل پر ہے۔ لہٰذا مصمّم ارادے کے باوجود شاید ہی ہم وانا کو اکتوبر کے آخر تک خالی کر سکیں گے۔ اگر اس مسئلے پر آپ یا قائداعظم گفتگو کرنا چاہیں تو مَیں فوراً آنے کے لئے تیار ہوں۔

آپ کا مخلص
جی گتگھم

۱۔ ملفوفہ ۲
۲۔ ملفوفہ ۱
۳۔ منسلکہ

۴۸ کے ملفوفہ نمبر ۳ کا منسلکہ

جناح کے مجوزہ اعلان کا ڈرافٹ

مَیں نے کمانڈر انچیف اور صوبۂ سرحد کے گورنر سے مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ افواجِ پاکستان کے تمام باقاعدہ دستے وزیرستان سے ہٹا لئے جائیں۔ حکومتِ ہند نے پچیّس سال قبل جو حکمتِ عملی اختیار کی تھی یہ اس کے برعکس ہے اور میرے اس فیصلے کی کئی وجوہات ہیں۔

اولاً مجھے یقین ہے کہ اس اقدام سے وزیرستان کے قبائل اور پاکستان کی اسلامی حکومت کے درمیان دوستی کا رشتہ مضبوط ہوگا اور اس سے آپ کی خوشی اور خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔

۲۔ ماضی میں حکومت قبائلی عوام کے سماجی، معاشی اور تعلیمی حالات میں کوئی خاص بہتری نہیں کر پائی کیونکہ آپ میں سے کچھ لوگوں کو برطانوی حکومت کی نیت پر شک تھا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے علاقے سے تمام باقاعدہ فوجی دستے ہٹ جانے سے آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ حکومتِ پاکستان کا آپ کے علاقے کی آزادی چھین لینے کا ارادہ نہیں۔ ہماری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کی رضامندی سے آپ کی سماجی اور معاشی حالت بہتر بنانے میں مدد کی جائے۔

۳۔ مَیں نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ شمالی وزیرستان میں دتہّ خیل اور دوسالی (Dosalli) سے اور جنوبی وزیرستان میں سراروغا (Sararogha)، کوت کائی (Kotkai) اور لدھا (Ladha) کی موجودہ چوکیوں سے اسکاؤٹس کو ہٹا لیا جائے۔ شمالی وزیرستان میں بویا (Boya)، میران شاہ اور سپین وام (Spinwam) میں اور جنوبی وزیرستان میں وانا میں اور مواصلاتی لائنوں پر ضروری چوکیوں میں اسکاؤٹس موجود رہیں گے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ اسکاؤٹس سو فیصدی پٹھان ہیں یعنی خود آپ ہی کے بھائی ہیں۔ وزیرستان میں وہ آپ کے دشمن بن کر نہیں بلکہ آپ کے دوست بن کر رہیں گے۔ آپ سے لڑنے بھڑنے کیلئے نہیں بلکہ امن برقرار رکھنے کیلئے اور آپ کیلئے آپ کی رضامندی سے اسکول، ہسپتال، آبپاشی اور دوسرے فلاحی کاموں میں آپ کی مدد کیلئے رہیں گے۔

۴۔ مَیں نے حکم دیا ہے کہ مندرجہ بالا فیصلوں پر جتنی جلدی ہو سکے عمل کیا جائے جو شاید

اگلے تین چار ماہ میں مکمل ہو جائے گا۔

۵۔ مَیں اپنے افسروں کو یہ ہدایت بھی فوراً دینا چاہتا ہوں کہ وہ آپ کے فلاحی کام آپ کے مشورے سے کریں۔ میری خواہش ہے کہ وظائف اور خاصہ داری کے جو فوائد آپ کو حاصل ہیں برقرار رہیں۔ ماضی میں آپ نے ان فوائد کے عوض اپنے علاقے اور بندوبست شدہ اضلاع میں امن بحال رکھنے کی ذمّہ داری قبول کی تھی۔ مَیں نے اپنے افسروں کو ہدایت کی ہے کہ آپ سے بات چیت کرنے کے بعد مجھے بتائیں کہ مستقبل میں آپ پر کون سی ذمّہ داریاں عائد کی جاسکتی ہیں۔ وہ آپ سے اس مسئلے پر بھی گفتگو کریں گے کہ آیا آپ کو اسکولوں، ہسپتالوں اور آبپاشی کے نظام اور دوسرے کاموں کے لئے مزید سہولتوں کی ضرورت ہے اور اگر پاکستان کی مالی حالت نے اس کی اجازت دی تو میں آپ کی خواہشات پوری کرنے کی حتی الامکان کوشش کروں گا۔

۵

قائداعظم کے پیغامات و بیانات

۵.۱

عیدالفطر کے موقع پر قائد کا پیغام[۱]

۱۸ اگست ۱۹۴۷ء

خودمختار پاکستان کے قیام کے بعد آزادی کی جلو میں یہ ہماری پہلی عید ہے۔ عالمِ اسلام میں یہ یومِ مسرّت ہماری قومی مملکت کے قیام کے فوراً بعد نہایت موزوں موقعے پر آیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ہم سب کیلئے خصوصی اہمیت اور خوشی کا حامل ہے۔ مَیں اس مبارک موقع پر تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی بھی خطۂ ارض میں بستے ہوں، پُرمسرّت عید کا ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ یہ عید خوشحالی کا ایک نیا دور لائے گی اور اسلامی ثقافت اور نظریات کی نشاۃِ ثانیہ کی جانب پیش قدمی کا آغاز کرے گی۔ مَیں بارگاہِ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں کہ وہ ہم سب کو ہمارے تابناک ماضی اور تاریخی ورثے کا اہل بنادے اور توفیق دے کہ ہم اقوامِ عالم میں پاکستان کو حقیقی معنوں میں ایک عظیم قوم بنا سکیں۔ بلاشبہ ہم نے پاکستان حاصل کرلیا ہے۔ یہ منزل کی جانب پہلا قدم ہے۔ ہم پر بھاری ذمّہ داریاں آن پڑی ہیں جن سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ہمیں بڑے عزم اور محنت کی ضرورت ہے۔ تعمیرِ ملت بھی انہی کوششوں اور قربانیوں کا تقاضہ کرتی ہے جو حصولِ پاکستان کیلئے ضروری تھیں۔ اب ٹھوس کام کا وقت آ گیا ہے اور مجھے اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ مسلمانوں کی فطری استعداد ان دشواریوں پر قابو پالے گی جو اس کٹھن راستے میں حائل ہوسکتی ہیں۔

اس موقع پر ہمیں اپنے ان بھائیوں اور بہنوں کو فراموش نہیں کرنا چاہئے جنہوں نے اپنا سب کچھ اس لئے قربان کردیا کہ پاکستان قائم ہوسکے اور ہم زندہ رہ سکیں۔ ہماری دعا ہے کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ہم انہیں کبھی نہ بھلا سکیں گے جو آج ہمارے درمیان موجود نہیں اور جنہوں نے صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ ہوسکتا ہے ایسے بہت سے لوگوں کیلئے عید اتنی مسرّت اور شادمانی کا موقع نہ ہو جتنا پاکستان میں ہے۔ ہمارے وہ بھائی جو ہندوستان میں اقلیتوں کی حیثیت سے ہیں یقین رکھیں کہ ہم انہیں کبھی نظر انداز یا فراموش نہیں کریں گے۔ ہمارے دل ان کیلئے بے قرار ہیں۔ ہم ان کی اعانت اور فلاح و بہبود کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے کیونکہ مجھے یہ اعتراف ہے کہ یہ برصغیر کے مسلم اقلیتی صوبے ہی تھے جو حصولِ پاکستان کی جدوجہد اور منزلِ مقصود کی جانب سفر میں پیش پیش تھے۔ ان کی حمایت مَیں کبھی نہیں بھول سکتا اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے مسلم اکثریتی صوبے یہ کبھی نہیں بھولیں گے کہ حصولِ پاکستان کی تاریخی اور شاندار جدوجہد میں اقلیتی صوبوں نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

پاکستان زندہ باد!

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ا

۵.۲

فسادات کے بارے میں قائداعظم کا بیان[1]

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں بڑے دکھ اور تشویش کے ساتھ مشرقی پنجاب میں ہونے والے تشدّد اور بربریت کو دیکھتا رہا ہوں جن سے مسلمانوں کا سخت جانی نقصان ہوا ہے اور ان پر ناقابلِ بیان مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آزمائش کی اس گھڑی میں پاکستان کی سرحد کے اس پار ہمارے بھائیوں کے زخموں کا علاج الفاظ کے کسی مرہم سے ممکن نہیں لیکن مَیں اس شدید بے چینی سے بے خبر نہیں ہوں جو قدرتی طور پر اس ظلم وتشدّد کے باعث پاکستان کے مسلمانوں میں پیدا ہو رہی ہے اور ان کے صبر کو کٹھن آزمائش میں ڈال رہی ہے۔ چونکہ مجھے خود اس امر کا احساس ہے، اور میرا دل بھی بہت دکھا ہوا ہے، اس لئے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو تلقین کروں کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں اور ہوشمندی سے کام لیں۔ اس وقت اگر ان کی عقل پر جذبات

غالب آ گئے تو ان کی نوزائیدہ مملکت مہیب خطرات کا شکار ہو جائے گی۔

مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مشرقی پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے ہم اس کے محض خاموش تماشائی نہیں ہیں بلکہ پاکستان اور مغربی پنجاب کی حکومتوں نے فسادزدہ لوگوں کی امداد کو اپنا فرضِ اوّلیں بنالیا ہے اور ان لوگوں کے انخلاء کے انتظامات کر رہی ہیں جو خطرے میں ہیں اور پاکستان میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان کو ہر قسم کی امداد اور سہولت بہم پہنچانے اور ان کی آبادکاری کا مصمّم ارادہ کر لیا ہے اور اس مقصد کیلئے ملک کے تمام تر وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا۔ ہم نے حکومت ہندوستان سے مسلسل رابطہ قائم کر رکھا ہے اور حکومتِ مغربی پنجاب مشرقی پنجاب کی حکومت سے رابطہ کر رہی ہے کہ یہ خون خرابہ اور لاقانونیت جس قدر جلد ممکن ہو ختم کی جائے۔

اس دوران میں یہ انتہائی اہم ہے کہ پاکستان کو فتنہ وفساد سے بالکل پاک رکھا جائے کیونکہ اس ابتدائی مرحلے پر بدامنی سے مملکت کی بنیادیں ہل جائیں گی اور اس کے مستقبل کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ مَیں مسلمانوں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے دشمنوں سے ہوشیار رہیں جو پاکستان کا بھلا نہیں چاہتے اور انہیں یہ پسند نہیں کہ یہ ملک مضبوط اور مستحکم ہو۔ درحقیقت وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ شروع ہی میں تباہ و برباد ہو جائے اور انہیں خوشی ہوگی اگر اس کی سرحدوں کے اندر ہی وسیع پیمانے پر فتنہ وفساد پھیل جائے اور اس بدنظمی سے تشکیل وتعمیر کا کام مشکل ہو جائے۔ انتقامی کارروائی کر کے ہمیں دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلنا نہیں چاہئے کیونکہ اس سے نہ تو ہم مشرقی پنجاب یا کہیں اور کے مظلوموں کی کوئی مدد کر سکیں گے اور نہ ہی کوئی اور مسئلہ حل ہوگا بلکہ مزید بے گناہوں کی جانیں ضائع ہوں گی اور زیادہ بڑی تعداد میں لوگ مصیبتوں کا نشانہ بنیں گے۔

وہ لوگ جو یہ سوچتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ختم کر سکتے ہیں نادان ہیں اور سخت غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا بال بیکا نہیں کر سکتی کیونکہ اب اس کی جڑیں بہت گہری ہو چکی ہیں۔ پاکستان کے خلاف ایسی کوئی خوش فہمی جو انہیں قتل و غارتگری پر اکساتی ہے صرف معصوم جانوں کی مصیبتوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ اس طرح وہ اپنے فرقے کا نام

بھی بدنام کررہے ہیں۔مہذّب دنیاان کے اس غیرانسانی کردارکوکراہت سے دیکھے گی۔

لہٰذامَیں پاکستان کے ہرمسلمان مرداورعورت سے کہوں گا کہ وہ اپنے موجودہ مصائب سے مقابلے کیلئے کمرکس لیں تا کہ جس مملکت کے قیام کیلئے انہوں نے اتنی صعوبتیں برداشت کیں اورقربانیاں دیں اب اس کی ایسی تعمیروترقی ہوکہ وہ جلد دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت کی حیثیت سے اپنے آپ کومنوا سکے اوراقوامِ عالم میں سربلند ہو سکے۔یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے ہم اپنے بھائیوں پرڈھائے گئے مصائب اورتباہی کا بدلہ چکاسکتے ہیں نہ یوں کہ جذبات کی رومیں بہہ کرانتقام کے بیکراں ویرانے میں خودکوکھودیں۔

مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا گوہوں کہ جیسے اس نے ہمیں ایک خودمختار سلطنت کی عظیم نعمت سے نوازاہے وہ ہماری قوم کواس المیے کو برداشت کرنے کی بھی ہمت دے۔ان کے صبر کواستحکام بخشے اور ہرقسم کے اشتعال کے باوجود پاکستان کی خاطر پاکستان میں امن وامان برقراررکھنے کی توفیق عطافرمائے۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر۲

۵.۳
ریلیف فنڈ کیلئے قائداعظم کی اپیل

۱۲ستمبر ۱۹۴۷ء

مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دیگرحصوں میں ہمارے لوگوں کو جواذیتیں دی گئی ہیں ان کی شدت اوروسعت کی مثال ملنی مشکل ہے۔پاکستان کواپنے قیام کی ابتداء ہی میں عظیم مسائل سے دوچارکردیا گیا ہے۔جب سے ہم نے اقتدارسنبھالا ہے مَیں اور میری حکومت اپنے وقت اورتوانائی کا بیشتر حصہ اس سنگین بحران سے نمٹنے میں صرف کررہے ہیں جوایک کے بعد دوسری آفت کی وجہ سے سنگین تر ہوتا چلا جارہا ہے۔اب ہمیں اپنے لاکھوں بھائیوں کی دستگیری

کے متعلق سوچنا ہے جو اس مصیبت کا شکار ہوئے ہیں۔قوم یہ جانتی ہے کہ اس مقصد کیلئے کابینہ کی ایک ایمرجنسی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جس کا اجلاس روزانہ ہوتا ہے۔ مہاجرین، تارکینِ وطن و بحالیات کی ایک وزارت بھی قائم کر دی گئی ہے۔ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس کٹھن کام سے نمٹنے اور تمام مشکلات پر قابو پانے کیلئے ملک کے تمام وسائل کو ممکنہ حد تک بُروئے کار لائیں گے۔لیکن جب ملک کو ایسے شدید بحران کا سامنا ہو تو لازم ہے کہ حکومت کے وسائل میں عوام کی امداد بھی شامل ہو۔ اور عوامی اعانت اور تعاون سے جو کچھ کیا جا سکتا ہے وہ محض سرکاری اداروں یا حکومتی امداد سے ممکن نہیں۔مَیں نے اس مقصد کے لئے بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ فوری طور پر ایک قائداعظم ریلیف فنڈ قائم کیا جائے۔اس فنڈ کی نگرانی ایک مرکزی کمیٹی کرے گی جس کے چھ ارکان ہوں گے۔میرے علاوہ وزیرِ مالیات، وزیرِ مہاجرین، تارکین وطن و بحالیات، گورنر سندھ، سندھ مسلم لیگ کے صدر اور پاکستان کے آڈیٹر جنرل اس کے ممبران اور موخّر الذّکر اس کے خازن ہوں گے۔مرکزی کمیٹی کے تحت صوبائی کمیٹیاں ہوں گی جن کے صدور متعلقہ گورنر (بلوچستان کے لئے چیف کمشنر) ہوں گے جو اپنے طور پر ضلعی کمیٹیاں تشکیل دیں گے۔

۲۔مَیں قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ اس فنڈ میں دل کھول کر عطیات دیں اور اس مقصد کے لئے کسی قربانی، کسی کوشش سے دریغ نہ کریں۔ یہاں کے بیشتر عوام خیر و عافیت اور آسائش سے زندگی گزار رہے ہیں جبکہ انہی کے بے شمار مہاجر بھائی پہلے بھی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اور اب بھی صعوبتوں میں مبتلا ہیں۔اب وقت آ گیا ہے کہ خوشحال لوگ رضا کارانہ اپنی آسائشوں اور اپنے اموال کی زیادہ سے زیادہ قربانی دیں۔آج سے ہر مرد اور عورت یہ تہیہ کر لے کہ وہ خوراک، کپڑے اور زندگی کی دوسری ضروریات کے استعمال میں کفایت شعاری سے کام لے کر اپنا بچا ہوا کھانا، کپڑا اور روپیہ مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری کیلئے اس فنڈ میں جمع کرائے گا۔موسمِ سرما آ رہا ہے اور پنجاب اور دہلی میں سخت سردی پڑتی ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس سے بچاؤ کے لئے مہاجرین کو تحفّظ فراہم کریں۔ان حالات میں مجھے پوری امید اور یقین ہے کہ ہمارے عوام وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق میری ہر ممکن

مدد کریں گے۔

حسب ذیل ہدایات پیش نظر رہیں:

۱۔نقد چندہ، چیک اور ڈرافٹ وغیرہ مندرجہ ذیل پتے پر بھیجیں:

اعزازی خازن،

قائداعظم ریلیف فنڈ،

۲۴۳، اسٹاف لائینز، کراچی

۲۔تمام خط وکتابت اعزازی سیکرٹری سے درج ذیل پتے پر کی جائے:

معرفت قائداعظم ریلیف فنڈ،

پی ڈبلیوڈی سیکرٹریٹ، کراچی

۳۔ فی الحال کسی اور فرد کو بلا واسطہ یا بالواسطہ اختیار نہیں کہ اس فنڈ کیلئے چندہ اکٹھا کرے۔جن لوگوں کو چندہ اکٹھا کرنے کا خصوصی اختیار دیا گیا ہے ان کے ناموں کا اعلان مرکزی اور صوبائی کمیٹیاں بعد میں کریں گی۔

۴۔اس فنڈ میں جتنی رقم جمع ہوگی اس کا کنٹرول مرکزی کمیٹی کریگی اور ہر خطّے کو ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً مناسب ادائیگی کرتی رہے گی۔

۵۔اجناس کی شکل میں امداد ان مراکز اور پتوں پر بھیجی جائے جس کا اعلان صوبائی کمیٹیاں کریں گی۔

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۲۳

۵.۴

دہلی کے حالات کے بارے میں قائداعظم کا بیان[1]

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

مَیں دہلی کی صورتِ حال سے مسلسل باخبر رہا ہوں۔ کل وہاں کی چند ممتاز شخصیات نے مجھ سے ملاقات کی اور وہاں کے مسلمانوں پر ظلم کی المناک داستان سنائی جن کے جان و مال محفوظ نہیں اور وہ زبوں حالی کا شکار ہیں۔ انہوں نے جو صعوبتیں برداشت کیں اور کر رہے ہیں مجھے ان سے گہری ہمدردی ہے۔

مَیں نے مسلمانانِ دہلی کے ان نمائندوں کو بتایا کہ ہم ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور یہ کہ ان کے لئے ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے ہم کر رہے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں حکومتِ ہند کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا ہوا ہے۔ مَیں نے اس ضمن میں لارڈ ازمے سے بھی، جو حال ہی میں کراچی آئے تھے، بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ دہلی کے حکام فوری اقدامات کر کے ان مسلمانوں کے تحفّظ اور بہبود کو یقینی بنائیں گے جو ہزاروں کی تعداد میں پرانے قلعے، عیدگاہ اور دیگر مقامات پر قیدیوں سے بدتر زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کے سر پر نہ کوئی چھت ہے نہ کھانے کو روٹی اور نہ تن پر کپڑا اور جان کا خطرہ الگ ہے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ دہلی کی حکومت ان لوگوں سے سختی سے نمٹے گی، جو ابھی تک ہندوستان کی راجدھانی کے امن و امان کو تہ و بالا کر رہے ہیں۔ یہ لاقانونیت جو اس حکومت کی آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہے، بہر طور ختم ہونی چاہئے۔ جو لوگ حکومت کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ ملک کے دشمن ہیں اور انسانیت سے عاری ہیں۔ ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہئے جس کے وہ سزاوار ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۳

۵.۵

ولیکا ٹیکسٹائل ملز میں قائداعظم کی ایک تقریر کی رپورٹ[1]

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

''ولیکا ٹیکسٹائل ملز کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے مجھے بہت مسرّت ہو رہی ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور صنعتی اشیاء کیلئے اس کا بیرونی دنیا پر انحصار ہے۔ اگر اس کو دنیا میں اپنا صحیح مقام حاصل کرنا ہے، جس کا وہ اپنے رقبے، افرادی قوت اور وسائل کے لحاظ سے حقدار ہے، تو اسے اپنی زراعت کے پہلو بہ پہلو صنعتی استعداد کو بھی ترقی دینی ہوگی اور اپنی معیشت کو صنعتی رخ دینا ہوگا۔ اپنے ملک میں صنعتیں لگا کر ہم اشیائے صرف کیلئے بیرونی دنیا پر انحصار کم کر سکیں گے، لوگوں کو روزگار کے زیادہ مواقع ملیں گے اور ملکی خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔

قدرت نے ہمیں صنعتی خام مال کی دولت سے نوازا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اسے ملک اور عوام کے بہترین مفاد میں استعمال کریں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہ منصوبہ اس نوعیت کے اور بہت سے منصوبوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگا اور تمام متعلقہ لوگوں کیلئے خوشحالی کا باعث ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ آپ نے فیکٹری کی منصوبہ بندی میں کارکنوں کیلئے مناسب رہائش اور دیگر سہولتوں کا بھی اہتمام کیا ہوگا کیونکہ مطمئن کارکنوں کے بغیر کوئی صنعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔''

قائداعظم نے مزید فرمایا، ''مجھے دلی خوشی ہے کہ مجھ کو سوتی کپڑے کے جس کارخانے کا سنگ بنیاد رکھنے کی دعوت دی گئی ہے وہ اپنی نوعیت کا پہلا کارخانہ ہے۔ سندھ کی ایک بہت معروف اور تجربہ کار شخصیت نے مجھے بتایا ہے کہ اگر اس صوبے کو پورے مواقع فراہم کیے جائیں تو اس کی زراعت اور صنعت کی پیداوار مصر کے مقابلے میں تین گنا ہو سکتی ہے۔ جہاں تک زرعی امکانات کا تعلق ہے ان کی کوئی کمی نہیں اور یہ سندھ کی انتہائی خوش بختی ہے کہ یہاں غذائی پیداوار ہمیشہ ضرورت سے زیادہ رہی ہے۔'' قائداعظم نے کہا کہ سندھیوں کو دیگر شعبوں مثلاً سائنس، تجارت اور صنعت کو بھی ترقی دینی چاہئے کیونکہ مملکت کے حقیقی استحکام اور اس کی قوت کا تمام تر انحصار اس کی پیداواری صلاحیت پر ہے۔

تجارت اور کاروبار کیلئے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ سندھ زرعی اعتبار سے مالا مال ہے وہ اس دولت کو دیگر شعبوں مثلاً تعلیم، معاشرت اور سیاست کو تقویت دینے میں استعمال کر سکتا ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کو استحکام دینا چاہتے ہیں تو جس قدر جلد ممکن ہو ہمیں اس میں صنعتوں کا جال پھیلانا ہوگا۔

پھر قائداعظم نے کارخانے کے بانیوں کیلئے دعا کی اور اس امید کا اظہار کیا کہ یہ پہلا اور آخری کارخانہ نہیں ہوگا بلکہ اس کی جلو میں اور بہت سے کارخانوں کا قیام عمل میں آئے گا۔

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۴

۶

ریاستوں کا الحاق[۱]

تقسیم سے پہلے پانچ سو ساٹھ ہندوستانی ریاستیں موجود تھیں جن کا کل رقبہ برطانوی ہند کے رقبے کا ایک تہائی اور آبادی اس کی ایک چوتھائی تھی۔ ان میں سے دس ریاستیں پاکستان کے علاقے کے اندر تھیں جبکہ کشمیر، جودھپور اور جیسلمیر پاکستان کی سرحدوں سے متّصل تھیں۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء نے صوبوں میں نمائندہ پارلیمانی حکومت متعارف کرائی لیکن ریاستیں اس کے اطلاق سے باہر رہیں۔ دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے سوا ریاستیں اپنے داخلی امور میں خودمختار تھیں۔ ۱۹۲۷ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی سرپرستی میں آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس (All India States People's Conference) قائم ہوئی جس نے ریاستوں کے عوام میں سیاسی شعور بیدار کیا اور ان کیلئے ''باقی ہندوستان جتنی جمہوری آزادی'' کا مطالبہ کیا۔[۲]

۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ نے بھی اسٹیٹس مسلم لیگ (States Muslim League) قائم کی اور ریاستوں کے امور میں دلچسپی لینی شروع کی لیکن ۱۹۴۳ء میں بہادر یار جنگ کے انتقال کے بعد یہ ادارہ فروری ۱۹۴۷ء تک نسبتاً غیر فعال رہا۔

ریاستوں سے متعلق حکومتِ برطانیہ کی پالیسی صرف اس اعلان تک محدود رہی کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو برطانوی اقتدارِ اعلیٰ ساقط ہو جائے گا اور ساتھ ہی وہ سارے معاہدے اور سمجھوتے بھی ساقط ہو جائیں گے جو حکومتِ برطانیہ اور ریاستوں کے درمیان طے پائے تھے۔[۳] کچھ عرصے بعد کی تاویل سے ریاستوں کی آزاد حاکمیت خارج از بحث قرار دے دی گئی اور ان

کے صوابدیدی اختیار کو کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق تک محدود کر دیا گیا۔[۴]

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ایک مذاکراتی کمیٹی تشکیل دی تا کہ وہ ۱۵ اگست کے بعد پاکستان سے ریاستوں کے الحاق کا کام سنبھالے۔ جونا گڑھ، منگرول اور مانا ودر نے، جن کے حکمران تو مسلمان تھے مگر آبادی میں ہندوؤں اکثریت تھی، پاکستان سے الحاق کر لیا جس کے باعث ہندوستان سے شدید کشیدگی پیدا ہوگئی۔ پاکستان کے اندر کی دس ریاستوں نے پاکستان سے الحاق کا ارادہ ظاہر کر دیا، سوائے قلات کے جس نے اپنی آزاد حاکمیت کا دعویٰ کیا۔[۵] پاکستان سے متصل ریاستوں میں جودھپور اور جیسلمیر پاکستان سے الحاق کرنے پر راغب تھیں لیکن ماؤنٹ بیٹن کا ماتھا ٹھنکا کہ جودھپور کی برگشتگی سے دوسری متصل ریاستوں کو بھی پاکستان میں شامل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ جودھپور یا کسی اور ہندو ریاست کی، خواہ وہ پاکستان سے متصل ہو، پاکستان میں شمولیت کو روکنے کیلئے پٹیل ہر حربہ استعمال کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ بالآخر جودھپور اور جیسلمیر نے ہندوستان سے الحاق کر لیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کشمیر کا علاقہ چھیاسی ہزار مربع میل اور آبادی چالیس لاکھ تھی جس میں مسلمان اسّی فیصد تھے۔ جغرافیہ، معیشت، مذہب، تمدن اور مسلمانوں کی غالب اکثریت کے باعث کشمیر کا پاکستان سے الحاق متوقع تھا۔ تاہم سردار پٹیل نے ہندوستان سے کشمیر کے الحاق پر اصرار کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا کہ ''اس کی تاریخ اور روایات کے پیشِ نظر اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی انتخاب ممکن نہیں ہے۔''[۶] اس وقت کی ایک امریکی رپورٹ کے مطابق ''مہاراجہ کی پوری کوشش تھی کہ جیسے بھی ممکن ہو ریاست کو انڈین یونین میں شامل کیا جائے لیکن اسے پاکستان میں شامل ہونے سے بہر حال روکا جائے۔'' اس دوران میں ریاست اور ہندوستان کے درمیان مواصلاتی اور زمینی رابطہ قائم ہو گیا۔[۷]

آزادی سے قبل کے فیصلہ کن مہینوں میں کانگریس کے رہنما بمع کرپلانی اور گاندھی کشمیر میں جمع ہونے لگے اور اس کے بعد کشمیر میں ہندوستانی فوجیوں کا چوری چھپے داخلہ شروع ہو

گیا۔[۸] برخلاف اس کے مسلم لیگ نے ریاست کے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ پاکستان کی طرف سے کسی اقدام کی ابتداء نہ ہونے پر کشمیر کے مسلم رہنماؤں نے شکایت کی۔ ایک کشمیری رہنما غلام محمد نے لیاقت علی خاں کو خبردار کیا:

''خدا نہ کرے اگر حکومتِ پاکستان یا مسلم لیگ کوئی قدم نہیں اٹھاتی تو کشمیر ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اس کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔''[۹]

اس عرصے میں ڈوگرا فوج اور ہندوؤں اور سکھوں کے مسلّح جتھوں نے جموں اور سیالکوٹ کے سرحدی علاقوں میں مسلم آبادی کے خلاف دہشت کا بازار گرم کر دیا۔ الیسٹیئر لیم (Alastair Lamb) کے مطابق اگست اور اکتوبر ۱۹۴۷ء کے درمیان کم از کم پانچ لاکھ مسلمان جموں سے بے دخل کر دیے گئے جن میں سے تقریباً دو لاکھ لاپتہ ہو گئے۔[۱۰]

اس دوران میں کشمیر میں بے یقینی پھیل رہی تھی اور مسلم کانفرنس، نیشنل کانفرنس اور دیگر دعویداروں کے درمیان کھینچا تانی کے نتیجے میں کوئی خوش آئند حل برآمد نہ ہو سکا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جونا گڑھ کے حکمران نے پاکستان سے الحاق کر لیا۔ اس الحاق سے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان شدید مناقشہ شروع ہو گیا۔ نہرو نے اس الحاق پر اعتراض کرتے ہوئے لیاقت کو لکھا: ''جونا گڑھ کے وفاقِ پاکستان کا ایک حصہ بننے کی صورت میں حکومتِ ہند سے یہ توقع نہ رکھی جائے کہ وہ اس کو خاموشی سے قبول کر لے گی۔''[۱۱]

ماؤنٹ بیٹن کے نام ایک خط میں جناح نے نہرو کے اعتراض کو ''قطعی نامناسب اور غیر منطقی'' قرار دیا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ ''ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں واضح صراحت کر دی گئی ہے اور بارہا یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد ہر ایک ریاست پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہونے کیلئے آزاد اور خود مختار ہے۔''[۱۲]

لیکن اس وضاحت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ سردار پٹیل نے جونا گڑھ پر حملہ کرنے کا تہیہ پہلے ہی کر لیا تھا اور اس مقصد کیلئے ایک مضبوط ہندوستانی فوج تعینات کر دی تھی۔[۱۳] ان کے خصوصی

افسر بانے سنہجی (Banesinhji) نے بھی خبردار کیا کہ ہندوستان کسی صورت میں پاکستان کو جونا گڑھ میں اپنا اڈا بنانے کی اجازت نہیں دے گا۔[۱۴] ہندوستان میں امریکہ کے سفیر کی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ جونا گڑھ کے پاکستان سے الحاق سے دونوں ملکوں کے درمیان جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔[۱۵] جناح نے ماؤنٹ بیٹن سے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ جونا گڑھ کی سرحد پر ہندوستانی فوج کا اجتماع بند کیا جائے اور خبردار کیا کہ "جونا گڑھ کی خودمختاری یا اس کے علاقے میں کسی قسم کی مداخلت کو پاکستان کے خلاف معاندانہ اقدام سمجھا جائے گا۔[۱۶]

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حکومتِ ہندوستان نے اس اعلان کے ساتھ جونا گڑھ کی ایک عبوری حکومت قائم کر دی کہ نواب نے اپنی ہندو رعایا کی وفاداری ان کی مرضی کے خلاف پاکستان کو منتقل کر دی ہے لہٰذا اب وہ اپنی رعایا کی اطاعت پر حق جتانے سے محروم ہو چکے ہیں اور یہ کہ پاکستان نے نواب سے الحاق کی دستاویز قبول کر کے حقِ خودارادیت کی خلاف ورزی کی ہے۔"[۱۷] ہندوستان نے ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بابریاواڑ اور منگرول پر بھی قبضہ کر لیا جو پاکستان میں شامل ہو چکے تھے۔

جونا گڑھ سے متصل کاٹھیاواڑ کی ایک ریاست مانا ودر میں بھی حکمران مسلمان تھا اور اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ ۱۹ اگست ۱۹۴۷ء کو اس حکمران نے پاکستان سے الحاق کر لیا جس پر ہندوستان نے اسے اس قدر ڈرایا دھمکایا کہ اسے جان کے لالے پڑ گئے۔[۱۸] ۵ اکتوبر کو جونا گڑھ کے دیوان شاہنواز بھٹو نے قائد کو اطلاع دی کہ ہندوستان مانا ودر پر طاقت کے ذریعے قبضہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اور ہندوستان ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو فی الواقع ایسا کر گزرا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حیدرآباد کا رقبہ، جو تقریباً برطانیہ کے مساوی تھا، بیاسی ہزار مربع میل اور آبادی ایک کروڑ ستّر لاکھ تھی جس میں ہندو اسّی فیصد تھے۔ حکومتِ برطانیہ نے جب سے ریاستوں کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کیا اسی وقت سے نظام کسی طرح آزاد رہنے کے امکان پر سوچ بچار کر رہے تھے۔ ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو انہوں نے اعلان کیا کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر وہ کسی مملکت میں شامل ہونا نہیں چاہتے لیکن ساتھ ہی انہوں نے ہندوستان کو امورِ خارجہ اور مواصلات کے

اختیارات کے ساتھ ایک علیٰ حالہ (Standstill) معاہدہ کرنے کی پیش کش کی۔ دفاع کے سلسلے میں انہوں نے ہندوستان کو ''فوج کی ایک طے شدہ تعداد'' دینے پر آمادگی اس شرط پر ظاہر کی کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ کی صورت میں حیدرآباد غیر جانبدار رہے گا۔ کافی تاخیر کے بعد بھی، حتیٰ کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو، اپنے عزم کی توثیق کرتے ہوئے نظام نے کہا کہ انتقالِ اقتدار کے ساتھ ہی حیدرآباد آزاد ہو جائے گا لیکن وہ نہیں چاہتے کہ ریاست ''پرانے حلیف یا پرانے ہمسائے سے الگ تھلگ رہے''۔[19] تاہم ہندوستان سے الحاق کیلئے ماؤنٹ بیٹن نظام پر زور ڈالتے رہے۔[20] ۲۴ ستمبر کو انہوں نے نظام کو مشورہ دیا کہ وہ یا تو ہندوستان میں شامل ہو جائیں یا ریاست کے لوگوں کا عندیہ معلوم کرنے کیلئے استصوابِ رائے پر اتفاق کرلیں جس سے نظام نے انکار کر دیا۔ تاہم ہندوستان کے مسلسل دباؤ کے پیشِ نظر انہوں نے ''رفاقت کے سمجھوتے'' کی بنیاد پر مذاکرات جاری رکھنے کی پیش کش کی[21] جبکہ مسلمانوں کی بااثر اقلیت اتحاد المسلمین کی رہنمائی میں آزادی یا پاکستان سے الحاق پر زور ڈال رہی تھی۔[22] ہندو اکثریت کا مطالبہ تھا کہ ہندوستان سے الحاق کیا جائے اور سیاسی اصلاحات لائی جائیں۔ نظام نے جن اصلاحات کا اعلان کیا تھا انہیں ریاستی کانگریس نے مسترد کر دیا اور نظام کے خلاف تحریک شروع کر دی۔[23] ۴ اگست کو حیدرآباد کے وفد سے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے جناح نے ماؤنٹ بیٹن کے موقف پر جو مسلّمہ برطانوی پالیسی کے خلاف تھا سخت تنقید کی۔[24]

انہوں نے نظام کو ہندوستان کو حسبِ ذیل جواب دینے کا مشورہ دیا:

''آپ جو کرنا چاہیں کریں اور جو دھمکی دینا چاہتے ہیں دے لیں لیکن مَیں الحاق کی دستاویز پر، جب تک میرا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا، دستخط کرنے یا یونین میں شامل ہونے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گا۔ آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مجھ پر جبر کریں اور مجھے یہ حق حاصل ہے کہ آزادانہ فیصلہ کروں''۔[25] انہوں نے نظام کو ترغیب دی کہ وہ ماؤنٹ بیٹن اور کانگریس کے دباؤ اور دھمکیوں کا بہادری سے مقابلہ کریں کیونکہ ان کا موقف برطانوی اعلانِ آزادی کے منافی نہیں تھا۔[26]

شروع ہی سے قائد کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ برطانوی اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر ''ہر ہندوستانی

ریاست خودمختار ہو جائے گی۔'' برخلاف اس کے کانگریس ریاستوں کی آزادی کے سخت خلاف تھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کہیں بہت سے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں نہ بٹ جائے۔ لہٰذا اس کا اصرار تھا کہ ہر ریاست کو ہندوستان یا پاکستان میں لازماً شامل ہونا چاہئے۔ ان کا موقف قائد کے قانونی اندازِ فکر سے مختلف اور عملی عواقب پر مبنی تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے اندر اور اس سے متصل جتنی ریاستیں تھیں انہیں ورغلا کر، ڈرا دھمکا کر، دباؤ ڈال کر یا تشدّد کے ذریعے ہندوستان میں شامل کر لیا گیا حتّٰی کہ کشمیر بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کا تعارف
۲۔ او پی رلہان (O. P. Ralhan)، ایڈیٹران چیف انسائکلو پیڈیا آف پولیٹکل پارٹیز: انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، (Encyclopaedia of Political Parties: India, Pakistan, Bangladesh)۔ جلد چہارم۔ نئی دہلی، ۱۹۹۶ء
۳۔ ''دی ایمرجینس آف پاکستان'' (The Emergence of Pakistan)، چوہدری محمد علی، لندن، ۱۹۶۱ء
۴۔ والیانِ ریاست اور ان کے نمائندوں کی کانفرنس میں لوئی ماؤنٹ بیٹن کے خطاب کیلئے دیکھئے جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۹
۵۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۲۰ کا انیکس
۶۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱
۷۔ (Sardar Patel's Correspondence, 1945-50) جلد اوّل، مصنفہ درگا داس، احمد آباد، ۱۹۷۱ء
۸۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء
۹۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۶ کا ملفوفہ
۱۰۔ (Kashmir: A Disputed Legacy, 1846-1990)، مصنفہ الیسٹیئر لیم، نیویارک، ۱۹۹۱ء
۱۱۔ دستاویز نمبر ۶.۱.۵
۱۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۹
۱۳ اور ۱۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۸ کا انکلوژر ۲
۱۵۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ دیکھئے درج بالا نوٹ ۱۵
۱۸۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۸ کا انکلوژر ۲
۱۹۔ ''دی ہندو'' (The Hindu)، مدراس، ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء
۲۰۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء
۲۱ تا ۲۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۴
۲۴ تا ۲۶۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۲۴

۶.۱
کشمیر

۶.۱.۱
جنگ سنگھ، وزیراعظم، ریاست جموں و کشمیر بنام عبدالرّب نشتر[۱]
(تار)

سرینگر
۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

سردار عبدالرّب نشتر۔ محکمہ ریاستی تعلقات۔ کراچی

حکومتِ جموں و کشمیر اُن تمام معاملات پر پاکستان سے علیٰ حالہٖ معاہدے[۲] (Standstill Agreement) کرنے کیلئے تیار ہے جن کے بارے میں یہ معاہدے برطانوی حکومتِ ہند کے ساتھ اِس وقت موجود ہیں۔ ہماری تجویز ہے کہ جزئیات پر تصفیہ اور نئے معاہدے کی تفصیلات پر سمجھوتہ اور اُس پر دستخط ہونے تک موجودہ انتظام برقرار رہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱
۲۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۸

۶.۱.۲
ایم اکرام اللہ، سیکرٹری خارجہ، حکومتِ پاکستان بنام جنک سنگھ[۱]
(تار)

کراچی
۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

آپکے ۱۲ تاریخ کے تار کے حوالے سے[۲] حکومتِ پاکستان کو اس پر اتفاق ہے کہ تفصیلات کا تصفیہ اور نئے معاہدوں کی رسمی تکمیل ہونے تک موجودہ انتظامات کے تسلسل کیلئے حکومتِ جموں و کشمیر سے ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ کرلیا جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۱.۱

۶.۱.۳

حسن علی خان بنام عبدالرّب نشتر[۱]

(تار)

گڑھی حبیب اللہ

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

باوثوق اطلاع کے مطابق کشمیر میں پنڈت نہرو کی آمد پر شیخ عبداللہ کو رہا کر دیا جائیگا۔[۲] وہ مشورہ دیں گے کہ کشمیر ہندوستان میں یا تو استصوابِ رائے کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے شامل ہو جائے۔ مسلم مفادات کیلئے یہ دونوں صورتیں خطرناک ہیں کیونکہ ووٹ دینے کا استحقاق بہت محدود ہونے کی وجہ سے مسلم آبادی کی اکثریت اس سے محروم ہے۔ مسلم کانفرنس مسلم لیگ سے مدد کیلئے درخواست کرتی ہے۔

حسن علی خان[۳]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۲

۲۔ ان کو بالآخر ۱۹ ستمبر کو رہا کر دیا گیا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ رہائی سے پہلے عبداللہ نے ۲۶ ستمبر کو مہاراجہ کی خدمت میں مشروط معافی نامہ ارسال کیا اور ماضی کے افسوسناک واقعات پر یہ عذر پیش کیا کہ ''انکا آغاز چند مفاد پرست لوگوں نے اپنا مطلب نکالنے کیلئے کیا تھا'' دیکھئے (*Heir Apparent: An Autobiography*)، مصنفہ کرن سنگھ، دہلی، ۱۹۸۲ء

۳۔ صوبۂ سرحد کی اسمبلی کے ایک مسلم لیگی رکن

۶.۱.۴

غلام محمد، پبلسٹی سیکرٹری، مسلم کانفرنس، کشمیر بنام لیاقت علی خاں[۱]

(تار)

سرینگر

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

مقامی کانگریس کے اخبار نوایگ (*Nawayug*) نے آج کے شمارے میں یہ پیشین گوئی

کی ہے کہ کشمیر یقینی طور پر ہندوستان میں شامل ہو رہا ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ جب سے نئے وزیرِ اعظم[۲] نے عہدہ سنبھالا ہے حکومت کیلئے ہندوستان میں شمولیت میں کوئی جھجک باقی نہیں رہی لیکن بعض وجوہات خصوصاً پنجاب باؤنڈری کمیشن کے فیصلے کے انتظار میں کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ اب جبکہ گورداسپور تقسیم ہو چکا اور پٹھانکوٹ ہندوستان میں چلا گیا ہے حکومت کشمیر کی پریشانی ختم ہوگئی ہے۔ اخبار نے اپنے نئی دہلی کے نامہ نگار کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہندوستان کٹھوعہ اور پٹھانکوٹ کے درمیان ریلوے لائن بچھانے کا ارادہ رکھتا ہے اور حکومتِ کشمیر سرینگر اور جموں کے درمیان نئی سڑک بنا رہی ہے جسکا سروے مکمل ہو چکا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۳
۲۔ جنگ سنگھ

۶.۱.۵
غلام محمد بنام لیاقت علی خاں[۱]
(اقتباس)

سرینگر۔ کشمیر

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

عزت مآب لیاقت علی خاں

قائداعظم کو مَیں گاہے گاہے یہاں کے سیاسی حالات سے مطلع کرتا رہتا ہوں اور اب چونکہ وہ انتہائی مصروف ہیں اور ان امور کا تعلق براہ راست آپ سے ہو گیا ہے لہٰذا آپ کو یہ خط مَیں براہ راست لکھ رہا ہوں اور اسکے ساتھ ایک رپورٹ[۲] اس امید کے ساتھ ملفوف کر رہا ہوں کہ اپنے گوناگوں فرائض کے باوجود آپ اس پر غور فرمائیں گے۔ اس خط سے پہلے مَیں نے تار کے ذریعے ایک اخبار کی رپورٹ[۳] بھیجی تھی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ کشمیر ہندوستان میں شامل ہو رہا ہے۔ مَیں نے یہ تار پبلسٹی سیکرٹری مسلم کانفرنس کے نام سے بھیجا تھا۔

مَیں نے قائداعظم کو یقین دلایا ہے کہ حکومت مجھ سے جو خدمت بھی لینا چاہے مَیں اس کیلئے تیار ہوں۔ لہٰذا اگر آپ کو یہ منظور ہو تو مَیں یہاں کے سیاسی حالات سے آپ کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرتا رہونگا کیونکہ میرے خیال میں کشمیر تمام پہلوؤں سے ایک اہم مسئلہ ہے۔[۴]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۶

۲۔ ملفوفہ

۳۔ دستاویز نمبر ۶.۱.۴

۴۔ ۲۵ اگست کو حمید اللہ خاں اور میر واعظ محمد یوسف نے ایک مشترکہ بیان میں خبردار کیا تھا کہ اگر حکومتِ کشمیر نے ''ہندوستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا'' تو ریاست کے مسلمان اس کی مزاحمت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۶ اگست ۱۹۴۷ء

۶.۱.۵ کا ملفوفہ
آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا نوٹ
(اقتباس)
(۲۵ اگست ۱۹۴۷ء)

رام چندر کاک کی سبکدوشی

پنڈت رام چندر کاک کی سبکدوشی اچانک تو تھی لیکن باعثِ حیرت نہیں تھی۔[۱] اسکی توقع کی جارہی تھی کیونکہ دو مہینے پہلے سے یہ افواہیں گرم تھیں کہ مہاراجہ اور کاک کے درمیان ایک یا دوسری مملکت میں شمولیت پر سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ قیاس ہے کاک کی ترجیح یہ تھی کہ مہاراجہ آزادی کا اعلان کر دیں اور بالفرض کسی ایک مملکت میں شمولیت ناگزیر ہو جائے تو انھیں پاکستان میں شامل ہو جانا چاہئے۔ برخلاف اسکے مہاراجہ ہندوستان سے الحاق چاہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کاک حقیقت پسند تھے اور ہندوستان سے الحاق میں جو الجھنیں اور مشکلات درپیش ہیں ان سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن کاک کو ناپسند کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچانے کیلئے

ایسا کر رہے تھے کیونکہ کشمیر کے ہندوستان میں شامل ہونے کی صورت میں انھیں شیخ عبداللہ کو رہا کرنا پڑتا اور انکی جماعت کو اقتدار میں لانا پڑتا جسکا مطلب کاک کے اقتدار کا خاتمہ ہوتا۔ بہر حال کاک کی نیت جو بھی ہو وہ مہاراجہ کے اس ریاست کو ہندوستان میں شامل کرنے کے راستے میں رکاوٹ تھے۔

کاک کی سبکدوشی کے بعد

کاک کی سبکدوشی کے فوراً بعد حکومت کی پالیسی میں نمایاں تبدیلی آ گئی۔ نیشنل کانفرنس کے ارکان کو، جنھیں اب تک قابو میں رکھا گیا تھا، غنڈہ گردی کی کھلی چھٹی دیدی گئی۔ ان کے نظر بند جیل خانوں سے باہر آنے لگے ہیں اور حکومت نے ان سے مذاکرات شروع کر دیے ہیں۔ درحقیقت حکومت نے شیخ عبداللہ سے رابطہ قائم کیا ہے اور اُن سے گفت وشنید کر رہی ہے۔ بہر حال حکومت اور نیشنل کانفرنس جوڑ توڑ میں مصروف ہیں اور کشمیر کے ہندوستان سے الحاق کا اعلان کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔

پاکستان کی بابت حکومتِ کشمیر کا رویّہ

ا۔ ڈاکخانوں پر پاکستان کا جھنڈا

ڈاکخانوں کے مقامی سپرنٹنڈنٹ کو (راولپنڈی میں متعین) پوسٹ ماسٹر جنرل کی ہدایت موصول ہوئی کہ وہ ۱۵ اگست کو تمام ڈاکخانوں کی عمارتوں پر پاکستان کا جھنڈا لہرائیں۔ جب حکومتِ کشمیر کو علم ہوا تو اُس نے اپنے انسپکٹر جنرل اور دیگر پولیس افسروں کے ذریعے سپرنٹنڈنٹ کو دھمکایا کہ وہ ایسا کرنے سے باز رہے۔ اُس نے پوسٹ ماسٹر جنرل سے دوبارہ ہدایات لے کر ۱۵ اگست کو صبح ساڑھے دس بجے پاکستانی جھنڈے لگوا دیے۔ جب یہ جھنڈے لگ چکے تو حکومتِ کشمیر نے حکومتِ پاکستان کو تشویشناک تار بھیجنے شروع کیے کہ مظاہروں کا خطرہ ہے اور اگر یہ جھنڈے اتارے نہ گئے تو حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔[۲] یہ اس قدر شر انگیز، متعصب اور غلط بیان تھا کہ کسی مہذب حکومت سے اس قدر ناروا غلط بیانی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حقیقت یہ تھی کہ جس وقت مسلمانوں کو پتہ لگا کہ پاکستانی پرچم کشائی ہو رہی ہے تو انہوں نے

ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوکر پرچم کوسلامی دی اور کہیں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔[۳]

۲۔ پاکستان ریڈیو کی نشریات

اننت ناگ میں جوسرینگر کے بعد کشمیر کا سب سے بڑا شہر ہے مقامی حکام نے حکم صادر کیا ہے کہ ٹاؤن کمیٹیوں اور پنچایتوں کے کسی ریڈیو پر پاکستان کی خبریں نشر نہیں کی جائیں گی۔

۳۔ مسلم لیگیوں اور مسلمان سیاحوں سے نازیبا سلوک

جن لوگوں نے ۱۵ اگست کو پاکستان کے جھنڈے لگائے تھے انہیں تنگ کیا جارہا ہے۔ اس سال کشمیر میں سرحد اور پنجاب سے کثیر تعداد میں لوگ آئے اور ان کی موجودگی سے ہندو حکومت کو خاصی پریشانی لاحق رہی کیونکہ وہ اتنے سارے مسلمانوں کو گھومتے پھرتے اور اپنی سواریوں پر پاکستان یا مسلم لیگ کے جھنڈے لہراتے دیکھنا گوارا نہیں کرسکتی تھی۔ ۱۵ اگست کو سرینگر میں قیامِ پاکستان کی تقریب میں ایک شاندار عشائیے کا انتظام کیا گیا جس میں ممتاز مسلمان سیاحوں کی اکثریت مدعو تھی۔ مسلمانوں کا یہ بھائی چارا اس متعصب حکومت کی برداشت سے باہر تھا پھر انہیں یہ ڈر بھی تھا کہ مسلم سیاح جہاں بھی جاتے ہیں مسلم لیگ کے نظریات بھی ساتھ لیجاتے ہیں۔ جو ایک قدرتی رجحان ہے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے مقامی سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ تاہم ریاستی حکومت خاموش نہ رہ سکی اور ایک اعلامیے میں سیاحوں کو خبردار کیا گیا کہ وہ مقامی سیاست میں حصہ نہ لیں۔ قدرتی طور پر یہ اشارہ صرف مسلمان سیاحوں کی طرف تھا کیونکہ جب جے پرکاش نرائن، ارونا آصف علی، کرپلانی، نہرو اور آخر میں گاندھی یہاں آئے تو سیاست میں ان کی برملا مداخلت کو صرف اس لئے مداخلت نہیں گردانا گیا کہ وہ ہندو تھے۔

ہندوستان میں شمولیت کی حمایت میں
حکومت کی شہ پر خبروں اور نظریات کی اشاعت

ایک مقامی ہندو اخبار نے جو سرکاری ترجمان سمجھا جاتا ہے اپنے پہلے صفحے پر جلی حروف میں یہ خبر چھاپی ہے کہ حکومتِ کشمیر نے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے[۴] اور حکومتِ ہندوستان کٹھوعہ اور پٹھانکوٹ کے درمیان ریلوے لائن بچھانے پر غور کر رہی ہے۔ حکومت کے

دیگر طرفدار اخباروں نے بھی ہندوستان سے الحاق کے فوائد اور پاکستان سے الحاق کے نقصانات پر جائزوں کی شکل میں بڑی عیّاری سے پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ بلاشبہ حکومت ان اخبارات کی سرپرستی کر رہی ہے۔ نیشنل کانفرنس کے ہندو ارکان ہندوستان میں کشمیر کی شمولیت کے نظریے کی تبلیغ کرنے میں مصروف ہیں۔

پاکستان اور ہندوستان کی بابت شیخ عبداللہ کا رویّہ

ہندوستان یا پاکستان سے کشمیر کے الحاق کے متعلق شیخ عبداللہ کے رویّے کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ شیخ عبداللہ ابھی تک جیل میں ہیں اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے حکومت نے ان سے رابطہ قائم کر رکھا ہے اور مذاکرات جاری ہیں۔ خیال ہے کہ ان کی رہائی چند ہی دنوں میں ہو جائے گی۔

بعض افراد کا خیال ہے کہ چونکہ شیخ عبداللہ کانگریس کے احسانات تلے دبے ہوئے ہیں اور پنڈت نہرو نے ان کی رہائی میں ذاتی دلچسپی لی ہے اس لئے وہ وہی کچھ کریں گے جو ان سے کہا جائے گا۔ یعنی ہندوستان میں کشمیر کی شمولیت کی غیر مشروط حمایت۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ ان کی رہائی کے فوراً بعد انہیں نئی دہلی لے جایا جائے گا جہاں سے وہ کچھ مراعات حاصل کر کے لوٹیں گے۔ پھر پنڈت نہرو کی آمد کے ساتھ ہی انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ حکومت کشمیر ہندوستان سے الحاق کا اعلان کر دے گی اور چند اصلاحات کا اعلان کر کے شیخ عبداللہ اور ان کی جماعت کو اقتدار میں لے آئے گی۔ اس طرح شیخ عبداللہ اصلاحات کے لالچ میں لوگوں کو ہندوستان کی حمایت پر آمادہ کر لیں گے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ حکومت سے کہیں گے کہ وہ پہلے ہندوستان سے الحاق کرے اور پھر انہیں رہا کرے تا کہ وہ لوگوں سے یہ کہہ سکیں کہ وہ اس کے ذمّہ دار نہیں ہیں کیونکہ یہ فیصلہ مہاراجہ نے کیا ہے جب وہ جیل میں تھے۔ ایک اور رائے یہ ہے کہ انہوں نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کریں گے اور باہر کی فضا کا اندازہ لگانے کے بعد حتمی فیصلہ کریں گے۔ شیخ کو بخوبی اندازہ ہے کہ عوام کی رائے میں نمایاں تبدیلی آ چکی ہے اور اگر وہ کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھے تو کہیں کے نہیں رہیں گے۔ انہیں اپنی لیڈری بچانے کا

زیادہ خیال ہے۔خودان کی جماعت میں پاکستان کے بارے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہےاور شیخ عبداللہ کواس مسئلے پر مخالفت کا بھی خدشہ ہے۔تیسرا نظریہ یہ ہے کہ بطور مفاہمت شیخ عبداللہ شاید کشمیر کی خودمختاری کا فیصلہ کریں۔

جہاں تک حکومتِ کشمیر کا تعلق ہےتو وہ دل وجان سے ہندوستان میں شامل ہونا چاہتی ہے اور اوپر دیے گئے حقائق سے ان کے ارادے واضح ہو جاتے ہیں لیکن اس میں انہیں بعض مشکلات کا سامنا ہے۔

حکومتِ کشمیر کے بارے میں پاکستان کا رویّہ

حکومتِ کشمیر کے تعصّب اور بدنیتی کے برعکس حکومتِ پاکستان نے حکومتِ کشمیر کو راضی رکھنے کی کوشش کی ہے اوراس کا رویّہ ہمیشہ مصالحانہ رہا ہے۔مثلاً جب حکومتِ کشمیر نے مطالبہ کیا کہ ڈاکخانوں پر سے پاکستان کے جھنڈے اتار دیے جائیں تو حکومتِ پاکستان نے اسے فوراً منظور کر لیا۔ پنجاب پولیس کسی اثاثے کی حفاظت کے سلسلے میں ضلع جہلم سے ریاست میں داخل ہوئی لیکن جب حکومتِ کشمیر نے اس کی اطلاع حکومتِ پنجاب کو دی تو اس نے معذرت کر کے یہ نفری واپس بلا لی۔حکومت کشمیر نے پنجاب سے لاہوراور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں کشمیر کی املاک کے تحفّظ کی درخواست کی تو انہیں فوراً اس کا اطمینان دلا دیا گیا۔ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن سے حکومتِ کشمیر سے حکومتِ پاکستان کا تعاون اور خیرخواہی واضح ہوتی ہے۔سوال یہ ہے کہ حکومتِ کشمیر کی مخالفانہ پالیسی کے پیشِ نظر حکومتِ پاکستان کی یہ خیرخواہی اور نرمی کی پالیسی کہاں تک درست ہے۔

مسلمانانِ کشمیر کی بابت قائداعظم، مسلم لیگ اور پاکستان کا رویّہ

قائداعظم نے ریاستوں کے بارے میں بارہا اعلان کیا ہے کہ وہ کسی ایک مملکت میں شامل ہوسکتی ہیں یا چاہیں تو آزادرہ سکتی ہیں[۵] یہاں تک کہ انہوں نے کسی ایک مملکت میں شمولیت کیلئے جغرافیائی اتصال کا بھی ذکر نہیں کیا۔اس کا یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ کشمیر ہندوستان میں شامل ہوسکتا ہےاور قائداعظم کواس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا حالانکہ کشمیر نہ صرف جغرافیائی طور پر پاکستان

سے ملحق ہے بلکہ پاکستان کے دفاع کیلئے اس کی بنیادی اہمیت ہے۔ مسلم لیگ ہمیشہ سے ریاستوں کے امور میں عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند رہی ہے۔ قائداعظم اور مسلم لیگ کی اس پالیسی کے مقابلے میں کانگریس نے ریاستوں اور خاص طور پر کشمیر کے امور میں براہِ راست دخل اندازی کی ہے۔ پچھلے سال شیخ عبداللہ نے ''کشمیر چھوڑ دو'' کی تحریک شروع کی جو اگر ان تک اور ان کی جماعت تک محدود رہتی تو شاید چند ہفتوں میں ختم ہو جاتی لیکن اس تحریک کو نہرو اور کانگریس نے زندہ رکھا۔ نہرو دو مرتبہ یہاں آئے۔ پہلی مرتبہ انہوں نے کوہالہ کے پل پر ڈرامائی انداز میں دنیا کی توجہ کشمیر کی جانب مبذول کرائی اور دوسری مرتبہ فتح مندانہ شہر میں داخل ہوئے اور شیخ عبداللہ کا قانونی دفاع بذاتِ خود کیا۔ اپنی واپسی کے بعد انہوں نے جے پرکاش نرائن، ارونا آصف علی، کانگریس کے صدر کرپلانی اور آخر میں کانگریس کے بڑے ہتھیار یعنی مہاتما گاندھی کو[۶] یہاں بھیجا۔ اس کے علاوہ ان مہینوں میں (ہندوستان سے) روپیہ مسلسل آتا رہا اور تحریک مکمل کامیابی تک جاری رکھی گئی۔ یہ کامیابی شیخ عبداللہ کی مقامی قوت سے نہیں بلکہ کانگریس کے وسیع وسائل اور ریاست کے امور میں براہ راست مداخلت سے حاصل ہوئی۔

اس کے مقابلے میں مسلم لیگ قطعی لاتعلق اور بے عمل رہی۔ البتہ کبھی کبھی ڈان یا پاکستان ٹائمز میں کوئی اداریہ یا قائداعظم کا کوئی بیان آ جایا کرتا تھا۔ ان حالات میں ریاست میں مسلم لیگ کی متبادل جماعت مسلم کانفرنس کو بھی نقصان ہوا۔ اس کے رہنما معمولی قانونی خلاف ورزی پر نو مہینوں سے بغیر مقدمہ حراست میں ہیں لیکن مسلم لیگ کا کوئی مرکزی یا صوبائی رہنما ان کی خیریت پوچھنے یہاں نہیں آیا۔ اس کے نتیجے میں مسلم کانفرنس کے حوصلے بہت پست ہو گئے ہیں اور اس میں انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ اسے ''کشمیر چھوڑ دو'' تحریک سے پہلے پنجاب اور دوسرے علاقوں میں مسلم لیگ کی کامیابی سے جو تقویت ملی تھی وہ اب زائل ہو چکی ہے۔ اب یہ ایک مردہ اور بے وقعت سیاسی جماعت بن کر رہ گئی ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان کے قیام نے لوگوں کے حوصلے پھر بلند کر دیے ہیں اور مسلم کانفرنس اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود اب بھی اس قابل ہے کہ اگر اسے باہر سے کچھ مدد ملے تو وہ لوگوں کو از سرِ نو اپنے ساتھ شامل کر سکتی ہے۔ تاہم یہ مسئلہ فوری نوعیت کا

نہیں بلکہ مسلم کانفرنس کی تنظیم کے لئے لمبی مدت کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔اس وقت زیادہ اہم اور واحد سوال یہ ہے کہ ہماری ریاست کا مستقبل کیا ہوگا۔ اس نازک وقت میں حکومتِ پاکستان اوراس کے رہنماؤں کی بے عملی نے یہاں کے مسلمانوں کو بے حوصلہ کر دیا ہے اور یہاں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی زبان پر اس طرزِ عمل کا شکوہ نہ ہو۔

داخلی فرقہ وارانہ صورتِ حال

فرقہ وارانہ صورتِ حال فی الحال تسلّی بخش ہے لیکن حکومتِ کشمیر کی شہ پر بڑی تعداد میں سکھ اور ہندو پناہ گزیں ریاست میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں کی دھمکیوں نے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ان خون آشام سکھوں، وحشی ڈوگرا فوج اور ریاستی مخالفت کی موجودگی نے اوراس کے علاوہ باہمی نفاق نے مسلمانوں کو غیر محفوظ اور دل شکستہ کر دیا ہے۔

ماحصل

موجودہ صورتِ حال کا تقاضہ ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں کے خدشات فرو کرنے کیلئے اور انہیں یہ یقین دلانے کیلئے کہ وہ بے یار و مددگار نہیں ہیں حکومتِ پاکستان اوراس کے رہنما کو چاہئے کہ اپنی توجہ فوری طور پر ان کی جانب مبذول کریں۔ مسلم کانفرنس کو ایک مشکل صورتِ حال کا سامنا ہے اور وہ چاہتی ہے کہ مہاراجہ کے ہندوستان میں شامل ہونے سے پہلے ہی کوئی کارروائی کرے ورنہ اگر مہاراجہ نے یہ فیصلہ کر لیا تو پھر کچھ نہیں ہو سکے گا مگر اسے حکومتِ پاکستان اوراس کے رہنماؤں کے طرزِ عمل کا یقین نہیں ہے۔ اگر جموں اور کشمیر کے مسلمانوں نے جدوجہد شروع کی تو دراصل وہ پاکستان کی جنگ لڑیں گے اور پاکستان پر لازم ہوگا کہ وہ ان کی مدد کرے۔ یہ بھی انتہائی اہم ہے کہ حکومتِ پاکستان چند چوٹی کے رہنما کشمیر بھیجے تا کہ یہاں کے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوں۔ خدانخواستہ اگر حکومتِ پاکستان اور مسلم لیگ نے کوئی قدم نہ اٹھایا تو پھر کشمیر ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا اوراس کی ذمّہ داری خود ان پر ہوگی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویزات نمبر ۲ اور ۵

۳۔ایضاً۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۸
۴۔دستاویز نمبر ۶.۱.۴
۵۔جناح پیپرز جلد سوم۔دستاویز نمبر ۱۰۸
۶۔جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۸

۶.۱.۶
کشمیر مسلم ایسوسی ایشن بنام لیاقت علی خاں[1]
(تار)

لاہور

۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

ریاست کے علاقے میں کشمیری مسلم رہنماؤں کے داخلے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ پونچھ میں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا۔مسلمانوں کے اس مطالبے کو کہ شہری علاقوں میں مخلوط فوج تعینات کی جائے ریاست کے حکام نے مسترد کر دیا ہے۔ڈوگرا مظالم سے مسلمان بہت پریشان ہیں۔اب تک تقریباً ایک لاکھ افراد نے ریاست سے باہر پناہ لی ہے۔سکھوں کے مسلّح جتھے بڑی تعداد میں داخل ہو رہے ہیں۔سنگین نتائج کا اندیشہ ہے۔مداخلت کی استدعا ہے۔
کشمیر مسلم ایسوسی ایشن

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۹

۶.۲

جوناگڑھ

۶.۲.۱

نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح[۱]

(تار)

جوناگڑھ

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب کے ۱۲ تاریخ والے حوصلہ افزا خط[۲] کا بہت شکریہ۔ میری حکومت نے پاکستان سے الحاق اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ کرلیا ہے۔ الحاق اور علیٰ حالہٖ معاہدے کی شرائط پر گفت وشنید کیلئے عنقریب ایک نمائندہ مقرر کیا جائیگا۔ مہربانی سے توثیق فرمائیں۔

مہابت خان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۷
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۳۱

۶.۲.۲

نواب جوناگڑھ بنام محمد علی جناح[۱]

محل۔ جوناگڑھ

۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم صاحب

اخباری اطلاعات سے آپ کو کچھ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جوناگڑھ پر ہر سمت سے تنقید کی بوچھاڑ ہورہی ہے۔ اللہ کے فضل سے ہم اپنے ارادے پر قائم ہیں۔ توقع ہے کہ حکومتِ پاکستان بہت جلد اپنے ملک سے جوناگڑھ کے الحاق کا اعلان کردیگی۔[۲]

مَیں اپنے پرائیویٹ سیکرٹری تعظیمی سردار اسمٰعیل ایچ ایم ابراہانی کو حکومتِ پاکستان کے مختار افسروں سے علیٰ حالہٖ معاہدے کی شرائط طے کرنے کیلئے روانہ کررہا ہوں۔ انھیں اختیار

ہے کہ وہ میری حکومت کی جانب سے معاہدے پر دستخط کریں۔

ادب واحترام اور آپکی صحت، مسرت اور درازیٔ عمر کی دعا کے ساتھ

آپ کا مخلص

مہابت خان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم ۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۰
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۱

۶.۲.۳

شاہنواز بھٹو بنام محمد علی جناح[1]

(اقتباس)

نجی

جوناگڑھ

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

حضورِ والا!

آپ کو دوبارہ زحمت دینے پر بہت معذرت کے ساتھ آپ سے ذاتی درخواست ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں جوناگڑھ کی مدد فرمائیں۔ جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کے اعلان پر جو ردِعمل ہوا ہے اس کی روداد آپ جیسے زیرک اور معاملہ فہم انسان کو سنانا ضروری نہیں۔ دہلی میں[2] ہم نے اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر غور کیا تھا اور آپ نے یقین دلایا تھا کہ پاکستان نہ صرف جوناگڑھ بلکہ کسی بھی مسلم ریاست کے دشمنوں کو اس پر حملہ کرنے یا خوفزدہ کرنے کی اجازت نہیں دیگا۔[3]

پچھلے چند ہفتوں کے واقعات سے دکھائی دیتا ہے کہ ظلم و جبر کی ابتدا ہونے والی ہے۔ کانگریس نے انتہائی زہریلا پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے۔ حکومتِ ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے کاٹھیاواڑ میں اعلیٰ افسر بھیجے ہیں جنہوں نے پولیس اور پرانی ریذیڈنسی کے باقی ماندہ عملے کی مدد سے متعدد والیانِ ریاست اور جاگیرداروں کو ڈرا دھمکا کر اطاعت پر مجبور کر دیا ہے۔

حکومتِ ہندوستان نے ہمیں اشیائے خوردنی اور دیگر لوازمات کا کوٹہ فراہم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ دو دن پہلے کول کنٹرولر نے بذریعۂ تار کوئلے کی ترسیل بھی بند کر دی ہے جس کا مقصد ہماری ریلوے کو مفلوج کرنا ہے۔

اس طرح کے اقتصادی اقدامات اور پروپیگنڈا غیر مسلم رعایا پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ انھیں ان کے مذہب، مقدّس مقامات اور اداروں کی تباہی کا خوف دلایا جا رہا ہے حالانکہ نواب صاحب کی حکومت مختلف طبقات اور عقائد کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھتی۔ ہندوستان کی پشت پناہی سے کانگریس کی اِن کارروائیوں کا نتیجہ بے گناہ لوگوں کے جانی و مالی نقصان کی صورت میں ہوگا۔ پنجاب میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے وہی کچھ کاٹھیاواڑ بلکہ پورے مغربی ہندوستان میں بھی ہو سکتا ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کاٹھیاواڑ، جو جزیرہ نما کا ایک چوتھائی حصہ ہے، کی اس اہم ریاست کو آپ اپنی مضبوط حفاظت مہیا کریں۔ نواب صاحب کی موجودہ صحت ان بھاری پریشانیوں کو برداشت کرنے کی متحمل نہیں۔ آپکی برملا حمایت ان میں اور کاٹھیاواڑ کے لاکھوں پریشاں حال مسلمانوں میں نئی روح پھونک دیگی۔

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۴
۲۔ ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۱۹
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷

۶.۲.۴

محمد علی جناح بنام شاہنواز بھٹو[1]

۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر شاہنواز

آپ کا ۴ ستمبر کا خط[2] مجھے مل گیا ہے اور آپ کے نمائندے نے جونا گڑھ سے متعلق کئی

معاملات پر وزیرِ اعظم اور سیکرٹری خارجہ سے گفت وشنید کی ہے۔ جونا گڑھ اور پاکستان کے درمیان جن امور پر تصفیہ ہوا ہے اس کی رپورٹ آپ کو مل جائیگی۔

کل کابینہ کا اجلاس ہو رہا ہے جس میں اس مسئلے پر مزید غور کر کے ایک قطعی پالیسی وضع کی جائیگی۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳۹

۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۴

۶.۲.۵

جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

نئی دہلی

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہم نے ابھی اخباروں میں پاکستان کی وزارتِ امورِ خارجہ کا ایک اعلامیہ دیکھا ہے جس کے مطابق پاکستان اور ریاستِ جونا گڑھ کے درمیان ایک علیٰ حالہٖ معاہدے پر ۹ ستمبر کو دستخط ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ رپورٹ[2] بھی دیکھی ہے کہ حکومتِ پاکستان نے ۹ ستمبر کو اپنے اجلاس میں ان ریاستوں کیلئے جو پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں الحاق کی شرائط طے کر لی ہیں۔

۲۔ ۲۱ اگست کو ہماری منسٹری آف اسٹیٹس نے دہلی میں پاکستان کے ہائی کمشنر کو ریاستِ جونا گڑھ کے الحاق سے متعلق حکومتِ پاکستان کی پالیسی کی نشاندہی کیلئے درخواست کی تھی اور پھر ۶ ستمبر کو یاددہانی کرائی گئی لیکن ابتک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

۳۔ یوں تو سمجھا جاتا ہے کہ کوئی ریاست دونوں مملکتوں میں سے کسی ایک میں شامل ہونے کیلئے آزاد ہے لیکن ہمارے خیال میں الحاق کا فیصلہ کرتے وقت ریاست کے جغرافیائی

اتصال کو لازمی طور پر مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ جونا گڑھ کسی طرح بھی مملکتِ پاکستان سے متصّل نہیں ہے۔ سمندر کی سمت چھوڑ کر یہ ریاست تمام اطراف سے اُن ریاستوں میں گھری ہوئی ہے جو ہندوستان کا حصہ بن چکی ہیں اور ایسی ریاستوں کا خاصا علاقہ جونا گڑھ کی حدود کے اندر بھی ہے اسی طرح جونا گڑھ کا کچھ علاقہ چند ایسی ریاستوں میں شامل ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق جونا گڑھ کی آبادی چھ لاکھ اکہتّر ہزار ہے جس میں پانچ لاکھ تینتالیس ہزار (یا اسّی فیصد) ہندو ہیں۔ ریاست کی اس اکثریت نے جونا گڑھ کے حکمران پر واضح کر دیا تھا کہ وہ پاکستان سے الحاق کے خلاف ہیں اور چاہتے ہیں کہ ریاست ہندوستان میں شامل ہو جائے۔ خود جونا گڑھ کی حکومت نے وقتاً فوقتاً ایسے نوٹیفیکیشن جاری کئے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ وہ کاٹھیاواڑ کے اتحاد اور یک جہتی کی حمایت کرتی ہے (دیکھئے نوٹیفیکیشن مورخہ ۱۱ اپریل اور ۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء)۔ تین چھوٹی ریاستوں کو چھوڑ کر کاٹھیاواڑ کی باقی تمام ریاستیں ہندوستان میں شامل ہو گئی ہیں۔

ہندوستان جونا گڑھ کے کسی ایک مملکت سے الحاق کے سوال پر ایسے جمہوری استصوابِ رائے کیلئے تیار ہے جو ہندوستان اور جونا گڑھ کی مشترکہ نگرانی میں کیا جائے۔ لوگوں نے اپنی پسند کا جو بھی اظہار کیا ہم اس کی پابندی کریں گے۔ اگر جونا گڑھ کے حکمران اس مسئلے کو استصوابِ رائے کے ذریعے حل کرنے پر آمادہ نہیں اور پاکستان اس معاملے میں لوگوں کی خواہشات اور اصولوں کو نظر انداز کر کے جونا گڑھ کو وفاقِ پاکستان کا حصہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تو حکومت ہند سے یہ توقع نہ رکھی جائے کہ وہ ایسے انتظام کو خاموشی سے قبول کر لیگی۔

جواہر لال نہرو

(وزیرِ اعظم، ہندوستان)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴۴
۲۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

۶.۲.۶

شاہنواز بھٹو بنام ایم ڈبلیو عباسی[1]

جونا گڑھ

۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

اُس خط[2] کی ایک نقل ملفوف ہے جو مَیں نے جونا گڑھ کی نازک صورت حال کے بارے میں لیاقت علی خاں کو لکھا تھا۔ مہربانی فرما کر آپ یہ قائداعظم کی خدمت میں پیش کر کے ہماری طرف سے فوری اقدام کیلئے گزارش کریں۔[3] یہ جونا گڑھ کی زندگی اور موت کا سوال ہے اور پاکستان کی جانب سے تاخیر کا مطلب ہماری تباہی ہے۔ ہمارے عوام کے حوصلے بلند رکھنے کیلئے فوری مدد کی سخت ضرورت ہے۔ میرے خیال میں حکومتِ ہندوستان کو فوری تنبیہہ بہت مددگار ثابت ہوگی۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴۹
۲۔ ملفوفہ
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷

۶.۲.۶ ملفوفہ

شاہنواز بھٹو بنام لیاقت علی خاں

(اقتباس۔ انتہائی خفیہ/فوری)

مائی ڈیئر لیاقت علی خاں

تعظیمی سردار اسمٰعیل ابراہانی کے ہاتھ بھیجے ہوئے اپنے ۱۴ ستمبر کے خط میں مَیں نے آپ کو خبردار کیا تھا کہ ہمارے ہمسائے جونا گڑھ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ تازہ

اطلاع کے مطابق چاروں طرف سے منظّم حملے کا قطعی منصوبہ بن چکا ہے اور لڑائی کسی وقت بھی چھڑ سکتی ہے۔ جدید اسلحہ سے لیس اور طاقتور ہندوستانی فوجیں جونا گڑھ کے علاقے پر قابض ہو سکتی ہیں کیونکہ ایسے حملے کو روکنا ہماری مختصر اور بیشتر بے قاعدہ فوج اور پولیس کے بس کی بات نہیں۔ ہندوستان نے ہمارے باجگزاروں اور جاگیرداروں کو خود مختاری اور انعام واکرام کے وعدوں سے خرید لیا ہے اور ان کی مدد سے اندر اور باہر سے جونا گڑھ کا گلا گھونٹنے کا پختہ منصوبہ بنایا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو دیہات کو جو ان باجگزاروں، جاگیرداروں اور شیخ منگرول کے قبضے میں ہیں، ہندوستان میں شامل ہونے اور جونا گڑھ سے بغاوت کرنے پر اکسایا جا رہا ہے۔ اطلاع کے مطابق جونا گڑھ کے ایک مسلم خراج گذار شیخ منگرول نے، جو اکّیس دیہات کا مالک ہے، ہندوستان سے الحاق کا معاہدہ کر لیا ہے اور اسے امید ہے کہ اگر ہم نے اس پر اپنے حقوق جتانے کی کوشش کی تو ہندوستان کے تین سو گورکھے اس کی مدد کریں گے۔

جیسا کہ مَیں نے پچھلے خط میں ذکر کیا تھا، ہماری رسد منقطع کر دی گئی ہے۔ جونا گڑھ کیلئے جام نگر اور دوسری بندرگاہوں سے اشیائے خوردنی اور پٹرول کی جو سپلائی آیا کرتی تھی اسے روک دیا گیا ہے۔ ہر طرف سے ہمارے مواصلاتی روابط منقطع ہونے کا خطرہ ہے۔ متوقع لڑائی کے خوف سے غیر مسلم رعایا جونا گڑھ کے علاقے سے بھاگ رہی ہے۔ اسی دوران فساد زدہ بالائی ہندوستان سے مسلمان مہاجرین اپنی درد بھری داستانوں کے ساتھ یہاں داخل ہو رہے ہیں۔

مَیں حکومتِ پاکستان سے مدد کی پُر زور استدعا کرتا ہوں۔ اولاً انہیں چاہئے کہ حکومتِ ہندوستان سے شدید احتجاج کریں تا کہ جونا گڑھ کے علاقے پر حملے کو روکا جا سکے۔ اگر کچھ حقوق متنازع فیہ ہیں تو ان کا تصفیہ دونوں مملکتیں استحقاق اور آئینی اصولوں کے مطابق کر سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان کبھی اجازت نہیں دے گا کہ ہندوستان قانون اپنے ہاتھ میں لے کیونکہ ایسی صورت میں نہ صرف کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں بلکہ برِصغیر کے دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کو سنگین عواقب کا سامنا ہوگا۔ آپ کی عملی اور فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے ایک بمبار یا لڑاکا طیارے اور ایک ڈیکوٹا جہاز کے ہمارے ہوائی اڈے پر اترنے کا خاطر خواہ اثر ہوگا۔ جدید

ہتھیاروں سے مسلح ایک پلٹن بھی سمندر کے راستے بھیجنا ضروری ہے۔

اس نازک وقت میں اگر پاکستان ہمیں بچانے کیلئے آگے نہیں آئے گا تو ہم ختم ہو جائیں گے۔ مہربانی فرما کر کم از کم اتنا بتا دیجئے کہ آپ کس قسم کی مدد کریں گے اور ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے۔ نواب صاحب کو اور مجھے قائداعظم پر مکمل اعتماد ہے کہ وہ جوناگڑھ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔

آپ کا مخلص

ایس این بھٹو

۶.۲.۷

محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(تار۔[2] بصیغۂ راز/فوری)

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

اطلاع ملی ہے کہ پاکستان سے الحاق شدہ ریاست جوناگڑھ اور کاٹھیاواڑ کی دوسری ریاستوں کی سرحدوں پر ہندوستانی فوجوں کا کثیر اجتماع ہو رہا ہے۔[3] امید ہے کہ یہ اطلاع غلط ثابت ہوگی۔ جوناگڑھ کی خودمختاری یا اس کے علاقے میں خلل اندازی کو معاندانہ اقدام سمجھا جائیگا۔ مہربانی فرما کر اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہندوستان یا ہندوستان میں شامل ریاستوں کی فوجیں کسی بہانے جوناگڑھ کے علاقے میں زبردستی داخل ہونے کی غلطی نہ کریں۔

(ایم اے جناح)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۲
۲۔ نقول برائے وزرائے اعظم ہندوستان و پاکستان
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۶

۶.۲.۸

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[1]

(تار۔ بصیغۂ راز)

نئی دہلی

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

جونا گڑھ سے متعلق پاکستان کے تار مورخہ ۱۸ ستمبر[2] کے حوالے سے جونا گڑھ کے اردگرد فوجوں کے کثیر اجتماع کی خبر غلط ہے۔

اسّی فیصد ہندو آبادی کی سخت مخالفت کے باوجود جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق مقامی باشندوں اور ہندوستان میں شامل شدہ نواحی ریاستوں کیلئے باعث تشویش و ہراس ہے۔ جونا گڑھ کی وسیع پیمانے پر فوجی تیاریوں اور مسلم رعایا میں اسلحہ کی تقسیم نے، جس کا مقصد غیر مسلم آبادی اور نواحی ریاستوں میں دہشت پھیلانا ہے، اس علاقے کی بے چینی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ لہٰذا حکومتِ ہندوستان نے حفظِ ماتقدم کے طور پر اپنے ہی علاقے میں ایک مختصر فوجی جمعیت بھیج دی ہے کیونکہ متاثرہ علاقوں میں ہم سے الحاق شدہ اکثر ریاستوں کے پاس اپنی کوئی فوج نہیں ہے۔

۲۔ جہاں تک جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق کا تعلق ہے تو آپ وزیرِ اعظم پاکستان کے نام ہمارے اُس تار[3] کی جانب توجہ فرمائیں جو ۱۲ ستمبر کو لارڈ ازمے کے ہاتھ گورنمنٹ ہاؤس، کراچی میں دیا گیا۔ اس میں جونا گڑھ سے متعلق حکومتِ ہندوستان کے موقف کو پوری طرح واضح کر دیا گیا تھا۔ حکومتِ پاکستان نے نہ تو ہمارے اس پیغام کی وصولی کی اطلاع بھیجی اور نہ ہی اس مسئلے پر ہمارے پہلے مراسلوں کا جواب دیا۔ بر خلاف اس کے حکومتِ پاکستان نے یکطرفہ کارروائی کر ڈالی جس کے متعلق واضح کر دیا گیا تھا کہ حکومتِ ہندوستان اسے کبھی خاموشی سے تسلیم نہیں کرے گی۔ پاکستان کا اس الحاق کو اس طرح قبول کرنا حکومتِ ہندوستان کے خیال میں ہندوستان کی خود مختاری اور اس کے علاقے میں دخل اندازی کے مترادف ہے اور دونوں مملکتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے بر خلاف ہے۔ حکومتِ ہندوستان متفقہ اصولوں کے خلاف

پاکستان کے اس توسیع پسندانہ اقدام کو ہندوستان کی سالمیت میں رخنہ اندازی سمجھتی ہے۔ اِن حالات میں مجھے امید ہے کہ آپ حکومتِ پاکستان پر جونا گڑھ کے الحاق کے بارے میں دوبارہ غور کرنے کیلئے زور ڈالیں گے لیکن ایسا نہ کیا گیا تو مجھے مجبوراً آپ کو آگاہ کرنا پڑیگا کہ نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومتِ پاکستان کے کندھوں پر ہوگی۔ جونا گڑھ کے الحاق پر وہاں کے لوگوں کا فیصلہ قبول کرنے کے لیے ہندوستان اب بھی تیار ہے۔ یہ فیصلہ استصوابِ رائے کے ذریعے ہوسکتا ہے جو ہندوستان اور جونا گڑھ کی حکومتوں کی نگرانی میں کرایا جاسکتا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۷
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۷
۳۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۵

۶.۲.۹
محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]
(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

کراچی

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲۔ آپ کے تار مورخہ ۲۲ ستمبر کے حوالے سے۔[2] ہندوستان کے اعتراضات بمع ان کے جو لارڈ ازمے کے ہاتھ ہمیں بھیجے گئے،[3] بے بنیاد اور غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ ریاستوں کی حیثیت کی واضح تشریح کردی گئی ہے اور بارہا اس پر اتفاق کیا گیا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد ہر ہندوستانی ریاست آزاد اور خودمختار ہوگی کہ اپنی مرضی سے پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہو۔ اس معاملے میں اب آپ نئے کلیات وضع کرکے ریاستوں کے آزادانہ حقِ انتخاب کو محدود کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان اتفاقِ رائے سے برطانوی ہند کی تقسیم کا ریاستوں کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ مسئلہ علیحدہ طور پر طے ہوا تھا اور اس کی نوعیت بھی

مختلف ہے۔ اِن حالات میں آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ جونا گڑھ کسی اور ریاست کی طرح پاکستان میں شامل ہونے کا حق بھی رکھتا ہے جو اس نے استعمال کیا ہے۔

۴۔ آپ کے اظہارِ رائے نے، جس میں پاکستان کیلئے دھمکی بھی پوشیدہ تھی، ہمیں حیران کر دیا ہے کہ ''پاکستان کے اس الحاق کو اس طرح قبول کرنے کو حکومتِ ہندوستان اپنی خودمختاری اور علاقائی سالمیت میں دخل اندازی سمجھتی ہے اور یہ دونوں مملکتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے خلاف ہے۔'' ہندوستان کو جونا گڑھ پر علاقائی یا کسی اور طرح کی خودمختاری کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق کس طرح ہندوستان کی خودمختاری میں دخل اندازی اور باہمی دوستانہ تعلقات کی خلاف ورزی ہے۔

۵۔ جہاں تک استصوابِ رائے کا تعلق ہے تو یہ معاملہ جونا گڑھ کے حکمران، جو آئینی طور پر مختار ہیں، اور وہاں کے عوام کے درمیان طے ہونا چاہیئے۔

۶۔ آپ کا کہنا ہے کہ ہمسایہ ریاستوں میں فوج کا اجتماع بطور حفظِ ماتقدم کیا گیا ہے تا کہ اگر اُن ریاستوں میں جو ہندوستان میں شامل ہو چکی ہیں کوئی گڑبڑ ہو تو اس پر قابو پایا جا سکے۔ جونا گڑھ نے ہمیں باوثوق اطلاع دی ہے کہ آپ کا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ جونا گڑھ نے وسیع پیمانے پر فوجی تیاریاں کی ہوئی ہیں۔ موجودہ حالات میں یہ تصور کرنا ہی مضحکہ خیز ہے کہ جونا گڑھ اپنی ہمسایہ ریاستوں کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتا ہے۔ جونا گڑھ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ اسے امن اور سکون سے رہنے دیا جائے۔

۷۔ برخلاف اس کے ہماری اطلاع یہ ہے کہ باہر کے لوگ جونا گڑھ کے اندر گڑبڑ پھیلا رہے ہیں۔ جام صاحب کا تازہ بیان[۴] گمراہ کن، شرانگیز اور بڑی حد تک صداقت سے خالی ہے۔ بادی النظر میں یہ ان کا ایک بھونڈا پروپیگنڈا ہے جس میں متصلہ ریاستوں کی مسلم رعایا کو تشدد کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں وہاں کے گھبرائے ہوئے مسلمان اپنے ہندو حکمرانوں اور ان کی ہندو رعایا کی دھمکیوں سے خوف زدہ ہو کر جونا گڑھ میں پناہ لے رہے ہیں۔ مسلمانوں اور جونا گڑھ کو ان کا یہ بلا جواز مشورہ کہ اپنے مفاد میں جونا گڑھ ہندوستان میں شامل ہو جائے انتہائی

غیر واجب ہے۔ حکومتِ ہندوستان کو چاہئے کہ وہ ایک ایسی ریاست کو جو ہندوستان میں شامل ہو چکی ہے تشدّد انگیز بیانات دینے سے باز رکھے۔

۸۔ مَیں علیحدہ سے جوناگڑھ کے دیوان کے تار کی نقل[۵] آپ کو بھیج رہا ہوں جو آج ہی موصول ہوا ہے۔ میرے پاس تمام ذرائع سے پہنچنے والی اطلاعات کے مطابق اس تار میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ صداقت پر مبنی ہے۔

۹۔ مذکورہ بالا حقائق کے مجموعی تاثر سے حکومتِ پاکستان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حکومتِ ہندوستان اپنی پالیسی اور عمل سے پاکستان کی خودمختاری میں دخل اندازی کر رہی ہے۔

۱۰۔ آپ کا یہ بیان غلط ہے کہ اس مسئلے پر ہندوستان نے جو اعتراضات بھیجے ہیں پاکستان نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آخری مرتبہ جب پاکستان کے ہائی کمشنر کے سامنے یہ مسئلہ اٹھایا گیا تو انھوں نے سردار پٹیل کو اس معاملے میں حکومت پاکستان کی پالیسی سے آگاہ کر دیا تھا اور اس کے بعد مزید مراسلت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

۱۱۔ وزیرِاعظم ہندوستان کی طرف سے وزیرِاعظم پاکستان کیلئے ۱۱ ستمبر کا ایک مبیّنہ تار[۶] لارڈ ازمے لائے تھے۔ اس کا نہ تو کوئی نمبر تھا اور نہ ہی اس کے اجراء کا کوئی ثبوت۔ بلکہ لارڈ ازمے سے معلوم ہوا کہ متعلقہ وزیر[۶] نے اس تار پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک یہ تار ہمیں باقاعدہ سرکاری طور پر نہ ملے اس پر کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۰
۲۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶.۲.۹
۳۔ ضمیمہ
۴۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۱۰
۵۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہ ہو سکا۔
۶۔ ولبھ بھائی پٹیل

۶.۲.۹ کا ضمیمہ

چارلس ڈبلیولوئس جونیئر بنام جارج مارشل

(اقتباس۔ بصیغۂ راز)

کراچی

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ستمبر ۱۹۴۷ء کے دوران پاکستان میں سیاسی سرگرمیوں کا خلاصہ

ریاستِ جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق

امن وامان کے قیام اور مہاجرین کے کٹھن مسائل کے علاوہ پاکستان اس مہینے جونا گڑھ کے اس کے ساتھ الحاق پر ہندوستان کے ساتھ تنازعے میں الجھ گیا ہے۔ ریاست کے باشندوں کی اکثریت ہندو ہے جسے پاکستان میں شمولیت کی کوئی خواہش نہیں اور خود ریاست بھی پاکستان سے کافی دور واقع ہے۔ تاہم نواب جونا گڑھ نے، جو مسلمان ہیں، ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو الحاق کی دستاویز پر دستخط کر کے ریاست کی پاکستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا جس کے تحت نواب خود مختار ہو گا لیکن بیرونی تعلقات، دفاع اور مواصلات کے امور حکومتِ پاکستان کے سپرد ہوں گے۔

جونا گڑھ کے پاکستان سے الحاق پر پورے ہندوستان میں توقع کے مطابق ناراضگی کا اظہار ہوا ہے اور اس الحاق کو آبادی کی اکثریت کی مرضی کے خلاف حکمران کا من مانا اقدام گردانا گیا۔ ۲۲ ستمبر کو جام صاحب نوانگر نے ایک بیان میں اس الحاق کی سخت مذمّت کی اور کہا کہ ''زمین کا یہ ٹکڑا پاکستان میں شامل کرنے کی کوشش دراصل ہندوستان کی سالمیت، یک جہتی اور سلامتی کو تہ و بالا کرنے کیلئے قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے صلاح کاروں کے منصوبے کا ایک حصہ ہے جسے اگر بروقت ترک نہ کیا گیا تو اس مسئلے پر دونوں ملکوں کے درمیان جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔'' جام نے یہ بھی بتایا کہ ان کی دو ہمسایہ ریاستوں گوندل اور جیٹ پور نے ہندوستان سے تحفّظ کی اپیل کی تھی لہٰذا انہوں نے اپنی فوجیں وہاں بھیج دی ہیں۔

۲۵ ستمبر کو حکومتِ ہندوستان کی منسٹری آف اسٹیٹس اور پاکستان کے وزیر اعظم،

مسٹرلیاقت علی خاں اور وزیرِ خارجہ نے بیانات جاری کئے۔ پہلے بیان میں جونا گڑھ کے ہندوؤں کی طرفداری کی گئی ہے اور دوسرے میں جام صاحب نوانگر کے بیان پر احتجاج کیا گیا ہے۔ منسٹری آف اسٹیٹس نے کہا کہ ''اصولی طور پر اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط پر ریاستیں کسی بھی مملکت سے الحاق کیلئے آزاد ہیں لیکن اس امر کو ہمیشہ تسلیم کیا گیا کہ عملی طور پر اس آزادی کو جغرافیائی حقائق کی روشنی میں استعمال کیا جائے گا۔'' بیان میں یہ بھی کہا گیا کہ ۸۱ فیصد آبادی غیر مسلم ہے اور ظاہر ہے کہ جونا گڑھ کے جغرافیائی محل وقوع اور قرب و جوار میں ہندوستان سے الحاق شدہ ریاستوں سے مواصلاتی وابستگی کے پیشِ نظر اس کا پاکستان سے الحاق اپنی ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ، جونا گڑھ اور ہندوستان کے مابین اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔

لیاقت علی خاں کا بیان ہے کہ قانونِ آزادیٔ ہند نے تمام ہندوستانی ریاستوں کو مکمل آزادی دی ہے اور یہ کہ قبل ازیں ''کسی ریاست کی ہندوستان میں شمولیت پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا لیکن اب جب پاکستان میں کوئی پہلی ریاست شامل ہوئی تو جام صاحب نے حقیقتِ حال کو پوشیدہ رکھ کر ہیجان پیدا کرنے کی کوشش کی۔''

جس دن لیاقت علی خاں کا بیان جاری ہوا اسی دن ایک رپورٹ ملی کہ بمبئی میں جونا گڑھ کی ایک ''عبوری حکومت'' بن گئی ہے جس نے وہ تمام اختیارات سنبھال لئے ہیں جو ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء سے پہلے نواب جونا گڑھ کے پاس تھے اور جواز یہ بتایا گیا کہ نواب نے چونکہ اپنی ہندو رعایا کی مرضی کے برخلاف ان کی وفاداریاں پاکستان کو منتقل کر دی تھیں لہٰذا وہ خود اپنی رعایا کی اطاعت سے محروم ہو چکے ہیں اور پاکستان نے نواب کی دستاویزِ الحاق کو قبول کر کے رعایا کے حقِ خودارادیت کی خلاف ورزی کی ہے۔

اس تنازع نے اس وقت تشویشناک صورت اختیار کر لی جب ہندوستان نے جونا گڑھ سے گزرنے والی ہوائی سروس معطّل کر دی اور ڈاک و تار کا نظام منقطع کر دیا۔ اسی دوران ہمسایہ ریاستوں نے معاشی ناکہ بندی کا اعلان کر دیا اور جونا گڑھ کی ''عبوری حکومت'' بمبئی سے منگرول کی

متصلہ اور ذیلی ریاست میں راجکوٹ کے مقام پر منتقل ہوگئی تا کہ ''محاذ سے قریب تر رہے'' راجکوٹ میں ''جوناگڑھ ہاؤس'' پر ہلہ بول کر اس پر قبضہ کرلیا گیا اور وہاں ہندوستان کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ پھر ''عبوری حکومت'' نے جوناگڑھ کی معاشی ناکہ بندی کی خلاف ورزی پر سخت سزائیں دینے کا اعلان کیا۔

اس تنازعے کے باعث ہندوستان اور پاکستان کے درمیان سنگین کشیدگی کے امکانات بھی موجود ہیں اور اس کا جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کا اثر ان دوسری ریاستوں پر پڑے گا جو پاکستان میں شامل ہونا چاہتی ہیں۔

۶.۲.۱۰

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[1]

(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

کراچی

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہز ہائنس نواب جوناگڑھ کے نام آپ کے تار مورخہ ۲۲ ستمبر[2] نے ہماری حیرت بڑھا دی ہے۔ بابریاواڑ اور منگرول دونوں ہی ریاست جوناگڑھ کے لازمی جزو ہیں اور ہندوستان سے ان کا الحاق باطل ہے۔ ہمسایہ ریاستوں اور ہندوستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کی اشتعال انگیز کارروائیوں کے باوجود جوناگڑھ میں رعایا کو پریشان کرنے کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ بابریاواڑ میں ہماری فوج امن وامان اور ریاست کی املاک اور عمارات کی حفاظت کیلئے رکھی گئی ہے۔ ہندوستان کے اقدامات، جوناگڑھ پر، جواب پاکستان کا حصہ بن چکا ہے، حملے کے مترادف ہیں۔ سوچنے کا وقت دیے بغیر شیخ منگرول سے ۲۰ ستمبر کو الحاق پر دستخط کرائے گئے لیکن جب انھیں اس کا احساس ہوا کہ وہ جوناگڑھ کا ایک حصہ ہیں تو انہوں نے چند گھنٹے بعد ہی راجکوٹ میں ریجنل کمشنر کو تحریری اطلاع دے کر الحاق کو مسترد کر دیا لیکن اس سے پہلے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے سیکرٹری مسٹر بچ بمبئی روانہ ہو چکے تھے۔ مَیں نے ذاتی طور پر مسٹر مینن پر واضح کیا کہ یہ مسئلہ

دونوں مملکتوں کے درمیان طے پا سکتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے علاقوں کے اندر امن برقرار رکھنے کا عہد کر رکھا ہے۔ جونا گڑھ میں مکمل سکون ہے۔ مَیں پھر کہوں گا کہ دونوں مملکتوں کے نمائندے مل بیٹھ کر متنازع فیہ مسائل طے کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہندوستان کا پاکستان کے اس حصے پر فوج کشی کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ کوئی بھی غیر جانبدار کمیٹی جونا گڑھ کے تمام علاقے کی صورتِ حال دیکھ سکتی ہے کہ وہاں ہر فرد کو تحفّظ دیا جا رہا ہے اور کسی کو تنگ نہیں کیا جا رہا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۱
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲.۹

۶.۲.۱۱
لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[1]

نئی دہلی

۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۲۵ ستمبر کے حوالے سے

حکومتِ ہندوستان کو جونا گڑھ سے متعلق آپ کے پیغام کے لہجے پر سخت اعتراض ہے۔ خوش خلقی کا دامن چھوڑ دینے سے نہ تو حکومتوں کے درمیان اختلافات دور ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہ سفارتی آداب کے مطابق ہے۔

۳۔ جونا گڑھ کے الحاق سے متعلق ہندوستان کا موقف حکومتِ ہندوستان کے اخباری بیان میں واضح کر دیا گیا تھا اور اس کا متن ۲۵ ستمبر[2] کو بذریعہ تار آپ کو بھیج دیا گیا تھا۔ اس میں کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ آپ نے ہز ہائنس مہاراجہ نوانگر کی جس پریس کانفرنس کا حوالہ دیا ہے اس میں وہ محض گجرات اور کاٹھیاواڑ کے حکمرانوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے جس کا انہوں نے ۲۶ ستمبر کی پریس کانفرنس میں اظہار کیا تھا۔

۵۔حکومتِ ہندوستان آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا ضروری سمجھتی ہے کہ جوصورتِ حال آپ کے پیغام کے پیرا نمبرے میں بیان کی گئی ہے وہ سراسر غلط ہے۔حکومت نے جوناگڑھ کے بارے میں بڑی محتاط تحقیقات کی ہیں اور اس کے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں کہ غیر محفوظ حالات کی بناء پر نہ صرف غیر مسلموں نے بڑی تعداد میں جوناگڑھ چھوڑ دیا ہے بلکہ متصلہ ریاستوں سے کوئی بھی مسلمان پناہ کی خاطر جوناگڑھ نہیں آیا۔

۶۔آپ کے تار کے پیرا نمبر۱۰ کے حوالے سے عرض ہے کہ منسٹری آف اسٹیٹس نے ۶ ستمبر کو آپ کے ہائی کمشنر سے اپنے ۲۱ اگست کے خط کے جواب کے متعلق دریافت کیا تھا۔ ہائی کمشنر نے ۱۲ ستمبر کو جواب دیا کہ وہ ہدایات کا انتظار کر رہے ہیں۔پھر وہ کراچی چلے گئے اور ۲۶ ستمبر کو واپس آئے۔آپ کے ہائی کمشنر نے اس مسئلے پر سردار پٹیل سے کوئی گفتگو نہیں کی اور نہ ہی اپنی غیر حاضری کے باعث وہ ایسا کر سکتے تھے۔

۷۔آپ کے تار کے پیرا نمبر۱۱ کے حوالے سے حقیقتِ حال یہ ہے: جب لارڈ ازمے کراچی جا رہے تھے، وزیرِ اعظم ہندوستان کا وزیرِ اعظم پاکستان کیلئے پیغام جو بذریعہ تار جانا تھا انہیں دیدیا گیا تاکہ جلد اور بحفاظت پہنچ جائے۔اس کے لئے نمبر اور وصولی کے اندراج کی ضرورت نہیں تھی۔اس سے پہلے کہ لارڈ ازمے ان سے ملتے، لیاقت علی خاں کراچی سے لاہور کیلئے روانہ ہو چکے تھے لہٰذا یہ پیغام خود وزیرِ اعظم پاکستان کے سپرد نہیں کیا جا سکا۔لارڈ ازمے نے اس کی تردید کی ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا ''متعلقہ وزیر نے تار پر دستخط کرنے سے انکار کیا'' بلکہ یہ وضاحت بھی کی کہ دہلی سے جانے اور وہاں واپس آنے کے دوران انکی زبان سے لفظ ''جوناگڑھ'' نہیں نکلا۔لہٰذا جو بیان ان سے منسوب کیا گیا ہے وہ بے بنیاد ہے۔حکومتِ ہندوستان صرف اپنی حیرت اور افسوس کا اظہار ہی کر سکتی ہے کہ ایک ایسے شخص پر شک کیا گیا ہے جس کی دیانتداری اور اعلیٰ خدمات مستند ہیں۔

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۷
۲۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔تاہم دیکھئے ضمیمہ

۶.۳.۲
نواب ماناودر بنام محمد علی جناح[1]
(اقتباس)

محل ماناودر

۲۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

اللہ کا شکر ہے کہ میری ریاست مملکتِ پاکستان میں شامل ہوگئی ہے۔[2] مجھے فخر ہے کہ میرا تعلق اس برادری سے ہو گیا ہے جس کی بنیاد اسلامی مساوات، اخوت اور آزادی کے ان اصولوں پر ہے جن پر ہمارے محترم آباواجداد اور آپ نے عمل کیا۔ انہی اصولوں پر دنیا کی پانچویں بڑی سلطنت پاکستان کی تشکیل تاریخِ عالم کا بے مثال واقعہ ہے جو امتِ مسلمہ اور پوری دنیا کے لئے باعثِ عزت واستحکام ہے۔ اسلام کے قابلِ قدر سپوت کی حیثیت سے آپ کی کوششوں اور اس مقدّس مقصد سے والہانہ لگاؤ کے باعث بالآخر حق وانصاف کا بول بالا ہوا جس پر مسلم قوم کو فخر ہے۔

حکومتِ پاکستان کو جس صورتِ حال کا سامنا ہے مَیں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ آزمائش کی اس گھڑی میں مَیں پاکستان کو اپنی ذاتی خدمات اور اپنی ریاست کے تمام وسائل پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ میری پُرخلوص دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں سے آپ کے ہاتھ مضبوط کرے تاکہ آپ شیطانی طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر آگے بڑھ سکیں۔

آپ کا مخلص

جی معین الدّین خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۶
۲۔ ماناودر کے حکمران نے الحاق کی دستاویز پر ۲۱ ستمبر کو دستخط کئے۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۵۹

۶.۳.۳
محمد علی جناح بنام نواب ماناودر[1]

کراچی

۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر نواب صاحب

آپ کے ۲۱ ستمبر کے خط[2] اور پاکستان کیلئے آپ کی نیک خواہشات کا بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے عوام کیلئے آپ کی ہمدردی اور حمایت اور باہمی اتحاد، نظم وضبط اور دوستوں کی مدد سے ہم پاکستان کی تعمیر اس طرح کرسکیں گے کہ وہ دنیا کی امن پسند اقوام کے ہم پایہ ہوجائے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۶۴ کا انکلوژر
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۳.۲

۶.۳.۴
میر خاران بنام محمد علی جناح[1]
(تار)

نشکی

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں نے پاکستان کو اقتدار منتقل کردیا۔ ریاستِ خاران کے مستقبل کے بارے میں مَیں نے حال ہی میں آپ سے دہلی میں ملاقات کی تھی۔ ۱۹ اگست ۱۹۴۷ء کو مَیں نے خاران کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کیلئے ریاست کے رہنماؤں اور معتبرین کی ایک کانفرنس بلائی تھی۔ ان کے فیصلے کے مطابق مَیں اپنی اور اپنی رعایا کی جانب

سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ خاران بحیثیت ایک آزاد ریاست پاکستان میں شامل ہو رہا ہے اور مقدور بھر پاکستان کی خدمت کرے گا۔

ریاستِ خاران سے پاکستان کے تعاون اور مدد کی گذارش ہے۔

میر محمد حبیب اللہ خان

ا۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱۸

۶.۳.۵

آر ای بی باور (R. E. B. Bower) بنام جارج مارشل[1]

(اقتباس)

امریکی قونصل جنرل۔ مدراس

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں حیدرآباد کی عدم شمولیت

(پیرے ا تا ۸ حذف کر دیے گئے)

۹۔ نظام کے ۱۵ اگست کے ایک فرمان کے مطابق برار کا انتظام صوبہ جات متوسط کے ایک جزو کے طور پر حسبِ سابق چلتا رہے گا اور اعلان کیا کہ ریاست کے باقی مستقل انتظامات کے لئے وہ مملکتِ ہندوستان سے گفت وشنید کر رہے ہیں۔ بظاہر وہ اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

۱۰۔ یومِ آزادی کے موقع پر اور بعد کے دنوں میں نظام کو خلفشار سے نجات نہیں مل سکی۔ ریاست میں فسادات، گولی چلنے اور گرفتاریوں کی خبریں اب آہستہ آہستہ اخباروں میں آنے لگی ہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ درجن بھر افراد مارے گئے اور سو کے قریب زخمی ہوئے ہیں۔ ۱۵ اگست سے پہلے بھی امتناعی احکامات کی خلاف ورزی میں ریاستی کانگریس کے جلسے کرنے کی کوشش کے نتیجے میں پولیس نے گرفتاریاں کیں۔ ایک مرتبہ پولیس نے یہ مسئلہ اس طرح حل کیا

کہ جلسہ گاہ کی ناکہ بندی کر کے ٹریفک کا رخ موڑ دیا۔

۱۱۔ ۱۵ اگست کو بقیہ ہندوستان کی طرح حیدرآباد میں بھی تقریبات ہوئیں لیکن ان میں نظام کی مملکت کے خودمختار ریاست بننے کا جشن منایا گیا۔ حکومت کی ہدایت کے مطابق صرف ایسے اداروں پر ہندوستان کا جھنڈا لگانے کی اجازت تھی، جو ابھی تک حکومتِ ہندوستان کے کنٹرول میں ہیں جیسے ڈاک وتار کے دفاتر۔ ایسی صورت میں بھی یہ حکم دیا گیا کہ ہندوستان کے جھنڈے کے ساتھ نظام کا جھنڈا بھی لگایا جائے۔ کانگریس کی طرف سے اس حکم کی خلاف ورزی کے سلسلے میں متعدد ہنگامے ہوئے اور ریاستی کانگریس کے صدر سوامی راما نند تیرتھ اور دیگر افراد کو حیدرآباد شہر میں گرفتار کر لیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق کئی جگہ مسلمانوں بلکہ پولیس نے بھی ہندوستانی جھنڈے کی بے حرمتی کی۔ نظام کی حکومت نے اس کی تردید کی ہے تاہم کانگریس کے رہنماؤں نے وسیع پیمانے پر اس کی تشہیر کی، سردار پٹیل کو احتجاجی تار بھیجے اور ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں بھی اس مسئلے کو اٹھایا۔ ایک ممتاز کانگریسی رہنما ایچ سی ہیڈا نے سردار پٹیل اور نظام کے نام تاروں میں احتجاج کیا کہ نظام کی فوج کے ایک دستے نے حیدرآباد شہر سے گزرتے ہوئے پاکستان زندہ باد، قائداعظم زندہ باد اور کانگریس مردہ باد کے نعرے لگائے تھے۔

۱۲۔ پوری ریاست میں درجن بھر مقامات پر ہنگامے اور گرفتاریاں ہوئیں لیکن بدترین ہنگامے سکندرآباد میں ہوئے جہاں فرقہ وارانہ تناؤ بہت زیادہ ہے۔ کئی موقعوں پر پولیس نے ہجوم کو منتشر کرنے کیلئے گولی چلائی جس سے شہر میں دس آدمی مارے گئے۔ وہاں ۲۴ گھنٹے کا کرفیو لگا دیا گیا اور ۲۰ تاریخ تک شہر میں دوبارہ سکون ہو گیا اگرچہ اخباروں کے مطابق شہر پر ویرانی چھائی ہوئی ہے۔

۱۳ تاریخ کو نظام نے ایک فرمان جاری کیا کہ وہ تمام طبقوں اور عقیدوں کے افراد کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر اکتوبر ۱۹۴۷ء تک ایسی اصلاحات نافذ کی جانی ہیں جن کے ذریعے ایگزیکٹو کونسل میں عوامی نمائندوں کی تعداد بڑھا دی جائے گی اور ان کو مزید اختیارات دیدیئے جائیں گے۔ اگرچہ اس طرح کی اصلاحات کی

ضرورت تھی لیکن یہ اتنی دوررس نہیں کہ ان سے کوئی طبقہ مطمئن ہو سکے۔

۱۴۔ ۲۱ تاریخ کے اخبار ہندو کے مطابق مسلمانوں کی جماعت اتحاد المسلمین نے ایک قرارداد منظور کی جس میں وزیرِ اعظم نواب چھتاری پر عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا اور آئینی امور کے وزیر علی یاور جنگ اور حکومت کے آئینی مشیر سر والٹر مانکٹن سے استعفیٰ طلب کیا گیا ہے۔ آج مدراس کے صبح کے اخبارات میں چھپا ہے کہ تین وزراء نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی سرکاری اعلان نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے ممکنہ جانشینوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۵۔ اس صورتِ حال کا کوئی نتیجہ نکلتا نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ کانگریس کے اس دعوے سے اتفاق کیا جائے کہ اس نے ہندوستان کو برطانیہ سے بالآخر چھین ہی لیا ہے اور یہ کہ نظام پر بھی انہی طریقوں سے قابو پا لیا جائے گا۔ فی الحال مملکتِ ہندوستان کے اندر اور باہر نظام کی ریاست کشیدگی کا باعث بنی رہے گی۔ یہاں کے لوگوں کی ترجمانی ریاستِ ٹراونکور کے ایک باشندے کے ان الفاظ میں ہوتی ہے ''ہمیں اس سے دلچسپی نہیں کہ ریاست ہندوستان میں شامل ہوتی ہے یا نہیں۔ ہمیں نمائندہ حکومت دے دی جائے تو ان باتوں کا فیصلہ ہم خود کر لیں گے۔''

احترام کے ساتھ آپ کا

آر ای بی باور
امریکی قونصل

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۴

۶.۳.۶

منسٹر آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ کی رپورٹ[1]

(خفیہ)

دفتر برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ،
کنگ چارلس اسٹریٹ۔لندن
۱۳ستمبر ۱۹۴۷ء

کابینہ کمیٹی برائے ہندوستان و برما

ہندوستان اور پاکستان کی مملکتوں سے ریاستوں کے الحاق پر جاری مذاکرات کے بارے میں یہ معلومات کچھ تو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ۱۵ اگست تک کی رپورٹوں سے[2] اور کچھ ہندوستان اور پاکستان میں برطانوی ہائی کمشنروں کی حالیہ رپورٹوں سے حاصل کی گئی ہیں:

الف۔مملکتِ ہندوستان

مملکتِ ہندوستان نے اپنے علاقے میں تمام سلامی ریاستوں (Salute States) (یعنی چھوٹی ریاستوں کے علاوہ باقی سب) کوالحاق کی دعوت دی اور حیدرآباد اور جوناگڑھ کے سوا باقی تمام ریاستیں دفاع، تعلقاتِ خارجہ اور مواصلات کے امور ہندوستان کوسونپ کر اس میں شامل ہوگئی ہیں۔ ہندوستان کی مقنّنہ جن معاملات میں ان ریاستوں کیلئے قانون سازی کر سکے گی ان کی تفصیل الحاق کی دستاویز کے جدول میں دے دی گئی ہے (انیکشر ۱)[3]۔ حکومتِ ہندوستان کی مرتب کی ہوئی یہ دستاویز لارڈ لنلتھگو کی اس دستاویز سے بہت مشابہ ہے جوانہوں نے ۱۹۳۵ء کے قانون کے تحت وفاق سے الحاق کیلئے تجویز کی تھی۔ حیدرآباد اور جوناگڑھ کے علاوہ باقی سب ریاستوں نے اس مملکت کے ساتھ علیٰ حالہٖ معاہدے بھی کر لئے ہیں جن کے مطابق فریقین کے مابین نئے معاہدے ہونے تک موجودہ معاہدوں اور انتظامات پر حسبِ سابق عمل ہوتا رہے گا۔ اس معاہدے کی نقل ملفوف ہے (انیکشر ۲)[4]۔

۳۔ نظام حیدرآباد ایک متحدہ ہندوستان سے الحاق پر تو تیار ہو جاتے لیکن فرقہ وارانہ

بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم نے انہیں مخمصے میں ڈال دیا ہے۔ اگر وہ ہندوستان سے الحاق کرتے ہیں تو انہیں ریاست کے مسلمانوں سے خدشہ ہے جو آبادی کا صرف ۱۳ فیصد حصہ ہوتے ہوئے بھی ریاست کا قوی ترین عنصر ہیں۔ اگر نظام پاکستان میں شامل ہوتے ہیں تو یہ جغرافیائی تقاضوں کے خلاف ہوگا اور کانگریس وہاں کی ہندو اکثریت کو بغاوت کرنے پر اکسا سکتی ہے اور ریاست پر ہندوستان کا معاشی دباؤ بھی متوقع ہے۔ لہٰذا حیدرآباد کی حکومت الحاق کے بجائے ہندوستان سے ایک ایسا معاہدہ کرنا چاہتی ہے جس کے تحت وہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ میں غیر جانبدار رہ سکے اور ہندوستان کی دولتِ مشترکہ سے علیحدگی کی صورت میں اسے ہندوستان سے قطع تعلق کرنے کا حق حاصل ہو۔ رقبے، آبادی اور غالباً دولت میں دونوں مملکتوں کے کئی صوبوں سے بڑی ہونے کی بناء پر حیدرآباد کی حیثیت دوسری ریاستوں سے مختلف ہے۔ ریاست اور ہندوستان کے درمیان مذاکرات جاری ہیں اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن بدستور ہندوستان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اب تک ہندوستان دفاع، تعلقاتِ خارجہ اور مواصلات کے امور مرکز کے سپرد کرنے کے سوا کسی اور تصفیے سے انکار کر رہا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق نظام نے ۲۱ اگست کو اعلان کیا ہے[۵] کہ وہ ۱۵ اگست سے آزاد اور خودمختار ہو چکے ہیں اور انہوں نے ''بادشاہ'' کا لقب اختیار کر لیا ہے۔

۴۔ ریاستِ جوناگڑھ کاٹھیاواڑ کے ساحل پر واقع ہے، اس کا حکمران مسلمان ہے لیکن اس کی چھ لاکھ کی آبادی میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ حکمران نے پاکستان میں شمولیت کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔[۶] ریاست اپنی بندرگاہوں کے ذریعے کراچی سے بحری رابطہ قائم رکھ سکتی ہے لیکن دیگر معاملات میں یہ معاشی طور پر اپنی ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ منسلک ہے جو ہندوستان میں شامل ہو چکی ہیں۔

۵۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں بہت سی چھوٹی ریاستیں ایسی ہیں جن کا دائرۂ اختیار معدوم یا انتہائی محدود ہے۔ چار سال پہلے حکومتِ برطانیہ کی ثالثی سے ایسی ۳۲۷ ریاستوں کو انتظامی مقاصد کی خاطر بڑودا اور نوانگر جیسی بڑی ہمسایہ ریاستوں سے منسلک کر دیا گیا تھا جن

کے ساتھ ان کے معاشی اور، بعض صورتوں میں، خاندانی تعلقات تھے۔ قانون آزادیٔ ہند کی شق نمبر ۷ کے ذریعے ان چھوٹی ریاستوں کو منسلک ہونے سے پہلے کے اختیارات واپس مل گئے ہیں۔ لیکن ہندوستان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایسے اختیارات خود اپنے ہاتھ میں لے لے جس کیلئے بقول اس کے متعلقہ تعلقہ دار اور سردار رضامند ہیں۔ ان اختیارات کی ہندوستان کو تفویض کی بنیاد پر ہی ان ''حکمرانوں'' کو الحاق کی دستاویزات پر دستخط کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان نے یہ اختیارات اس لئے حاصل کئے ہیں تا کہ مغربی ہندوستان کی ان ساحلی ریاستوں پر نظر رکھ سکے جو اندرون ملک بحری تجارت میں کسٹم کی ادائیگی سے گریز کرتی ہیں۔

۶۔ ہائی کمشنر سر ٹیرنس شون کا خیال ہے کہ ریاستیں برطانیہ کے سو سالہ اقتدارِ اعلیٰ کے تحت رہنے کی پرانی عادت سے مجبور ہو کر عملی طور پر حکومتِ ہندوستان کا اقتدارِ اعلیٰ قبول کرتی جا رہی ہیں اور اگر دستور ساز اسمبلی میں ان ریاستوں کے منتخب نمائندوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ریاستیں تمام مرکزی محکمے ہندوستان کو سونپ کر اس سے الحاق کریں تو ان کے حکمرانوں کیلئے اس دباؤ کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

ریاستوں میں کانگریس کی تنظیمیں اب یہ اشارے کر رہی ہیں کہ سال کے اندر ہی ہر حکمران کو اپنے عوام کے نمائندوں کو حکومت کی باگ ڈور دینی پڑے گی۔ اس سلسلے میں ریاستِ کوچین نے پہل کر دی ہے۔

ب۔ مملکتِ پاکستان

۷۔ ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان اپنے علاقے کی ریاستوں سے مذاکرات دھیرے دھیرے کر رہا ہے۔ بظاہر مسٹر جناح نے ہندوستان کے علاقے میں آنے والی ریاستوں کو ہندوستان میں شمولیت کرنے کے بجائے پاکستان سے الحاق کے بدلے باہمی معاہدے کے ذریعے وابستگی کی پیش کش کی تھی لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پُرزور ترغیب کے باعث پاکستان سے متصلہ ریاست جودھپور نے یہ پیش کش مسترد کر کے ہندوستان سے الحاق کر لیا ہے۔[۷] پاکستان نے ایک مذاکراتی کمیٹی[۸] تشکیل دی ہے جو ہر ریاست سے فرداً فرداً تصفیہ کرے گی۔ اب تک کسی

ریاست نے بھی پاکستان سے الحاق نہیں کیا لیکن جونا گڑھ اور پاکستان سے ملحقہ اہم ریاستوں بہاولپور، خیر پور اور چترال نے الحاق کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ بہاولپور نے پاکستان سے علیٰ حالہٖ معاہدہ بھی کرلیا ہے۔

۸۔ کشمیر نے پاکستان اور ہندوستان دونوں سے علیٰ حالہٖ معاہدے کر رکھے ہیں۔[۹] ریاست کو زیادہ دلچسپی اس میں ہے کہ وہ حسبِ سابق بغیر محصول باہر سے مال درآمد کرتی رہے۔ مہاراجہ ہندو ہے جبکہ آبادی کی اکثریت مسلمان ہے اگرچہ برہمنوں کا ایک بارسوخ حاکم طبقہ موجود ہے۔ ریاست باہر کی دنیا سے رابطے کیلئے پاکستان کی دست نگر ہے۔ مہاراجہ نے اب تک کوئی عندیہ نہیں دیا البتہ استصوابِ رائے کی بات کی ہے۔

۹۔ قلات کی خودمختاری، کوئٹہ اور پٹے پر دیے گئے دوسرے مقامات اور برطانیہ اور قلات کے درمیان پچھلے معاہدوں کو بین الاقوامی معاہدے تسلیم کرنے کے بارے میں پاکستان اور قلات کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ خان آف قلات جن کی سرحد ایران کے ساتھ ساتھ چلتی ہے ایک آزاد ملک کی بین الاقوامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل نہیں ہیں۔ ماؤنٹ بیٹن کو انتقالِ اقتدار سے پہلے ہی ان ممکنات کے خطرے سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور انہوں نے بالضرور حکومتِ پاکستان کو بھی خبردار کر دیا ہوگا۔ پاکستان میں برطانیہ کے ہائی کمشنر سے کہا جا رہا ہے کہ وہ حکومتِ پاکستان کو مشورہ دیں کہ وہ قلات کو ایک علیحدہ بین الاقوامی وجود کے طور پر تسلیم کرنے کا معاہدہ نہ کرے[۱۰] جس کے نتیجے میں حکومتِ پاکستان کو شائد یہی درجہ کشمیر کو بھی دینا پڑے۔ البتہ کشمیر کبھی بھی آزاد نہیں رہا کیونکہ سکھوں کے ساتھ جنگوں کے بعد[۱۱] برطانیہ نے یہ ریاست موجودہ شاہی خاندان کیلئے تخلیق کی تھی۔

(آرتھر ہینڈرسن)

منسٹر آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۴۳
۲۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویزات نمبر ۱، ۲ اور ۴
۳۔ شائع نہیں کیا گیا۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۹

۴۔شائع نہیں کیا گیا۔ایضاً۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۹ کا انیکس ۲
۵۔ نظام نے ایک فرمان کے ذریعے اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کیا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء
۶۔حکومتِ پاکستان اور جونا گڑھ نے رسمی علیٰ حالہٖ معاہدے پر ۹ ستمبر کو دستخط کئے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء
۷۔دیکھئے ایضاً۔اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲
۸۔۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان کابینہ نے ان شرائط پر غور کیا جن کے تحت ریاستوں کا الحاق قبول کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء
۹۔۲۶ اگست ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان اور ریاست جموں و کشمیر کے درمیان رسمی طور پر ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پایا۔دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء
۱۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۲۰۱ کا انیکس
۱۱۔ برطانیہ اور سکھوں کے درمیان پہلی جنگ ۶-۱۸۴۵ء اور دوسری جنگ ۱۸۴۹ء میں لڑی گئی۔

۷

قائداعظم ریلیف فنڈ اور دیگر فنڈز[1]

قیامِ پاکستان سے پہلے اور بعد فرقہ وارانہ فسادات اور کثیر تعداد میں مہاجرین کی آمد سے جو ہنگامی حالات پیدا ہوئے تھے ان سے نمٹنے کیلئے کئی فنڈ شروع کئے گئے مثلاً بہار ریلیف فنڈ، پاکستان فنڈ، قائداعظم ریلیف فنڈ اور کشمیر فنڈ۔

کانگریس کے برعکس مسلم لیگ مالیاتی طور پر کبھی مستحکم نہیں تھی۔ جب کبھی انتخابات کرانے یا فسادزدہ مہاجرین کی کفالت جیسے کاموں کیلئے پیسوں کی ضرورت ہوئی لیگ کے صدر کو چندے کیلئے عوام سے اپیل کرنی پڑی۔ ۴۶-۱۹۴۵ء کے دوران عام انتخابات لڑنے کیلئے قائداعظم نے قوم سے ''چاندی کی گولیاں''[2] مانگیں جو انہیں قوم نے پیش کر دیں۔ انتخابات میں لیگ کی بھاری اکثریت سے کامیابی نے ثابت کر دیا کہ وہی ہندوستانی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ جب پاکستان کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو پورے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات برپا ہو گئے جن سے بہار اور یوپی جیسے مسلم اقلیتی علاقے زیادہ متاثر ہوئے۔

نومبر ۱۹۴۶ء میں بہار ریلیف فنڈ قائم کیا گیا تاکہ اس صوبے میں فسادزدہ لوگوں کی اعانت کی جائے۔ چندے قائد کو بھیجے جاتے تھے لیکن امدادی کارروائیاں بہار ریلیف کمیٹی کرتی تھی۔ اگرچہ یہ فنڈ ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء کو بند کر دیا گیا لیکن امدادی کارروائیاں دسمبر ۱۹۴۷ء تک جاری رہیں۔ بہار ریلیف فنڈ کیلئے قائد کی اپیل پر لوگوں نے اتنی فراخدلی سے چندہ دیا کہ ضرورتیں پوری کرنے کے بعد پینتیس لاکھ روپے بچ گئے تھے جن سے وکٹری لون بانڈز[3] (Victory Loan Bonds) خرید لیے گئے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جون ۱۹۴۷ء میں قائداعظم نے پاکستان فنڈ قائم کیا تا کہ ۳ جون کے منصوبے کے تحت ضروری اقدامات[۴] اور خاص طور پر صوبۂ سرحد، بلوچستان اور سلہٹ کے استصوابِ رائے کے اخراجات کو پورا کیا جا سکے۔ اس کیلئے قائد کی اپیل پر لوگوں نے دل کھول کر چندہ دیا۔ بہت سے چندہ دینے والے بیرونی ممالک[۵] اور ان علاقوں سے تھے جو پاکستان میں شامل نہیں ہونے تھے۔[۶] زیادہ تر عطیات غریب عوام نے بھیجے جن کی رقم تھوڑی تھی لیکن پاکستان کے ساتھ ان کے جذباتی لگاؤ کی آئینہ دار تھی۔ آزادی کے بعد بھی یہ چندے، خاص طور پر ہندوستان کے مختلف علاقوں سے، آتے رہے۔ ۱۹۴۷ء کے آخر تک حبیب بنک دہلی میں -/۲۲۴۸۸ روپے جمع ہو چکے تھے۔[۷]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی فرقہ وارانہ قتلِ عام شروع ہو گیا جس کے نتیجے میں سرحد کی دونوں جانب لوگوں کی وسیع پیمانے پر نقل مکانی ہونے لگی۔ اس نوخیز مملکت کو مشرقی پنجاب، دہلی اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں مسلمانوں پر ہندوؤں اور سکھوں کے ناقابلِ بیان مظالم کے باعث شدید دھچکے لگے۔ بڑی تعداد میں ان مصیبت زدہ مسلمانوں کو ذلیل اور بے مایہ کر کے گھروں سے نکال دیا گیا۔[۸] ''ان کا سارا دنیاوی ساز و سامان، ان کے پیشوں کے اوزار، زرعی آلات، مویشی، غرض کہ ان کی ملکیت کی ہر چیز پیچھے رہ گئی۔''[۹]

لاکھوں کی تعداد میں معذور اور زخمی یہ لوگ بھوکے پیاسے اور چیتھڑوں میں ڈھکے پاکستان میں داخل ہوئے۔[۱۰] طویل فاقہ کشی کے بعد سینکڑوں نے تھکن اور ناتوانی سے دم توڑ دیا اور کئی ہیضے اور دوسری بیماریوں سے جاں بحق ہو گئے۔ اس نوعمر مملکت پر اس غیر متوقع بارِ گراں سے نمٹنے کیلئے مرکزی کابینہ کی ایک ہنگامی کمیٹی تشکیل دی گئی تا کہ مہاجرین کیلئے فوراً خوراک، پوشاک، دواؤں اور رہائش کا فوری انتظام کیا جا سکے اور بعد ازاں ان کی باقاعدہ آبادکاری کا بندوبست کیا جائے۔''[۱۱] جب یہ مسئلہ بے حد وسعت اختیار کر گیا تو قائد نے ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم ریلیف فنڈ قائم کیا اور ایک مرکزی کمیٹی بنائی جس کے صدر وہ خود اور ارکان غلام حسین ہدایت اللہ، غلام محمد اور

فضل الرحمن تھے۔ زیڈ اے خان کو اعزازی سیکرٹری[۱۲] اور میسرز فرگوسن[۱۳] کو آڈیٹر مقرر کیا گیا۔ گورنر صاحبان صوبائی کمیٹیوں کے صدور اور متعلقہ صوبائی وزراء رکن نامزد ہوئے۔ مشرقی بنگال کی کمیٹی اکتوبر ۱۹۴۸ء میں تشکیل دی گئی۔ چٹاگانگ ریلیف فنڈ کو جو پہلے سے قائم تھا قائداعظم ریلیف فنڈ میں ضم کر دیا گیا۔

قائداعظم نے اس ریلیف فنڈ کیلئے قوم سے یوں اپیل کی ''فیاضی کے ساتھ عطیات دیں اور اس مقصد کیلئے کسی قربانی یا کوشش سے دریغ نہ کریں۔ آج سے ہر مرد اور عورت یہ عہد کر لے کہ وہ آئندہ خوراک، لباس اور دیگر سہولیاتِ زندگی میں سادگی اختیار کر کے روپیہ، اشیائے خوردنی اور ملبوسات پس انداز کرے گا تا کہ انہیں ستم رسیدہ لوگوں کی اعانت کیلئے کام میں لایا جا سکے۔''[۱۴] انہوں نے نظام حیدرآباد[۱۵] اور آغا خان[۱۶] سے ذاتی طور پر اپیلیں کیں۔ باہر کے ملکوں[۱۷] اور خاص طور پر مسلم ممالک مثلاً سوڈان، ترکی، عراق، سعودی عرب، اردن، یمن، عمان، بحرین، لیبیا، البانیہ، انڈونیشیا اور روس کی مسلم ریاستوں، آذربائیجان، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، کرغستان اور قزاقستان اور عراق، شام اور سعودی عرب کی ہلالِ احمر سوسائٹیوں اور ایران کی ریڈ لائن سوسائٹی (Red Lion Society) سے بھی اپیلیں کی گئی۔ بعد ازاں موسم سرما کیلئے گرم کپڑوں کی اپیل کی گئی۔

مہاجرین کی آبادکاری انتہائی کٹھن کام تھا جس کیلئے اس نوخیز مملکت کے کل وسائل بھی کافی نہ تھے۔ دواؤں، ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کے عملے اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی از حد کمی تھی۔ پاکستان کو اپنے محدود وسائل کیساتھ ہندوستان کے مقابلے میں پانچ لاکھ زاید مہاجرین کو بسانا پڑا۔[۱۸] علاوہ ازیں دو لاکھ کشمیری مہاجرین کے بوجھ کا بھی اضافہ ہوا۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو دس لاکھ روپوں سے کشمیری مہاجرین کی ریلیف کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جون ۱۹۵۰ء میں ایک علیحدہ کشمیر فنڈ قائم کیا گیا جس کے صدر قائداعظم اور ارکان وزیرِ اعظم، وزیر خارجہ اور چوہدری غلام عباس تھے۔

قائداعظم ریلیف فنڈ کے انتظام کیلئے مرکزی اور صوبائی کمیٹیوں کے علاوہ بعض مقامات پر ضلعی کمیٹیاں بھی تشکیل دی گئیں۔ قائد کی اپیلوں کا اثر اس قدر رہا کہ چار مہینے کی قلیل

مدّت میں ایک کروڑ سے زیادہ رقم جمع ہوگئی۔ قائد نے اس مدد کیلئے ''دنیا کے تمام مسلم اور غیر مسلم ہمدرد افراد اور خاص طور پر امریکہ، برطانیہ، جنوبی افریقہ اور اسلامی ممالک'' کو شکریے کا پیغام جاری کیا۔[۱۹] اور لوگوں کو مزید کوشش اور قربانی کی تلقین کی۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں چندے کی رقم تین کروڑ تک پہنچ گئی۔ بڑے بڑے عطیات میں آغا خان،[۲۰] نظام حیدر آباد[۲۱] اور امیر بہاولپور[۲۲] سے پانچ پانچ لاکھ روپے اور والیِ سوات سے چار لاکھ روپے وصول ہوئے۔ چھوٹی چھوٹی رقوم دینے والوں کی کثیر تعداد دنیا بھر کے ہمدرد افراد اور پاکستان کے غریب لوگوں پر مشتمل تھی۔ قائد نے اس پاکستانی کو بھی شکریہ کا خط[۲۳] لکھا جس نے دو روپے کا نوٹ ارسال کیا تھا۔ سامان کی صورت میں بھی عطیات آتے رہے۔ امریکن فرینڈز سوسائٹی نے استعمال شدہ کپڑوں کی ۸۵ گانٹھیں اور نئے سوتی کپڑوں کی ۸۱ گانٹھیں بھیجیں۔ اسی طرح امریکن چرچز ایسوسی ایشن نے پرانے کپڑوں کی ۸۹۳ گانٹھیں اور ۱۱۱۶ بڑے ڈبے کھانے کی چیزوں کے بھیجے۔[۲۴]

اگرچہ اس فنڈ سے کیمپوں میں رہنے والے مہاجرین ہی زیادہ مستفید ہوئے لیکن اس سے مشرقی بنگال اور سندھ کے سیلاب زدہ افراد اور فوجی مہاجرین کی بھی مدد کی گئی۔ نیز کمبل اور رضائیوں وغیرہ کی فراہمی کیلئے رقم ادا کی گئی۔ بعض اوقات دہلی کے کیمپوں میں رہنے والے مسلمانوں کیلئے روٹیاں بھی بذریعہ ہوائی جہاز بھجوائی گئیں۔ دستکاروں اور کاریگروں کیلئے پانچ لاکھ روپے، پاکستان اسپنرز اینڈ ویورز ایسوسی ایشن (Pakistan Spinners and Weavers Association) کیلئے ایک لاکھ روپے اور غریب عورتوں کے ایک اسپنرز ہوم کیلئے دس ہزار روپے دیے گئے۔

ایک نوخیز حکومت نے اس ہولناک چیلنج کا مقابلہ قابلِ تحسین جذبے، عزم اور ہمّت سے کیا۔ طالبِ علموں اور اسکاؤٹس نے رضا کارانہ طور پر آگے بڑھ کر اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کی اور بیماروں اور زخمیوں کو سہارا دیا۔ قائد کی ناقابلِ تسخیر قوتِ ارادی سے متاثر ہو کر قوم اس آفت سے نبرد آزما ہونے میں کامیاب ہوئی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کا تعارف
۲۔ خورشید احمد خان یوسفی کی کتاب (Speeches, Statements and Messages of the Quaid-i-Azam، جلد سوم، لاہور ۱۹۹۶ء)

۳۔ جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ اوّل۔ دستاویزات نمبر ۱۸۷ اور ۲۵۹
۴۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۱۲۸
۵۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۱۴۰ اور ۱۴۳/ ۸۶۱، شائع نہیں کی گئی۔
۶۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۱۴۵/ ۸۶۱، شائع نہیں کی گئی۔
۷۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۳۸۷/ ۱۵۶، شائع نہیں کی گئی۔
۸۔ دیکھئے ضمیمہ
۹ اور ۱۰۔ دستاویز نمبر ۲.۷
۱۱۔ دستاویز نمبر ۳.۷
۱۲۔ دستاویز نمبر ۶.۷
۱۳۔ دیکھئے قائداعظم پیپرز کی دستاویز ایف ۳۳۲/ ۱۵۶، شائع نہیں کی گئی۔
۱۴۔ دستاویز نمبر ۵.۳
۱۵، ۱۶ اور ۱۷۔ دستاویز نمبر ۱.۷ کا منسلکہ ۱، ۲ اور ۳۔ مزید دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۷
۱۸۔ دیکھئے ایف ۸۰ (۱۷)۔ جی جی/ ۱۵ پیرا ۱۳ (ب) شائع نہیں کی گئی۔
۱۹۔ دستاویز نمبر ۵.۷
۲۰، ۲۱، ۲۲ اور ۲۳۔ دستاویز نمبر ۷.۷
۲۴۔ دیکھئے ایف ۸۰ (جلد اوّل)۔ جی جی/ ۱۲۴ اور ۱۹۳، شائع نہیں کی گئی۔

۷ کا ضمیمہ

برطانوی ہائی کمشنر نئی دہلی بنام سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے تعلقاتِ دولتِ مشترکہ[1]

(تار۔ انتہائی خفیہ)

نئی دہلی

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۰ ستمبر کی دوپہر مجھے پاکستان کے وزیرِ اعظم کی جانب سے وزیرِ اعظم برطانیہ کے لئے مندرجہ ذیل فوری اور انتہائی خفیہ پیغام موصول ہوا اور یہ گذارش کی گئی کہ مَیں اسے ''رازداری'' سے بھیجوں کیونکہ حکومتِ پاکستان کو خدشہ ہے کہ ان کے پیغام کو کہیں راستے ہی میں نہ پکڑ لیا جائے۔

۲۔حکومتِ پاکستان کی درخواست ہے کہ یہ پیغام کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کے وزرائے اعظم کو بھی ارسال کر دیا جائے لیکن ہندوستان کو ہرگز نہیں۔

۳۔مہربانی فرما کر یہ پیغام فوری طور پر وزیرِ اعظم کو پہنچا دیں اور مذکورہ بالا چار مملکتوں کے وزرائے اعظم کو بھی بھجوا دیں۔

پیغام کا متن

جو تبدیلیاں ہندوستان میں رونما ہوئی ہیں ان کے باعث ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات ایک نازک مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔حکومتِ پاکستان کے خیال میں اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ موجودہ صورتِ حال کے نمایاں پہلوؤں سے آپ کی حکومت اور برطانوی دولتِ مشترکہ کی دوسری حکومتوں کو آگاہ کیا جائے۔

۲۔ برطانوی ہند میں تقریباً ایک سال سے فرقہ وارانہ فسادات شدت سے جاری ہیں۔ کلکتہ، نواکھالی، بمبئی، بہار، گڑھ مکتیشور، یو پی، راولپنڈی، لاہور، امرتسر اور دوسرے مقامات میں یہی دیکھا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ تناؤ قتل و غارت اور لوٹ مار کے جنون میں تبدیل ہو جاتا ہے، ماسوائے بہار اور گڑھ مکتیشور کے، جہاں منصوبہ بندی سے یہ سب کچھ ایک وسیع پیمانے پر کیا گیا، دیگر مقامات پر یہ واقعات عام بلوے کی صورت میں ہوئے گو کہ ان میں شدّت معمول سے زیادہ تھی۔ ۹ اگست[۲] کو حکومتِ پاکستان کے ملازمین اور ان کے خاندانوں کو دہلی سے کراچی لے جانے والی خصوصی ٹرین پر سکھوں کے حملے سے ظلم و تشدّد کا ایک نیا دور شروع ہو گیا جس سے پنجاب کے لاکھوں انسان بے پناہ مصیبتوں کی لپیٹ میں آ گئے۔ یہ سکھوں کا ایک سوچا سمجھا اور منظّم اقدام تھا، جسے ہندوؤں کی حوصلہ افزائی اور عملاً اعانت حاصل تھی، تا کہ مشرقی پنجاب کے امرتسر، گورداسپور، فیروز پور اور ہوشیار پور، جالندھر اور لدھیانہ کے اضلاع میں مسلمانوں کی جملہ آبادی کا تشدّد اور خونریزی سے صفایا کر کے مغربی پنجاب سے سکھوں کو لا کر ان کی جگہ بسایا جائے۔

۳۔اس منصوبے کا مقصد تھا کہ مشرقی پنجاب میں سکھ آبادی یکجا ہو جائے تا کہ

پٹیالہ، فرید کوٹ اور دوسری سکھ ریاستوں سے ملحقہ علاقے پر مشتمل ایک سکھ سلطنت کے قیام کے مطالبے کا جواز بن سکے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور فیلڈ مارشل آکنلک ان تیاریوں کی نوعیت اور وسعت سے بخوبی واقف تھے۔ اس کے خلاف فوری اور سخت اقدامات کے واضح اعلانات اور، وسط جولائی سے، قطعی یقین دہانیوں کے باوجود وائسرائے نے، جنہیں اختیار حاصل تھا، نامعلوم وجوہات کی بنا پر جو ہماری سمجھ سے باہر تھیں، اس تحریک کو ابتدا ہی سے کچلنے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ یہ بے عملی اسی طرح برقرار رہی یہاں تک کہ (ان کے اختیار کے خاتمے کا) مقررہ دن ۱۵ اگست آ کر گذر بھی گیا۔ اب وہ بالکل بے بس ہیں اور خود مملکتِ ہند بھی امن برقرار رکھنے میں ناکام ہو چکی ہے۔

۴۔ مسلمانوں پر حملے ۹ اگست ۱۹۴۷ء کو شروع ہوئے اور جلد ہی وسیع پیمانے پر قتل و غارت، عورتوں کی آبروریزی، ان کے اغوا، مذہب کی جبری تبدیلی، آتش زنی اور لوٹ مار کی صورت اختیار کر گئے۔ طاقتور مسلّح جتھوں نے شہروں پر حملے کئے اور مضافاتی علاقوں میں گھوم پھر کر مسلمانوں کو قتل کیا، ان کی عورتوں کو اغوا کیا، ان کے قصبوں اور دیہات کو نذرِ آتش کیا اور مسجدوں کی بے حرمتی کی اور انہیں مسمار کیا۔ ان جتھوں کے پاس (سکھ کرپانوں کے علاوہ) بے شمار جدید اسلحہ اور گاڑیاں موجود تھیں — رائفلز، برین گنیں، جیپیں اور ملٹری ٹرکس جو انہوں نے سکھ ریاستوں یا ہندو اور سکھ افسروں کے تعاون سے یا غیر قانونی طریقے سے ہندوستانی فوج کے گوداموں سے ہتھیائے تھے۔ یہ جتھے پوری طرح منظّم تھے اور ان کے ساتھ اکثر گھڑ سوار بھی ہوا کرتے تھے جو جتھے کو حملے کیلئے صحیح موقعے اور وقت سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ ان کی انسانیت سوز بربریت سے نہ ہی عورتیں محفوظ رہیں اور نہ ہی بچے۔ انسانی زندگیوں کے بھاری نقصان کے علاوہ املاک کی بھی وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی۔ موجودہ دگرگوں حالات میں ان نقصانات کا صحیح تخمینہ لگانا ممکن نہیں ہے لیکن اموات کی تعداد غالباً لاکھوں تک جا پہنچی ہے۔

۵۔ مشرقی پنجاب کی انتظامیہ اور خاص طور پر پولیس نے بیشتر موقعوں پر مسلمانوں کے جان و مال پر حملوں میں ان مسلّح جتھوں کی مدد کی یا ان کے خلاف کارروائی کرنے سے گریز کیا۔ کچھ

واقعات میں ہندواور سکھ فوجی بھی اسی طرح ملوّث ہوئے۔

۶۔ جب لاکھوں مسلمان مہاجرین اپنی دکھ بھری داستانیں لئے مغربی پنجاب میں داخل[۳] ہوئے تو بعض مقامات پر مقامی لوگوں نے انتقامی کارروائیاں کیں۔ حکومت نے عوام کو قابو میں رکھنے کی پوری کوشش کی ہے اور چند افسوسناک واقعات کے سوا اپنی کوششوں میں بڑی حد تک کامیاب رہی۔ بلاشبہ مغربی پنجاب سے ہندوؤں اور زیادہ تر سکھوں کی وسیع پیمانے پر نقل مکانی ہوئی ہے لیکن اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ سکھوں کی نقل مکانی اور خاص طور سے منٹگمری (ساہیوال) اور لائل پور (فیصل آباد) کے ضلعوں سے منظّم خروج دراصل سکھ منصوبے کا ایک حصہ تھا۔

۷۔ تشدّد کی وہ لہر جو مشرقی پنجاب کے مذکورہ اضلاع سے اٹھی تھی اب ہندوستان کے دیگر حصوں میں بھی پھیل گئی ہے۔ مشرقی پنجاب کا انبالہ ڈویژن بُری طرح متاثر ہوا ہے اور اب وہاں بھی حالات جالندھر ڈویژن کی طرح ابتر ہو رہے ہیں۔ الور اور بھرت پور کی ہمسایہ ریاستیں، جو پہلے بھی اپنی مسلم رعایا کے ساتھ معاندانہ اور جابرانہ سلوک روا رکھتی تھیں، اب مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر حملوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی مدد کر کے مختلف طریقوں سے فرقہ واریت کی اعانت کر رہی ہیں۔ دہلی میں مسلمانوں کا وسیع پیمانے پر قتلِ عام ہوا ہے۔ ان واقعات سے یہ بات واضح ہے کہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے اور بیشتر علاقوں میں ان کی جان، املاک اور آبرو محفوظ نہیں ہے۔

۸۔ امن بحال کرنے کے لئے یا تو حکومتِ ہند تیار ہی نہیں یا پھر بے بس ہے۔ اگرچہ سخت اور بلا پس و پیش کارروائی کی ضرورت ہے مگر تقریروں اور اپیلوں سے کام چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے جن کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا جو مسلمانوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حکومتِ ہند کی اپنی انتظامیہ سے حالیہ اپیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امن نافذ کرنے کے لئے اُس کے احکامات کی خلاف ورزی بڑے دھڑلے سے کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے دارالحکومت میں پچھلے سات دنوں سے دن دیہاڑے قتل و غارت کا بازار بلا کسی روک ٹوک کے گرم ہے۔[۴] دہلی میں ہمارے ہائی کمشنر بالکل بے بس ہو چکے ہیں کیونکہ حکومتِ ہندوستان انہیں مناسب تحفّظ دینے میں

ناکام رہی ہے۔ باہر کی دنیا سے ان کا رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔ اپنے آخری پیغام میں انہوں نے بتایا کہ ان کی حالت قیدیوں جیسی ہے سوائے اس کے کہ عام قیدیوں کو کم از کم خوراک اور تحفّظ تو حاصل ہوتا ہے۔"[۵]

۹۔ مندرجہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر حکومتِ پاکستان یہ محسوس کرتی ہے کہ دہلی میں اس کا نمائندہ کوئی مفید کام نہیں کر رہا ہے۔ لہٰذا بہت غور و خوض کے بعد یہ طے کیا گیا ہے کہ اگر ہندوستان کی صورتِ حال میں اور حکومتِ ہند کے رویّے میں نمایاں تبدیلی نہ آئی تو مجبوراً ان کو اپنا ہائی کمشنر دہلی سے واپس بلانا پڑے گا۔

۱۰۔ یہ بات واضح ہے کہ برطانوی دولتِ مشترکہ کے ایک رکن کی حیثیت سے ہندوستان نے اپنے شہریوں کے ایک حصے یعنی مسلمانوں کی زندگی، املاک اور عزت کی حفاظت کرنے کے لئے اپنا اوّلین فرض ادا نہیں کیا۔ لہٰذا حکومتِ پاکستان کا برطانوی حکومت اور دولتِ مشترکہ کے ارکان سے پُرزور مطالبہ ہے کہ وہ ان طریقوں پر غور کریں جن سے ہندوستان کے اندر یہ انتہائی خطرناک صورتِ حال بہتر ہو سکے جو نہ صرف اس عظیم برصغیر بلکہ پوری دنیا کے امن کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔ اگر اس قتل اور غارتگری کو روکنے اور ختم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات فوری طور پر نہ کئے گئے تو اس کا نتیجہ تصوّر سے کہیں زیادہ تباہ کن ثابت ہوگا۔

پیغام ختم ہوا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۲۵
۲۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۵
۳۔ ایضاً۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۰
۴۔ دہلی اور اس کے مضافات میں فسادات اگست کے آخر میں بھڑک اٹھے اور ان کی رپورٹیں پاکستان کے ہائی کمشنر زاہد حسین نے پہنچائیں۔ دیکھئے باب ۲
۵۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۲

۷.۱

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کی رپورٹ[1]

(اختتام ہفتہ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کیلئے)

حبیب بینک لمیٹڈ کو فنڈ کیلئے بینکار مقرر کیا گیا ہے اور اس سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی تمام شاخوں میں چندے کی وصولی کا انتظام کرے اور پھر ان رقوم کو اپنے کراچی کے دفتر منتقل کرتا رہے۔

(پیرے ۲ تا ۴ حذف کر دیے گئے)

۵۔ نظام حیدرآباد[2] اور آغا خان[3] کیلئے قائداعظم کی ذاتی اپیل جاری کر دی گئی ہے۔

۶۔ باہر کے ممالک سے عطیات کیلئے نائب صدر کی جانب سے اپیل[4] بذریعہ کیبل بھیج دی گئی ہے۔ بعد میں خطوط بھی ارسال کئے جائیں گے۔ گرم کپڑوں کیلئے ایک اپیل[5] پریس کو جاری کر دی گئی ہے جو جلد ہی شائع ہو جائیگی۔

(پیرے ۸ اور ۹ حذف کر دیے گئے)

زیڈ اے خان

اعزازی سیکرٹری

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۳

۲۔ منسلکہ ۱

۳۔ منسلکہ ۲

۴۔ منسلکہ ۳

۵۔ شائع نہیں کی گئی۔

۷.۱ کا منسلکہ ۱

محمد علی جناح بنام نظام حیدرآباد

۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

جس غیر معمولی بحران سے پاکستان کی نوخیز مملکت اور مسلمان اس وقت گزر رہے ہیں

اس کے باعث یقیناً ہماری پریشانی میں اعلیٰ حضرت بھی برابر کے شریک ہیں۔ دس لاکھ سے زائد مہاجرین مغربی پنجاب اور سندھ میں داخل ہو چکے ہیں اور مزید مہاجرین کے آنے کی توقع ہے۔ وقتاً فوقتاً اخباروں میں ان کی پریشان حالی کی داستانیں شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن ان سے مہاجرین کی مصیبت کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک ایسا المیہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اپنے موروثی گھروں سے نکالے جانے کے بعد انہیں بھوکا پیاسا اور تن ڈھانکنے کے کپڑوں کے بغیر نقل مکانی پر مجبور کر دیا گیا۔ ہزاروں کو بے دردی سے قتل کیا گیا اور ہزاروں شدید زخمی حالت میں ہیں۔ ان سب کو تحفظ، سایۂ عافیت، خوراک اور کپڑوں کی اشد ضرورت ہے۔ ہم نے عوام سے مدد کیلئے اپیلیں جاری کی ہیں لیکن اگر نقد اور اشیاء کی صورت میں فوری طور پر معقول مدد نہ پہنچی تو مغربی پنجاب اور سندھ میں متوقع سخت سردی سے ہزاروں زندگیوں کو بچانا ناممکن ہو جائے گا۔

اس نازک وقت میں مسلمانوں کی آنکھیں قدرتی طور پر اعلیٰ حضرت کی جانب دیکھ رہی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ حیدرآباد ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔ مَیں فوری[1] مدد کیلئے اعلیٰ حضرت، حیدرآباد کی حکومت، امراء اور عوام سے گذارش کرتا ہوں۔

(ایم اے جناح)

۱۔ نظام نے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

۱۰۷ کا منسلکہ ۲

محمد علی جناح بنام آغا خان

بلا تاریخ ستمبر ۱۹۴۷ء

پاکستان کی نوخیز مملکت ایک ایسی آفت سے دوچار ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ روزانہ لاکھوں خستہ حال مہاجرین مغربی پنجاب اور سندھ میں آ رہے ہیں۔ فوری مدد کی ضرورت ہے۔ مزید جانوں کا ضیاع روکنے کے لئے مَیں آپ سے اور آپ کے پیروکاروں سے فراخدلانہ مالی

مدد[1] کی اپیل کرتا ہوں۔

(ایم اے جناح)

ا۔آغا خان نے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

۷.۱ کا منسلکہ ۳

بیرونی ممالک سے قائداعظم ریلیف فنڈ کے نائب صدر کی اپیل

(تار)

بلا تاریخ ستمبر ۱۹۴۷ء

مہربانی فرما کر انسان دوست سوسائیٹوں اور افراد پر واضح کریں کہ ان لاکھوں مہاجرین کی فوری مدد[1] کیلئے جو مغربی پنجاب اور سندھ میں داخل ہو رہے ہیں نقد رقم، دواؤں اور خاص طور پر گرم کپڑوں کی ضرورت ہے تا کہ انہیں پنجاب میں متوقع سخت سردی سے بچایا جا سکے۔ ان مہاجرین کی نا قابلِ بیان خستہ حالی تمام مہذّب انسانوں کیلئے ایک چیلنج ہے۔

ا۔مختلف ذرائع سے وصول ہونے والے عطیات کیلئے دیکھئے دستاویز نمبر ۷.

۷.۲

قائداعظم ریلیف فنڈ کے نائب صدر کی امریکہ سے اپیل[1]

بلا تاریخ ستمبر ۱۹۴۷ء

دنیا کی سب سے نوخیز ریاست پاکستان کی انتظامیہ اس وقت تاریخ کے ایک مہیب بحران سے دوچار ہے۔ متصلہ مملکت ہندوستان سے تقریباً بیس لاکھ مسلمان پاکستان میں داخل ہونے والے ہیں۔ ان کی دنیاوی متاع، پیشے کے اوزار، زرعی آلات، مال مویشی غرضیکہ ہر چیز وہیں رہ گئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں یہ بے کس و بے مایہ اور معذور انسان بھوک اور پیاس سے نڈھال خشک ہونٹوں اور پھٹے کپڑوں کے ساتھ ہماری سرحدوں پر پہنچ رہے ہیں۔ طویل فاقہ کشی

کے باعث سینکڑوں افراد تھکن اور ناتوانی کے ہاتھوں راستے ہی میں دم توڑ گئے ہیں اور بیشتر ہیضے اور دوسری بیماریوں سے جاں بحق ہو رہے ہیں۔ میرا مقصد یہ نہیں کہ مَیں اس المیے کا الزام کسی پر لگاؤں۔ مَیں تو امریکہ کے عوام اور پوری دنیا سے مدد اور ہاتھ بٹانے کی اپیل کر رہا ہوں تا کہ لاکھوں انسانوں کو اس بظاہر ناگزیر ہلاکت سے بچایا جا سکے۔ ان کی جان بچانے کیلئے ہمیں نقدی، خوراک اور دواؤں کی، خاص طور پر کونین اور ہیضے سے بچاؤ کے ٹیکوں کی سخت ضرورت ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ امریکہ اپنی انسان دوستی کی شاندار روایات پر پورا اترے گا اور لاکھوں افراد کو اس عذاب سے نجات دلانے میں ہماری مدد کرے گا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ قائداعظم ریلیف فنڈ کے لئے چندہ اور دیگر عطیات بصد شکر وصول کیے جائیں گے جو مجھے گورنمنٹ ہاؤس کراچی کے پتے پر یا واشنگٹن میں پاکستان کے سفیر کو بھیجے جا سکتے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۸

۷.۳

مسلم ممالک سے محمد علی جناح کی اپیل[۱]

بلا تاریخ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مشرقی پنجاب، دہلی اور بعض ہندوستانی ریاستوں میں فسادات کی وجہ سے لاکھوں مسلمان مہاجرین پاکستان پہنچ چکے ہیں اور اتنی ہی بڑی تعداد ہندوستان کے کیمپوں میں پڑی ہوئی ہے جنہیں مغربی پاکستان کے محفوظ علاقوں میں منتقل کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

مہاجرین کی حالت بہت تشویش ناک ہے۔ اپنے آبائی گھروں سے یوں اچانک نکالے جانے کے باعث وہ اپنے تمام دنیاوی ساز و سامان سے محروم ہو کر اس طرح پہنچ رہے ہیں کہ نہ ان کے پاس کھانے کو روٹی ہے نہ تن ڈھانکنے کو کپڑا ہے۔ ان میں سے ہزاروں معذور اور زخمی ہیں۔

نئی مسلم ریاست پاکستان کو اپنے قیام کی ابتدا ہی میں ایک ایسے بحران سے دوچار ہونا

پڑا جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ہمیں فوری طور پر ان کے لئے روٹی، کپڑے، رہائش، دواؤں اور آبادکاری کا بندوبست کرنا ہے۔

اس کٹھن صورتِ حال سے نمٹنے کیلئے ہم مسلم ممالک میں اپنے بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ آگے آئیں اور پاکستان میں اپنے دینی بھائیوں کا اس مصیبت کے وقت میں ہاتھ بٹائیں اور حتی المقدور مالی اور دیگر نوعیت کی امداد فوری طور پر پہنچائیں۔ موسمِ سرما آیا ہی چاہتا ہے اور مغربی پنجاب اور شمالی سندھ کی سخت سردی مشہور ہے۔ اگر فوری مدد نہ پہنچی تو مہاجرین کی جانیں بچانا مشکل ہو جائے گا۔ ان کیلئے پرانے یا نئے کپڑوں اور کمبلوں کی فوری ضرورت ہے۔

نقدی کی صورت میں تمام عطیات براہ راست حبیب بینک لمیٹڈ، کراچی کو اور سامان کے پارسل قائداعظم ریلیف فنڈ کے اعزازی سیکرٹری کو ۱۲۴۳ اسٹاف لائنز کراچی کے پتے پر بھیجے جائیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۹

۷.۴

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی کا پریس نوٹ[۱]

کراچی

۱۰ جنوری ۱۹۴۷ء

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی نے اب تک حسبِ ذیل رقوم تقسیم کی ہیں:

(۱) انیس لاکھ ۱۸ ہزار روپے مغربی پنجاب کی کمیٹی کو عام امداد، گرم کپڑوں اور رضائیوں کیلئے (۲) پانچ لاکھ روپے مرکزی کمیٹی کو برطانیہ سے ایک لاکھ تین ہزار کمبل خریدنے کیلئے۔ (۳) ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے مرکزی کمیٹی کو مشرقی بنگال سے چودہ ہزار کمبل خریدنے کیلئے (۴) آٹھ لاکھ روپے مرکزی کمیٹی کو کراچی میں رضائیاں تیار کرانے کیلئے (۵) دو لاکھ روپے مشرقی بنگال میں چٹاگانگ کے طوفان زدہ افراد کی مدد کیلئے (۶) تیس ہزار روپے مشرقی بنگال

کو جیسور میں بہاری مہاجرین کیلئے۔

جن مزید رقوم کی منظوری دی گئی وہ حسبِ ذیل ہیں:

(۱) پچیّس ہزار روپے کرسچین کمیٹی آف ریلیف ویسٹ پاکستان کیلئے (۲) پچیّس ہزار روپے برطانوی رضا کاروں، ڈاکٹروں اور نرسوں کے اخراجات کیلئے جو مغربی پنجاب میں کام کر رہے ہیں (۳) پانچ ہزار روپے سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو مہاجر طلباء کیلئے۔

فوجیوں کے خاندانوں کی اعانت کیلئے جو خصوصی رقوم منظور کی گئیں ان کی تقسیم فوجی ہیڈ کوارٹر کی ایک کمیٹی کرے گی۔ ان میں ایک لاکھ روپے پاکستان کی برّی فوج، دس ہزار روپے بحریہ اور پانچ ہزار روپے فضائیہ کیلئے ہیں۔

مندرجہ بالا کے علاوہ مرکزی کمیٹی نے پچاس ہزار کمبل اور رضائیاں مغربی پنجاب بھیجی ہیں جن میں سے تیس ہزار کراچی میں تیار کی گئی تھیں اور باقی عطیے کے طور پر آئی تھیں۔

قائداعظم ریلیف فنڈ کی مرکزی کمیٹی اور صوبائی کمیٹیوں کو کپڑے اور دوسرے عطیات کثیر تعداد میں وصول ہوئے جنہیں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۱

۷.۵

قائداعظم کا پیغامِ تشکّر[۱]

(۱۴ جنوری ۱۹۴۸ء)

جب قائداعظم ریلیف فنڈ میں ایک کروڑ سے زیادہ کی رقم جمع ہو چکی تو قائداعظم نے حسبِ ذیل پیغام جاری کیا:

قائداعظم ریلیف فنڈ میں عطیات کے لئے میری ۱۲ ستمبر کی اپیل[۲] کی پاکستان اور دیگر ممالک کے لوگوں نے بڑی شاندار پزیرائی کی۔ فنڈ نے ایک کروڑ روپے کی حد پار کر لی ہے اور مزید عطیات ابھی تک آ رہے ہیں۔ یہ مقامِ مسرّت ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات اور مختلف

فرقوں کے لوگوں نے عطیات دیے ہیں۔ مَیں دنیا کے تمام ممالک، خاص طور پر برطانیہ، امریکہ، جنوبی افریقہ اور اسلامی ممالک کے ہمدرد لوگوں کا شکر گزار ہوں۔ اگرچہ ساٹھ لاکھ مہاجرین میں سے اکثر کو آباد کر دیا گیا ہے لیکن اس وقت بھی بہت سے ایسے ہیں جنہیں مدد کی فوری ضرورت ہے۔ آباد شدہ مہاجرین کی ضروریات میں پوشش، کمبل اور ادویات شامل ہیں۔ لہٰذا مَیں اپنے عوام، امدادی کارکنوں، منتظموں، دوستوں اور ہمدردوں سے مزید کوشش اور ایثار کی التماس کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ پاکستان میں ہر فرد اور بیرونی ممالک میں ہمارے احباب اس انسانی ہمدردی کے کام میں اپنی کوششیں جاری رکھیں گے تا کہ ان لوگوں کی زندگیوں کو قابلِ برداشت اور ممکن ہو تو آرام دہ بنایا جا سکے جنہوں نے بڑی صعوبتیں سہی ہیں اور اس المیے اور بحران میں اپنا سب کچھ کھو کر یہاں پہنچے ہیں۔۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۲
۲۔ دستاویز نمبر ۵.۳

۷.۶

قائداعظم ریلیف فنڈ کے اعزازی سیکرٹری کا پریس نوٹ[1]

کراچی
۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

مہاجرین کی امداد پر تا حال تقریباً ڈھائی کروڑ روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔
قائداعظم کی اپیل پر پاکستان اور دیگر ممالک سے دسمبر ۱۹۴۹ء کے آخر تک ملنے والے عطیات کی رقم ۴-۸-۳۰۱۶۳۰۴۲ روپے ہو گئی۔ اس رقم میں سے -/۲۳۲۸۴۹۴۸ روپے مہاجرین کے لئے امدادی کارروائیوں پر مختلف صوبائی کمیٹیوں اور مرکزی کمیٹی نے خرچ کیے اور -/۱۵۷۷۸۸۳۹ روپے گرم کپڑوں، کمبلوں اور رضائیوں کی خریداری پر خرچ ہوئے۔ سیلاب زدگان کی امداد پر -/۲۱۰۰۰۰۰ روپے صرف کئے گئے جبکہ طبی امداد پر -/۹۱۱۷۵۶ روپے

حرچ ہوئے۔

طویل فاقہ کشی کے بعد جو مہاجرین خیریت سے پہنچ گئے ان کیلئے خوراک اور بچوں کیلئے خصوصی غذا کا انتظام کرنا ضروری تھا لہٰذا اس مد میں -/۷۵۶۰۳۸ روپے صرف ہوئے۔

طلباء کی مدد

اسکول اور یونیورسٹی کے طلباء کی کثیر تعداد کو تعلیم جاری رکھنے کے لئے مدد درکار تھی۔ دسمبر ۱۹۴۹ء کے اختتام تک اس مد میں -/۱۱۵۰۰۰ روپے خرچ کئے گئے جس سے مغربی پنجاب اور سندھ کی یونیورسٹیوں کے طلباء زیادہ مستفیض ہوئے۔

فوجی خاندانوں کی آبادکاری

پاکستانی مسلّح فوج کے ارکان اور ان کے خاندان بھی مہاجرین میں شامل تھے اور انہیں نہ صرف فوری مدد کی بلکہ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرنے کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کیلئے فنڈ نے تینوں مسلّح افواج کے کمانڈرز انچیف کے توسط سے -/۷۷۰۰۰۰ روپے خرچ کئے۔ اس رقم میں سے -/۳۰۰۰۰۰ روپے فوجی خاندانوں کو بہاولپور میں آباد کرنے پر خرچ ہوئے۔

مہاجرین کی امداد اور آبادکاری کی متفرق مدوں میں -/۱۸۵۳۳۱۵ روپے مزید خرچ ہوئے۔

متفرق اخراجات

چونکہ مہاجرین کی زیادہ تعداد مغربی پنجاب میں آئی تھی اور تمام صوبوں سے زیادہ چندہ بھی یہیں سے اکٹھا ہوا تھا لہٰذا مرکزی کمیٹی نے پنجاب کو فنڈ کی آدھی رقم یعنی -/۹۴۷۷۸۴۹ روپے ادا کئے۔

مرکزی کمیٹی نے مختلف مقاصد کیلئے -/۱۶۷۱۷۹۰ روپے مختص کئے۔ مشرقی بنگال کمیٹی کو -/۱۳۱۳۱۱۵ روپے دیے گئے، صوبہ سرحد کی کمیٹی کو -/۲۶۵۶۰۰ روپے، سندھ کمیٹی کو -/۱۹۴۰۶۲۵ روپے، بلوچستان کمیٹی کو -/۲۹۵۰۰۰ روپے اور کراچی کمیٹی کو -/۴۲۶۰۰۰ روپے دیئے گئے۔

بعدازاں اس فنڈ سے (۱) پانچ لاکھ روپے، دستکاروں اور کاریگروں کیلئے، (۲) ایک

لاکھ روپے پاکستان اسپنرز اینڈ ویورز ایسوسی ایشن کیلئے (۳) دس ہزار روپے صوبۂ سرحد میں نادار عورتوں کے اسپننگ ہوم کیلئے دیے گئے۔

کمیٹی نے کراچی میں جناح سنٹرل ہسپتال میں ۵۰ بستروں اور مہاجرین کے علاج معالجے کیلئے -/۱۲۰۰۰۰ روپے ادا کئے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۳

۷.۷

قائداعظم ریلیف فنڈ میں عطیہ دینے والوں کی فہرست[1]

چونکہ عطیات کی متفرق فہرستیں بیسیوں صفحات پر مشتمل ہیں لہٰذا صرف چیدہ چیدہ عطیات کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ بیرونی ممالک سے عطیات

نمبر شمار	تاریخ	نام	رقم
۱۔	۲۷-۹-۴۷	مسلم لیگ، وولور ہیمپٹن۔ برطانیہ	-/۱۷-۱۰۰۵ پاؤنڈ
۲۔	۱۱-۱۰-۴۷	مسلم ویمین کمیٹی، ٹرانسوال۔ جنوبی افریقہ	-/۲۴۲۳ روپے
۳۔	۱۶-۱۰-۴۷	حق نواز مہل۔ اعزازی سیکرٹری، پاکستان ریلیف کمیٹی۔ ہانگ کانگ	-/۳۰۰۰۰ روپے
۴۔	۲۲-۱۰-۴۷	مسلم لیگ مانچسٹر۔ برطانیہ	-/۲۵۰۰۰ روپے
۵۔	۵-۱۱-۴۷	مسلم لیگ، گلاسگو۔ برطانیہ	-/۷۲۵ پاؤنڈ
۶۔	۱۷-۱۱-۴۷	اے ایم مولا، اعزازی سیکرٹری۔ پاکستان ریلیف کمیٹی، نیٹال۔ جنوبی افریقہ	-/۱۳۱۲۷ روپے اور -/۴۰۰۰۰ ڈالر
۷۔	۴-۱۲-۴۷	مسلم ملازمین، اینگلو ایرانین آئل کمپنی۔ ایران	-/۸۳۷۳ روپے

۸۔ ۴۷-۱۲-۴ برٹش ریڈ کراس سوسائٹی -/۱۰۰۰۰۰ پاؤنڈ

۹۔ ۴۷-۱۲-۱۲ مریم خاتون، اعزازی سیکرٹری مسلم لیگ۔ پریٹوریا۔جنوبی افریقہ -/۹۲۳۶۲ روپے

۱۰۔ ۴۷-۱۲-۱۲ ایم مایت، جوہانسبرگ۔جنوبی افریقہ -/۶۷۶۲ روپے

۱۱۔ ۴۷-۱۲-۱۲ صوبیدار اللہ دتا، جاہور باہرو۔ملایا (موجودہ ملیشیا) -/۳۱۸۲ روپے

۱۲۔ ۴۸-۱-۱۳ داؤد حاجی، اعزازی سیکرٹری مسلم جماعت لنڈنبرگ، جرمنی -/۱۵۳۶۶ روپے

۱۳۔ ۴۸-۲-۲ اعزازی سیکرٹری، مسلم ایسوسی ایشن۔ٹانگانیکا (موجودہ تنزانیہ) -/۱۰۶۷۹ روپے

۱۴۔ ۴۸-۲-۲۰ ماریشس کے مسلمانوں کے عطیات -/۲۵۰۰۰ روپے

۱۵۔ ۴۸-۲-۲۳ پاکستان فنڈ، کمپالا۔یوگنڈا -/۱۴۲۷۵ روپے

۱۶۔ ۴۸-۴-۱ پاکستان ریلیف فنڈ، نیروبی۔کینیا -/۳۳۲۷۴ روپے

۱۷۔ ۴۸-۵-۱۷ پاکستان ریلیف فنڈ۔کیپ ٹاؤن۔جنوبی افریقہ -/۲۶۴۳۷ روپے

۱۸۔ ۴۸-۸-۳ امپیریئل بینک لندن کے ذریعے عطیات -/۲۵۰۰۰ روپے

۱۹۔ ۴۸-۸-۲۷ عبدالستار اسحاق، ڈربن۔جنوبی افریقہ -/۶۵۹۸ روپے

۲۰۔ ۵۰-۸-۱۸ سیکرٹری مسلم جماعت، ٹرانسوال۔جنوبی افریقہ -/۴۵۰۰۰ روپے اور -/۲۰۰ پاؤنڈ

۲۱۔ ۵۳-۱-۸ عبداللہ السلیم الصباح۔امیر کویت -/۳۰۰۰۰ روپے

ب۔اہم اور بڑے عطیات

۱۔ ۴۷-۹-۲۹ امیر بہاولپور -/۵۰۰۰۰۰ روپے

۲۔ ۴۷-۱۰-۶ حاجی احمد ناگرا۔کراچی -/۲۰۰۰۰ روپے

۳۔ ۴۷-۱۰-۱۳ ایک ہمدرد -/۱۰۰۰۰ روپے

۴۔	۱۴-۱۰-۴۷	ابراہیم یوسف گاردی معرفت مولانا شبیر احمد عثمانی۔کراچی	-/۱۰۰۰۰روپے
۵۔	۱۵-۱۰-۴۷	نظام حیدرآباد	-/۵۰۰۰۰۰روپے
۶۔	۲۵-۱۰-۴۷	پاکستانی باشندے۔کابل	-/۱۲۰۰۰۰افغانی
۷۔	۱-۱۱-۴۷	سرمراتب علی۔لاہور	-/۵۰۰۰۰روپے
۸۔	۲۶-۱۱-۴۷	الحاج شیخ مصطفےٰ بن عبداللطیف، کراچی	-/۵۰۰۰۰روپے
۹۔	۱۱-۱۲-۴۷	والیِ سوات	-/۴۰۰۰۰۰روپے
۱۰۔	۲۲-۱۲-۴۷	محکمۂ تعلیمات مغربی پنجاب	-/۱۰۰۰۰۰روپے
۱۱۔	۱۶-۲-۴۸	ایگزیکٹو آفیسر۔کوئٹہ میونسپلٹی	-/۲۰۰۰۰روپے
۱۲۔	۱۸-۴-۴۸	فرنٹیئر فورس رائفلز	-/۱۵۶۰۰روپے
۱۳۔	۲۰-۴-۴۸	افواجِ پاکستان	-/۱۱۷۷۹۸روپے
۱۴۔	۲۵-۴-۴۸	صدر ایگزیکٹو کونسل۔ریاست خیرپور	-/۵۰۰۰۰روپے
۱۵۔	۱۶-۱۰-۴۸	نواب سر غیبی خاں چانڈیو۔لاڑکانہ	-/۱۸۰۰۰روپے
۱۶۔	۸-۱۱-۴۸	آغا خان	-/۵۰۰۰۰۰روپے
۱۷۔	۲-۱۲-۴۸	بنگال آئل ملز لمیٹڈ۔کراچی	-/۲۵۰۰۰روپے
۱۸۔	۴-۱۲-۴۸	شیخ غلام حسین ہدایت اللہ۔گورنر سندھ	-/۲۵۰۰۰روپے
۱۹۔	۱۳-۱۲-۴۹	ضلع مظفر گڑھ	-/۱۰۰۰۰۰روپے

ج۔دیگر عطیات

(چند نمایاں نام دیے گئے ہیں)

۱۔	۲۸-۸-۴۷	برٹ انسٹیوٹ کے اینگلو انڈین ارکان	-/۴۰۰۰روپے
۲۔	۶-۱۰-۴۷	فرسٹ بٹالین۔۱۴ پنجاب رجمنٹ	-/۶۸۰۰روپے
۳۔	۱۴-۱۰-۴۷	حاجی علی محمد، مدرّس۔لاڑکانہ	-/۲روپے

۴۔	۱۴-۱۱-۴۷	مستری دھرم چند۔سیالکوٹ	ایک روپیہ چار آنے
۵۔	۱۶-۴-۴۸	ٹوچی اسکاؤٹس۔میران شاہ	-/۸۰۰۰روپے
۶۔	۳-۸-۴۸	دارالسلام کی مسلم ایسوسی ایشن۔کراچی	-/۵۶۷۹روپے
۷۔	۱۵-۲-۴۹	ایک پارسی خاندان۔کراچی	-/۱۰روپے

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۱۴



قائداعظم جواہر لال نہرو کے ہمراہ، شملہ، ۱۹۴۶ء



قائداعظم ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے صدر منتخب ہونے کے بعد باہر آتے ہوئے

۸

متفرقات

۸.۱

وائسرائے کی نجی رپورٹ

۸.۱.۱

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل[1]

(اقتباس۔انتہائی خفیہ/نجی)

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں برطانوی راج کا یہ آخری ہفتہ انتہائی ہیجان میں گذرا۔نہایت صبر آزما حالات میں ہر روز، بلکہ کبھی کبھی تو دن میں کئی کئی بار، بدلتے ہوئے مسائل سلجھانے میں ہم دیر تک مصروف رہے۔ میرا زیادہ وقت ریاستوں کے مسئلے پر صرف ہوتا رہا، خصوصاً ان حکمرانوں کے معاملے میں جو آخری وقت تک فیصلہ نہیں کر پائے کہ وہ الحاق ہندوستان سے کریں یا پاکستان سے یا کسی ایک سے بھی نہیں۔ مَیں کراچی کو الوداع کہنے گیا[2] اور انتقالِ اقتدار کے دن دہلی میں غیر معمولی تقریبات میں حصہ لیا۔

(پیرے ۲ تا ۷ حذف کر دیے گئے)

۸۔۲۲ جولائی کے اجلاس میں پارٹیشن کونسل نے ایک بیان[3] جاری کیا جس میں ممبران نے عہد کیا کہ وہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ، جیسے بھی ہوں، قبول کر لیں گے اور جب بھی ان ایوارڈز کا اعلان ہوا ان پر غیر جانبداری سے عمل کرائیں گے۔

۹۔ان ایوارڈز پر اندیشے سے کہیں زیادہ برے ردِعمل کا اندازہ لیاقت علی خاں کے اس

پیغام سے ہو گیا تھا جو پاکستان کے سیکرٹری کابینہ محمد علی نے دہلی میں ازمے کو دیا۔ نہایت سخت الفاظ میں پیغام تھا کہ اگر یہ سچ نکلا کہ شمالی پنجاب کے ضلع گورداسپور یا اس کے کسی بڑے حصے کو باؤنڈری کمیشن نے مشرقی پنجاب میں شامل کر دیا ہے تو جناح اور حکومتِ پاکستان اسے ایک سنگین امر تصوّر کریں گے اور اگر یہ ثابت ہوا کہ یہ فیصلہ قانونی کے بجائے سیاسی عوامل پر مبنی تھا تو برطانیہ پر پاکستان کے اعتماد کو شدید ٹھیس پہنچے گی جس کی وجہ سے دونوں ممالک کے دوستانہ تعلقات خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔

۱۰۔ اپنے ۱۱ اگست کے جواب[۴] میں ازمے نے لیاقت کو بتایا کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈز تب تک خود وائسرائے کو وصول نہیں ہوئے تھے اور یہ کہ وائسرائے کا ان فیصلوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور وہ اس سارے معاملے سے الگ تھلگ رہنے کا تہیّہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جتلایا کہ خود ہندوستانی رہنماؤں نے باؤنڈری کمیشنوں کے اراکین منتخب کئے، ان کی شرائطِ کار کا تعیّن کیا ہے اور ان کے فیصلوں پر عملدرآمد کا وعدہ بھی کیا۔

۱۱۔ ۱۲ اگست کو ریڈکلف نے مجھے حتمی طور پر بتایا کہ ایوارڈز اگلے دن مکمل ہو جائیں گے۔[۵] کچھ عرصے سے ہم اس سوال پر غور کر رہے ہیں کہ ان ایوارڈز کو کب اور کس طرح شائع کیا جائے۔[۶] انتظامی نقطۂ نگاہ سے ان کی فوری اشاعت سے یہ فائدہ ہوتا کہ ۱۵ اگست سے پہلے نئی سرحدوں کا تعیّن ہو جاتا اور تفویض شدہ اضلاع کی دیکھ بھال کیلئے متعلقہ مملکتوں کے عہدیدار اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاتے۔ تاہم ہمیں شروع سے یہ احساس بھی تھا کہ اشاعت میں جتنی دیر کی جائے اتنی ہی انگریزوں سے ناگزیر نفرت میں کمی آ جائے گی۔

(پیرے ۱۲ اور ۱۳ حذف کر دیے گئے)

۱۴۔ ۱۳ اگست کو مَیں نے جناحؒ اور نہرو کو لکھا کہ کراچی روانہ ہونے سے پہلے مجھے کوئی بھی ایوارڈ وصول نہیں ہوا اور یہ تجویز کیا کہ ۱۶ اگست کو گورنمنٹ ہاؤس میں ایک اجلاس منعقد کر کے ایوارڈز کی اشاعت کے مناسب وقت اور طریقِ کار کا فیصلہ کیا جائے اور پارٹیشن کونسل نے ایوارڈز تسلیم کرنے کا جو عہد کیا تھا اس پر عمل درآمد اور ایوارڈز کے فیصلوں کے نفاذ کے طریقوں کا

تعیّن کیا جائے۔

(پیرے ۱۵ تا ۱۹ حذف کر دیے گئے)

۲۰۔ باؤنڈری کمیشن کے فیصلوں کے بارے میں افواہوں سے پنجاب میں وسیع پیمانے پر فسادات شروع ہو گئے اور اگر مخلوط پنجاب باؤنڈری فورس موجود نہ ہوتی (جو مَیں نے پارٹیشن کونسل کے ذریعے قائم کی تھی) تو یہ فسادات ایک وسیع فرقہ وارانہ جنگ میں تبدیل ہو جاتے۔ امرتسر اور اس کے نواح میں سکھوں نے مضبوط مسلّح جتھے بنا لئے ہیں جو مسلم اکثریتی دیہات پر ہر رات تین چار حملے کرتے ہیں۔[8] یہ جتھے بہت منظّم ہیں اور ان کے ساتھ اکثر گھڑ سوار بھی ہوتے ہیں جن کو مناسب موقع تاکنے کیلئے بطور اسکاؤٹ استعمال کیا جاتا ہے۔ ضلع لاہور میں اسی مقصد کیلئے مسلمانوں کے جتھے بھی بنائے گئے ہیں لیکن ان کی تعداد کم اور افرادی قوت مختصر ہے اور وہ اتنے منظّم بھی نہیں ہیں۔ مسلّح جتھوں سے فوج کی چند موقعوں پر کامیاب مڈھ بھیڑ بھی ہوئی جب یہ جتھے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے اور انہیں کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ صرف ایک ٹینک نے جتھے کے ۶۰ سے زیادہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۱۲۔ امرتسر میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت زیادہ ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر کی پولیس کمزور پڑ گئی ہے کیونکہ نئے ہندو پولیس سپرنٹنڈنٹ نے مسلمان پولیس والوں کو نہتا کر دیا تھا۔[9] لاہور میں گڑبڑ امرتسر کے قتل عام پر مسلمانوں کے ردِ عمل کا نتیجہ ہے۔ یہاں کی سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ پولیس والوں نے جو زیادہ تر مسلمان ہیں[10] اپنے فرائض چھوڑ دیے ہیں۔ آکنلک نے اطلاع دی ہے کہ اس کے ٹھوس ثبوت موجود ہیں کہ پولیس اپنے ہندوستانی افسروں کے احکامات کی پرواہ نہیں کر رہی ہے۔ بچے کھچے یورپی افسر ۱۴ تاریخ کو چلے گئے ہیں اور بعض موقعوں پر پولیس خود بھی فسادیوں کے ساتھ مل گئی ہے۔[11]

۲۲۔ مقامی مسلم رہنما اس کوشش میں ہیں کہ مسلمان فوجی بھی پولیس کے نقشِ قدم پر چلیں لیکن انہیں تا حال اس میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ ۱۳ اگست تک پنجاب کے تمام علاقوں میں تقریباً ۱۵۰۰ شہری قتل یا زخمی ہوئے ہیں۔ فوج کی کارروائی میں ۲۰۰ سے کچھ کم فسادی مارے

گئے یا زخمی ہوئے۔

(پیرے ۲۳ تا ۲۷ حذف کر دیے گئے)

۲۸۔ صوبۂ سرحد کے نئے لیکن آزمودہ کار گورنر سر جارج کنگھم نے ۱۱ کی رات جناح کے ساتھ اور ۱۲ کی رات دہلی میں میرے ساتھ گذاری اور ۱۴ تاریخ کو لوک ہارٹ سے اپنے عہدے کی ذمّہ داری سنبھال لی۔ انہیں میرے اس خیال سے پورا اتفاق ہے کہ خان صاحب کی وزارت کی برطرفی ایک غیر آئینی اور غیر دانشمندانہ عمل ہوگا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے جناح کو آمادہ کیا ہے کہ انہیں یہ موقع دیا جائے کہ وہ انتہائی اقدام سے پہلے خان صاحب سے بات کر کے کوئی تسلّی بخش تصفیہ کرا سکیں۔[۱۲]

(پیرا ۲۹ حذف کر دیا گیا)

۳۰۔ اپنی پچھلی رپورٹ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ مَیں نے اپنے آئینی مسوّدہ نویس ککک (Cooke) اور پاکستان کے سیکرٹری کابینہ محمد علی کو جو اس وقت دہلی میں تھے کراچی بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہاں انہوں نے اثاثوں کی تقسیم کے ایک ترمیم شدہ فارمولے پر تصفیہ کرایا جس سے ہندوستان کو وہ کچھ مل گیا جو وہ چاہتا تھا اور کسی حد تک پاکستان کی ساکھ بھی برقرار رہی۔ قرضوں کی ذمّہ داری پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا لیکن مَیں نے ولبھ بھائی پٹیل[۱۳] کو تیار کیا ہے کہ مجھے یہ تجویز بھیجیں کہ سرکاری قرضوں کی ذمّہ داری ہندوستان پر ہوگی اور وہ پاکستان کے حصّے کے تقریباً دو ارب روپے پچاس سال کے عرصے میں، جواب سے تین یا چار سال بعد شروع ہوگا، وصول کرے گا۔

۳۱۔ مجھے تو یہ بہت مناسب لگا اور مَیں نے سیکرٹری آف اسٹیٹ کو تار دیا[۱۴] کہ ان حالات میں آیا مَیں وہ حکم نامہ جاری کر دوں جس کا متن پہلے ہی انہیں بھیج دیا گیا تھا، گو عبوری حکومتوں کے درمیان سمجھوتے کے مطابق اثاثوں کے فارمولے میں ترمیم ہو سکے گی۔ مَیں نے ککک کو لندن روانہ کر دیا ہے تا کہ وہ زبانی صورتِ حال بتا سکیں۔ مجھے یقین تھا کہ یہ حکم نامہ جاری کرنے کا کہا جائے گا۔ ممکن ہے پاکستان ۱۵ اگست کے بعد اسے منسوخ کر دے لیکن اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ ایک غیر معقول فعل لگے گا۔

۳۲۔ کراچی میں قیام کے دوران مَیں نے اس مسئلے پر پہلے لیاقت سے بات کر کے انہیں اپنا طرفدار بنایا پھر ہم دونوں نے جناح سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا کہ فی الحال وہ شدید مصروفیت کے باعث اس مسئلے پر غور نہیں کر سکتے اور یہ کہ وہ اس بارے میں اپنا جواب ہفتے دس دن میں دے دیں گے۔ مَیں نے ان سے کہہ دیا کہ مَیں مزید انتظار نہیں کر سکتا اور مجھے اس کیلئے ان کی منظوری کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اس حکم نامے کا اجراء میری صوابدید پر ہے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ سیکرٹری آف اسٹیٹ جیسا حکم نامہ بھی چاہیں گے مَیں جاری کر دوں گا۔ بالآخر مَیں نے اپنے اس موقف پر لیاقت کی حمایت بھی حاصل کر لی کہ پٹیل کے خط کے پیشِ نظر اس طرح کے حکم نامے سے پاکستان کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اس سے ہندوستان کے ساتھ معاشی چپقلش کا تدارک ہو گا۔ آخرکار جناح نے کہا ''اگر آپ نے یہ معاملہ سیکرٹری آف اسٹیٹ کے ہاتھ میں دے ہی دیا ہے تو مَیں اس کے متعلق اور کیا کر سکتا ہوں۔'' جب سیکرٹری آف اسٹیٹ کا تار[۱۵] موصول ہوا کہ مَیں یہ حکم نامہ جاری کر سکتا ہوں تو مَیں نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اگر یہ حکم نامہ جاری نہ ہوتا تو پارٹیشن کونسل کا گذشتہ دو مہینوں کا قابلِ قدر کام ضائع ہو جاتا۔[۱۶]

۳۳۔ ۱۵ اگست کی ایک رپورٹ[۱۷] کے مطابق سکھ رہنما تارا سنگھ نے دہلی سے کراچی جانے والی پاکستان اسپیشل ٹرینوں کو تباہ کرنے، کراچی میں جناح کے سرکاری جلوس پر بم پھینکنے اور بعض کنال ہیڈ ورکس پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے ہیں۔ ایک ایسی ہی ٹرین کو بارودی سرنگ بچھا کر پٹڑی سے اتار دینے کے واقعے سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

۳۴۔ جنکنز، موڈی اور ترویدی (پنجاب کے موجودہ گورنر اور مغربی اور مشرقی پنجاب کے آئندہ گورنر) نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ جب تک حد بندی کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان نہ ہو اور امن کے قیام کی ذمّہ داری نئی حکومتوں کی نہ ہو جائے گرفتاریاں نہیں کرنی چاہئیں۔ مَیں نے اس فیصلے سے اتفاق کیا کیونکہ پیشگی گرفتاریوں سے سکھوں کی طرف سے مزید ہنگامہ آرائی کا امکان تھا۔[۱۸]

(پیرے ۳۵ تا ۴۰ حذف کر دیے گئے)

۴۱۔ بعض ہندوستانی ریاستوں کے فرمانرواؤں کا طرزِ عمل انتہائی حیرت انگیز ہے۔

میں نے اپنی پچھلی رپورٹ[19] میں ذکر کیا تھا کہ مَیں نے ۸ اگست کو مہاراجہ جودھپور کو بلایا اور اگلی صبح ان سے ملاقات کی[20] انہوں نے صاف مان لیا کہ وہ جناح کے ساتھ پاکستان سے الحاق کا محض ڈھونگ رچا رہے ہیں۔

۴۲۔ اس معاملے کی اہمیت یہ ہے کہ جودھپور کے الحاق سے دیگر متصلہ ریاستوں مثلاً جے پور، اودے پور وغیرہ کی پاکستان میں شمولیت کا امکان پیدا ہو جاتا (مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان ریاستوں کو جودھپور کا ساتھ دینے کی دعوت دی گئی تھی جو انھوں نے مسترد کر دی)۔ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کو اس کی بھنک پڑ گئی اور پٹیل اس کے تدارک کیلئے ہر حربہ استعمال کرنے کو تیار ہو گئے۔ انہوں نے اس بات کا ذمّہ لیا کہ جودھپور کے راجپوتوں کو اسلحہ رکھنے اور بغیر کسی رکاوٹ کے اسلحہ درآمد کرنے کی اجازت ہوگی اور وہاں کے قحط زدہ اضلاع میں ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے اشیائے خوردنی پہنچائی جائیں گی اور مزید برآں وہ جودھپور سے کچھ تک ریلوے لائن ترجیحاً بچھائیں گے تا کہ ان کے لئے ایک بندرگاہ کھل جائے اور کچھ کو اجازت دی جائے گی کہ وہ ہندوستان کی کسٹم یونین میں شامل ہو جائے۔[21] ان باتوں سے مہاراجہ کو تسلّی ہو گئی اور ان کو احساس ہو گیا کہ وہ ایک کلّی طور پر ہندو ریاست کو پاکستان میں شامل نہیں کر سکتے۔

۴۳۔ دہلی میں کام کا دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ اس ہفتے مَیں نے کبھی کبھی ایک ہی وقت میں دو اور ایک مرتبہ تین ملاقاتیں مختلف کمروں میں کیں۔ مَیں نے وی پی مینن کے سپرد یہ کام کیا تھا کہ وہ میرے مطالعے کے کمرے میں جودھپور سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کروالیں جب کہ مَیں اس وقت اپنی اہلیہ کے مطالعے کے کمرے میں حیدرآباد کے وفد سے گفت وشنید کر رہا تھا۔ میری غیر موجودگی میں جودھپور کے نوجوان راجہ نے ریوالور نکال کر مینن سے کہا کہ اگر اس نے جودھپور کے بھوکے عوام سے غدّاری کی تو اسے کتّے کی طرح گولی ماردی جائے گی۔[22] بہرحال راجہ نے دستخط کر دیے۔

(پیرے ۴۴ تا ۴۶ حذف کر دیے گئے)

۴۷۔ اپنی پچھلی رپورٹ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ نواب بھوپال اپنے منصب سے

دستبردار ہونے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ مَیں نے دوبارہ ملاقات میں ان پر زور دیا کہ وہ اس موقع پر ایسی بزدلانہ حرکت نہ کریں۔[۲۳] اب انہوں نے لکھا ہے کہ دہلی سے واپسی پر ان کی رعایا کے پچاس ہزار افراد ہوائی اڈّے پر ان سے ملنے آئے اور انہیں تب تک وہاں سے نکلنے نہیں دیا جب تک انہوں نے دستبردار نہ ہونے کا وعدہ نہ کرلیا۔ وہ بہرحال فی الوقت دستبردار نہیں ہوں گے۔[۲۴]

۴۸۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ انہیں دس دن کی مہلت دی جائے تا کہ وہ ۱۵ اگست تک طے شدہ شرائط پر الحاق کی دستاویز پر دستخط کرسکیں۔[۲۵] پٹیل نے کہا کہ وہ کسی ریاست کو مستثنیٰ نہیں کرسکتے لیکن انہوں نے مجھے یہ اجازت دی کہ مَیں بھوپال سے ایک نجی بندوبست کرلوں جس کے مطابق نواب بھوپال الحاق کی دستاویز اور علیٰ حالہٖ معاہدے پر دستخط کر کے ایک سربمہر لفافے میں میری تحویل میں دے دیں جو مَیں ۲۵ اگست تک اپنے پاس ہی رکھوں اور اگر وہ اس تاریخ سے پہلے مجھے اور کوئی ہدایت نہ دیں تو مَیں کاغذات اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے حوالے کردوں۔[۲۶]

۴۹۔ مہاراجہ اندور نے اپنے کئی ساتھی حکمرانوں کو تار بھیجے تھے کہ وہ آخری وقت تک الحاق کی دستاویز پر دستخط نہ کریں کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ اس طرح وہ بہتر شرائط حاصل کرسکیں گے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ ان شرائط میں کیا بہتری چاہتے ہیں تو وہ کوئی خاص تجویز نہیں دے سکے۔ متعدّد حکمرانوں مثلاً جام صاحب، مہاراجہ جودھپور، مہاراجہ بھرت پور وغیرہ نے مجھے مہاراجہ اندور کے تار کی نقول بھیجی تھیں جنہیں پڑھ کر پٹیل بہت غصے ہوئے۔ مہاراجہ اندور نے ۱۵ اگست سے پہلے اپنی دستخط شدہ الحاق کی دستاویز نہیں بھیجی لیکن ۱۵ اگست کو بھیج دی۔ اس پر ۱۴ اگست کی تاریخ درج تھی۔[۲۷] پٹیل اسے قبول نہ کر کے اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا چاہتے تھے لیکن پھر انہوں نے کہا کہ وہ اس معاملے پر مہاراجہ سے خود گفتگو کریں گے۔[۲۸] وہ یہ شرط لگانے کا سوچ رہے ہیں کہ مہاراجہ اپنے انتہائی ناموزوں انگریز دیوان کو برطرف کردیں اور میرے خیال میں یہ عمل سب کے مفاد میں ہوگا۔

(پیرا ۵۰ حذف کردیا گیا ہے)

۵۱۔ لہٰذا اب کوئی ریاست بغیر الحاق کے باقی نہیں رہی ہے (حیدرآباد[۲۹] اور بھوپال کے

مسلم حکمرانوں کو وقت کی توسیع سے قطع نظر) سوائے کشمیر کے جہاں مہاراجہ نے بالآخر اپنے دیوان کاک[۳۰] کو برطرف کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اب وہ پاکستان یا ہندوستان میں شمولیت کیلئے استصوابِ رائے کی بات کررہے ہیں بشرطیکہ باؤنڈری کمیشن انہیں کشمیر اور ہندوستان کے درمیان زمینی رابطہ مہیا کردے۔ ایسا لگتا ہے کہ برطانوی اقتدار کے آخری تین ہفتوں میں ریاستوں کا مشکل مسئلہ تسلّی بخش طور پر حل ہوگیا ہے۔

۵۲۔ تاجِ برطانیہ کے نمائندے کی حیثیت سے میری خواہش تھی کہ مَیں ان حکمرانوں کو اپنی ریاستوں میں آئینی اصلاحات نافذ کرنے کی رغبت دلاؤں لیکن ریاست ریوا کے سوا وقت نے مجھے اس کی مہلت نہیں دی۔ اس ریاست کے سابقہ حکمران کو بمبئی میں ایک قتل کرانے پر برطرف کردیا گیا تھا۔ اس کے جانشین بیٹے نے مجھے بتایا کہ اسے خوف ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد کہیں اس کا باپ زبردستی آکر اقتدار نہ چھین لے۔ مَیں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ وسیع آئینی اصلاحات کا اعلان کرے۔ اس نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور میرے پبلسٹی اتاشی نے اس کی ضروری تشہیر کا منصوبہ بنالیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ نہ صرف دوسری ریاستوں کیلئے اچھی مثال ہو گی بلکہ پرانے راجہ کی واپسی کا راستہ بھی رک جائے گا۔

۵۳۔ مَیں اور میری اہلیہ اہل پاکستان کو دعائے خیر اور الوداع کہنے ۱۳ اگست کی شام کراچی روانہ ہوئے۔[۳۱] ہوائی اڈے سے تمام راستوں پر استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا اور جناح کے نئے ملٹری سیکرٹری کرنل برنی (Col. Birnie) نے جو ہماری موٹر میں تھے کہا کہ یہ ہجوم اس سے کہیں زیادہ ہے جو جناح کے پہنچنے پر تھا۔ گو مجھے اس پر یقین نہیں آرہا تھا لیکن دوسرے ذرائع سے اس کی توثیق ہوگئی۔ برنی نے مجھے بتایا کہ ایک سازش کا انکشاف ہوا ہے کہ جب دوسرے روز سرکاری جلوس نکلے گا تو جناح پر بم پھینکا جائیگا۔ (دیکھئے پیراگراف ۳۲) اور اب اس پر غور کیا جارہا ہے کہ آیا اس جلوس کو منسوخ کردیا جائے یا اس کا راستہ بدل دیا جائے لیکن جناح نے کہا کہ اگر مَیں جلوس میں شرکت پر تیار ہوں تو وہ بھی تیار ہیں۔ لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

۵۴۔ اسی شام مَیں نے پاکستان کابینہ کی صدارت کی جس میں پاکستان کے لئے

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی ترمیم کے احکام منظور کئے گئے۔ لیکن اس موقعے پر ایک آخری اختلاف کھڑا ہو گیا۔ پاکستان کابینہ کی خواہش تھی کہ مَیں یہ حکم بھی شامل کر دوں کہ مرکزی حکومت کے مشورے پر گورنر جنرل ایک صوبائی گورنر کو اپنی وزارت برطرف کرنے کا حکم دے کر صوبے کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔ یہ مجوزہ ترمیم دفعہ ۹۳ کی طرح تھی جس پر بہت زیادہ تنقید ہو چکی ہے۔ لہٰذا میرے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ مَیں اس طریقِ کار کے تسلسل کو برطانوی انتقالِ اقتدار کے ساتھ منسلک کر دوں۔ لیکن وہ اس بات پر اس قدر مُصر تھے کہ بغیر جھگڑا بڑھائے میرے لئے یہی راستہ تھا کہ مَیں ان سے کہوں کہ اس مسئلے کو سیکرٹری آف اسٹیٹ کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے نقطۂ نظر کی حمایت کریں گے۔[۳۲]

۵۵۔ ۱۳ تاریخ کی رات کو ۶۰ افراد کیلئے ایک سرکاری عشائیہ ہوا جس کیلئے دو باتوں پر اتفاق ہوا تھا اوّل یہ کہ دو جامِ صحت تجویز کیے جائیں گے اور دوم یہ کہ کوئی تقریر نہیں ہو گی اور رات ۷ بجے اس کی توثیق بھی کر دی گئی۔ آپ میری پریشانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں جب مَیں نے یہ دیکھا کہ جناح نے اپنی جیب سے چھ سات ٹائپ شدہ کاغذات نکال کر تقریر کرنی شروع کر دی[۳۳] اور آخر میں ملک معظّم کا جامِ صحت تجویز کیا۔ مجھے بھی ایک برجستہ تقریر کرنی پڑی جس میں مَیں نے پاکستان کیلئے جامِ صحت تجویز کیا۔ اس عشائیے کے بعد پاکستان کے ۱۵۰۰ سرکردہ شہریوں پر مشتمل ایک استقبالیہ تھا جس میں بعض عجیب حلیوں والے لوگ بھی شامل تھے۔

(پیرا ۵۶ حذف کر دیا گیا)

۵۷۔ دوسرے دن مَیں نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کیا جس کی ایک نقل ملفوف ہے۔[۳۴] دستور ساز اسمبلی کے صدر کے طور پر جناح کرسی صدارت پر بیٹھنا چاہتے تھے لیکن مَیں نے بھی بطور وائسرائے اپنا حق چھوڑنے سے انکار کر دیا اور جناح بالآخر ایک جیسی کرسی پر بیٹھنے کیلئے تیار ہو گئے۔[۳۵]

۵۸۔ سرکاری جلوس کھلی گاڑیوں میں نکلا۔ آگے کی کار میں مَیں اور جناح تھے اور دوسری میں میری اہلیہ اور مس جناح۔ پورے راستے پُر جوش عوام کا ہجوم تھا جسے فوج اور پولیس کی

قطاروں نے بے قابو ہونے سے روک رکھا تھا۔ جونہی ہم گورنمنٹ ہاؤس کے پھاٹک میں داخل ہوئے تو جناح نے اپنے ہاتھ میرے گھٹنے پر رکھ کر دلی جذبے سے کہا ''خدا کا شکر ہے آپ کو زندہ واپس لے آیا ہوں'' مَیں نے جواباً کہا کہ اگر خود جناح کو مار دیا جاتا تو معاملہ زیادہ سنگین ہو جاتا۔

۵۹۔ شہر سے ہوائی اڈے جاتے ہوئے[۳۶] (جلوس سے مختلف راستے پر) پُر جوش ہجوم کی تعداد ہماری آمد کے مقابلے میں دگنی تھی۔ پاکستان کے عوام نے جس طرح ہمارا خیر مقدم کیا وہ بڑا حیران کن ہے۔ ہمیں الوداع کرتے وقت مس جناح کی آنکھوں میں آنسو تھے اور جب انہوں نے میری اہلیہ کے دونوں گال چومے تو وہ حیران رہ گئیں۔ یہاں تک کہ سنجیدہ جناح بھی الوداع کے وقت جذباتی ہو گئے تھے۔

۶۰۔ کراچی کا پورا پروگرام بڑی عمدگی سے انجام دیا گیا اور اس کا سہرا میرے عملے کے سر ہے جنہوں نے جناح کے لئے ایک انگریز ملٹری سیکرٹری اور کمپٹرولر فراہم کئے تھے۔ مَیں نے انہیں اپنا بہترین ہندوستانی اے ڈی سی[۳۷] اور اپنے باڈی گارڈ کا ایجوٹنٹ[۳۸] (جو دونوں مسلمان تھے) بھی دے دیے۔ وائسرائے ہاؤس کے مسلمان کلرک کراچی منتقل کر دیے گئے ہیں لہٰذا یقین ہے کہ یہ گورنمنٹ ہاؤس بھی صحیح روایتی خطوط پر چلتا رہے گا۔

(پیرے ۶۱ تا ۸۱ حذف کر دیے گئے)

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۶
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۷ کا منسلکہ
۳۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۴ کا منسلکہ
۴۔ دستاویز نمبر ۴.۱.۳
۵۔ دیکھئے ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۸۹
۶۔ ۱۹ اگست کو اپنے عملے کے ساتھ وائسرائے کی انتیسویں میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب کے ایوارڈز کے اعلان اور اشاعت کے بارے میں جنکنز سے گفتگو کی جائے گی۔
۷۔ دستاویز نمبر ۷.۱.۳
۸۔ آکنلک نے ۱۴ اگست کو لاہور کا دورہ کیا اور پنجاب باؤنڈری فورس کے علاقے کی صورتِ حال پر مشترکہ دفاعی کونسل کیلئے اپنی رپورٹ بھیجی جس کا اجلاس ۱۶ اگست کو ہونے والا تھا۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۲۷ کے ملفوفے ۱ اور ۲
۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۹

۱۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۸
۱۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۳ اور ۱۸
۱۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۹
۱۳۔ دیکھئے مندرجہ بالا کا ملفوفہ
۱۴۔ مزید دیکھئے ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۴۲۲ اور ۴۴۷
۱۵۔ دیکھئے مندرجہ بالا کی دستاویز نمبر ۴۶۹
۱۶۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۶ کے انیکس کا انکلوژر
۱۷۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۸ اور اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱۴
۱۸۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۴
۱۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲
۲۰۔ ماؤنٹ بیٹن اور مہاراجہ جودھپور کی ملاقات کی روداد نہیں مل سکی۔
۲۱ اور ۲۲۔ دی گریٹ ڈیوائیڈ: برٹین-انڈیا-پاکستان، (*The Great Divide: Britain-India-Pakistan*)، مصنفہ ایچ وی ہڈسن، لندن، ۱۹۹۹ء
۲۳ تا ۲۶۔ ۱۴ اگست کو نواب بھوپال نے ماؤنٹ بیٹن کے مشورے پر دستبردار نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ نواب نے اپنے الحاق کی دستاویز اور علیٰ حالہ معاہدے بھی بھیج دیے جو ۲۵ اگست تک نہ کھولے جانے تھے اور نہ ہی اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کو دیے جانے تھے۔
۲۷۔ دیکھئے آئی او آر۔ آر/۳/۱/۱۳۹
۲۸۔ ۱۴ اگست کو ہندوستان سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کرنے کے بعد بھی مہاراجہ اندور پاکستان سے باہمی دلچسپی کے معاملات پر کھوج لگا رہے تھے۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۹۹، ۲۱۸، ۲۵۶، ۳۰۷، ۳۲۹ اور ۳۳۰۔ بعد ازاں یکم ستمبر کو مہاراجہ نے ماؤنٹ بیٹن کو ایک تار بھیجا کہ ان کے اور سردار پٹیل کے درمیان تمام معاملات تسلی بخش طریقے پر طے ہو گئے ہیں۔
۲۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۶
۳۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کا انیکس
۳۱۔ تقریبات کے پروگرام کیلئے دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۹۵
۳۲۔ ۱۳ اگست کو ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کابینہ کے اس مطالبے پر کہ پاکستان اڈاپٹیشن آرڈر میں ترمیم شدہ دفعہ ۹۳ شامل کی جائے لسٹوویل کا مشورہ طلب کیا۔ لسٹوویل نے دوسرے ہی دن اپنے جواب میں اس مطالبے کی قانونی حیثیت پر شبہ ظاہر کرتے ہوئے واضح کیا کہ کابینہ کیلئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کے اختیارات پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے مانگے جس کا اجلاس اس وقت ہو رہا ہے۔
۳۳۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۴۷
۳۴۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۷ کا انیکس۔ وائسرائے کے خطاب پر جناح کے جواب کیلئے دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۷
۳۵۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۷۴۔ درحقیقت وائسرائے کو دستور ساز اسمبلی کے صدر یعنی جناح کے دائیں جانب کرسی دی گئی تھی۔

۳۶۔ راستے کے پلان کے مطابق یہ فاصلہ ۲۰ منٹ میں طے ہونا تھا۔ وائسرائے گورنمنٹ ہاؤس سے گیارہ بج کر دس منٹ پر نکل کر دہلی کیلئے ساڑھے گیارہ بجے ہوائی جہاز میں سوار ہوئے۔

۳۷۔ ایس ایم احسن

۳۸۔ صاحبزادہ ایم یعقوب خان

۸.۲
فلسطین پر ہندوستانی نمائندے کی رپورٹ

۸.۲.۱
عبدالرّحمٰن بنام محمد علی جناح[1]

(اقتباس۔ خفیہ)

یو این ایس سی او پی،

ہوٹل میٹروپول، جنیوا۔ سوئٹزرلینڈ

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

جناب عالی!

مجھے اقوام متحدہ کی خصوصی کمیٹی برائے فلسطین میں ہندوستان کی نمائندگی کیلئے بھیجا گیا تھا۔ پہلے نیویارک میں اور پھر فلسطین میں، جہاں کمیٹی نے مختلف مقامات کے معائنے اور شہادتیں قلمبند کرنے میں پانچ ہفتے گزارے، ہم نے طے کیا کہ بحث مباحثے اور رپورٹ لکھنے کیلئے جنیوا جائیں گے۔ سوفار (بیروت) میں میرے کہنے پر کمیٹی نے عرب ممالک کو دعوت دی تھی کہ وہ اپنے نقطہ ہائے نظر کی وضاحت کریں۔ وہاں میرا شام، مصر، عراق، سعودی عرب، لبنان اور یمن کے متعدد وزارء سے رابطہ ہوا۔

مَیں نے پیش بندی کے طور پر اپنی تجاویز قلمبند کر کے ایک تشریحی خط کے ساتھ ایک سربمہر لفافے میں چیئرمین کے حوالے کر دی ہیں۔ اگر ہندوستان اقوامِ متحدہ کا بدستور رکن رہا تو اس کے وفد کو ان تجاویز میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار ہوگا وگرنہ کم از کم میری تجاویز سے عربوں کو جو

فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ تو ضائع نہیں ہوگا۔ اپنی رپورٹ[۲] (جو فی الحال خفیہ دستاویز ہے) کی نقل آپ کے ملاحظے کے لئے بھیج رہا ہوں۔

کمیٹی کے زیادہ تر ارکان یہودیوں کے حامی ہیں اور میری اور ان کی روزانہ کھٹ پٹ رہتی ہے۔ لیکن مجھے یہ امید بھی ہے کہ یوگوسلاویہ (جو روس کے زیرِ اثر ہے) وفاق کی تجویز پر اتفاق کرلے گا جو تقسیم سے کہیں بہتر حل ہے اور اس سے یہودیوں کی ایک علیحدہ ریاست قائم نہیں ہوگی جو آئندہ مشرقِ وسطیٰ کے امن کیلئے خطرہ بن سکتی ہے۔

اگرچہ آپ تقسیمِ ہند کے امور میں بے حد مصروف ہیں لیکن اس معاملے میں آپ کی رہنمائی کا شکر گذار ہوں گا۔

آخر میں آپ کے کارنامے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جو ابتدا میں ناممکن نظر آتا تھا اور دعا گو ہوں کہ آپ کی رہنمائی میں پاکستان خوشحال اور اپنے نام کے شایانِ شان ہو جائے۔

آپ کا فرمابردار خادم
عبدالرحمٰن[۳]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۶۷
۲۔ ملفوفہ
۳۔ ۱۹۴۳ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج اور ۱۹۴۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے۔

۸.۲.۱ کا ملفوفہ
اقوام متحدہ کی خصوصی کمیٹی برائے فلسطین کی تجاویز
منجانب جسٹس عبدالرحمٰن

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

حصہ اوّل۔ آزادی
الف۔ اصولوں کی روشنی میں

آزادی دنیا کی ہر قوم کا پیدائشی حق ہے اور پہلی جنگِ عظیم ختم ہونے سے پہلے ۴ جولائی ۱۹۱۸ء کو صدر ولسن نے اپنے خطاب میں مندرجہ ذیل اصول پیش کرتے ہوئے کہا کہ

یہ ''ان چار عظیم مقاصد میں سے ایک ہے جن کیلئے دنیا کی اتحادی اقوام جنگ کر رہی ہیں'':

''ہر مسئلے کا تصفیہ چاہے وہ رقبے کا ہو، خود مختاری کا ہو، معاشی بندوبست کا یا سیاسی تعلقات کا، متعلقہ لوگوں کی رضامندی سے ہونا چاہئے نہ کہ کسی اور ملک یا قوم کی مادی اغراض اور مفادات کی بنیاد پر جو اپنے اثر ورسوخ اور برتری کی خاطر کوئی دوسرا بندوبست چاہتے ہیں۔''

حق خودارادیت، جس پر لیگ آف نیشنز کے میثاق کے پہلے چار پیراگراف مبنی ہیں،[1] فیصلہ کن عنصر ہے اور اگر سامراجی عزائم کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے تو منطقی طور پر انتقالِ اقتدار کے عبوری انتظامات کے ساتھ فلسطین کو فوری طور پر ایک آزاد ریاست تسلیم کر لیا جانا چاہئے۔ ۲۵ فروری ۱۹۴۷ء کو برطانیہ کے وزیرِ خارجہ مسٹر بیون نے اعتراف کیا تھا کہ فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کا ثقافتی معیار دوسری عرب ریاستوں کے ہم پلّہ ہے۔ اب جب کہ مشرقِ وسطیٰ کی دوسری تولّیتی عرب ریاستوں میں خود مختار حکومتیں بن چکی ہیں فلسطین کے لوگوں کو خود مختاری دینے سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں فلسطین کو آزادی نہ دینے اور موجودہ صورتِ حال برقرار رہنے سے نہ صرف مشرقِ وسطیٰ کے امن کو خطرہ لاحق ہے بلکہ بڑی طاقتوں سے عالمِ عرب کے تعلقات بدستور کشیدہ رہیں گے۔

ب۔ عربوں سے کئے گئے وعدے

عربوں سے وقتاً فوقتاً آزادی کے واضح وعدے کئے گئے ہیں۔ مثلاً لارڈ کچنر (Kitchener) نے شریف مکہ حسین ابن علی (جو ۱۹۱۶ء میں شاہِ حجاز بنے) سے ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو یہ وعدہ کیا کہ تمام عربوں کو اپنی آزادی کی جدوجہد میں ہماری مدد حاصل ہو گی بشرطیکہ وہ ترکی سے جنگ میں انگلستان کا ساتھ دیں۔ اب جب کہ عربوں نے اپنے حصے کی کارروائی مکمل کر لی ہے، آزادی حاصل کرنا ان کا حق بنتا ہے۔ انگلستان کے لارڈ ہائی چانسلر لارڈ ماہم (Maugham) اور حکومتِ برطانیہ کے دوسرے نمائندوں نے تسلیم کیا کہ فلسطین اس علاقے میں شامل ہے جس کا شریف مکہ نے اپنے ۱۴ جولائی ۱۹۱۵ء کے خط میں دعویٰ کیا تھا اور ۱۹۱۸ء کے اینگلو

فرنچ[۲] اعلامیے یہ واضح ہے کہ ملک معظّم کی حکومت فلسطین کے عوام کی خواہشات اور مفادات کو مدِ نظر رکھے بغیر فلسطین کو تقسیم کرنے کی مجاز نہیں ہے۔"

بے شک عربوں نے درج ذیل برطانوی بیانات اور مراسلت سے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ ان سے غیر مشروط وعدہ کیا گیا ہے کہ جب ترکی کو شکست ہوگئی تو تمام عرب ممالک بمع فلسطین آزاد ہو جائیں گے:

۱۔ ۸ فروری ۱۹۱۸ء کو حکومتِ برطانیہ نے شاہ حجاز کو ایک خط لکھا:

"ترکی کا مقصد اتحادی طاقتوں اور ان عربوں کے درمیان شک کا بیج بونا ہے جو اعلیٰ حضرت کی قیادت اور رہنمائی میں اپنی گم گشتہ آزادی واپس لینے کی کوشش کر رہے ہیں اور عربوں کو یہ باور کرانا ہے کہ ان کے ممالک کے بارے میں اتحادی طاقتوں کی نیت خراب ہے.... ملک معظّم کی حکومت اور اس کے اتحادیوں کا مقصد جبر کی شکار اقوام کو آزادی دلانا ہے اور ان عرب عوام کی حمایت کرنا ہے جو عالمِ عرب میں سلطنتِ عثمانیہ کی ناانصافی کے بدلے قانون کی حکمرانی چاہتے ہیں۔ ملک معظّم کی حکومت عرب اقوام کی آزادی کے متعلق اپنے پہلے وعدوں کا اعادہ کرتی ہے اور اس پالیسی پر کاربند ہے کہ وہ ان لوگوں کو آزاد کرانے میں مدد دے گی جو ابھی تک جابروں کے زیرِ نگیں ہیں۔"

۲۔ اس کے بعد ۱۶ جون ۱۹۱۸ء کو حکومتِ برطانیہ نے یہ اعلان جاری کیا:

"ملک معظّم کی حکومت ان علاقوں میں رہنے والے عربوں کی مکمل آزادی اور خود مختاری کو تسلیم کرتی ہے اور آزادی کی جدوجہد میں ان کی حمایت کرتی ہے۔"

حصہ دوم۔ تولّیت اور اعلانِ بالفور (Balfour Declaration)

"نومبر ۱۹۱۷ء میں حکومتِ برطانیہ کی جانب سے جاری کردہ مشہور "اعلانِ بالفور" میں کہا گیا:

"ملک معظّم کی حکومت یہودی قوم کیلئے فلسطین میں ایک قومی وطن کے قیام کے حق میں ہے اور اس مقصد کے حصول کیلئے اپنی تمام تر کوششیں جاری رکھے گی لیکن فلسطین میں ایسا کوئی کام

نہیں کیا جائے گا جو غیر یہودی باشندوں کے مذہبی اور شہری حقوق کے خلاف ہو اور نہ ہی اس سے دوسرے ممالک میں رہنے والے یہودیوں کے موجودہ حقوق اور سیاسی حیثیت پر کوئی اثر پڑے گا۔"

اعلان کے مندرجہ بالا حصے میں یہودی ریاست بنانے میں مدد کیلئے قومی وطن کی اصطلاح گھڑی گئی ہے جسے مَیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں اور ۴ جنوری ۱۹۱۸ء کو کمانڈر ہوگارٹ (Hogarth) نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا جب وہ شاہ حسین کیلئے حکومتِ برطانیہ کا پیغام لے کر گئے تھے۔

اصل تصفیہ طلب مسائل یہ ہیں:

الف۔ کیا فلسطین کی عثمانی سلطنت سے علیحدگی سے پہلے حکومتِ برطانیہ کی جانب سے بالفور اعلان جاری کرنا جائز تھا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ برطانیہ نے یہودیوں سے کئے ہوئے وعدوں کے پیش نظر ہی تولّیت نامہ حاصل کیا تھا۔

ب۔ آیا یہ تولّیت نامہ درحقیقت لیگ آف نیشنز کے منشور سے مطابقت رکھتا ہے؟ اگر ان دو کے درمیان اختلاف ہے تو ان میں سے فوقیت کس کو حاصل ہوگی؟

ج۔ متولّی طاقت نے فلسطین کے عمومی انتظام اور خاص طور پر اس ملک میں یہودیوں کی باہر سے ہجرت کے بارے میں جو اقدامات کئے ہیں ان کی قانونی حیثیت کیا ہے؟

پہلی عالمی جنگ کے موقع پر جرمنی اور آسٹریا میں موجود ایک طاقتور صیہونی عنصر اتحادیوں سے مذاکرات کر رہا تھا اور چاہتا تھا کہ یہودیوں کو فلسطین میں چند مراعات دی جائیں تاکہ وہ محوری طاقتوں کے خلاف اتحادی فتح کی حمایت کریں۔ قدرتی طور پر برطانیہ بھی یہودیوں کی حمایت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس صیہونی گروہ نے جن کی رہنمائی دو با اثر افراد، معروف سرمایہ دار بیرن روتھس چائلڈ (Baron Rothschild) اور ممتاز سائنسدان ڈاکٹر وائزمین (Weizmann)، کر رہے تھے، وقت ضائع کئے بغیر فلسطین پر صیہونی دعوے کی پُرزور حمایت شروع کر دی۔ تاہم برطانوی

وزیرِ اعظم ایسکوئتھ (Asquith) نے ۱۳ جنوری ۱۹۱۵ء کو اپنی ڈائری میں لکھا:

''ہربرٹ سیموئیل نے اپنی جذباتی یادداشت میں مشورہ دیا ہے کہ ترکوں کی ایشیائی سلطنت کے حصے بخرے کرتے وقت ہمیں چاہیے کہ فلسطین پر قبضہ کرلیں جہاں دنیا کے تمام حصوں میں بکھرے ہوئے یہودی جمع ہوکر اپنی حکومت قائم کرسکیں۔''

خود برطانیہ میں یہودیوں کی کثیر تعداد اس تجویز کے خلاف تھی۔ وہ لوگ سیاسی صیہونیت اور اس پر مبنی قومیت سے خائف تھے اور انہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ اپنے ہی ملک میں اجنبی نہ بن جائیں۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۷ء کو ''ٹائمز'' اخبار میں ایک بیان شائع ہوا جس پر بورڈ آف ڈپٹیز آف برٹش جیوز (Board of Deputies of British Jews) کے صدر ڈیوڈ الیگزانڈر (David Alexander) اور اینگلو یہودی (Anglo-Jewish) ایسوسی ایشن کے صدر کلاڈ جی مانٹی فیوری (Claude G. Montefiore) کے دستخط تھے جس میں انہوں نے کہا کہ فلسطین کو ایک ایسا روحانی مرکز بنایا جائے جہاں یہودیوں کی تخلیقی قوت اپنے خطوط پر نشوونما پا سکے۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے سیاسی صیہونیت کے اس نظریے پر سخت اعتراض کیا کہ فلسطین میں یہودی نوآبادیوں کو سیاسی طور پر ایک قومی وحدت تسلیم کیا جائے اور ان آبادکاروں کو سیاسی حقوق اور معاشی ترجیحات کی بنیاد پر خاص رعایتیں دی جائیں۔ ان کے خیال میں فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کے نتیجے میں باقی دنیا میں یہودی اپنے ہی ملک میں اجنبی ٹھہریں گے اور اس مقام سے جو انہوں نے بڑی محنت سے حاصل کیا ہے محروم ہوجائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی برطانیہ کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ اتحادی ممالک کے یہودیوں کی روس سے عداوت میں تخفیف کرائی جائے۔ فلسطین یا اس کے ایک حصے کو اپنے قبضے میں رکھنے کا سامراجی مقصد یہ بھی تھا کہ اسے مصر میں برطانوی اقتدار کی پشت پناہی کیلئے استعمال کیا جائے اور ہندوستان سمیت مشرق کو جانے والے خشکی کے راستے کو محفوظ کردیا جائے۔

میرے خیال میں مذکورہ بالا اسباب کی بناء پر اعلان بالفور کیا گیا گو طویل مدّت تک

اس کے متن پر یہودیوں اور حکومتِ برطانیہ کے درمیان گفت وشنید ہوتی رہی۔

بہرحال اعلان میں یہودیوں سے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا کہ وہ فلسطین میں اپنی ایک ریاست بنالیں اور باہر سے یہودی لاکر یا دوسرے ہتھکنڈوں سے وہاں کی عرب اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کردیں۔ درحقیقت اعلان میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ''کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جائے جس سے فلسطین کی غیر یہودی اقوام کے شہری اور مذہبی حقوق کو نقصان پہنچے۔'' یہ اہم استثناء عربوں سے کئے گئے وعدوں کی بناء پر مبنی تھا۔ ڈاکٹر وائزمین نے یکم مارچ ۱۹۱۸ء کو ''ٹائمز'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا ''یہودی قومی وطن قائم کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ فلسطین میں ہم یہودیوں کی بڑی تعداد بسا سکیں تاکہ یہ ملک جتنی جلد ممکن ہوسکے اتنا ہی یہودی بن جائے جتنا انگلستان انگریز ہے۔'' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر ونسٹن چرچل نے، جو یہودیوں کے دوست ہیں، کہا ''ملک معظّم کی حکومت ان توقعات کو ناقابلِ عمل سمجھتی ہے اور اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔''

جب ترکی جنگ میں جرمنی کے ساتھ شامل ہوگیا اور خلیفہ[۳] نے جہاد کا اعلان کردیا تو حکومتِ برطانیہ کیلئے اپنی قلمرو میں مسلمانوں کی بغاوت کا تدارک لازمی ہوگیا۔ اس سلسلے میں جو مراسلت ہوئی اس کا واضح نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ دوسرے عرب ممالک کے ساتھ موجودہ فلسطین کو بھی آزادی دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ان وعدوں کے پیشِ نظر قانونی اور اخلاقی طور پر بالفور اعلان کا کوئی جواز نہیں۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد اتحادی طاقتوں نے ازخود ان اصولوں کا منشور بنایا جس کے تحت ترکی کے سابقہ علاقوں بمع فلسطین میں آئندہ نظم ونسق چلایا جائے گا۔ عرب ممالک کا دعویٰ ہے کہ بالفور اعلان منشور کی دفعات سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ:

الف۔ متولّی کے انتخاب میں فلسطین کے عربوں سے مشورہ نہیں لیا گیا

ب۔ سین ریمو سے جاری کردہ تولّیت نامے کی دفعات نہ صرف خودارادیت کے بنیادی اصول سے ٹکراتی ہیں بلکہ منشور کی دفعہ ۲۲ کے خلاف بھی ہیں۔

صیہونیوں نے جو کامیابیاں حاصل کیں انہیں ذہن میں رکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہیں ہو

گا کہ ان کا ارادہ شروع ہی سے یہ تھا کہ فلسطین میں سیاسی اقتدار حاصل کریں اور عربوں اور حکومتِ برطانیہ کی مخالفت سے بچنے کیلئے انہوں نے اس وقت اس کا مطالبہ نہیں کیا۔

صدر ولسن نے ترک علاقوں میں تولّیت کا جائزہ لینے کیلئے ایک کمیشن مقرر کیا جو اس نتیجے پر پہنچا کہ صیہونیوں کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین سے غیر یہودی باشندوں کو مکمل طور پر بے دخل کر دیا جائے۔ ان کی تجویز تھی کہ ''یہودیوں کی باہر سے ہجرت محدود کر دی جائے اور فلسطین کو خالصتاً یہودی دولتِ مشترکہ بنانے کا منصوبہ ترک کر دیا جائے۔'' اپنی رپورٹ میں انہوں نے خبردار کیا تھا کہ فلسطین اور شام میں صیہونیوں کے خلاف ''شدید جذبات پائے جاتے ہیں جنہیں آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا'' اور یہ کہ ''متعلقہ عوام کی خواہشات کے مطابق یہ تولّیت امریکہ کو ملنی چاہئے'' اس کمیشن کی رپورٹ پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور فلسطین کی تولّیت برطانیہ کے سپرد کر دی گئی۔

متولّی طاقت نے یکم جولائی ۱۹۲۰ء سے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ساتھ ہی دنیا کے تمام حصوں سے یہودیوں کو، جن میں سے اکثر مغربی تمدن اور طرزِ زندگی میں پلے بڑھے تھے، فلسطین آنے کی اجازت دے دی جو ایک مشرقِ وسطیٰ کا ایشیائی تمدن والا ملک تھا اور دنیا کے تین عظیم مذاہب کا مرکز تھا۔ دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے یہودیوں اور فلسطینی یہودیوں کے درمیان سوائے مذہب کے اور کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ یورپ سے لائے گئے بیشتر یہودی آریائی نسل سے ہیں اس لئے صیہونیوں سے ناپسندیدگی کو سامی نسل کے خلاف تعصّب قرار دینا خلافِ حقیقت ہے۔ عالمِ عرب میں یہودی بغیر کسی پریشانی کے چین سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ گڑبڑ اس وقت شروع ہوئی جب ان میں سے کچھ سیاسی اقتدار کے حصول اور فلسطین کے ایک حصے میں یہودی ریاست بنانے کیلئے ایک جارح صیہونی گروہ میں تبدیل ہو گئے۔

برطانوی رائل کمیشن[۴] نے اپنی رپورٹ میں ۱۹۳۶ء کے ہنگامے اور اس سے پہلے کے فسادات کیلئے حسبِ ذیل اسباب کا ذکر کیا ہے:

۱۔ قومی آزادی کیلئے عربوں کی آرزو

۲۔ یہودی قومی وطن کے قیام کا خوف اور اس سے ان کی نفرت

رائل کمیشن کے مطابق یہودی قومی وطن کے نظریے کی ترویج سے عرب سیاسی اور معاشی طور پر یہودیوں کے دست نگر بن جائیں گے اور اس کے باعث جب تولّیت ختم ہوگی اور فلسطین آزاد ہو جائے گا تو یہ عربوں کیلئے آزادی نہیں ہوگی بلکہ یہودی اکثریت کی خودمختار حکومت ہوگی۔

حکومتِ برطانیہ نے اپنے موقف کی توضیح کیلئے ۱۹۲۹ء میں پہلا اور ۱۹۳۹ء میں دوسرا قرطاسِ ابیض جاری کیا۔ ۱۹۳۹ء کا قرطاس ابیض انتہائی اہم دستاویز ہے کیونکہ اس میں ۱۹۲۰ء سے فلسطین میں ہونے والے واقعات کے پیشِ نظر برطانوی پالیسی کی وضاحت اور بالفور اعلان کی مستند تشریح کی گئی ہے۔ یہودیوں نے اس قرطاس کی شدید مذمّت کی لیکن اس کو برطانوی پارلیمان نے منظور کرلیا۔ بہرحال اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ جب سے فلسطین کا انتظام برطانیہ کے ہاتھ آیا یہودیوں کی آبادی دس گنا زیادہ ہوگئی۔ گویا جس قومی وطن کا وعدہ بالفور اعلان اور تولّیت نامے میں کیا گیا تھا وہ عملاً وجود میں آرہا تھا۔

۱۹۳۹ء کے قرطاس ابیض کے بعد یہودیوں نے دہشت گردی شروع کردی اور کثیر تعداد میں باہر سے مزید یہودیوں کو بلانے لگے۔ دوسری عالمی جنگ چھڑنے کے بعد بھی محدود پیمانے پر یہودیوں کی غیر قانونی ہجرت اور دہشت گردی جاری رہی جس میں جنگ کے اختتام پر تیزی آگئی جواب تک جاری ہے۔ ان سب واقعات کے باوجود تولیتی طاقت نے ہر سال ۱۵۰۰۰ مہاجرین کے داخلے کی اجازت دیدی اگرچہ وہ پانچ سال کی مدت اور ۷۵۰۰۰ مہاجرین کا کوٹہ جن کا ذکر قرطاسِ ابیض میں کیا گیا تھا، پورے ہو چکے تھے۔

جرمنی کی یہود دشمنی اور جنگ کے دوران یہودیوں پر وحشیانہ مظالم اور ان کے قتلِ عام کو جواز بنا کر صیہونیوں نے فلسطین میں سیاسی حقوق کیلئے شور مچانا شروع کردیا اور ان یہودیوں کو بھی ہم خیال بنالیا جو پہلے ایک یہودی ریاست کے حق میں نہیں تھے۔ اس کے نتیجے میں مسلمان اور عیسائی عرب متحد ہو کر ان کی مزاحمت کیلئے تیار ہو گئے۔ جب صیہونیوں نے منظّم پروپیگنڈے کے ذریعے تولّیتی طاقت اور امریکہ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تو حکومتِ برطانیہ نے اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ وہ فلسطین کے مسئلے پر غور کرے۔

۱۹۳۹ء میں قرطاسِ ابیض جاری ہونے تک سینکڑوں عرب قتل کئے گئے، بے شمار گھر مسمار ہوئے اور ہزاروں عربوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ عربوں کیلئے یہ ایک خوف و دہشت اور بے سکونی کا دور تھا۔ اس عرصے میں یہودیوں نے تولیتی طاقت کی حمایت سے اپنی پوزیشن اور مضبوط کر لی اور اس کثیر سرمائے کو، جو ساری دنیا اور خاص طور پر امریکہ کے یہودی بطور امداد بھیج رہے تھے، صنعتوں کے قیام اور ان زمینوں کو آباد کرنے پر خرچ کیا جو مفلس عربوں سے اونے پونے داموں حاصل کی گئی تھیں۔

متولّی طاقت نے پچھلے ستائیس سالوں میں ملک کے اصلی باشندوں کی فلاح کیلئے کوئی خاص کام نہیں کیا جو اس کا فرض تھا۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا تو ذکر ہی کیا ابتدائی تعلیم کو بھی نظر انداز کر دیا گیا اور تیس سال گزرنے کے بعد بھی ہزاروں عرب لڑکے تعلیم سے محروم ہیں۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر جو سوالات ابتداء میں اٹھائے گئے تھے ان کے جوابات حسب ذیل ہونے چاہئیں:

الف۔ یہ کہ بالفور اعلان نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔

ب۔ یہ کہ تولّیت نامہ لیگ آف نیشنز کے منشور سے متصادم ہے۔

ج۔ فاتح اقوام کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ فلسطین کے باشندوں کی رضامندی کے بغیر ان پر ایک تولّیت مسلّط کر دیتے۔

حصہ دوم کا ملفوفہ

تھیوڈور ہرزل (Theodore Herzl) بنام ایم یوسف ضیاء الخالدی

وین وہارنگ،

کارل لڈوگ اسٹارس ۵۰

۱۹ مارچ ۱۸۹۹ء

جنابِ عالی!

مسٹر زیڈک کاہن (Zadok Kahn) کے نام خط میں آپ نے یہودیوں کے ساتھ

دوستی کے جن جذبات کا اظہار کیا ہے مَیں اس کے لئے آپ کا احسان مند ہوں۔ جس دن سے سلطان سلیم نے اسپین کے مظلوم یہودیوں کیلئے اپنی سلطنت کے دروازے کھول دیے تھے اسی دن سے یہودی ترکی کے بہترین دوست ہیں اور یہ دوستی محض لفظی نہیں بلکہ ہم عملی طور پر مسلمانوں کی مدد کیلئے تیار ہیں۔

صیہونی تحریک کو، جس کا مَیں ایک حقیر خادم ہوں، حکومتِ عثمانیہ سے کسی قسم کی عداوت نہیں بلکہ یہ اس کیلئے نئے وسائل پیدا کرنے پر غور کر رہی ہے۔ اگر یہودی پناہ گزینوں کو آنے کی اجازت دی جائے تو وہ اپنی ذکاوت، مالیاتی مہم جوئی اور وسائل سے پورے ملک کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ راہبِ اعظم سے اپنے خط میں آپ نے خوب کہا کہ ''یہودیوں کی پشت پر نہ تو کوئی جنگی طاقت ہے اور نہ وہ خود جنگجو ہیں۔'' واقعی وہ مکمل طور پر امن پسند ہیں بشرطیکہ انہیں امن سے رہنے دیا جائے۔ لہٰذا ان کی باہر سے ہجرت پر کسی قسم کا خوف نہ کیا جائے۔

مقدّس مقامات کا مسئلہ

یہ مقدّس مقامات مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح تمام عالم کیلئے مقدّس رہیں گے اور عالمی امن کیلئے برادرانہ اتحاد کی علامت ہوں گے۔

ہم فلسطین سے غیر یہودی آبادی کو نکالنے کا سوچ بھی نہیں سکتے بلکہ ان کی خوشحالی اور دولت میں یہودی سرمائے کی آمد سے اضافہ ہی ہوگا۔ کون سا فلسطینی عرب اس بات پر ناراض ہوگا کہ چند مہینوں میں اس کی اراضی کی قیمت پانچ سے دس گنا زیادہ ہو جائے؟ مقامی باشندوں کو اچھے ہموطن اور سلطان کو وفادار اور شریف رعایا مل جائے گی جو ان علاقوں کو جو ان کا تاریخی وطن ہے ترقی دے گی۔

جو اس صورتِ حال کو اس تناظر میں دیکھے گا وہ صیہونیت کا بھی ویسا ہی دوست بن جائے گا جیسا وہ ترکی کا ہے۔

آپ نے مسٹر زیڈک کاہن سے کہا ہے کہ یہودیوں کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ کہیں اور چلے جائیں۔ گویا ترکی کو یہ اندازہ ہی نہیں کہ ہماری تحریک سے اس کو کتنے فائدے پہنچ سکتے

ہیں۔ ہم نے اپنے نصب العین کی وضاحت علانیہ طور پر خلوصِ دل سے اور وفاداری سے کر دی ہے۔ مَیں نے سلطانِ معظّم کو کچھ عمومی تجاویز پیش کی ہیں اور امید ہے کہ ان کا ذہنِ رسا ہمارے نقطۂ نظر کو اصولی طور پر قبول کر لے گا۔ اگر انہوں نے قبول نہ کیا تو ہم ضرور کوئی اور جگہ تلاش کر لیں گے لیکن ترکی اپنے مالیاتی احیائے نو اور معاشی قوت کی بازیابی کا آخری موقع گنوا بیٹھے گا۔

یہ ترکوں کا ایک پُر خلوص دوست ہے جو آپ سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ جناب میری تعظیم قبول فرمائیں۔

ڈاکٹر تھیوڈور ہرزل

یوسف ضیاء الخالدی

خدیویل ہوٹل، پیرا۔ قسطنطنیہ

حصہ سوم۔ طرزِ حکومت

اب مَیں سب سے اہم سوال پر پہنچ رہا ہوں کہ فلسطین میں آئندہ کس طرز کی حکومت ہونی چاہئے۔ اس کیلئے عربوں اور یہودیوں کے مطالبات کا ایک مختصر جائزہ ضروری ہے۔

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ پورے فلسطین پر یا اس کے بڑے رقبے پر ایک یہودی ریاست قائم ہونی چاہئے۔ اس کے لئے ان کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

الف۔ فلسطین سے انکا تاریخی تعلق

ب۔ ان کے مذہب میں فلسطین کی اہمیت

ج۔ کثیر سرمائے سے فلسطین کی معاشی خوشحالی میں ان کا کردار

د۔ یہودیوں کی بے وطنی

ہ۔ بالفور اعلان میں کئے گئے وعدے جنہیں بعد میں تولّیت نامے میں شامل کیا گیا

و۔ پوری دنیا میں یہودیوں پر ظلم و ستم اور دوسری عالمی جنگ کے دوران ہٹلر کے ہاتھوں ان کا قتلِ عام

فلسطین یا ارضِ اسرائیلؑ سے یہودیوں کا تاریخی رابطہ ۱۴۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوا جب

حضرت ابراہیمؑ کا قبیلہ وادیٔ فرات کے شہر اُر (Ur) سے ہجرت کر کے فلسطین میں آباد ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی آل میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی حکومت فلسطین کے ایک چھوٹے حصے پر قائم تھی لیکن اس کے بعد لمبے عرصے تک یہودی روم، بابل اور اَشور کے محکوم رہے۔ عہدِ عیسوی کے شروع ہی میں یہودیوں کو اس ملک سے نکال دیا گیا تھا۔ اب دو ہزار سال بعد اس ملک پر ان کا دعویٰ قطعی بے بنیاد ہے چاہے انہیں اپنے پیغمبروں کے علاقے سے کتنا ہی مذہبی لگاؤ کیوں نہ ہو۔ اس طرح تو مسلمان بھی اسپین پر دعویٰ کر سکتے ہیں جہاں انہوں نے اس سے زیادہ طویل عرصے تک حکومت کی تھی جتنا عرصہ یہودیوں نے فلسطین کے ایک حصے پر کی۔

بہر حال جس ملک سے ان کے آباواجداد کو نکالا گیا وہاں ان کی واپسی کے دعوے میں وہ لوگ شریک نہیں ہو سکتے جو بعد میں یہودی ہوئے۔ جیسے مشرقی یورپ کے خزار (Khazars) جنہوں نے ۶۹۰ عیسوی میں بطور قوم یہودی مذہب اختیار کیا۔

مَیں مذہبی اہمیت کے بارے میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہودیوں کے نبیوں کو عیسائی اور مسلمان بھی اپنا نبی مانتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو ایک نبی مانتے ہیں۔ یہودیوں کیلئے یہ ملک حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اسحاقؑ وغیرہ کی وجہ سے مقدّس ہے تو عیسائیوں اور مسلمانوں کیلئے بھی انہیں کی نسبت سے اتنا ہی مقدّس ہے اور جس علاقے میں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے پلے بڑھے وہ مسلمانوں کیلئے بھی مقدّس ہے گو کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو نبی نہیں مانتے۔

محض اس بناء پر کہ ۱۹۲۰ء کے بعد پوری دنیا سے یہودیوں کو فلسطین آنے کی اجازت دے دی گئی اور انہوں نے فلسطین کے ایک حصے کی ترقی پر کثیر رقم خرچ کی ہے انہیں سیاسی حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص کرائے کے گھر یا زمین کی بہتری پر کچھ رقم صرف کرے تو وہ اس کا مالک بھی بن جائے گا۔ فلسطین میں تو یہ سرمایہ عربوں کے احتجاج کے باوجود لگایا جا رہا تھا اور اس کا اصلی مقصد یہودیوں کی بڑی تعداد کو باہر سے لا کر بسانا تھا تا کہ اسے ایک یہودی ریاست بنایا جا سکے۔ چند عارضی فوائد کے عوض عربوں کو پورے ملک سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

اس دلیل میں کہ یہودیوں کو اس لئے ایک ملک کی ضرورت ہے کیونکہ وہ بے خانماں ہیں اور ان کا کوئی اپنا ملک نہیں، کوئی وزن نہیں۔ کیا وہ اس دلیل کے تحت نیویارک کی ریاست مانگ سکتے ہیں جہاں ان کی آبادی تیس لاکھ ہے یا پھر انگلستان کا کوئی حصہ؟ لیکن متولّی طاقت کی مدد سے یہودی، جو کہ نہ تو ایک قوم ہیں اور نہ ایک نسل، پورے فلسطین یا اس کے ایک حصے کو یہودی ریاست بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ چونکہ وہ فی الحال اقلیت میں ہیں اس لئے اقوام متحدہ کی مدد چاہتے ہیں تا کہ باہر سے ہجرت کے ذریعے پہلے انہیں اکثریت بننے دیا جائے اور پھر ان پر خود ارادیت کے اصول کا اطلاق کیا جائے۔ یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ ہٹلر نے یہودیوں پر بہت ظلم ڈھائے تھے لیکن ان سے ہمدردی کا ایک یہی طریقہ نہیں کہ انہیں فلسطین میں کھپا دیا جائے۔

دوسری جانب عربوں کا یہ بنیادی دعویٰ ہے کہ وہ ان باشندوں کی اولاد ہیں جو فلسطین میں حضرت ابراہیمؑ کی آمد سے پہلے موجود تھے اور یہ کہ ساتویں صدی میں اسلامی فتوحات کے بعد بھی فاتحین فلسطین کے باشندوں کی زبان، تمدن اور مذہب تبدیل کرنے میں تو کامیاب رہے لیکن وہ خود بھی مقامی باشندوں میں ضم ہو گئے۔ سولہویں صدی کے وسط میں ترکوں نے یہ ملک فتح کر لیا پھر بھی مقامی باشندے حکومت چلانے میں حصہ لیتے رہے۔

خود ارادیت کے مسلّمہ بین الاقوامی اصول کے مطابق، جو اقوام متحدہ کے منشور کا کلیدی حصہ ہے، لازم ہے کہ ہر ملک کے امور اس کے باشندوں کی مرضی سے چلائے جائیں۔ اس اصول کے پیشِ نظر فلسطین پر عربوں کے دعوے کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

یہودی ایجنسی کا مطالبہ ہے کہ پورے فلسطین پر یہودی ریاست قائم ہو جبکہ ڈاکٹر وائزمین (Weizmann) نے ہمارے سامنے اپنی شہادت میں کہا تھا کہ تقسیم اس کا بہترین حل ہے دوسری جانب ڈاکٹر میگنیس (Magnes) نے دوقومی ریاست کا مطالبہ کیا ہے جس میں عربوں اور یہودیوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں حالانکہ یہودیوں کی تعداد اس وقت کُل آبادی کا ایک تہائی حصہ ہے۔ بہر حال مختلف نقطۂ ہائے نظر کے یہودی اس بات پر مُصر ہیں کہ فلسطین میں یہودی مہاجرین کو بلا روک ٹوک آنے کی اجازت دی جائے۔ ہزاروں یہودیوں نے انفرادی

طور پر یروشلم میں مختلف قونصل خانوں میں نقل مکانی کی درخواستیں دے رکھیں ہیں۔
مسٹر سومر فیلٹ (Sommerfelt) نے ہمارے سامنے اعتراف کیا کہ یہودی تنظیم بے خانماں یہودیوں کے کیمپوں میں فلسطین جانے کے لئے پروپیگنڈا کر رہی ہے۔ان مہاجرین کی آمد، کفالت اور بحالی پر یہودی تنظیم کثیر رقم خرچ کرتی ہے جس کیلئے امریکہ اور دوسرے ممالک سے افراط چندہ آتا ہے۔

ہماری کمیٹی کے سامنے وفاق کی تجویز بھی رکھی گئی جس کے مطابق مختلف اختیارات اور تصرّفات مرکز اور خود کفالتی اضلاع میں بانٹ دیے جائیں گے۔

دوسری طرف عرب ممالک اس پر زور دے رہے تھے کہ موجودہ آبادی کی بنیاد پر، اور ان یہودیوں سمیت جنہیں فلسطین کی شہریت حاصل ہے، فلسطین میں ایک وحدانی طرز کی ریاست بنائی جائے۔

عربوں نے فلسطین میں مزید یہودیوں کی آمد کو روکنے پر زور دیا اور حکومتِ برطانیہ اور اقوام متحدہ پر اعتراض کیا کہ وہ مقامی باشندوں کی مرضی کے خلاف یہودی پناہ گزینوں کو آنے دے رہے ہیں جس کا مقصد عربوں کو اپنے ملک سے محروم کرنا ہے۔

دوقومی حل جمہوریت کے بنیادی اصول کے خلاف ہے کیونکہ ڈاکٹر میگنیس نے اس کی بنیاد حکومت کے تمام اداروں میں عربوں اور یہودیوں کی مساوی نمائندگی پر رکھی تھی اور ملک کی موجودہ آبادی میں عربوں کی اکثریت کو نظر انداز کر دیا تھا۔

وفاقی انتظامیہ کا مطلب یہ ہے کہ ملک کو کثیر تعداد میں عربوں اور یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے تقریباً ۲۰۰ اضلاع میں بانٹ دیا جائے جہاں انہیں اپنے انتظام کا اختیار ہوگا۔

تقسیم کی تجویز رائل کمیشن نے دی تھی لیکن اسے وڈہیڈ پارٹیشن کمیشن (Woodhead Partition Commission) نے اور خود حکومتِ برطانیہ نے ناقابلِ عمل کہہ کر مسترد کر دیا تھا۔ حسب ذیل وجوہات کی بناء پر مَیں تقسیم کو ایک معقول حل نہیں سمجھتا:

الف۔ دو قابلِ عمل ریاستیں قائم کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

ب۔ یہودی ریاست میں بھی ایک بڑی عرب اقلیت موجود ہوگی۔ غیر مطمئن عربوں کی اتنی بڑی تعداد سے ایسے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں جن کی موجودگی میں ملک کی حکومت چلانا ناممکن ہوگا۔

ج۔ فلسطین اس قدر چھوٹا ملک ہے کہ وہ دو حکومتوں کے انتظامی اخراجات کا بار نہیں اٹھا سکتا۔

د۔ یہودی ریاست مخالف عرب ممالک سے گھری ہوگی جن سے ہمیشہ جنگ کا خطرہ رہے گا۔

ہ۔ چونکہ عربوں اور یہودیوں کے درمیان کسی تعاون کی امید نہیں لہٰذا عرب ملکوں کے بائیکاٹ میں مزید سختی کا احتمال ہے۔ یہودی ریاست کو اپنی درآمد برآمد کیلئے دور دراز کے ملکوں سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔

و۔ تقسیم سے دوسرے ممالک میں یہودیوں کی موجودہ شہریت ختم ہو جائے گی اسی لئے کئی بااثر یہودی مثلاً مسٹر مان ٹیگو اور عام یہودیوں کی کثیر تعداد اس کے خلاف ہے۔

ز۔ خودارادیت کا حق پورے ملک کو بحیثیت مجموعی دیا گیا ہے لہٰذا تقسیم کا منصوبہ اس اصول کے منافی ہے۔

اب وحدانی اور وفاقی ریاست میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ہے۔

میرے خیال میں عربوں کے حق خودارادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اکثریت کو اپنی حکومت بنانے سے منع کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اقلیت کے مذہبی، لسانی، تعلیمی اور تہذیبی حقوق کی ایک مستحکم دستور کے ذریعے مکمل حفاظت ہونی چاہئے۔ جب دستور کے ذریعے حقوق کی حفاظت ہو جائے گی تو یہودیوں کو یہ خوف نہیں ہونا چاہئے کہ اکثریت ان کے ساتھ ناروا سلوک کرے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فلسطین کے اکثر حصے تین عظیم مذاہب کے کروڑوں ماننے والوں کیلئے بہت کشش رکھتے ہیں۔ مثلاً دیوارِ گریہ، مقدّس روضہ، کوہِ زیتون، حرم الشریف اور

مسجدِ اقصیٰ — توقع ہے کہ کوئی بھی فلسطینی ریاست مختلف مذاہب کے افراد کو اپنے مذہبی حقوق اور مقدّس عمارتوں میں مذہبی رسومات ادا کرنے سے نہیں روکے گی اور ان وجوہات کی بناء پر یروشلم، بیت اللحم، الخلیل، گلیلی (Galilee) وغیرہ کو علیحدہ کر دینا ضروری نہیں۔ مقدّس مقامات کو دستور میں تحفّظ دینا ہوگا۔

میری رائے میں اب سیاسی وجوہات کی بناء پر باہر سے یہودیوں کی ہجرت بند ہو جانی چاہیے اور آئندہ داخلے کی اجازت صرف ان درخواست گزاروں کو ملنی چاہئے جو مذہبی اعتقاد یا خاندانی وجوہات کی بناء پر فلسطین میں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ اجازت دینے کیلئے ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں ایک تہائی عرب، ایک تہائی یہودی اور ایک تہائی اقوام متحدہ کے نمائندے شامل ہوں۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر ایک وحدانی ریاست نہ صرف اصولی طور پر ایک صحیح حل ہے بلکہ اس سے دونوں اقوام کے درمیان تعاون کی فضا پیدا ہوگی۔

حصہ چہارم۔ عبوری دور کیلئے تجویز

میری اطلاع کے مطابق ڈیڑھ لاکھ کے قریب بے خانماں یہودی ابھی یورپ کے مختلف حصوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ان کیلئے مناسب ٹھکانے تلاش کرنا صرف فلسطین ہی کا کام نہیں بلکہ پوری دنیا کا فرض ہے۔ اقوامِ متحدہ کو چاہئے کہ وہ پوری دنیا سے اپیل کرے کہ جتنی جلدی ہو سکے ان لوگوں کیلئے مناسب ٹھکانوں کا انتظام کیا جائے۔

حصہ پنجم: ماحصل

مندرجہ بالا معروضات کے پیشِ نظر مَیں حسبِ ذیل تجاویز پیش کر رہا ہوں:

۱۔ پورے فلسطین کو آزادی عطا ہونی چاہئے اور اس کا اعلان بھی فوراً ہو جانا چاہئے۔

۲۔ توّلیت نامہ ختم کر دینا چاہئے۔

۳۔ فلسطین کی ایک ایسی ریاست قائم کی جائے جس کے دونوں قانون ساز ایوانوں میں عربوں کی دو تہائی اور یہودیوں کی ایک تہائی رکنیت ہو۔

۴۔یہودیوں کے گروہی،ثقافتی،لسانی اور مذہبی حقوق کو دستور کے ذریعے تحفّظ دیا جائے۔
۵۔تمام مقدّس مقامات کی مکمل حفاظت ہونی چاہئے اور اس مقصد کیلئے بورڈ تشکیل دینے چاہئیں۔
۶۔باہر سے ہجرت کا سلسلہ ختم ہو جانا چاہئے اور جب نئی حکومت قائم ہو تو اسے چاہیے کہ وہ آئندہ داخلے کے ضابطے بنائے۔
۷۔تین سال کیلئے فلسطین ایک ٹرسٹی کی امانت میں رہے جس کے دوران فلسطینیوں کو اپنے ملک کی باگ ڈور سنبھالنے اور حکومت قائم کرنے کیلئے تیار کیا جائے۔

۱۔اس پر جون ۱۹۱۹ء میں دستخط ہوئے تھے۔اس میں سابقہ سلطنت عثمانیہ (ترکی) کے عرب صوبوں کی عارضی آزادی کو تسلیم کیا گیا تھا جو ایک تولیتی طاقت کے ذریعے حاصل ہو جسے متعلقہ اقوام کی خواہشات پر منتخب کیا جائے گا۔
۲۔اس میں یہ وعدہ شامل تھا کہ شام اور عراق آزاد اور خودمختار ریاستیں بن جائیں گی۔
۳۔جناح پیپرز کے انگریزی نسخے میں مذکورہ ''رپورٹ'' ترکی کے ''بابِ عالی'' کی رپورٹ کا ترجمہ ہے۔
۴۔۷ اگست ۱۹۳۶ء کو تقرر ہوا اور جولائی ۱۹۳۷ء میں اس کی تحقیقات شائع ہوئیں جس میں دیگر امور کے ساتھ فلسطین کی تقسیم اور مجوزہ یہودی ریاست سے عربوں کی بالجبر منتقلی کا مشورہ دیا گیا تھا۔
۵۔یہ دوسرا قرطاسِ ابیض تھا جو ۱۷ مئی ۱۹۳۹ء کو جاری کیا گیا۔
۶۔یہ وہی رائل کمیشن ہے جس کا ذکر نوٹ نمبر ۴ میں آ چکا ہے۔
۷۔فلسطین کا عبرانی نام

۸.۳
نمائندہ کولیئرز ویکلی سے محمد علی جناح کا انٹرویو
۸.۳.۱
ایف امین کا نوٹ[1]

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

رسالہ ''کولیئرز ویکلی''[2] (Collier's Weekly) کے مسٹر ویلڈن جیمز کو ایک خصوصی

انٹرویو دیتے ہوئے قائداعظم نے مندرجہ ذیل نکات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا:

پاکستان کے مستقبل کے امکانات

''ہمیں امید ہے کہ ہم بتدریج اسلامی تعلیمات کے مطابق انسانی مساوات پر مبنی ایک ترقی پسند اور جمہوری نظامِ حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور عالمی امن کے قیام کیلئے بھی کام کریں گے۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں، پاکستان تمام شہریوں یعنی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ مساوی اور منصفانہ سلوک کا ضامن ہے۔ انہیں عبادت، اظہارِ خیال اور اجتماع کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔

ہم نے لازمی ابتدائی تعلیم کا اہتمام کر لیا ہے اور یہ ہمارے اہم مقاصد میں سے ہے کہ ملک میں تعلیمی سہولتوں میں اضافہ کیا جائے، مزید اسکول اور یونیورسٹیاں قائم کی جائیں جو سب کے لئے ہوں، جس قدر جلد ہو سکے اپنے تقریباً ۹۰ فیصد عوام کی ناخواندگی کو ختم کیا جائے اور دستکاروں، سائنس دانوں، تاجروں، ڈاکٹروں اور سرکاری عہدیداروں کو بہترین تربیت کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

پاکستان میں عورتوں کی حیثیت

قانون کے مطابق عورتوں کی حیثیت پہلے سے ہی مردوں کے برابر ہے۔ توقع کی جاسکتی ہے کہ شہری معاملات اور روزگار کے شعبوں میں ان کی شرکت میں اضافہ ہوتا جائے گا اور پردہ، جو قرآن کی تعلیم پر نہیں بلکہ رواج پر مبنی ہے، بتدریج ختم ہو جائے گا۔ قدیم زمانے میں یہ ایک مفید احتیاط تھی کیونکہ ماضی کے استبدادی دور میں ایک بادشاہ یا سردار کسی حسین عورت کو اپنے تصرّف میں لاسکتا تھا اور اپنی عورتوں کو چھپا کر رکھنا ہی عقلمندی تھی۔ کئی رواج اپنا جواز ختم ہونے پر بھی جاری رہتے ہیں اور یہ ان میں سے ایک ہے۔ جدید ملکوں میں یہ رواج مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ سرحد کے حالیہ استصوابِ رائے میں ہماری عورتوں نے ہزاروں کی تعداد میں ووٹ ڈالے۔ پچھلے موسم بہار میں پشاور اور پورے صوبۂ سرحد میں ہزاروں بُرقعہ پوش اور غیر برقعہ پوش عورتوں نے پہلی مرتبہ مسلم اتحاد کے سیاسی مظاہروں میں حصّہ لیا۔ وقت کے ساتھ

ساتھ عورتیں ملک کے تمام معاملات میں زیادہ سے زیادہ شریکِ کار ہوتی چلی جائیں گی۔

بین الاقوامی تعلقات

اس سوال کا کہ آیا پاکستان برطانوی دولتِ مشترکہ کا رکن رہے گا آسان سا جواب ہے۔آپ برطانیہ اور امریکہ کی مثال لیجیے جن کے درمیان عملاً ایک اتحاد موجود ہے کیونکہ یہ دونوں کیلئے فائدہ مند ہے اور جب تک اس کی افادیت باقی رہے گی یہ اتحاد بھی اسی طرح قائم رہے گا۔ ہر دولت مشترکہ اس نوع کی ہوتی ہے جس میں تمام ارکان کو باہمی مفاد حاصل ہوتا ہے اور جب بھی ایک شریکِ کار کا فائدہ دوسرے سے زیادہ ہو جائے تو قدرتی طور پر موخّر الذکر یہ اشتراک ختم کرنا ہی پسند کریگا۔

داخلی سیاست

اقوامِ عالم کے خاندان میں پاکستان ابھی کمسن ہے اور اسے کچھ عرصے تک داشت و پرداخت کی ضرورت ہے۔ مَیں چاہتا تو ہوں کہ رخصت پر چلا جاؤں اور جملہ فرائض سے سبکدوش ہو جاؤں لیکن ابھی بہت کام ہے اور بہت دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ ملک کیلئے مستقل آئین مکمل ہونے میں شاید دو سال لگ جائیں۔ مجھے پوری توقع ہے کہ اس آئین کے تحت کم از کم دو بڑی سیاسی جماعتیں ابھریں گی۔اس دوران میں قدرتی طور پر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مسلم لیگ کی آواز ملک میں سب سے نمایاں ہوگی کیونکہ مسلم لیگ نہ صرف ایک سیاسی جماعت ہے بلکہ ایک عوامی تحریک بھی ہے جس نے مطالبۂ پاکستان کیلئے مسلمانوں کو متحد کیا۔ جب نئے آئین کے تحت ملک منظّم ہو کر کام کرنا شروع کر دے گا تو پھر مَیں اپنے فرائض سے دستبردار ہونے کی امید کر سکتا ہوں۔

تشکیلِ پاکستان کا جواز

ہر اس دور میں جب ہندوستان کی آزادی قریب نظر آئی، ہندو-مسلم فسادات میں اضافہ ہو گیا۔اس کی وجہ صاف ہے۔ دونوں یہ تو چاہتے تھے کہ انگریز چلا جائے اور اس ایک نکتے پر دونوں متحد تھے لیکن ہندو ہمیں کبھی یہ یقین نہیں دلا سکے کہ آزادی کے بعد برطانوی راج ہم پر ہندو راج سے تو نہیں بدل جائے گا۔ ۱۹۲۰ء کے بعد یہ واضح ہوتا جا رہا تھا کہ ہندوستان کی دو بڑی

قومیتیں ایک ایسے آزاد ملک میں یکجا نہیں ہو سکتیں جس میں ہندو، جن کا قدیم طبقاتی نظام ان کی سیاسی سوچ اور سیاسی عمل پر اثر انداز ہوتا ہے، مسلمانوں سے تین گنا ہوں جن کا انسانی مساوات اور اخوّت کا عقیدہ ہندوؤں کے انسانی عدم مساوات کے عقیدے سے متصادم ہو— خصوصاً ان کا یہ عقیدہ کہ وہ انسان جو ہندوؤں کی اونچی ذات میں پیدا نہیں ہوئے کمتر ہیں۔

اسی لئے مَیں نے ۱۹۴۲ء میں کانگریس کی بغاوت کی حمایت نہیں کی تھی جس کا مقصد برطانیہ کی جنگی تیاریوں کو مفلوج کرنا اور اسے ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کرنا تھا۔ ہم بھی یہ چاہتے تھے کہ انگریز یہاں سے چلے جائیں لیکن کانگریس کے رہنماؤں کے برعکس مجھے یہ دکھائی دے رہا تھا کہ اگر کانگریس کامیاب ہو جاتی تو اس کا فوری نتیجہ یہ ہوتا کہ جاپانی ہندوستان میں داخل ہوتے اور ان کے سائے تلے سبھاش چندر بوس کی قیادت میں اونچی ذات کے ہندوؤں کی ریاست قائم ہوتی جس سے نہ صرف اتحادیوں کی جنگی کوششوں پر بُرا اثر پڑتا بلکہ مسلمانوں اور دیگر ہندوستانیوں کے حالات پہلے سے بھی بدتر ہو جاتے۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں ہم نے پاکستان کا مطالبہ پیش کیا تا کہ ہندوستان سے انگریزوں کے اخراج کے فوراً بعد اس کا قیام عمل میں آ جائے۔ اس مطالبے کو بے معنی اور ناممکن گردان کر شدید تنقید کی گئی اور اس کا مذاق اڑایا گیا۔ کانگریس کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس پیسہ بہت کم تھا اور ذرائع ابلاغ اور اخبارات تو سرے سے تھے ہی نہیں۔ بہر حال وقت کے ساتھ ساتھ کانگریسی رہنماؤں کو اور ان سے پہلے انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسائل کا یہی واحد حل ہے اور یوں بظاہر ''ناممکن'' پاکستان ''ممکن'' ہو گیا۔

سیاسی مسائل کا کوئی بھی حل سو فیصد کامل نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ برصغیر کی پاکستان اور انڈین یونین میں تقسیم سے ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ پاکستان میں شاید ڈھائی کروڑ ہندو اور ہندوستان میں تین سے چار کروڑ تک مسلمان آباد ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ لوگ اپنے اپنے ملک میں مفید اور وفادار شہری بن کر رہیں گے۔ ایک مضبوط اور آزاد مسلم سلطنت کے قیام سے دس کروڑ مسلمانوں کے سر سے یہ خطرہ ٹل گیا کہ وہ اتنی بھاری

ہندو اکثریت والے ملک میں ایک بے وقعت اور غیر محفوظ اقلیت ہوں گے۔ دونوں ملکوں میں اقلیتوں کی کثیر تعداد اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفّظ کیلئے روشن خیال حکمت عملی اختیار کریں۔ پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کے درمیان باہمی تعاون اور اچھی ہمسائیگی کی ضرورت کیلئے یہ اقلیتیں ایک طرح کی ضمانت ہیں۔

معاشی ترقی

پاکستان کے خلاف سب سے پسندیدہ دلیل یہ ہوا کرتی تھی کہ یہ ایک انتہائی غریب ملک ہوگا۔ ہمارا جواب یہ تھا کہ اگر ہم اپنی مرضی سے غربت میں رہنا پسند کریں تو اس پر ہندوؤں یا کسی اور کو کیا اعتراض ہے۔ دراصل ہمارے امکانات تسلّی بخش ہیں۔ پاکستان کی زمین زرخیز ہے اور ہمارا ملک نہ صرف خوراک میں خود کفیل ہے بلکہ ہندوستان کے بیشتر حصے کو بھی خوراک مہیا کرسکتا ہے۔ اپنے آبپاشی کے نظام اور زرخیز زمین کی بدولت وہ ہر قسم کی فصل فراوانی کیساتھ پیدا کرسکتا ہے۔ یہ باقی برصغیر سے کم ترقی یافتہ ضرور ہے لیکن قدرتی وسائل سے مالا مال ہے جنہیں ہم فوری استعمال میں لاکر صنعتوں کو فروغ دے سکیں گے۔ ہم نے ان کاموں میں مدد کیلئے پہلے ہی مغربی ممالک کے فنی ماہرین اور تاجروں کو خوش آمدید کہا ہے اور مزید ماہرین کا خیر مقدم کریں گے۔ پاکستان اور مغربی دنیا کے درمیان کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ خود ہندوستان کئی لحاظ سے، مغرب سے ابھی پانچ سو سال پیچھے ہے۔

متفرق

پچاس سال پہلے جب مَیں انگلستان میں زیرِ تعلیم تھا تو کئی معاملات میں وہاں کی عورتیں مسلم دنیا کی عورتوں سے پیچھے تھیں۔ اور شاید ۱۹۱۹ء تک تو امریکیوں نے بھی عورتوں کو ووٹ کا حق نہیں دیا تھا.... 'ہندوستان میں برطانوی نظام ایک گہوارے جیسا تھا۔ نرس نے بچوں کو ایک بازی گاہ میں رکھا ہوا تھا۔ کبھی بازی گاہ کو ذرا وسیع کر دیا کرتی اور انہیں پورے کمرے میں بھاگنے دوڑنے کی اجازت بھی دے دیتی تھی۔ کبھی انہیں اپنے معاملات میں ایک گونہ آزادی بھی مل جاتی لیکن نرس اور اس کی ہمہ وقت نگرانی وہاں یا قریب ہی موجود رہتی تھی'.... انتہا پسند لوگ کس ملک

میں نہیں ہوتے اور کچھ ہم میں بھی ہیں۔ صوبۂ سرحد میں حالیہ گڑبڑ دراصل پرانی سیاسی وابستگیوں اور جھگڑوں کی باقیات میں سے ہے جسے باہر سے شہ ملتی رہی ہے۔ تاہم مجھے پاکستان کے کسی حصے میں غیر معمولی مشکلات کی توقع نہیں ہے.... انگریزوں نے پچھلے سو سال میں کبھی اس سے انکار نہیں کیا کہ ہندوستان کو بھی آزاد ہو جانا چاہئے لیکن گاہے گاہے انہیں ان کے وعدے یاد ضرور دلانے پڑتے تھے۔ آخر کار سیاسی جدوجہد نے انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اگرچہ وہ تساہل میں ابھی مزید بیس سال رہنے کا سوچ رہے تھے۔ بہرحال اب پاکستان قائم ہو گیا ہے اور ہم ایک خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنی خواہشات کے مطابق ملک کی تعمیرِ نو کر سکتے ہیں۔ اس اہم کام میں ہمیں تمام عظیم ممالک اور خاص طور پر امریکہ کی خیر سگالی اور رفاقت کی ضرورت ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۱۲

۸.۴
سائنسی تحقیق کے اداروں کیلئے آغا خان کی تجویز

۸.۴.۱
غلام حسین ہدایت اللہ بنام محمد علی جناح[۱]

گورنر ہاؤس۔ کراچی

۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم!

مَیں نے ہز ہائنس آغا خان کو اُن اداروں کے متعلق ایک خط لکھا تھا جن میں انہیں دلچسپی ہے۔ ان کے جواب[۲] کی ایک نقل آپ کے ملاحظے کیلئے بھیج رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

غلام حسین ہدایت اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۲۷

۲۔ ملفوفہ

۸.۴۱ کا ملفوفہ
آغا خان بنام غلام حسین ہدایت اللہ

معرفت

لائڈز این پی ایف بینک ۔جنیوا

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

دیرینہ اور عزیز دوست

آپ کا ۲۷ اگست کا خط[1] مجھے ابھی ملا ہے۔ میرے خیال میں فضیلت مآب قائداعظم کو نواب بھوپال کے نام میرے خط[2] میں درج واضح شرائط یاد نہیں ہیں۔ آپ کی اطلاع کیلئے وہ شرائط ذیل میں درج کی جارہی ہیں اور جب فضیلت مآب بہت مصروف نہ ہوں تو انہیں ان تک پہنچادیں:

۱۔ مغربی پاکستان کیلئے ۲۰ لاکھ روپے دیے جائیں گے بشرطیکہ حکومتِ پاکستان مزید ایک کروڑ کا بندوبست کر سکے۔ یہ ادارے کراچی یا اس کے قریب کسی صحت افزا مقام پر قائم کئے جاسکتے ہیں مگر پنجاب یا سرحد میں نہیں۔ البتہ کوئٹہ بھی مناسب رہے گا۔

۲۔ مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ اور چٹاگانگ کے درمیان اسی طرح کے ادارے کیلئے بھی ۲۰ لاکھ روپے دیے جائیں گے جبکہ حکومتِ پاکستان کو بھی ایک کروڑ مزید فراہم کرنے پڑیں گے۔

یہ ادارے علاج معالجے کیلئے نہیں بلکہ اہم سائنسی تحقیق کیلئے ہوں گے۔ ان میں اور شعبوں کے علاوہ طب پر بھی تحقیق کی جائے گی۔ بنیادی طور پر یہ ادارے مشہور زیورخ پولی ٹیکنیک کے خطوط پر چلائے جائیں گے جو انجینئر، معدنی، زرعی اور برقی ماہرین، سائنسی تحقیق کے اعلیٰ کارکن اور طبی تحقیق کے ماہرین تیار کرتا ہے۔

آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ نظریاتی سائنس میں ہم ہندوؤں سے بہت پیچھے ہیں اور عملی سائنس بہرحال نظریاتی سائنس کے بعد آتی ہے۔

مزید شرائط یہ ہیں کہ یہ پورا سرمایہ صرف عمارتوں، سائنسی آلات کی خریداری اور دوسرے بنیادی اخراجات کیلئے ہی استعمال ہوگا جبکہ ان کی نگہداشت کے مصارف پاکستان خود برداشت کرے گا۔ یہ مالی انتظامات آدھے مغربی اور آدھے مشرقی پاکستان کے لئے ہوں گے۔

میرے راستے میں کچھ طریقۂ کار کی مشکلات حائل ہیں جن کی وضاحت مَیں نے سر ظفر اللہ سے اس وقت کر دی تھی جب وہ لندن میں مجھ سے ملنے آئے تھے۔ انہوں نے یہ ساری باتیں نواب بھوپال کو بتا دی ہیں اور مجھے امید ہے کہ جب آپ اور آپ کے مشرقی بنگال کے رفقاء کو یہ احساس ہوگا کہ ان مشکلات کو دور کرنا کس قدر ضروری ہے تو ان پر ضرور قابو پا لیا جائے گا۔

ان ہی دنوں میں شاید ظفر اللہ سے آپ کی ملاقات ہو جائے اور وہ یا نواب بھوپال آپ کو ان مشکلات کی تفصیل بتا دیں۔

بیگم صاحبہ کو میرا اسلام اور اہل و عیال کیلئے نیک خواہشات

آغا خان

۱ اور ۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکے۔

۸.۴.۲
محمد علی جناح بنام غلام حسین ہدایت اللہ[1]
(اقتباس)

۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر شیخ غلام حسین

آپ کا ۱۲ ستمبر کا خط ہز ہائنس آغا خان[2] کے خط کی نقل کے ساتھ مجھے موصول ہوا۔

مجھے ہز ہائنس کی تجویز اور شرائط سے اتفاق ہے اور پاکستان میں اس طرح کے اداروں کی ضرورت کا پورا احساس ہے۔ اگر ہز ہائنس اپنی تجویز کے مطابق ہر ایک ادارے کیلئے ۲۰ لاکھ کی رقم مجھے بھیج دیں تو ان کی ابتدائی امداد کے بعد عوام سے میری اپیل پر مزید ایک

ایک کروڑ روپے آسانی سے جمع کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کی ابتدا انہی کی طرف سے ہونی چاہیے اور خود انہی کو ان اداروں کے کردار کا تعین کرنا ہے۔ ان کی خواہش کے مطابق ان اداروں کی نگہداشت کیلئے حکومتِ پاکستان کو معتد بہ رقم فراہم کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ ہز ہائنس کے راستے میں وہ کونسی فنی مشکلات ہیں جن کا ذکر انہوں نے کیا ہے لیکن ان مشکلات کو دور کرنے میں اگر مَیں کسی قسم کی مدد کر سکتا ہوں تو ضرور کروں گا۔

مجھے معلوم نہیں کہ آیا آپ نے ظفر اللہ یا نواب بھوپال سے دریافت کر لیا ہے کہ یہ مشکلات کیا ہیں۔

ہز ہائنس آغا خان کو میری نیک تمنائیں پہنچا دیں اور مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ اب وہ صحت مند ہیں۔

آپکا مخلص

ایم اے جناح

فضیلت مآب شیخ غلام حسین ہدایت اللہ

گورنر ہاؤس۔ کراچی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۰۹

۸.۵

پاکستان و افغانستان تعلقات[۱]

۸.۵.۱

سعید اللہ خان کا نوٹ[۲]

(اقتباس)

۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

افغانستان کے قائم مقام وزیرِ اعظم شاہ ولی خان کے ساتھ انٹرویو

مَیں ۳۰ ستمبر کو ہز رائل ہائنس شاہ ولی خان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تقریباً دو گھنٹے ان

سے ملاقات رہی۔ یہ ملاقات اس لحاظ سے اہم تھی کہ موصوف نے تکلّفات سے بالا ہوکر مجھ سے چند دوٹوک سوالات کیے۔

ابتدا میں مَیں نے ہز رائل ہائنس کو کابل میں اپنی آمد کے مقاصد سے آگاہ کیا اور ۲۷ ستمبر کو وزیر خارجہ (علی محمد خان) کے ساتھ اپنی ملاقات کی روداد مختصراً سنائی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اس گفتگو سے باخبر ہیں لیکن چونکہ کئی اہم وضاحت طلب معاملات پر تبادلۂ خیال نہیں ہوا تھا اس لئے وہ کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے کچھ مزید نکات کی وضاحت چاہتے تھے۔

ہز رائل ہائنس کا سوال

نواب صاحب آپ افغان سرحد کی دوسری جانب قائداعظم جیسے عظیم رہنما کے ذاتی نمائندے کے طور پر ایک انتہائی نازک اور اہم سفارت پر آئے ہیں لہٰذا قدرتی طور پر آپ یہی چاہیں گے کہ یہ کام اس طرح انجام پائے کہ اس سے دونوں حکومتوں کو فائدہ پہنچے۔ نہ صرف قائداعظم کے ترجمان کی حیثیت سے بلکہ پوری دنیا کی نظروں میں آپ ایک بہت اہم منصب کے حامل ہیں۔ ایسے حالات میں جبکہ دونوں ممالک (افغانستان اور پاکستان) کے نقطہ ہائے نظر بالکل مختلف ہیں آپ کی کوششیں دو عظیم ملکوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں بہت مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔[۳] ان عوامل کی روشنی میں کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گے کہ افغانستان ایک تونگر اور خوشحال ملک بنے جو دنیا کے کسی بھی ملک کی برابری کر سکے؟

جواب

مَیں نے قائداعظم اور اپنے لئے ان کے مخلصانہ اور برادارانہ جذبات کا شکریہ ادا کیا اور انہیں یقین دلایا کہ ایک اسلامی ملک ہونے کے ناتے حکومتِ پاکستان کا یہ اوّلین فرض ہوگا کہ افغانستان کی ہر طرح مدد کرے اور اسے نہ صرف ایک تونگر اور خوشحال ملک بلکہ دنیا کی بڑی طاقتوں میں شمار ہوتا دیکھے کیونکہ افغانستان کا استحکام پاکستان کا استحکام ہے۔ ان دونوں مسلمان ملکوں کے درمیان خوشگوار تعلقات باقی دنیا کیلئے باعث رشک ہوں گے۔ انہی تعلقات کو قائم کرنے اور ممکنہ بدگمانیوں کو دور کرنے کیلئے ہی مَیں کابل آیا ہوں۔ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ افغانستان اور پاکستان کے دو عظیم ملکوں کے درمیان خیر خواہی کی فضا پیدا ہو۔

ہزرائل ہائنس کا سوال

ایک پٹھان بھائی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر مجھے خوشی ہوئی ہے اور قائداعظم کے نمائندے سے مجھے اسی جواب کی توقع تھی۔ایسی صورتِ حال میں جس کی وضاحت آپ نے کی ہے یہ زیادتی تو نہ ہوگی اگر افغانستان کی موجودہ طاقت میں اضافے کیلئے مَیں پورا صوبۂ سرحد اور قبائلی علاقہ آپ سے مانگ لوں اور کیا آپ اپنی کشادہ دلی کے ثبوت کے طور پر میری خواہش پوری کریں گے۔

جواب

آپ کے سوال پر مجھے ایک قصہ یاد آیا ہے۔ایک سادہ دل اور دیانت دار نوجوان کئی روز اس مقولے کے بارے میں سوچتا رہا کہ ''دولت دولت کو کھینچتی ہے۔'' پھر ایک روپیہ ہاتھ میں لئے ،اس مقولے کی سچائی معلوم کرنے وہ صرافہ بازار پہنچا اور روپوں کی سب سے بڑی ڈھیری کے اوپر اپنا روپیہ پھینک دیا۔اس کارروائی پر صراف نے متوجہ ہوکر پوچھا ''عزیز نوجوان تم یہ کیا کر رہے ہو؟'' نوجوان نے جواب دیا ''آپ پریشان نہ ہوں مَیں کوئی غلط کام نہیں کر رہا۔مَیں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا ''دولت دولت کو کھینچتی ہے'' والا مقولہ سچ ہے۔صراف نے مسکرا کر نوجوان کو سمجھایا ''اصولاً تو یہ صحیح ہے لیکن دراصل ہمیشہ بڑی چیز چھوٹی کو کھینچتی ہے نہ کہ چھوٹی بڑی کو۔''

یہ واقعہ سنانے کے بعد مَیں نے ہزرائل ہائنس سے پوچھا کہ کیا میرا مطلب واضح ہو گیا۔ہزرائل ہائنس نے کہا کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔

ہزرائل ہائنس کا سوال

عظیم رہنما کے نمائندے کی حیثیت سے آپ مجھے یہ بتائیں کہ سر جارج کنگھم کو صوبۂ سرحد کا گورنر مقرر کر کے ایک انگریز کو پٹھانوں پر کیوں ترجیح دی گئی ہے جبکہ وہاں آپ سمیت موزوں افراد کی کمی نہیں تھی؟ مَیں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ اس تقرری سے ڈیورنڈ لائن کے دونوں طرف پٹھانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔

جواب

مجھے معلوم ہے کہ سر جارج کنگھم کے تقرر پر بہت سے پٹھانوں کو مایوسی اور پریشانی

ہوئی ہے۔ درحقیقت یہی سوال ایک وفد نے قائداعظم سے بھی کیا۔ قائداعظم نے پوچھا کہ کیا انہیں اپنے قائد کی ایمانداری اور نیک نیتی پر شک ہے یا وہ محض یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سر جارج کا تقرر کیوں کیا گیا ہے۔ وفد کے ترجمان نے فوراً جواب دیا کہ وہ قائداعظم کی دیانتداری اور راست بازی کو شک وشبہ سے بالاتر سمجھتے ہیں لیکن اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ اکثر پٹھان ان سے بار بار اس تقرر کی وجوہات پوچھ رہے ہیں۔ قائداعظم نے جواب دیا کہ غیر ملکیوں کے بارے میں ان کے تجربے کا ماحصل یہ ہے کہ انگریز اچھے ملازم اور برے حاکم ہوتے ہیں اور یہ کام حاکم کا ہے کہ وہ اپنے ملازم سے صحیح طرح کام لے۔ اگر حاکم یعنی پاکستان کے عوام ایسے ملازم سے پوری طرح کام لینے کے قابل نہیں تو قائداعظم بھی ایسے لوگوں کیلئے کچھ نہیں کر سکتے۔ قائداعظم نے مزید کہا کہ بہت سے ملکوں میں غیر ملکیوں کو ملازمت دی گئی ہے اور ان سے خوب کام لیا جاتا ہے۔ پاکستانیوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ انہیں چند ایسے انگریزوں کی خدمات حاصل ہوگئی ہیں جو یہاں حاکم کے طور پر آئے تھے اور اب ان کے نوکر چاکر کی طرح کام کرنے پر تیار ہیں۔ بہر حال اگر ایک ملازم اپنے آقا کے فیصلوں اور احکامات کی پابندی نہیں کرتا تو اسے برخاست کیا جا سکتا ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی کرتا چلوں کہ قائم مقام وزیراعظم کے چھوٹے بھائی اور مستقل وزیراعظم ہز رائل ہائنس شاہ محمود خان کو ایک بڑے اجتماع کے سامنے یہ کہتے سنا گیا ہے کہ فضلیت مآب محمد علی جناح نے ماؤنٹ بیٹن کی جگہ لے کر فاش غلطی کی ہے کیونکہ ان کے جانے پہچانے انگریزوں میں ماؤنٹ بیٹن یقیناً سب سے بہتر ہیں۔

ہز رائل ہائنس نے نسبتاً کم اہمیت کے کئی اور سوالات کئے جن کے مَیں نے مناسب جواب دے دیئے۔ ہز رائل ہائنس نے اس گفتگو پر اطمینان کا اظہار کیا اور میرے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اس بات پر فخر ہے کہ ڈیورنڈ لائن کی دوسری جانب مجھ جیسے پٹھان رہتے ہیں۔

نوابزادہ سعیداللہ خان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۳۱
۲۔ کابل میں قائداعظم محمد علی جناح کے ذاتی نمائندے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء
۲۔ پاکستان کے بارے میں افغان رویّے کیلئے دیکھئے ضمیمہ جات

۸.۵.۱ کا ضمیمہ ۱

جائلز اسکوائر[1] (Giles Squire) بنام ارنسٹ بیون (Ernest Bevin)

برطانوی لیگیشن (نیابت)

کابل

۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

جناب عالی!

مَیں نے آج ہی کے مراسلے[2] میں کابل میں آزادی کی سالانہ تقریبات اور نئی مملکتِ پاکستان کیلئے عمومی دوستانہ جذبات کا ذکر کیا ہے۔ مَیں نے اور میرے عملے کے اراکین نے کئی اعلیٰ افغان عہدیداروں سے غیر رسمی بات چیت کی ہے۔ آپ کے تار[3] مورخہ ۲۰ اگست میں درج ہدایات کا ذکر مَیں نے مختصراً وزیرِ خارجہ سے کر دیا ہے لیکن اگلے ہفتے جب افغانستان کے سرکاری دفاتر کھلیں گے تو اس موضوع پر ان سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔

میری سب سے اہم گفتگو ۲۶ اگست کو قائم مقام وزیرِاعظم ہز رائل ہائنس شاہ ولی خان سے ہوئی۔ وہ یہ ظاہر کرنے کی پوری کوشش کرتے رہے کہ افغانستان اس پر بہت خوش ہے کہ درۂ خیبر تک کا علاقہ ایک دوست مسلم حکومت کے قبضے میں ہے۔ ساتھ ہی انہوں امید ظاہر کی کہ سویت روس کے جارحانہ عزائم کے خلاف اپنی آزادی برقرار رکھنے کی کوششوں میں افغانستان کو برطانیہ کی حمایت بدستور حاصل رہے گی اور یہ کہ افغانستان کی خوشحالی میں حکومتِ برطانیہ کی دلچسپی برقرار رہے گی۔ مَیں نے ان کی ان توقعات پر انہیں اطمینان دلانے کی پوری کوشش کی۔ مقامی اخبارات میں آزاد پٹھانستان کی تشہیر کی مہم پر معذرت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ داخلی وجوہات کی بناء پر ان کی حکومت اس مہم کی حمایت پر مجبور ہے۔ وہ خاص طور پر میرا ردِّعمل اُس تقریر[4] پر جاننا چاہتے تھے شاہ افغانستان نے تقریباتِ یومِ آزادی کے افتتاح پر کی تھی جس میں پاکستان کے حوالے سے کہی گئی باتوں کا مقصد غلط فہمیاں دور کرنا اور نئی مملکت سے قریبی تعلقات قائم کرنا تھا۔

یومِ آزادی کی تقریریں[5] اور ایک روز پہلے اخباروں میں مسٹر جناح کے نام ایک کھلا خط[6]

اس ہفتے کے اہم موضوعات تھے جن سے صوبۂ سرحد کے بارے میں افغانستان کے عزائم کی غمازی ہوتی ہے۔اس موضوع پر مختلف بیانات کا ترجمہ ملفوف ہے۔شاہ افغانستان کی تقریر سے اس عام تاثر کی تردید ہوتی ہے کہ افغانستان کچھ سرحدی علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے یا پھر کسی بیرونی طاقت کے دباؤ کے تحت عمل کر رہا ہے۔اس تقریر میں ان الزامات کی بھی تردید کی گئی ہے کہ پٹھانستان کے حق میں مظاہرے افغانستان سے لاتعلق معاملات میں ناروا مداخلت ہے۔ گو یہ تقریر بنیادی طور پر افغان عوام کیلئے اور ان کے جذبات کی مظہر تھی لیکن مجھے امید ہے کہ اس سے ان معاملات پر دوستانہ گفت وشنید کی راہ ہموار ہو جائے گی جن سے یقیناً افغانستان کا مفاد وابستہ ہے۔صاف ظاہر ہے کہ اگر حکومتِ پاکستان نے آزاد پٹھانستان کے مطالبے کا کوئی حل نکال لیا تو نہ صرف سرحد کے تمام طبقات کو اطمینان ہو جائے گا بلکہ یہ سرحدی مسئلے کے پُرامن حل کی جانب ایک انتہائی اہم قدم ثابت ہوگا۔

آپ کا فرمانبردار خادم

جی ایف اسکوائر

۱۔کابل میں برطانوی لیگیشن کے وزیر

۲اور۳۔تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکے۔

۴۔ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۱

۵۔ضمیمہ ۱ کے ملفوفہ ۱ اور ملفوفہ ۲

۶۔ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۳

۸.۵.۱ کے ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۱

افغانستان کی آزادی کی انتیسویں سالگرہ کے موقع پر شاہ محمد ظاہر شاہ کی تقریر

(اقتباس۔بصیغۂ راز)

ہمارے ملک کے مشرق میں ہندوستان کا وسیع برِصغیر آزادی کی نعمت سے سرفراز ہو چکا ہے اور اس قدیم سرزمین پر پاکستان اور ہندوستان کی دو خودمختار مملکتیں وجود میں آئی ہیں۔

اپنی آزادی کی سالگرہ کے اس پُرمسرت موقع پر ہم پاکستان میں اپنے ہم مذہب اور

ہمسایہ بھائیوں کواور ہندوستان کے عظیم اور دوست عوام کوحصولِ آزادی کی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پوری افغان قوم ان کی آزادی کا خیر مقدم کرتی ہے۔

اس مبارک موقع پر جبکہ ہماری بہادر اور آزاد قوم اپنی آزادی کا جشن منا رہی ہے ہمارے دل ان پٹھان بھائیوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں جو اپنے جائز حقوق کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

ہماری خواہش ہے کہ وہ ہمارے عزائم کو بخوبی سمجھ لیں اور انہیں نہ تو زیادہ پُرکشش معنی دیں اور نہ ان کی کوئی غلط تعبیر کریں تا کہ پٹھانوں اور برصغیر ہند کے مسلمانوں کے درمیان، جن کے باہمی مفادات ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں، کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

جب ان کے جائز حقوق اصولی طور پر یوں تسلیم کر لئے جائیں کہ ان علاقوں کے لوگ مطمئن ہو جائیں تو ہم ان کی اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہم آہنگی اور ریاستِ پاکستان کے ساتھ تعاون کا خیر مقدم کریں گے۔ ہماری یہ خواہش نہیں ہے کہ ہمارے ہمسایہ اسلامی ملک (پاکستان) کے مفادات یا سلامتی کو کسی قسم کا ضرر پہنچے۔

ہمیں امید ہے کہ خیر سگالی پر مبنی ہماری پالیسی سب پر واضح ہو جائے گی اور اس کی جو غلط تشریحات عمداً یا لاعلمی سے کی گئی ہیں وہ ہمارے نیک ارادوں کی روشنی میں کالعدم ہو جائیں گی اور سب کو یہ احساس ہو جائے گا کہ یہ پالیسی پاکستان، افغانستان، اور ڈیورنڈ لائن کے اس پار بسنے والے پٹھانوں یعنی ہم سب کیلئے سودمند ہے۔

ہمارے ملک نے ہندوستان کی جماعتی سیاست سے کبھی سروکار نہیں رکھا اور نہ ہی ہم کسی اور کے ہاتھ میں کٹھ پتلی یا دوسرے ممالک کے آلۂ کار بن سکتے ہیں۔

ہماری خارجہ پالیسی واضح ہے۔ اپنے ہمسایوں اور دوست ممالک سے ہمارے تعلقات پہلے بھی اور آئندہ بھی باہمی دوستی، اپنے حقوق اور سیاسی آزادی کے تحفّظ، اقوامِ متحدہ کے وضع کردہ اصولوں اور امن سے ہماری محبت کی بنیاد پر استوار ہیں۔

۸.۵.۱ کے ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۲

افغان قوم کے تمام طبقات کی جانب سے افغان قومی اسمبلی کے صدر سردار سلطان احمد خان کی تقریر

(اقتباس)

بلا تاریخ

اگست ۱۹۴۷ء

اعلیٰ حضرت! ہم پاکستان میں اپنے ہمسایہ مسلمان بھائیوں اور ہندوستان کے دوست عوام کی آزادی پر اپنی مسرّت کا اظہار کرتے ہیں۔ سرحد پار ہمارے پٹھان بھائیوں کے حقوق کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ بیشک ارفع اور گراں قدر ہیں۔ درحقیقت پوری افغان قوم کو اعلیٰ حضرت کے نقطۂ نظر سے اتفاق ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ سرحد پار ہمارے تمام پٹھان بھائی اپنے جائز حقوق حاصل کر کے ایک قوم کی طرح رہیں اور اپنے سیاسی مستقبل کے تمام فیصلے کرنے میں آزاد ہوں تا کہ مشرق کے اس حصے میں حقیقی خیر سگالی کی فضا برقرار رہے اور اسے مستقل ترقی اور خوشحالی کے مواقع حاصل ہو سکیں۔

۸.۵.۱ کے ضمیمہ ۱ کا ملفوفہ ۳

سیّد قاسم رشتیا بنام محمد علی جناح[1]

(اصل فارسی میں)

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء

کچھ عرصہ پہلے ریڈیو پر جناب کی مختصر تقریر سن کر مجھے خوشی ہوئی۔[2] بعدازاں مجھے پاکستان کی آزاد مملکت کے افتتاح کی خبر ملی۔ ایک افغان کی حیثیت سے میرا فرض بنتا ہے کہ اپنے عزیز وطن افغانستان کیلئے آپ کے خیر سگالی کے ان جذبات کا شکریہ ادا کروں کہ پاکستان مشرقِ وسطیٰ کے تمام اسلامی ممالک اور خصوصاً افغانستان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنا چاہتا ہے۔

فضیلت مآب کو معلوم ہونا چاہیے کہ افغانستان کے سوا کروڑ عوام کی خواہش بھی یہی ہے جس کا اظہار انہوں نے قیامِ پاکستان کے بعد مختلف موقعوں پر سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر کیا ہے۔ فضیلت مآب کو ہماری اس خواہش کے خلوص پر اعتبار ہونا چاہئے، کیونکہ خوش قسمتی سے ہمارے درمیان ہمسائیگی اور مذہب کے علاوہ دیگر مادی اور اخلاقی رشتے موجود ہیں جن پر ہماری تاریخی دوستی قائم ہے جو ہمارے ذہنوں سے باہمی شکوک وشبہات اور نفرت دور کر کے ہمارے دلوں کو نیک خواہشات سے بھر دیتی ہے۔

بے شک ہم نوخیز مملکت پاکستان کے اچھے ہمسائے بننا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام باہمی مسائل مفاہمت اور دوستانہ جذبے سے حل کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر دونوں فریق اس پالیسی پر عمل کریں تو نہ صرف اس سے ہم دونوں کو فائدہ پہنچے گا بلکہ مشرق کے اس اہم خطّے میں امن کو تقویت حاصل ہو گی اور خدانخواستہ اگر شکوک اور اختلافات نے سر اٹھایا تو ہم دونوں کو مساوی نقصان پہنچے گا اور ایشیا کے اس مرکز میں امن خطرے میں پڑ جائے گا۔

ریڈیو پر فضیلت مآب کے نئے اعلان کے بعد ہم آپ کو دوبارہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم دل سے پاکستان کی نئی اسلامی مملکت کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس باہمی خواہش کا عملی طور پر اظہار کیا جائے جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہمارے پٹھان بھائیوں کا مسئلہ حل کیا جائے۔ یہ مسئلہ عرصے سے ہمارے اور برطانوی اور ہندوستانی اربابِ اقتدار کے درمیان گفت وشنید کا موضوع رہا ہے لیکن ابھی تک ہمیں کہیں سے بھی کوئی تسلّی بخش جواب نہیں ملا۔ اگرچہ اس مسئلے کا تعلق حکومتِ برطانیہ سے ہے جو ان کے اور ہمارے درمیان طے ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر پاکستان اپنے ہمسائے یعنی افغانستان سے اچھے تعلقات رکھنا چاہتا ہے جیسا کہ فضیلت مآب نے خود کہا ہے تو اسے چاہیے کہ سرحد پار پٹھانوں کی خودمختاری کے بارے میں اپنے نیک ارادوں کو عملی جامہ پہنائے تا کہ افغان عوام کو پاکستان اور اس کے عظیم رہنما کی نیک خواہشات کا یقین ہو جائے۔ ہم بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ ہمارا مطالبہ خودغرض مفادات یا کسی علاقے کے حصول کیلئے نہیں ہے بلکہ اپنے نئے ہمسائے پاکستان کیلئے نیک خواہشات پر مبنی ہے۔

ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ افغانستان اور برِ صغیر کے درمیان صدیوں سے جو دوستانہ تعلقات چلے آ رہے ہیں وہ نہ صرف بہتر سطح پر برقرار رہیں بلکہ روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جائیں۔ ہماری دانست میں اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اوّلین شرط یہ ہے کہ سرحد پار کے پٹھانوں کا مسئلہ خیر سگالی اور انصاف سے طے کیا جائے۔ اگر یہ مسئلہ ان پٹھانوں کے جائز حقوق کا احترام کرتے ہوئے حل کر لیا گیا تو یہ دونوں ملکوں کے لئے سود مند ہوگا ورنہ یہ ہمیشہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان مشکلات پیدا کرتا رہے گا اور ایشیا کے اس اہم حصے میں امن و سلامتی، جس کا برقرار رکھنا افغانستان اور پاکستان دونوں کی ذمّہ داری ہے، درہم برہم ہوتی رہے گی۔

لہٰذا ہم پورے خلوص کے ساتھ قائداعظم کی توجہ اس اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جس طرح خود انہوں نے افغانستان اور پاکستان کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قیام کی خواہش کی ہے اسی طرح وہ ہمارے بے غرض مطالبے کو جو دراصل سرحد پار پٹھانوں کی اکثریت کا مطالبہ ہے، منظور کرتے ہوئے اپنے نیک جذبات کا عملی ثبوت دیں گے۔

نیک تمنّاؤں کے ساتھ

سیّد قاسم رشتیا

۱۔ ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کابل کے اخبار ''انیس'' میں شائع شدہ ایک کھلا خط
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱

۸.۵.۱ کا ضمیمہ ۲

جوزف پامر (Joseph Palmer) بنام جارج مارشل

(تار۔ خفیہ)

امریکی سفارت خانہ، کابل

۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

کل مجھے وزیرِ خارجہ سے معلوم ہوا کہ عبدالغفّار خان کے معاون عاشق حسین نے کابل میں، قائم مقام وزیرِ اعظم، وزیرِ خارجہ اور افغان حکومت کے دوسرے وزراء سے گفت و شنید کی۔

وزیرِ خارجہ نے بصیغہ رَاز مجھے بتایا کہ وہ اس مہمان سے متاثر نہیں ہوئے کیونکہ وہ متوازن شخصیت کا حامل نہیں ہے اور اس کے بیانات انتہا پسندانہ ہیں۔ انہیں اس کے آنے کی خوشی بھی ہے اور افسوس بھی۔

اس کی وضاحت انہوں نے یوں کی کہ وہ خود اور افغان حکومت میں ان کے ساتھی ایسے موقع کا خیر مقدم کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ کسی تشدّد آمیز کارروائی کی اعانت نہیں کرتے اور عبدالغفّار خان کو بحیثیت ایک پٹھان رہنما یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ افغان حکومت سے کسی جارحانہ کارروائی میں مدد کی توقع نہ رکھیں۔ تاہم افغان حکومت اپنے عوام کی خواہشات کے مطابق اس حقیقت پر زور دیتی رہے گی اور اسے پُرامن طریقے سے تسلیم کرانے کی کوشش کرتی رہے گی کہ تہذیبی یا کسی اور حوالے سے پٹھان کبھی ہندوستان کا حصہ نہیں رہے۔ لہٰذا ہندوستان میں حالیہ سیاسی تبدیلیوں کے پیشِ نظر پٹھانوں کو بھی اپنی خواہشات کے اظہار کا موقع ملنا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگرچہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو یہ موقع مل گیا ہے کہ پٹھانوں کے طاقت کے استعمال پر حکومتِ افغانستان کی ناگواری کا اظہار کر سکیں، لیکن ساتھ ہی افغان حکومت کو خوف تھا کہ ایسے مہمان کی آمد، جو افغان حکومت کی دعوت پر کابل نہیں آیا تھا، اور اس کی وزیرِ اعظم اور دوسرے وزراء سے ملاقاتوں سے یہ غلط تاثر نہ لیا جائے کہ افغان حکومت عبدالغفّار خان اور ان کے پیروکاروں کی جارحانہ کارروائی کی حمایت یا اس سے چشم پوشی کرتی ہے۔

آخر میں وزیر خارجہ نے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا کہ پاکستان میں جس طرح مسلمانوں، سکھوں اور ہندوؤں میں فرقہ وارانہ قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے وہ کہیں آگے چل کر پٹھانوں اور پنجابیوں یا دوسرے پاکستانیوں کے درمیان تباہ کن تصادم میں تبدیل نہ ہو جائے۔ تاہم انہوں نے امید ظاہر کی کہ پٹھان سمجھداری سے کام لیں گے۔

پامر

۹
اضافی دستاویزات
۹.۱
لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹووِیل[1]
(تار)

نئی دہلی

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

باؤنڈری کمیشن کے فیصلوں پر ایک بحران پیدا ہو گیا ہے۔ مَیں اپنی ہفتہ وار رپورٹ میں ان واقعات کی مکمل تفصیل پیش کروں گا جن سے موجودہ صورتِ حال پیدا ہو رہی ہے۔ اس دوران میں یہ ضروری ہے کہ اس معاملے کے حسبِ ذیل حقائق کا ایک خاکہ ملک معظّم کی حکومت کے پیش نظر رہے۔

۲۔ مَیں نے پوری دیانتداری سے باؤنڈری کمیشن کے ساتھ ہر قسم کے رابطے سے اجتناب کیا ہے اور اس احتیاط میں ان کی شرائطِ کار کی تشریحات اور ان تک پہنچانے کیلئے وہ نقطہ ہائے نظر بھی شامل ہیں جو مجھے پیش کئے گئے۔

۳۔ آئندہ حکومتوں کی نمائندگی کرنے والے رہنماؤں نے بذاتِ خود:

الف۔ ریڈکلف سمیت ان کمیشنوں کے ارکان منتخب کئے ہیں اور ان کی شرائط کار متعین کی ہیں۔

ب۔ آزادیٔ ہند کے مسودے کی ذیلی شق ۳ (۴) اور ۴ (۳) کو شامل کرنے کی منظوری دی ہے جن کی بناء پر چیئرمین کا فیصلہ واجب العمل ہو جاتا ہے۔

ج۔ پارٹیشن کونسل کے ایک بیان کے مطابق انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ کمیشن کا جو

فیصلہ بھی ہوگا اسے وہ قبول کریں گے اور اس کی تعمیل غیر جانبداری سے کی جائے گی۔

۴۔ ۱۱ اگست کو ازمے کو لیاقت کا ایک زبانی پیغام موصول ہوا کہ گورداسپور یا اس کا بیشتر حصہ باؤنڈری کمیشن نے مشرقی پنجاب کو دیدیا ہے اور یہ ایک قانونی نہیں بلکہ سیاسی فیصلہ ہے اور اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہ ایک سنگین ناانصافی ہوگی اور برطانیہ کی جانب سے اعتماد شکنی تصوّر کی جائے گی۔

۵۔ اپنے جواب میں ازمے نے واضح کیا کہ ابھی ایوارڈ نہیں بھیجا گیا ہے اور ان نکات کا بھی ذکر کیا جو اس تار کے پیرے ۲ اور ۳ میں دیے گئے ہیں۔

۶۔ ریڈکلف نے بنگال ایوارڈ ۱۲ اگست کو بھیج دیا تھا۔ اس میں چٹاگانگ ہل ٹریکٹس کو پاکستان میں شامل کیا گیا ہے اور مجھے خبردار کیا گیا کہ کانگریس کے رہنماؤں میں اس کا شدید ردعمل ہوگا۔

۷۔ ۱۳ تاریخ کو مجھے پٹیل نے لکھا کہ انہوں نے چٹاگانگ ہل قبائل کے ایک وفد سے ملاقات میں انہیں بتایا تھا کہ ان ہل ٹریکٹس کی پاکستان میں شمولیت اسقدر عجیب تجویز ہے کہ ان کا یہ حق بنتا ہے کہ اس کی مخالفت پوری قوت سے کریں اور وہ اس مخالفت میں ان کی پوری مدد کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کوئی ایوارڈ جو مقامی رائے اور شرائط کار کے خلاف ہو یا متعلقہ عوام کی مرضی معلوم کرنے کیلئے استصوابِ رائے کے بغیر کیا گیا ہو تو وہ سازش کا نتیجہ اور جانبدارانہ تصور کیا جائے گا اور اسے تسلیم کرانے سے انکار ضروری ہوگا۔

۸۔ مَیں نے حسبِ ذیل اقدامات کئے ہیں:

الف۔ یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان ایوارڈوں کی اشاعت مَیں خود نہیں کروں گا۔

ب۔ نئے صوبوں کے متعلقہ گورنروں کو ہدایت کی ہے کہ جب تک ایوارڈ شائع نہیں ہو جاتے اور ان پر عمل درآمد نہیں ہو جاتا اس وقت تک وہ فرضی تقسیم پر مبنی حدوں کے مطابق کام کرتے رہیں۔

ج۔ مَیں نے دونوں حکومتوں کے نمائندوں کی ایک میٹنگ بلائی ہے تا کہ:

(ا)۔ ایوارڈ کی اشاعت کے وقت اور طریقۂ کار کا فیصلہ کیا جائے۔

(۲)۔ پارٹیشن کونسل نے ایوارڈ قبول کروانے اور اس کے فیصلوں کی تعمیل کروانے کا جو بیڑا اٹھایا ہے اب یہ طے کیا جائے کہ اس عہد پر عمل کس طریقے سے ہوگا۔

۹۔ میرے آئندہ تار میں باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا خلاصہ شامل ہوگا۔[۲]

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ دستاویز نمبر ۹.۶

۹.۲

ڈینس شا بنام محمد علی جناح[۱]

ملیر کینٹ۔ کراچی
۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

اجازت ہو تو مَیں اپنی تہنیت بھی ان ہزاروں تہنیت ناموں میں شامل کر دوں جو آپ کو ابھی تک موصول ہوئے ہیں۔

مَیں تقریباً دو سال قبل ہندوستان آیا تھا اور اس کے داخلی امور سے کم ہی واقف تھا۔ جب میرا تقرر ایک انڈین ملٹری کالج میں بطور سینئیر انگلش ماسٹر ہوا تو میری جہالت اور لاتعلقی کا جلد ہی ازالہ ہو گیا اور مَیں دل سے اس شخص کا مداح ہو گیا جو یکہ و تنہا مسلم ہندوستان کو ایک ریاست میں ڈھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

یہ کام جو پہلے ناممکن نظر آتا تھا آپ نے ممکن کر دکھایا۔ تاریخ میں یقیناً آپکا نام گیری بالڈی[۲] اور بولیوار[۳] کے ناموں کے ساتھ لیا جائے گا جنہوں نے منتشر ڈھیر میں سے قوموں کی تشکیل کی تھی۔

مجھے صرف اُس وقت کے پاکستان کے بارے میں تشویش ہے جب وہ آپ سے محروم

ہو جائیگا کیونکہ بدقسمتی سے یہ ایک لابدی امر ہے۔آپ نے انتھک محنت کی ہے اور اپنے مقصد سے ایسی لگن کا اظہار کیا کہ آپ لوگوں سے مختلف ایک ذیشان ہستی بن چکے ہیں اور یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ کوئی شخص آپ کی جگہ کامیابی سے پُر کرسکتا ہے۔تاہم میری مخلصانہ امید ہے کہ کئی سالوں تک یہ مسئلہ درپیش نہیں ہوگا۔

آپ کی ایک تصویر ملفوف کررہا ہوں جس پر براہ کرم اپنے دستخط ثبت فرما کر ممنون فرمائیں۔

آپ کا
ڈینس شا

وارنٹ افسر II۔آر اے ای سی
۱۴ برٹش فیلڈ رجمنٹ سے منسلک رائل آرٹلری

۱۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۸
۲۔اٹلی کا مشہور لیڈر جس نے کئی منتشر ریاستوں کو ایک قوم میں ڈھال دیا۔
۳۔وینزویلا کا ایک محبِ وطن جسے ''جنوبی امریکہ کا نجات دہندہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

۹.۳

ٹی ڈبلیو ریز بنام کلاڈ آکنلک[۱]

لاہور

۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

منجانب ریز برائے سپریم کمانڈر۔میری اطلاع[۲] کے مطابق جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع اور اب گورداسپور میں بھی وہی واقعات رونما ہو رہے ہیں جو پچھلے دو تین ہفتوں سے لاہور اور امرتسر میں ہوتے رہے ہیں اور جالندھر اور ہوشیار پور وغیرہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اثر مہاجرین کی مشتعل کرنے والی رودادوں کے باعث لاہور اور مغربی پنجاب پہنچ رہا ہے جس کا قدرتی ردِعمل بھی ہو رہا ہے۔اگر جنوبی اور مشرقی پنجاب میں ہلاکتوں کو روکا نہ گیا تو یہ خطرہ یقینی ہے کہ مسلمان مغربی پنجاب میں سکھوں اور ہندوؤں سے اس کا بدلہ لیں گے۔اس اثناء میں مغربی پنجاب کے سکھ رہنما مشرقی پنجاب کے سکھ رہنماؤں سے قتل کی وارداتوں کو روکنے کی اپیل کر رہے

ہیں کیونکہ ڈر ہے کہ مغربی پنجاب میں سکھ وسیع پیمانے پر انتقامی کارروائیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ تاہم صورتِ حال اس حد تک خراب نہیں ہوئی ہے جتنا کہ مغربی پنجاب کے مسلم رہنماؤں کو ڈر تھا۔ اس عرصے میں پنجاب باؤنڈری فورس کے جوان قتل و غارت روکنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں جیسا کہ وہ اب تک کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ مَیں جنوب میں کمک بھیج رہا ہوں اور مغربی پنجاب کے مسلم رہنماؤں نے بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ بھی یہی کریں گے اور کر بھی رہے ہیں۔ واقعتاً ضرورت اس بات کی ہے کہ مشرقی پنجاب میں قتلِ عام کو روکا جائے۔ مَیں نے یہ پیغام میسروی (Messervy) کو بھی دکھایا ہے اور وہ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں اور میرا ارادہ ہے کہ مغربی پنجاب کے دو وزیروں کے ساتھ کل صبح جالندھر جا کر ترویدی (Trivedi) سے ملاقات کروں بشرطیکہ وہ ہمیں وہاں مل سکیں۔[۳]

ٹی ڈبلیو ریز

کمانڈر پنجاب باؤنڈری فورس

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱

۲۔ فرینک میسروی نے لاہور کا دورہ کرنے کے بعد اس رپورٹ کے مندرجات کی توثیق کی اور بتایا ''لاہور اور امرتسر تو جل چکے ہیں۔ اصل خطرہ مشرقی پنجاب میں جالندھر، لدھیانہ اور ہوشیار پور کے اضلاع کو ہے۔''

۳۔ آکِنلک اپنے ۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کے خط میں ماؤنٹ بیٹن کو تجویز کرتے ہیں کہ ''اس کا حل مشرقی پنجاب میں ہے۔ وہاں قتلِ عام روکنے کیلئے رہنماؤں کو پوری کوشش کرنی چاہئے۔''

۹.۴

سلمیٰ تصدّق حسین بنام محمد علی جناح[۱]

۲۷ ایمپریس روڈ۔ لاہور

۲۲ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

دُکھتے دل سے مَیں بطور ایک بیٹی کے اپنے باپ کو مشرقی پنجاب کے سینکڑوں ہزاروں

مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی جانب سے یہ خط لکھ رہی ہوں جو سکھوں اور باؤنڈری فورس کے غیر مسلم فوجیوں کے انتہائی ہولناک، وحشیانہ اور غیر انسانی حملوں کا شکار ہوئے اور یہی وحشی لوگ وسیع پیمانے پر آتش زنی، قتل، زنا بالجبر اور اغوا کے بھی مرتکب ہوئے ہیں۔

مَیں مرکزی پنجاب مسلم لیگ ریلیف کمیٹی کی سیکرٹری ہوں اور مجھے روزانہ ایسے ہزاروں معاملات نمٹانے پڑتے ہیں۔ صورتِ حال اب قابو سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔ لاہور ہی میں مجھے روزانہ سینکڑوں لوگوں کیلئے رہائش کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کا خوف و ہراس حوصلہ شکن ہے۔ یہ نہیں کہ مَیں حالات سے مایوس ہوں۔ دشواریوں پر بالآخر قابو پا لیا جائے گا لیکن ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا قتل ناقابلِ برداشت ہے۔ ہمارے صوبائی رہنما پوری کوشش کر رہے ہیں تاہم اگر آپ کا دورہ ممکن نہ ہو سکے تو ہماری حوصلہ افزائی کیلئے آپ کا ذاتی پیغام بھی کافی ہوگا۔ آج ہمیں آپ کی رہنمائی کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ پاکستان کے حصول کیلئے پنجاب نے مقدور بھر کام کیا ہے۔ مہربانی فرما کر بہادر پنجابیوں کو بچا لیجئے اور ان ہزاروں مسلمان لڑکیوں کی بازیابی کیلئے، جنہیں زبردستی اغواء کر کے سکھ بنا لیا گیا ہے، اپنی حکومت کا اثر و رسوخ استعمال کیجئے۔

آپ کی

غمزدہ سلمٰی تصدّق حسین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۸۲

۹.۵

بلدیہ کراچی کے سپاسنامے پر محمد علی جناح کا جواب[1]

کراچی

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

بلدیہ کراچی کے میئر اور کونسلر حضرات! مَیں آپ کے پُرخلوص سپاسنامے اور ان تعریفی کلمات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے ازراہِ عنایت میرے اور میری بہن کے

بارے میں ارشاد فرمائے۔ آپ کے نیک جذبات اور خیالات کو بھی سراہتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ میری آرزو اور امید ہے کہ انہیں عملی جامہ پہنایا جائے۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ سب سے اور اہلِ کراچی سے ملاقات کا یہ موقع میسر آیا۔ بلاشبہ میرے دل میں اس خوبصورت شہر کی بہت محبت اور قدر ہے۔ محض اس لئے نہیں کہ اس سے میرا پرانا تعلق ہے اور نہ ہی اس لئے کہ یہ میری جائے پیدائش ہے بلکہ اس لئے کہ اب یہ ایک نئی خود مختار اور آزاد مملکتِ پاکستان کی جائے پیدائش بن گیا ہے۔ تمام حریت پسند لوگوں کی نظر میں کراچی نہ صرف خصوصی اہمیت کی علامت بن جائے گا بلکہ تاریخ میں بھی وہ مقام پائے گا جس کی کوئی اور نظیر موجود نہیں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ مَیں وہ پہلا شخص ہوں جسے شہریوں کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔

غیر معمولی فوائد

کراچی کوئی عام شہر نہیں ہے۔ قدرت نے اسے غیر معمولی نعمتیں عطا کی ہیں جو خصوصاً جدید تقاضوں کیلئے ضروری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ابتداء اگرچہ معمولی سطح پر ہوئی لیکن اب وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہے اور یہ بات اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ اس کا شمار دنیا کے ممتاز ترین شہروں میں ہوگا۔ یہ نہ صرف اس کے ہوائی اڈے اور بندرگاہ بلکہ خود شہر کی رونق کا باعث ہوگا۔ کراچی کی ایک خاص خوش کن بات یہ ہے کہ اگرچہ کئی بڑے شہر بلند و بالا عمارتوں کے ہجوم سے گنجان ہو گئے ہیں لیکن کراچی میں کشادہ جگہیں اور پہاڑی مقامات کی طرز پر عمارتوں کی چھتیں ہیں جو آنے والے کو کھلی فضا اور آسائش کا احساس دلاتی ہیں۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا موسم خوشگوار ہے اور پورے سال صحت افزا اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ مَیں کراچی کا ایک عظیم مستقبل دیکھ رہا ہوں۔ یہ شہر ہمیشہ سے وسیع امکانات کا حامل رہا ہے اور اب پاکستان کا دارالحکومت[۲] بن جانے کے بعد اور حکومتِ پاکستان اور اس کے عملے کی یہاں آمد اور اس کے نتیجے میں تجارت، صنعت و حرفت اور کاروبار میں بے پناہ اضافے کے سبب اس کے لئے بیشمار مواقع کا دروازہ کھل گیا ہے۔ آیئے ہم سب مل جل کر

کوشش کریں کہ یہ خوبصورت شہر کاروبار، صنعت وحرفت اور تجارت کا ایک عظیم مرکز اور علم و ثقافت کا گہوارہ بن جائے۔

جیسا کہ آپ نے کہا ہے، اس شہر کی اہمیت کے ساتھ ساتھ کراچی بلدیہ کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ انہیں احسن طریقے سے نبھائے گی۔ بلدیہ کے تمام شعبوں کی سرگرمیوں میں مزید اضافہ ہو جائیگا لیکن مجھے اعتماد ہے کہ شہر کے منتظموں کی دانشمندانہ رہنمائی اور تمام شہریوں کے تعاون سے اس کام کو مستعدی اور لگن کے ساتھ انجام دیا جائے گا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ کو درپیش مشکلات اور مسائل حل کرنے میں حکومت کی اعانت حاصل رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ حکومت کے متعلقہ شعبے مناسب وقت پر بطریق احسن بلدیہ اور اس کے میئر کے اختیارات اور حیثیت کے معاملات بھی نمٹا دیں گے جن کے بارے میں آپ فی الحال فکرمند دکھائی دے رہے ہیں۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی

کراچی کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہ واحد اہم شہر ہے جہاں لوگوں نے فرقہ وارانہ فسادات کے دوران اپنے دل و دماغ کو ٹھنڈا رکھا اور امن و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے اور مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی ایسا ہی کریں گے۔

پاکستان حکومتِ سندھ، بلدیہ اور کراچی کے شہریوں کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنانے کے مرکزی حکومت کے فیصلے کا خیر مقدم کیا اور ساری سہولتیں فراہم کیں۔ حکومتی عملے کی یہاں آمد کے ساتھ ساتھ پاکستان اور ہندوستان کے اطراف و جوانب سے لوگ کراچی پہنچ گئے ہیں۔ یہ لوگ اصل شہریوں کی طرح یہاں رہیں گے اور عظیم مواقع سے استفادہ کرنے کیلئے اپنی صلاحیتیں صرف کریں گے اور اپنی خدمات پاکستان کی تعمیر نو کیلئے فراہم کریں گے تاکہ برادر اقوام ہمیں احترام کی نظر سے دیکھیں اور ہم دنیا کی جلیل القدر قوموں کی صف میں عزت کا مقام حاصل کرلیں۔

ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ نہ صرف طمع بلکہ جملہ اقسام کے ڈر اور خوف کو بھی دور کریں

اورحریت، اخوت اور مساوات کے اسلامی احکامات پر عمل کریں۔

میئر اور کونسلر حضرات! مَیں ایک بار پھر آپ کے خیر مقدمی سپاسنامے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۰۲

۲۔ ۱۶ جون ۱۹۴۷ء کو لیاقت علی خاں نے وائسرائے کو مطلع کیا کہ مسلم لیگ نے فیصلہ کیا ہے کہ فی الحال حکومتِ پاکستان کا صدر مقام کراچی ہوگا۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۱۵۸ کا انیکس ۴

۳۔ ۷ اگست ۱۹۴۷ء تک حکومت پاکستان کے ۲۹۰۰ ملازمین اپنے اہل خانہ سمیت کراچی پہنچ چکے تھے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۹ اگست ۱۹۴۷ء

۹.۶

پنجاب کی عصمت دری[1]

۲۷ اگست ۱۹۴۷ء

بنگال کی تقسیم کے متعلق سر سِرل ریڈکلف کے ایوارڈ[2] کا تفصیلی جائزہ ہم پہلے ہی لے چکے ہیں۔ پنجاب کے بارے میں حقائق اور اعداد کے جائزے سے یہ نظر آتا ہے کہ اگر باؤنڈری کمیشن کے یہ ''غیر جانبدار'' چیئرمین مشرقی بنگال کے سلسلے میں جانبدار تھے تو اس سے کہیں زیادہ مغربی پنجاب کے بارے میں تھے۔ اس فرضی تقسیم نے پنجاب کے ساتھ اتنی ہی ناانصافی کی ہے جتنی بنگال کے ساتھ کی تھی۔ امید تھی کہ جب حدود کی حتمی نشاندہی ہوگی تو انصاف ہو جائیگا لیکن سر سِرل ریڈکلف نے اس سے بالکل الٹا کام کیا ہے۔ انکا واحد مقصد یہ نظر آتا ہے کہ وہ کتنا کچھ مغرب سے مشرق کو دے سکتے ہیں۔ یعنی وہ پاکستان کو اور کتنا کاٹ پیٹ سکتے ہیں۔ گورداسپور کی چار تحصیلوں میں سے انہوں نے تین مشرقی پنجاب کو دیدی ہیں اور لاہور کی تین تحصیلوں میں سے دو کو تقسیم کر کے دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ اگر کوئی ان پانچ تحصیلوں کی آبادی کے فرقہ وار اعداد و شمار کو دیکھے تو ان کی ناانصافی اور بدنیتی کھل کر سامنے آجائے گی۔

گورداسپور تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۱۷۱۴۹۸ ہے جبکہ ہندو اور سکھ دونوں ملا کر

۱۳۳۶۷۴ بنتے ہیں۔ بٹالہ تحصیل میں مسلمان ۲۰۷۲۷۱ ہیں اور ہندو سکھ ۱۴۹۸۴۶ ہیں۔ پٹھان کوٹ تحصیل میں مسلم اکثریت ۱۴۹۶۰۰ ہے جبکہ ہندوؤں اور سکھوں کو اکٹھا کر کے ان کی تعداد ۸۶۷۰۰ بنتی ہے۔ لاہور کے دوسرے تقسیم شدہ ضلع، قصور کی تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۲۳۷۰۳۸ ہے اور اس کے مقابلے میں ہندوؤں اور سکھوں کی تعداد ۱۵۸۰۳۱ ہے جبکہ چونیاں تحصیل میں مسلمانوں کی اکثریت ۲۳۷۸۲۹ ہے اور غیر مسلم ۱۴۰۱۱۰ ہیں۔ تاہم سر سِرل ریڈکلف کو ان دو اضلاع میں سے تقریباً ۲۳۰۰ مربع میل کا انتہائی زرخیز علاقہ مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب منتقل کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوا۔

ان کی رپورٹ چاہے کتنے ہی غور سے پڑھی جائے اس میں ایسی کوئی دلیل نظر نہیں آئے گی جس کے سہارے متصل اکثریت کے اصول سے سنگین انحراف اور واضح شرائط کار کی خلاف ورزی ثابت نہ ہوتی ہو۔ سر سِرل ریڈکلف نے صرف یہ کہنے کا تردّد کیا کہ ''اپنی استعداد کے مطابق ان دوسرے عناصر کی جانچ پڑتال کے بعد، جو اکثریتی علاقوں کے اصول پر اثر انداز ہوتے ہیں، مَیں اس فیصلے پر پہنچا ہوں۔'' انہوں نے کن دوسرے عوامل کا اندازہ لگایا ہے؟ آخر وہ کیا وجوہات تھیں جن سے یہ ناقابلِ بیان عوامل اسقدر اہم نظر آئے کہ ان کے لئے متصلہ اکثریت کے بنیادی اصول سے انحراف کرنا بھی جائز ہو گیا؟ سر سِرل ریڈکلف اب اس ملک سے چلے گئے ہیں ورنہ ان کے روبرو ان نکات کے بارے میں سوال کیا جاتا۔ اپنی رپورٹ لکھنے کے بعد اور پنجاب بنگال اور سلہٹ کے نقشے پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچنے کے بعد یہ ''ممتاز'' کے سی (کنگز کونسل) اپنے عدالتی گمراہی کے منظر سے رخصت ہو گیا۔ لیکن اس کی سطحی، ناقابل یقین اور مبہم رپورٹ ان لوگوں کا مذاق اڑانے کیلئے باقی ہے جنہوں نے ریڈکلف پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کیا تھا۔

جہاں مغرب کی پانچ مسلم اکثریتی تحصیلوں کو مکمل طور پر یا حصوں بخروں میں مشرق کے حوالے کیا گیا وہاں مشرق کی ایک بھی تحصیل یا اس کا کوئی بھی حصہ، جس میں مسلم اکثریت تھی اور اتصال کے اصول پر پورا اترتا تھا، مغرب کی طرف منتقل نہیں کیا گیا۔ یہاں بھی چند اعداد و شمار سے

واضح ہو جائے گا کہ یہ کس قدر غیر منطقی ایوارڈ تھا۔ فیروز پور تحصیل میں ۱۶۰۳۷۱ مسلمان ہیں جبکہ ہندو اور سکھ ۱۲۳۳۸۷ ہیں۔ زیرا تحصیل میں مسلم اکثریت ۱۳۷۵۶۳ ہے اور ہندو اور سکھ ۶۹۰۷۳ ہیں۔ امرتسر ضلع کی انبالہ تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۱۳۰۹۳۹ ہے اور ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی ۸۳۴۰۱ ہے۔ جالندھر ضلع کی نکودر تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد ۱۳۵۹۱۸ ہے جبکہ ہندوؤں اور سکھوں کی تعداد ۹۱۸۰۲ ہے۔ یہ ساری تحصیلیں اور دوسرے مختلف وسعت کے علاقے مغربی پنجاب کے مسلم اکثریتی علاقوں کے ساتھ متصل حلقہ بناتے ہیں۔ لیکن یہاں پر برطانوی عدلیہ کے ''غیر جانبدار'' عالی مرتبت رکن تحصیل وار حد بندی کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ جب مسلمانوں سے غیر مسلموں کو علاقے دینے کا سوال آتا ہے تو تحصیل کو اہمیت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جب اسی اصول پر مشرقی پنجاب سے بعض علاقے مسلمانوں کو دینے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس اصول سے چشم پوشی کر لی جاتی ہے۔ ایوارڈ کے مصنف اس بارے میں صرف اتنا ہی کہتے ہیں ''مَیں نے ستلج کے مشرق میں واقع مسلم اکثریت والے علاقے کے بارے میں کافی تامل کے بعد مجموعی طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ دونوں ممالک کے مفاد میں نہیں کہ مغربی پنجاب کے علاقے کو ستلج کی دوسری جانب ایک پٹی تک وسیع کر دیا جائے۔ اس میں دوسرے عوامل بھی شامل ہیں مثلاً ریلوے، مواصلات اور آبی نظام میں خلل جن سے متصلہ اکثریت کا بنیادی مطالبہ مسترد ہو جاتا ہے۔''

جو الفاظ ہم نے واوین میں دیے ہیں ان سے اس شخص کی ذہنیت اور اصول سے انحراف نمایاں ہو جاتا ہے جو اس برصغیر کے اہم علاقائی مسئلے کو نمٹانے کیلئے ایک ماہر تصور کیا جاتا تھا۔ کیا کوئی شخص سر سِرل ریڈکلف کے فقرے ''مجموعی طور پر'' کی وضاحت کر سکتا ہے؟ کیا کوئی شخص قیاس کر سکتا ہے کہ وہ بھاری وجوہات کیا تھیں جن سے تسلیم شدہ مسلم اکثریتوں کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا اور جن سے وہ کم بھاری وجوہات منسوخ ہو گئیں جو ان علاقوں کی پاکستان میں منتقلی کے حق میں تھیں۔ سر سِرل ریڈکلف نے ''مجموعی طور پر'' کے الفاظ سے یہ اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے ذہن میں دلائل کا موازنہ کیا تھا۔ لیکن وہ یہاں کے عوام کی ذہانت کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں کہ انہیں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتے کہ ان کے فیصلے کے حق میں اور اس کے خلاف کون سی اور وجوہات تھیں۔ پنجاب

کے بارے میں تو انہوں نے اعتراف کیا کہ انہیں ریلوے اور آبی نظام کے متعلق تشویش تھی لیکن بنگال میں مغربی بنگال کو دارجلنگ اور جل پائیگوڑی دیتے ہوئے انہوں نے ریلوے مواصلات کو اور شمالی بنگال کے آبی نظام کو درہم برہم کرتے ہوئے کوئی پس وپیش نہیں کیا۔

سر سِرل ریڈکلف کی رپورٹ کا جتنا مطالعہ کیا جائے اور ان کے ایوارڈ کا جتنا جائزہ لیا جائے اتنا ہی زیادہ تعجب ہوتا ہے کہ وہ بعد میں تخلیق کئے گئے ''دیگر عوامل'' کیا تھے جنہوں نے حد بندی کے کام میں اتنا اہم کردار ادا کیا اور ایک قابلِ اعتماد جج کو جانبدار بنا دیا۔ بیشک عوام قیاس کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۱
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۰
۳۔ وہ اعداد وشمار جو ''پارٹیشن آف پنجاب ۱۹۴۷ء'' کی جلد سوم میں دیئے گئے ہیں ان سے مختلف ہیں۔

۹.۷

پونچھ کے مسلمان بنام محمد علی جناح[1]

(تار)[2]

مری

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

قائداعظم محمد علی جناح۔ لاہور

پونچھ، ریاست کشمیر کے بے یار و مددگار مسلمانوں کو ریاستی فوج بے دردی سے قتل کر رہی ہے۔ مہربانی سے فوراً مداخلت کر کے ان کی زندگیاں بچایئے۔

پونچھ کے مسلمان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۷
۲۔ اس زمانے میں ریاست کے حکام پونچھ کی سیاسی صورت حال سے متعلق تاروں کا سنسر کیا کرتے تھے۔

۹.۸

شاہ پسند خان اور دیگر بنام محمد علی جناح[1]

ٹانک

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب قائداعظم محمد علی جناح۔ کراچی

تقریباً دس ہزار مسعودی، وزیری، بھٹانی، جتاتری وغیرہ ٹانک میں یکم ستمبر ۱۹۴۷ء کو نواب قطب الدین خان آف ٹانک کی صدارت میں جمع ہوئے اور متفقہ طور پر اولاً یہ تجویز منظور کی کہ ہم لوگوں کو مشرقی پنجاب کے غمناک اور وحشیانہ واقعات سے صدمہ پہنچا ہے اور مشرقی پنجاب کے مسلم بھائیوں کی مدد کیلئے ہم نواب ٹانک کی رہنمائی میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کیلئے تیار ہیں۔ ثانیاً یہ کہ گورنر جنرل قائداعظم کو معلوم ہونا چاہئے کہ پانچ ہزار مسلّح قبائلی فوراً روانگی کیلئے تیار ہیں اور باقی بیس ہزار بعد میں جائیں گے۔ انہیں صرف سواری اور راشن کی ضرورت ہے۔ ثالثاً یہ کہ جب سے سرحد کو پنجاب سے جدا کیا گیا ہے ہمارے قبیلے نظر انداز ہو رہے ہیں اور ہمارے رہنماؤں کو کابینہ میں جگہ نہیں ملی ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ نواب آف ٹانک کو کابینہ میں لیا جائے تا کہ وہ ہمارے اضلاع اور قبیلوں کی نمائندگی کر سکیں۔ اگر چہ انہیں اس کی خواہش نہیں ہے لیکن انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ ہمارے مفاد کیلئے کام کریں اور اپنے ذاتی اور اپنی سرداری کے مسائل فی الحال پسِ پشت ڈالیں۔

شاہ پسند خان مسعود

اور دیگر افراد[2]

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۹۰

۲۔ ان میں یہ لوگ شامل تھے: ملک ولی زئی خان وزیری، صوبیدار گیاز گل خان بھٹانی آف جندولہ، دوست محمد خان ٹانک کے نمبردار، خان ارسلان خان توتور، محمد بخش چغتائی اور سیکرٹری مسلم لیگ ٹانک۔ پیر مشہر آف کانیگرم

۹.۹

زاہد حسین بنام ایم اکرام اللہ[1]

(اقتباس۔ بصیغۂ راز)

نئی دہلی

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

امید ہے کہ جو رپورٹ کل ارسال کی گئی تھی مل چکی ہوگی۔ آج کی خبروں کے مطابق صورتِ حال بہت تیزی سے خراب ہو رہی ہے جیسا کہ کل کی رپورٹ میں قیاس کیا گیا تھا۔ بہادر گڑھ میں، جو یہاں سے ۱۷ تا ۱۸ میل دور ایک بڑا گاؤں ہے، ہماری مال گاڑی کو دو روز قبل جلایا اور لوٹا گیا تھا۔ کل رات اسی گروہ نے اس پر پھر حملہ کیا۔ مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد کے متعلق کوئی واضح اطلاع نہیں۔ سنا ہے کہ گھر جل رہے ہیں۔ عورتوں اور بچوں کی بڑی تعداد کو پولیس اسٹیشن پہنچا دیا گیا ہے لیکن وہ سنگین خطرے میں ہیں۔ یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ نجف گڑھ میں، جو دہلی سے تقریباً ۱۶ میل پر ایک قصبہ ہے، آج کی رات حملے کا خطرہ ہے۔ جو ٹولیاں قرب و نواح میں کارروائیاں کر رہی ہیں وہ اب آزاد پور پہنچ چکی ہیں جو دہلی سے ۵ میل دور ایک گاؤں ہے۔

۲۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ سکھوں کے بعض گروہ یہاں آ کر برلا مندر اور باڑا ہندو راؤ کے قریب بظاہر بطور پناہ گزیں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ انہی ٹولیوں کے ارکان ہیں جو مشرقی پنجاب میں کارروائیاں کر رہے تھے اور جو اب صوبۂ دہلی میں خفیہ طور پر داخل ہو رہے ہیں۔

[پیرے ۳، ۴ اور ۵ خذف کر دیے گئے ہیں]

۶۔ ہوائی جہاز کے ذریعے اپنے لوگوں کی منتقلی کا کام جاری ہے لیکن حکومتِ ہندوستان نے ان تین ہوائی جہازوں پر قبضہ کر لیا ہے جو ٹاٹا کمپنی نے تجارتی بنیادوں پر ہمیں دیئے تھے۔ یہ ہمارے انتظامات میں مداخلتِ بیجا ہے۔ مَیں اس کے خلاف حکومتِ ہندوستان سے احتجاج کر رہا ہوں اور حکومتِ پاکستان سے بھی گذارش ہے کہ وہ بھی اس پر احتجاج کرے۔ بدقسمتی سے ہمارے

انتظامات میں اس سے رخنہ پڑ گیا ہے۔ تاہم دوسرے معاملات میں منصوبے کے تحت عمل درآمد ہو رہا ہے۔

[پیرے ۷ تا ۹ حذف کر دیے گئے ہیں]

زاہد حسین

پاکستان ہائی کمشنر متعینہ ہندوستان

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۴

۹.۱۰
محمد علی جناح بنام کلیمنٹ ایٹلی[1]

۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر ایٹلی

اس خط کا مقصد محض آپ سے میر لائق علی کا تعارف کرانا ہے جو حیدرآباد میں ایک عظیم صنعت کار کے طور پر مشہور ہیں اور اب پاکستان کی صنعتی ترقی میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ میرے ذاتی دوست بھی ہیں۔

وہ برصغیر کے تجارتی اور صنعتی حلقوں میں ایک قابل ترین ماہر سمجھے جاتے ہیں اور اس وقت حیدرآباد میں بڑی صنعتوں کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ مَیں نے سوچا کہ آپ کچھ وقت نکال کر ان سے ملاقات کر لیجئے۔ ۱۶ ستمبر کو منعقد ہونے والے اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں شرکت کیلئے وہ ہمارے ایک نمائندے کی حیثیت سے جا رہے ہیں اور انہیں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ راستے میں کچھ دنوں کیلئے انگلستان میں بھی رک جائیں۔ ان کا تعلق حیدرآباد سے ہے اور اعلیٰ حضرت نظام حیدرآباد بھی انہیں عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور میرے خیال میں آپ کیلئے نظام کا ذاتی خط بھی وہ ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ان کو آپ

سے ملنے کا موقع بھی دستیاب ہو گا اور آپ سے برطانیہ اور پاکستان کے مابین تجارتی تعلقات کے بارے میں گفت وشنید ہو سکے گی کیونکہ پاکستان کی صنعتی اور تجارتی ترقی میں وہ لازمی طور پر اہم کردار ادا کریں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۱۹

۹.۱۱

یو پی، بہار، سی پی وغیرہ کے
پاکستان کا انتخاب کرنے والے سرکاری ملازمین بنام محمد علی جناح[1]

کراچی

۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

عزیز ترین قائداعظم، اسلام علیکم

انتہائی ناچاری کی حالت میں ہم نے آپ کو یہ خط بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مدد اور رہنمائی کیلئے ہماری توجہ غیر ارادی اور قدرتی طور پر صرف ایک فرد کی جانب مبذول ہوتی ہے۔ آپ کو پنجاب اور دہلی کے المیے کے بارے میں کچھ بتانا محض لفظوں کا ضیاع ہو گا کیونکہ آپ خود اس سے بخوبی واقف ہیں اور رنجیدہ بھی ہیں۔ حکومتِ پاکستان اور خاص طور پر آپ نے ان مصیبت زدگان کی بہت مدد کی ہے اور انہیں وہاں سے نکالا ہے لیکن ہم یو پی، بہار وغیرہ کے فراموش شدہ لوگوں کے متعلق کچھ تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہ کوئی راز نہیں ہے کہ حکومتِ پاکستان کو مفلوج کرنے کیلئے ہمارے ہندو اور سکھ دشمنوں نے یہ اپنا 'مقدّس' فریضہ بنالیا تھا کہ اس کے ملازمین کو قتل، آتش زنی اور لوٹ مار کے ذریعے کسی طرح

پاکستان جانے سے روک دیا جائے۔انہوں نے ریل گاڑیوں کو پٹری سے اتارا اور ہر طرح سے کوشش کی کہ انہیں اس ارضِ موعود کو جانے نہ دیا جائے۔حالیہ خونریزی میں حکومتِ پاکستان کے ملازمین ان ظالموں کا خاص نشانہ بنے ہوئے تھے۔ہم لوگ، جو یہاں سخت اور بے لوث محنت کرنے کے ارادے سے آئے تھے،ان حالات میں کس طرح اپنے فرائض تندہی سے انجام دے سکتے ہیں۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ یوپی، بہار،سی پی وغیرہ میں ابھی تک کوئی گڑبڑ نہیں ہے لیکن کون جانتا ہے کہ تشدّد کے اس آتش فشاں پہاڑ پر جمی ہوئی امن کی برف کی باریک تہہ کتنی دیر قائم رہ سکتی ہے۔اور اس وقت بھی ان ''پُرامن مقامات'' میں حکومت پاکستان کے ملازمین کے اہل خانہ کو تنگ کیا جارہا ہے اور دھمکایا جارہا ہے۔لہٰذا فوری عمل کیلئے آپ کی توجہ حسبِ ذیل تجاویز کی جانب مبذول کرارہے ہیں:

۱۔دو تین روز کے اندر تمام وزارتوں میں سرکاری ملازمین کے خاندانوں کی مکمل ضلع وار فہرستیں تیار کی جائیں جس میں ملازم کا نام،صوبہ،گھر کا مکمل پتہ،اس شخص یا سرپرست کا نام جس سے رابطہ کرنا ہے،خاندان کے ارکان کی تعداد ریلوے اسٹیشن اور دوسری تفصیلات،درج ہوں۔

۲۔ان فہرستوں کو وزارتِ مہاجرین و بحالیات میں اکٹھا کیا جائے۔

۳۔منتقل ہونے والے افراد کی تعداد کا اندازہ لگانے کے بعد ان کے انخلاء کیلئے خصوصی ٹرینوں کا بندوبست کیا جائے اور حکومتِ ہندوستان سے کہا جائے کہ وہ ان ٹرینوں کو حفاظت سے منزل تک پہنچانے کی ضمانت دے۔اگر یہ ممکن نہیں ہے تو یہ ٹرینیں پاکستانی فوج کے مضبوط دستوں کی نگرانی میں چلائی جائیں۔

۴۔اگر حکومتِ ہندوستان خصوصی ٹرینوں کا انتظام نہ کر سکے تو حکومتِ پاکستان کو چاہئے کہ وہ پاکستانی علاقے میں غیر ضروری سروس میں کمی کر کے انخلا کیلئے ٹرینیں مہیا کرے۔

پہلے مرحلے میں ان سرکاری ملازمین کے خاندانوں کو منتقل کیا جائے جو ٹرانسفر آفس کی اپیل پر اپنے اہل خانہ کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں کیونکہ یہ سرکاری ملازمین بڑی پریشانی میں دن گذار رہے ہیں اور ان کیلئے اپنے فرائض دلجمعی سے ادا کرنا ممکن نہیں ہے۔سرکاری ملازمین کے خاندانوں کے انخلاء کے بعد وسیع پیمانے پر مسلم آبادی کی منتقلی کے بارے میں بھی غور کیا جائے۔

یہ واضح ہے کہ اس وقت حکومتِ پاکستان صرف دہلی اور مشرقی پنجاب سے انخلاء میں مصروف ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اس کے بعد ہی دوسرے مقامات سے انخلاء کا کام شروع کیا جائے۔ جیسا کہ جنابِ عالی کو علم ہے کہ دوسری جانب حکومتِ ہندوستان پورے مغربی پاکستان سے یعنی صوبہ سرحد، بلوچستان، سندھ اور مغربی پنجاب سے ہندوؤں اور سکھوں کو نکالنے میں مشغول ہے۔ ہر محبِ وطن کو جاننا چاہئے کہ حکومتِ پاکستان کو ابتداء ہی سے غیر متوقع مسائل کا سامنا ہے لیکن ہنگامی حالات کا تقاضہ ہے کہ دہلی اور مشرقی پنجاب کے ساتھ ساتھ دوسرے مقامات کی طرف بھی توجہ دی جائے تا کہ انہیں قتلِ عام اور لوٹ مار سے بچایا جا سکے جس کا منظر غیر مسلموں نے مشرقی پنجاب اور دہلی میں پیش کیا تھا اور خاص طور پر دہلی میں جہاں لوگ لاعلمی میں مارے گئے۔

امید ہے کہ ہماری اس اپیل پر آپ فوری اور پوری توجہ فرمائیں گے۔

فضیلت مآب کے جان نثار خادم

پاکستان کا انتخاب کرنے والے یو پی، بہار، سی پی وغیرہ کے سرکاری ملازمین

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۵۰

۹.۱۲

کلیمنٹ ایٹلی بنام محمد علی جناح[1]

۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ،

وہائٹ ہال۔لندن

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

آپ کے ۱۱ ستمبر کے خط[2] کا شکریہ جس میں آپ نے اپنے دوست میر لائق علی کا مجھ

سے تعارف کرایا ہے۔ان سے مل کر مَیں بہت لطف اندوز ہوا اور ہمارے درمیان بہت دلچسپ گفتگو رہی۔

میرے رفقاء اور مَیں خود پاکستان میں ہونے والے واقعات کو بہت غور اور ہمدردی کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ ہماری پُرخلوص تمنا اور دعا ہے کہ جن مشکلات سے آپ اس وقتِ گذر رہے ہیں وہ بہت جلد دور ہو جائیں گی تا کہ اس عظیم نئی مملکت کے عوام امن و امان سے اپنی زندگی گذار سکیں۔

آپ کا مخلص

سی آر ایٹلی

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۹۰

۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۱۹

۹.۱۳

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نوئل بیکر[1]

(تار[2]۔انتہائی خفیہ)

نئی دہلی

۲۸ فروری ۱۹۴۸ء

۱۔سر ظفر اللہ خان کی تقریروں سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن پر الزامات کی بابت اقتباسات حسب ذیل ہیں:

۲۔۱۶ جنوری ۱۹۴۸ء: حکومتِ پنجاب کی خفیہ رپورٹوں سے، جنہیں اب عام کر دیا گیا، ظاہر ہوتا ہے کہ سکھوں کے اس منصوبے سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن پہلے ہی واقف تھے جس پر بعد میں عمل کیا گیا۔''

۳۔۲۴ جنوری ۱۹۴۸ء: ''ایک نوٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک منصوبہ تھا جس سے

بلاشبہ اصحابِ اقتدار واقف تھے۔ اس نوٹ میں چند واقعات درج ہیں جن کا ذکر پاکستان کے وزیراعظم نے کیا تھا۔ جولائی ۱۹۴۷ء کے اوائل[۳] میں وائسرائے ہاؤس میں ایک میٹنگ ہوئی تھی تاکہ پنجاب میں وسیع پیمانے پر ہنگامہ آرائی کے سکھ منصوبے کے تدارک کے لئے ضروری اقدامات سوچے جائیں۔ اس میٹنگ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور دیگر حضرات نے شرکت کی تھی۔ میٹنگ میں پنجاب سی آئی ڈی کے ایک انگریز افسر نے تفصیل سے بتایا کہ سکھ کس طرح پنجاب میں وسیع پیمانے پر تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس بارے میں وافر اور معتبر ثبوت موجود ہیں اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ سکھ رہنما اور بعض سکھ ریاستیں کس پیمانے پر تیاریاں کر رہے ہیں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صاف کہا تھا کہ وہ فسادات کو کچلنے میں اپنی پوری طاقت استعمال کریں گے۔ تمام موجود حضرات نے فوراً اور سردار پٹیل نے کچھ تامل کے ساتھ اس پر اتفاق کیا تھا کہ حفظِ ماتقدّم کے طور پر سکھ رہنماؤں اور برہنہ تلوار کے دھنی، ماسٹر تارا سنگھ کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ جولائی کے وسط میں پارٹیشن کونسل میں بھی اس مسئلے پر گفتگو ہوئی تھی اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے دوبارہ بیڑا اٹھایا تھا کہ وہ اس قسم کی کسی تحریک کو کچلنے کیلئے اپنی پوری قوت، ہوائی جہاز، ٹینک، توپیں وغیرہ استعمال کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے مہاراجہ پٹیالہ اور دوسرے سکھ رہنماؤں کو واشگاف الفاظ میں خبردار کر دیا ہے۔ تاہم کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے۔ کچھ عرصے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ سکھ رہنماؤں کو فوراً گرفتار نہ کیا جائے۔ بعد میں انہوں نے پھر پینترا بدلا اور کہا کہ ۱۳ اگست[۴] کو جب باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان ہوگا تو اسی وقت وہ ان پر وار کریں گے۔"

۴۔ بلاشبہ ان تقاریر کا مکمل ریکارڈ آپ کو دستیاب ہوگا۔

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ا کی دستاویز نمبر ۲۸

۲۔ اس تار کی نقول وزیراعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری اور لارڈ پریوی سیل کو بھیجی گئیں۔

۳۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳

۴۔ ریڈکلف نے پنجاب باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن کی خدمت میں پیش کیا۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۴.۴.۳

PCPPI—2697()4)QAPP—16-04-05—2000



قائداعظم محمد علی جناح